ولا یأتونک بمثل الا جئنک بالحق وأحسن تفسیرا

بیمن فیض وحید لایق توحید مرسل رسول فرزند منزل فرقان مجید

تفسیر فتح العزیز سیپارہ عم کا ترجمہ

ایمان والوں کے مجموعہ مواعظ دلپذیر ذخیرہ فوائد

در ساعت سعید و آوان حمید ماہ رشید یعنی رمضان شریف فی سنہ ۱۲۹۷ ہجریہ ہوئے

در مطبع فاروقی دہلی باہتمام محمد معظم

فہرست سورتہای تفسیر فتح العزیز سیپارہ عم

فوائد تفسیر فتح العزیز سیپارہ عم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی وفق عبادہ الصالحین لاستباق انواع الخیرات المبرات ویسر لهم سلوک طرق الباقیات الصالحات والصلوة والسلام علی افضل المخلوقات وعلی آله واصحابه ذوی المقامات والکرامات ــ اما بعد سب بھائیون مومنین تقوی شعار اور شائقان کلام ربانی اور متفحصان احکام یزدانی پر روشن اور ہویدا ہو جیو کہ افضل الذکر فرض الٰہی کے ادا کرنے کے بعد تلاوت قرآن مجید اور قرأت فرقان حمید ہے کہ پڑھنے والا اسکا بلا واسطہ اپنے مالک و خالق سے ہمکلام ہوتا ہے اور ہر ہر حرف پر ثواب پاتا ہے چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من قرأ حرفا من کتاب اللہ تعالی فله به حسنة والحسنة بعشر امثالها لا اقول الٓم حرف ولکن اقول الف حرف ولام حرف ومیم حرف یعنے ترمذی مین حضرت عبد اللہ بن مسعود رض سے روایت ہے کہ کہا انہون نے کہ سنا مین نے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے کہ جو شخص پڑھے قرآن سے ایک حرف تو اسکے واسطے اس پڑھنے کے سبب سے ثواب ہر ایک ہے اور ہر نیکی مین دس گنا ثواب ملتا ہے نہین کہتا ہون مین کہ الٓم ایک حرف ہے لیکن کہتا ہون مین کہ الف ایک حرف ہے اور لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے سو بغیر معنے سمجھنے اور مطلب بوجھنے کے اسکی لذت سے بے بہرہ رہتا ہے اور جب تک معنون کو نہ سمجھیگا تب تک عمل کرنا بھی اسکے نصیب نہوگا اور قرآن کے نازل ہونے سے مقصود اصلی یہی ہے کہ اسپر عمل کیجیے اور سعادت دارین اور کرامت کونین حاصل کیجیے چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من قرأ القرآن وعمل به البس والداه تاجا یوم القیمة ضوءه احسن من ضوء الشمس فی بیت من بیوت الدنیا لو کانت فیه فما ظنکم بالذی عمل به ابوداود نے حضرت سہل بن معاذ جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مسلمان قرآن کو پڑھے اور اسپر عمل کرے تو پہنائے جائینگے ماباپ اسکے تاج قیامت کے دن جسکی چمک بہتر ہوگی آفتاب کی روشنی سے جو تمہارے کسی گہر مین ہو دنیا کے گہرون مین پہر کیا گمان ہے تمہارا اسکے ساتھہ جسنے عمل کیا اسپر یعنے جب اسکے سبب سے اسکے ماباپ کو یہہ رتبہ اور بزرگی حاصل ہوگی تو اسکے واسطے اللہ تعالی ہی جانتا ہے کہ کیا کچھہ ہوگا علی الخصوص ہندوستان کے عوام لوگ بالکل اس نعمت سے محروم ہین اور قرآن شریف کا مطلب سمجھنا انپر نہایت دشوار ہے ہر چند بعضے دیندار عالمون نے ہندوستانی زبان مین ترجمہ کیا ہے لیکن بعضون نے محض لفظی ترجمہ کیا ہے جس سے قرآن شریف کا مطلب عوام بوجہ نہین سکتے اور بعضون نے اسقدر طول کیا ہے کہ اکثر ذہنون کی پریشانی کا سبب پڑتا ہے مگر تفسیر فتح العزیز تصنیف کی ہوئی صلاح السالکین زبدة العارفین اسوه الاولیاء خلاصة الاصفیاء رئیس العلماء افضل الفضلاء جامع کمالات انسانی مورد مراحم یزدانی ذوالمجد والتمییز حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی قدس سرہ کی کہ عوام فہم خواص پسند ہے اور بموجب مضمون حدیث شریف

تمہید

خیر الامور اوسطہا۔ بہ درجۂ عوام بیں واقع ہوئی ہے صاف مخل و اطناب طائل سے بری ہے اور کوئی چیز جو موقوف ... کی ہو باہر نہیں گئی گویا جامع التفاسیر ہے اور مرغوب طبع ہر صغیر و کبیر اور تفسیر کی خوش اسلوبی اور خوش بیانی پر تمام علما متفق ہیں لیکن فارسی عبارت کے سبب اکثر لوگ اسکے فائدے سے محروم ہیں اور ہر چند کہ سوا تین سپارے کی تفسیر ہے لیکن اگر کسیکو بخوبی یاد ہو تو تمام قرآن شریف کے واسطے کافی ہے چنانچہ ان سب چیزوں پر نظر کرکے جامع حسنات مصدر خیرات مجمع فیوضات منبع برکات محسن دوران فیاض زمان جوادجہان عالی قدر قدردان اہل علم و شرفا جناب نواب خدا محمد علی ابن محمد حسین صاحب جو گئے دام اقبالہ نے اس امر شریف کو باقیات صالحات سے سمجھکر ایک روز فرمایا کہ اگر اسکا ترجمہ ہندستانی زبان میں ہو کر چھپے تو بہت لوگونکو فائدہ ہو سو جناب ممدوح کے فرمانیکے بموجب اس فقیر سراپا تقصیر قلیل البضاعت قصیر الاستطاعت خادم علماء احقر العباد محمد حسن خان مصطفی آبادی عرف رامپوری نے اس امر شریف کو سعادت دارین اور فخر کونین سمجھکر کوشش کی اسکے سرانجام دینے میں مضبوط باندھی اور حق تعالی کے فضل اور کرم سے اور بانی موصوف کی خوش نیتی کے سبب تھوڑے ہی دنوں میں اختتام کو پہنچایا چنانچہ سنہ بارہ سو چھیانوے ہجری شہر ربیع الاول کے عشرۂ متوسط میں ابتدا ترجمے کے تحریر کی اور اسی مہینے میں جناب نواب خدا صاحب ممدوح کے حکم کے بموجب چھپنا بھی شروع ہوا اور بحمد اللہ ستائیسوین تاریخ رمضان المبارک سنہ مذکور کی تحریر اور طبع نے حلۂ اختتام کا پہنا فائدہ معلوم کیا چاہیے کہ اس ترجمے میں کتنی چیزون کی رعایت کی گئی ہے سو اسکا دریافت کرنا مطالعہ کرنیوالے کے واسطے ضرور ہے اول تو یہہ کہ اسکا ترجمہ لفظ بلفظ نہیں کیا گیا بلکہ ہندی محاورے کے موافق ہے تاکہ مطلب بخوبی فہم میں آوے دوسرے یہہ کہ التزام اس امر کا کیا ہے کہ کچھ زیادتی یا کمی اصل مطلب سے ہونے پاوے تاکہ اعتبار کے پائے سے خارج نہو جاوے لیکن تشریح اور توضیح کے طور پر کسی مجمل مطلب کی تصریح میں ایک دو کلمے بڑھ گئے ہیں تیسرے یہہ کہ جہان کوئی مطلب دقیق اور مشکل آگیا جسکا سمجھنا کسی اور علم کی مہارت پر موقوف ہے جیسے کوئی قاعدہ علم ریاضی یا ہندسہ وغیرہ کا تو اسکا فقط ترجمہ کر دیا ہے اسواسطے کہ اسکا سمجھنا بغیر اس علم کے مصطلحات کے دریافت کرنیکے ہو نہیں سکتا اور اسکی تشریح فیما نحن فیہ سے خارج ہے اسواسطے کہ یہان پر قرآن شریف کی تفسیر عوام کو فہم منظور ہے نہ حکما کے قواعد کی تحقیق چوتھے یہہ کہ ترجمہ لکھنے کی چھپی ہوئی تفسیر عزیزیہ کی عبارت کے موافق ہے اس واسطے لکھو تو ... جانیے ... چاہیے ... آپ جیسا ذوی عقل و تمیز کی خدمت میں عرض یہہ ہے کہ انصاف کی نظر سے اس ترجمہ کو ملاحظہ فرماوین اور اگر کوئی بھول چوک پاوے تو اپنی والاہمتی پر نظر فرماکے اصلاح دینے میں دریغ نفرماوین کہ بموجب اس قول کے الانسان مرکب من الخطاء والنسیان کوئی شخص بھول چوک سے خالی نہیں ہے اللھم تقبل منا انك انت السميع العليم حسبی اللہ لا الہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم

قطعہ تاریخ طبع من فکر شاعر رنگین و نازک خیال ناظم بعدیل و باکمال حافظ میرزا آغا جان بیگ صاحب المتخلص بہ احسن دہلوی سلمہ اللہ القدیر العلی

وہ تمنے طبع کی ہے تفسیر	عالم میں صیت ہو رہا ہے	احسن نے سال طبع لکھا	یہہ خوب چھپا ہے

یہہ تفسیر مطابق مطبع مصطفائی کے مطبع فاروقی دہلی میں چھپی ۱۲۹۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

اس سورت کا نام تساءل ہے اور اسکو سورۃ نبا بھی کہتے ہین مکی ہے یعنے قبل ہجرت کے نازل ہوئی ہے
اسمین چالیس آیتین اور ایک سو تہتر کلمے اور سات سو ستر حرف ہین اور ربط اس سورت کا سورۃ مرسلات سے
اس سبب سے واقع ہے کہ ان دونون سورتون مین جزا اور سزا کے معاملے کو یوم الفصل کے آنے پر وابستہ کیا
اور تہوڑا سا احوال یوم الفصل کا بیان فرمایا اور کافرون کا تعجب کرنا قیامت کے آنے مین اسی مقدمے سے
دفع کیا کہ قیامت کا آنا بدون یوم الفصل کے نہین ہو سکتا اور یوم الفصل بدون خراب کرنے اس
عالم کے اور منقطع کرنے نوع انسانی کے ممکن نہین ہے پہر قبل اس دن کے طلب جزا اور سزا کی کرنا ایسا ہے
جیسے کوئی گرمی کے دنون مین جاڑون کا میوہ طلب کرے یا جاڑون مین میوہ گرمیون کا کہ سوائے محنت
بیفائدہ اور حماقت کے کچھہ حاصل نہین ہے اسی سبب سے مضمون مین بھی ان دونون سورتون کے بہت مشابہت
واقع ہے جیسے اس سورت مین واذا السماء فرجت واذا الجبال نسفت واقع ہے اور اس سورت مین
وفتحت السماء فکانت ابوابا وسیرت الجبال فکانت سرابا اور اس سورت مین الم نجعل
الارض کفاتا وجعلنا فیہا رواسی شامخات واسقینٰکم ماء فراتا واقع ہے اور اس سورت مین
الم نجعل الارض مہادا والجبال اوتادا وانزلنا من المعصرات ماء ثجاجا واقع ہے اور اس
سورت مین سوزش دوزخ کی اور بہڑکنا اور شعلے مارنا اسکا مذکور ہے اور اس سورت مین قحط سرد پانی کا
اور پینا بہت گرم پانی کا دوزخ مین مذکور ہے اور اس سورت مین ہذا یوم لا ینطقون مذکور ہے اور
اس سورت مین یوم یقوم الروح والملائکۃ صفا لا یتکلمون ہے اور اس سورت مین ان المتقین
فی ظلال وعیون وفواکہ مذکور ہے اور اس سورت مین حدائق واعنابا متقیون کے

واسطے وعدہ دیا گیا ہی اور اس سورت مین ارشاد فرمایا ہی کہ اُنکا فرون کو دنیا مین لایا جاوے تو ہر ایک کا حصہ اور عذاب کے واسطے ایک مرتبہ جہلوا... اور نہ
کبہی منکر ہین اور اس سورت مین ارشاد ہوا ہے کہ قیامت کو کافر آرزو کرینگے کہ کاش مٹی ہوجاوین اور درد و الم کے عذاب سے خلاصی پاوین
اس تکبر اور غرور کو اس گریہ و زاری اور ذلت و خواری سے کیا نسبت ہی اور اس سورت کا سورۂ تساءل نام رکہنیکا سبب یہہ ہے کہ تساءل عرب
کی لغت مین کسی چیز سے آپس مین بہت سوال کرنے کو کہتے ہین اور اس سورت مین بیان کرنا اسبات کا منظور ہے کہ بہت پوچہہ پاچہہ آخرت
کے کامونکی حقیقت سے اور بحث اور تکرار ذات اور صفات الٰہی مین کرنا اور قضا اور قدر اور جبر اور اختیار اور توحید وجودی اور شہودی کے
مسئلے مین زیادہ مباحثہ کرنا اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آپسمین کے جہگڑے بیان کرنا اور شرعی حکمون کی وجہون مین غور کرنا جنکی
عوام کی فہم اور بوجہہ مین آنا محال ہی اور انکی عقل ان چیزون کے فہم کی گنجایش نہین رکہتی ایسی چیزون کی بحث اور تکرار نہایت قبیح اور برا ہے
اسواسطے کہ اکثر بحث کرنا ایسی چیزون مین نافہمی کے سبب سے ان چیزون کی حقیقت کے انکار کا سبب ہوجاتا ہی اور اگر انکار نکی تو اکثر دل مین
شبہہ پڑجانے مین تو کچہہ شک ہی نہین ہی اور حال یہہ ہی کہ ایمان فقط ان چیزون کے یقین لانے پر موقوف ہی اُنکی وجہون اور تفصیلون کے
دریافت کرنے اور زیادہ تفتیش کرنیکے واسطے حکم نہین کیا گیا تاکہ ان چیزون کا حقیقت حال دریافت کرنا دین کی ضروریات سے ہو سواسی
یہی کٹہن اور لاعلاج بیماری اس اُمت مین عقیدون کے فاسد ہونے کا اور گمراہ فرقون کی جدائی کا سبب ہوئی ہی اور ایمان ایک عالم کا بالکل
برباد کیا ہی سو اللہ تعالیٰ نے اس سورت مین اسکی بُرائی بیان فرمائی تاکہ آدمی اُس سے ڈرتے رہین اور گمراہی کے بہنور مین ڈوب نجاوین اور
اس سورت کو سورۂ نبا اس واسطے کہتے ہین کہ نبا عرب کی زبان مین خبر کو کہتے ہین اور خبر قیامت کی اس سبب سے کہ بزرگی اور بڑائی رکہتی ہی کہ گویا
سوائی اُسکے کوئی خبر نہین ہی جسکو پوچہیے اسیواسطے اس خبر کو نبأ عظیم فرمایا ہی کہ یہہ اپنی ذات مین بہی عظمت اور بزرگی رکہتی ہے اور
اسکے ہونے مین بہی عظمت اور برتری ہی اور سمجہہ بوجہہ مین بہی اسکی عظمت ہے اور یہہ ظاہر ہی کہ بزرگی خبر کی یا باعتبار اُسکی ذات کے ہوتی ہے کہ اسکو عمدہ شخص بیان
کرتا ہے یا وہ عظمت اس خبر کے مضمون واقع ہونیکے اعتبار سے ہوتی ہے کہ ایک بڑے حادثے پر دلالت کرتی ہی یا وہ عظمت اسکے
احوال و حقیقت سمجہنے اور پوچہنے کے اعتبار سے ہوتی ہے کہ کسی کی سمجہہ مین نہین آتی اور نہایت دقت سے سمجہی جاتی ہے اور یہہ تینون
صفتین اس خبر مین جمع ہوئی ہین یعنے یہہ خبر اُسنے دی ہے جو سب سے بڑا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کہ سوائے اُسکے اس خبر کو کوئی کہہ نہین سکتا
اور یہہ بہی ہے کہ ایسے بڑے حادثے کے واقع ہونے پر دلالت کرتی ہے کہ کسی کی سمجہہ اور خیال مین نہین آتا اور سمجہنا بہی اسکا نہایت مشکل ہے
کہ آدمی کی عقل بغیر انوار غیبی کی مدد کے اسکو بوجہہ نہین سکتی تو ان سببون سے اس خبر نے نہایت بزرگی پیدا کی ہی پس ایسی چیز مین دعوے
کرسکتے ہین اور کہہ سکتے ہین کہ خبر اسی خبر کا نام ہی اور سب خبرین ہیچ ہین اور جب آپس مین کہا جاوے کہ خبر کیا چیز ہے تو گویا یہی خبر پوچہی
جاتی ہی تو جس سورت مین یہہ خبر بیان ہووے اسکا نام بہی خبر رکہنا چاہیئے اور اس سورت کے نازل ہونیکا سبب یہہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نبی ہوے اور قیامت کا حال بیان فرمایا تو کافرونکو یہہ بات انوکہی معلوم ہوئی اور آپس مین تعجب اور ہنسی سے کہو جہہ بات کا شروع کیا بعضے کہتے تہے
کہ کیف یحیی العظام وھی رمیم یعنے کیونکر زندہ ہونگین ہڈیان جب سڑ گل گئین اور بعضے کہتے تہے کہ متی ھذا الوعد یعنے کب ہوگا یہہ وعدہ اور
بعضون کو شبہہ تہا اور کہتے تہے کہ وما اظن الساعۃ قائمۃ یعنے ہرگز یہہ بات ہونیوالی نہین ہے ان ھی الا حیوٰتنا الدنیا نموت ونحیا
وما نحن بمبعوثین کچہہ نہین مگر یہی زندگانی دنیا کی مرتے ہین ہم اور زندہ ہوتے اور ہم بعد مرنیکے اُٹہنے والے نہین ہین پہر آخر کلام اُنکی سمجہہ
اور بوجہہ کا یہہ تہا کہ اگر یہہ بات ہونے والی ہے تو کس واسطے ایک مرتبہ ہمارے سامنے نہین ہوتی اور بدلا دینے مین اچہے اور بُرون کے
اُنکے کامونکے موافق انتظار اُس دن کا کس واسطے ہے دنیا مین کیون نہین دیتے کہ آدمیون کو اُسکے دیکہنے سے عبرت اور نصیحت
ہوجاوے اور بد کام چہوڑ دین اور نیک کام کرنے لگین اللہ تعالیٰ نے یہہ سب باتین انکی ذکر کرکے جزا اور سزا کا دینا قیامت کے دن پر موقوف کرنیکا سبب بیان فرمایا

س

ع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عَمَّ يَتَسَاءَلُوْنَ یعنے کس چیز سے لوگ آپسمین پوچھتے ہین اور کس چیز کے کہوج مین ہین کیا وہ چیز قابل اُنکے سوال کرنیکے ہی اور اُنکے سمجہنے کا مقدار رکہتے ہین یا کہ بہت پوچہہ پاچہہ کرنیسے انکی سمجہہ مین آجاویگی یا ایسی چیز ہی کہ لائق جستجو کے نہین اور جسقدر اُسمین پیچہے پڑینگے اور اُس مطلب سے دور پڑینگے تو اُس طرح کے پوچہنے مین کہ کس چیز سے سوال کرتے ہین اس بات کا اشارہ ہی کہ عاقل کو چاہیئے کہ کہوج کسی چیز کا سمجہہ بوجہہ کے کرے اور پہلے یہہ سوچ لے کہ یہہ بات میری بوجہہ مین آنیکے لائق ہی یا نہین اگر ہو تو اُسمین ہاتہہ ڈالے اور اگر نہو تو ایسا نکرے کہ محنت اُسکی ضایع ہوجاوے اور کچہہ فائدہ حاصل نہووے اور مطلب برباد ہوجاوے مثل مشہور ہی کہ محنت برباد گنہ لازم اور عم کا لفظ اصل مین عما تہا الف تخفیف اور کثرت استعمال کے سبب سے گر گیا اور عرب کا قاعدہ ہی کہ ما موصولہ کے الف کو آٹہہ حرفونکے بعد گرا دیتے ہین ان لفظون کی کثرت استعمال کے واسطے اور وہ حرف یہہ ہین عن و من و با و لام و فی و علی و الی و حتی اور جب بنا کلام کی سوال و جواب پر ہی اور جواب اس سوال کا نہ تہا تو آپ ہی جواب فرمایا کہ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ یعنے آپسمین سوال کرتے ہین ایک بڑی خبر سے کہ باعتبار اپنی بزرگی کہ بڑی ہی اور باعتبار واقع ہونے اپنے مضمون کے بہی بڑی ہی یعنے جو چیزین کہ اُسمین واقع ہونگی وہ بہت پُرخوف ہین کہ نہ آنکہہ اُنکو دیکہہ سکے اور نہ کان انکو سُن سکے اور باعتبار سمجہنے اور دریافت کرنیکے بہی بڑی ہی کہ کسی بشر کی عقل کو یہہ طاقت نہین کہ اُسکی حقیقت کما حقہ دریافت کر سکے الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ وہ چیز ہی کہ وہ اُسمین کئی طرف ہو رہے ہین ہر چند کہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے اس دم تک حقتعالی انبیا اور رسولونکے واسطے سے یہہ خبر بی دربی اپنے بندونکو پہنچاتا رہا اور انبیا اور رسول اس خبر کے ثابت کرنیمین دلیلون اور مثالون کے ساتہہ دل و جان سے کوشش کرتے رہے ہین اور علامتین اور نشانیان اُسکی مفصل اور مجمل کہلی کہلی بیان کرتے رہے ہین اور اُسمین کسیطرح کا دہوکہا باقی نہین رہا لیکن تو بہی ان باتونکے بنی آدم کا شبہہ ہرگز دفع نہین ہوتا چنانچہ بعضے تو بالکل اسکا انکار ہی کرتے ہین کہ قیامت کا وجود ہی نہین ہے اور بعضے کہتے ہین کہ مجازات عقلی ہوگا اور بعضے کہتے ہین کہ خیالی ہی اور بعضے کہتے ہین حسی ہی یعنے ظاہر مین ہوگا اور بعضے ایک اور طرح سے کہ سواے عقلی و خیالی اور حسی کے ہی پوچہتے ہین اور بعضے معاد کو منحصر تناسخ کے طریقے مین جانتے ہین یعنے ایک مرتا ہی وہی روح دوسرے جسم مین آتی ہی اور اسی عالم دنیا کو جزا اور سزا کی جگہہ جانتے ہین اور ظاہر ہونا تمام عالم کا کہ رسولون اور نبیون کی زبانی سنتے آئے ہین آدمی کے بدنکی خرابی کے احوال پر کہ موت کے وقت ہوتی ہی سمجہتے ہین یعنے آخرت کا جینا ۔۔ حاصل کلام کا یہہ ہی کہ باوجود ایسے بیان واضح کے جو اختلاف اس مسئلہ مین ہی اور کسی مسئلہ مین نہین ہے اور یہی اختلاف انکار اور شک کا سبب بڑا ہی جو اکثر ذہنون مین واقع ہی طریقہ اسلام اور نشان ایمان کا یہہ ہی کہ جب ایسی کوئی بات مشکل کہ عقل مین نہین آتی اور آدمی اُسکے کنہ اور حقیقت دریافت نہین کر سکتا پیغمبرون کی زبان سے یقیناً سنے تو مجرد سنے کے اُسپر ایمان لاوے اور اُسے مان لیوے اسی کا نام ایمان اجمالی ہی کہ ہمیشہ کی نیک بختی کا سبب اور موجب نجات کا ہی اور زیادہ کہوج اور تلاش اُسکے احوال اور خصوصیات مین نکرے ورنہ اپنے مطلب اصلی کو کہ ایمان مجمل ہی ہاتہہ سے دیگا اور خرابی مین پڑیگا اور کچہہ حاصل نہوگا اور جو اس کلام کے مضمون سے ظاہر ہوا کہ اس مسئلہ مین پوچہہ پاچہہ بہت اور سوالات بیفائدہ لوگونمین جاری ہین اور یہہ سب مضر اور بیفائدہ ہین سو اب اس تفتیش اور تحقیق بے محل پر خفگی فرماتے ہین کہ كَلَّا یعنے ایسا کرنا نچاہیئے اور زیادہ جستجو ان چیزون مین کرنا مناسب نہین اسواسطے کہ ایسی چیزون سے ایمان اجمالی ہی مین ٹہیک پڑتا ہی سَيَعْلَمُوْنَ سو قریب ہے کہ کیفیت مجازات اُخروی کو اس طرح سے جانینگے کہ کچہہ شک و شبہہ باقی نرہیگا ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ پہر ہم کہے دیتے ہین کہ ایسا نچاہیئے کرنا اور نزدیک ہی کہ جان لینگے اور تکرار اس کلام کی صرف زجر اور توبیخ کے تاکید کے واسطے ہی گویا بار بار ایسے بُرے کام سے منع فرماتے ہین اور اُسکے معلوم کرنے کے زمانے کو بہت قریب بتاتے ہین اسواسطے کہ جو چیز آنیوالی ہی وہ قریب ہی اور بعضے مفسرون نے اول بار کے سیعلمون کو عالم برزخ کے دریافت ہونے پر حمل کیا ہی اسواسطے کہ مجازات یعنے جزا اور سزا وہان پر ما حضر خیال کرینگے

واقع ہوگی اور دوسری بار کو قیامت کے دریافت ہوتے ہیں کہ وہان جزا و سزا حقیقی ہوگی اسواسطے کہ [illegible] تعلق ہو یا نہ ہو
اور باوجود اس تعلق کے معنی تجرد کے روح پر غالب ہونگے اور کیفیت تعلق کی باوجود غلبہ تجرد کے اُس روز کمال جاویگی اسواسطے کہ دنیا کا تعلق
تجرد کے مغلوبیت کا سبب ہے، اور عالم برزخ مین اسکے برعکس ہوگا یعنے تجرد غالب اور تعلق مغلوب ہوگا پس مطلع ہونا تعلق کی
جامعیت پر اور تجرد کے غلبے پر قیامت کے آنے سے پہلے کسی طرح ممکن نہین اب اس جگہہ ایک سوال کا جواب طلب باقی رہا وہ یہ ہے
کہ سورۂ تکاثر مین **کلا سوف تعلمون ثم کلا سوف تعلمون** واقع ہوا ہی اور اس سورت مین **سیعلمون** واقع ہی اور سوف تاخیر
اور مہلت پر دلالت کرتا ہی اور سین شتابی اور جلدی پر اب اگر قیامت کے آنے کو قریب اعتبار کرین لفظ سوف کو سورۂ تکاثر مین کیون
لائے اور اگر دور اعتبار کرین تو اس جگہہ سین کے کیا معنے ہونگے جواب اس سوال کا یہہ ہی کہ سورۂ تکاثر مین کفار مخاطب ہین اور انکے
نزدیک قیامت بہت دور ہے اس واسطے اُس جگہہ اُنکے گمان کے موافق خطاب فرمایا اور حرف سوف کا کہ دیری اور بعد پر دلالت
کرتا ہی لائے اور اس سورت مین ایمان والے مخاطب ہین کہ قیامت کے آنے پر ایمان لائے ہین اور جو چیز یقیناً آنیوالی ہی وہ بہت نزدیک ہی تو
یہان اُنکے یقین کے موافق خطاب فرمایا اور حرف سین کا جو نزدیکی پر دلالت کرتا ہے لائے [illegible]
گویا کہ مومنون کو ارشاد ہوتا ہی کہ یہہ کافر عنقریب قیامت کے آنیکو سب احوال و واقعات کے ساتھہ جان لینگے اور جب ان سوالات بیفائدہ
کی توبیخ اور تنبیہ سے فرصت پائی تو اب استفہام تقریری کے طور سے کئی چیزین پوچھا جاتا ہی اور اقرار کرایا جاتا ہی اور وہ سب نو چیزین ہین
کہ عوام الناس کے ذہنون مین قرار و مدار دنیا کا اُن چیزون پر ہی اگر کوئی ان نو چیزون سے محروم رہے تو گویا وہ دنیا مین نہین ہے تو جو کوئی دنیا مین زندہ
ہی ضرور ہے کہ ان نو چیزون مین شریک ہوگا اور باوجود ان نو چیزون کی شرکت کے بالکل جدائی آدمیون کی آپس مین حاصل نہین ہوسکتی پھر جدائی
اور فرقت کا چاہنا ان نو چیزون کی شرکت ساتھہ ویسا ہی کہ جیسے ایک [illegible] والے آدمی چاہین کہ سب کھانے اور پینے اور لباس
اور گھر اور فرش اور سب باتون مین ملے رہین اس طرح پر کہ ایک دوسرے سے الگ اور منفصل رہے کہ یہہ بات صریح تعنت ہے اور دعوی بلا دلیل اور اسکا
ہونا محال ہی بلکہ اجتماع ضدین کا اسمین لازم آتا ہی **الم نجعل الارض مہادا** کیا ہمنے زمین کو فرش اور بچھونا تمہارے واسطے نہین بنایا
کہ اسمین آکر رہو اور کھیتی اور سوداگری کیا کرو اور جینے اور مرنے مین تمہارے رہنے کی جگہہ وہی ہی اور اس بات مین نیک و بد مسلمان اور کافر
سب شریک ہین کسی طرح جدائی نہین رکھتے اور قیامت کے دن چاہیے کہ نیکون کی جگہہ بہشت ہو اور بدون کی جگہہ دوزخ ہوتا کہ جدائی اور فرق
اچھی طرح سے ثابت ہووے جیسا کہ ایک جگہہ فرمایا ہی **ومن عمل صالحا فلانفسہم یمہدون** اور دوسری جگہہ فرمایا **لہم من جہنم مہاد**
والجبال اوتادا اور کیا ہمنے پہاڑون کو میخون کی مانند نہین کیا کہ اپنے بوجھ اور بھاری پن سے زمین کو ہلنے نہین دیتے
جسطرح میخین خیمونکو ہلنے نہین دیتین سو اس منفعت مین بھی سب آدمی شریک ہین جدائی اور فرق آپسمین نہین رکھتے اور قیامت مین چاہیے کہ
بہشتیون کے رہنے سہنے کی جگہہ بہشت مین محل اور مکان سنہری جڑاؤ ہون اور دوزخیونکو دوزخ مین زنجیرین اور طوق [illegible] کہ جب گرمی آگ کی [illegible]
جلتے بھنتے [illegible] **وخلقناکم ازواجا** اور بنایا ہمنے تمکو جوڑے جوڑے نر اور مادہ پیدا کیا تو آپسمین صحبت کرو اور نسل جاری ہو [illegible]
اور [illegible] آپسمین ثابت ہون اور سبب اسکے آپسمین الفت اور محبت و معاونت اور مدد ایک دوسرے سے حاصل ہو اور دنیا [illegible] رونق [illegible]
اور [illegible] کہ قیامت کے دن چاہیے کہ یہہ علاقہ بالکل نہ ہو [illegible] کا باعث تو یہی ہوگا [illegible] ایک شخص [illegible]
[illegible] آپسمین شریک ہے [illegible]
کہ ہے اور اگر ایسا ہو تو احسان قرابت کا اُٹھنے قوت ہوجاوے اور انکی نیکی مین قصور ہوجاوے [illegible] لازم ہوتی ہی
اور خلاف جزا کا حاصل نہین ہوتا بخلاف یوم الفصل کے کہ [illegible] رشتون کا [illegible]

اور نعمتیں بہشت کی دیکھینگے وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ اور چلائے جاوینگے پہاڑ کہ زمین کے میخون کے مانند تھے فَكَانَتْ سَرَابًا پھر ہو جاوینگے جیسا ریت
اڑتی ریت کہ دور سے پانی کی طرح نظر آتی ہے اور حقیقت میں ریت ہے اسیطرح سب پہاڑ چلنے کے وقت دور سے ایسے معلوم ہونگے کہ پہاڑ ہیں اور حقیقت میں ٹکڑے ٹکڑے
ہو کر ریت کی مانند ہو چکے ہیں جیسا کہ دوسری جگہہ فرمایا ہے وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَّهِيلًا ۲۹ ع ۱۳ اور دوسری جگہہ فرمایا ہے فَكَانَتْ هَبَاءً مُّنْبَثًّا ۲۷ ع ۱۴
اور جب زمین کی میخون کی یہ حالت ہوگی تو زمین بطریق اولی درہم برہم ہوگی اور ٹھکانا دوزخ کا کہ اسکے نیچے تھا کھل جاویگا تا آسمان کی جگہہ بہشت ٹہرے اور
زمین کی جگہہ دوزخ اور جدائی نیکون اور بدون میں اور تابعدارون اور نافرمانون میں ثابت ہو اور جب آسمان اور زمین بیچ سے اٹھ گئے تو سورج اور چاند
اور دوسری نعمتیں کہ کافر اور مسلمان انہیں شریک ہیں سب فنا ہو جاوینگے اور کسی طرح شرکت اور برابری نیکون اور بدون میں نہ ہوگی اسواسطے کہ نیکون کی جگہہ
اور ٹہری اور بدونکی جگہہ دوسری ٹہری اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا بیشک دوزخ ہے تاک میں اور کمین گاہ کہ اسکے کنارے پر فرشتے
گرز اور زنجیر اور طوق آگ کے لئے ہوئے کھڑے ہونگے اور دوزخیونکو پکڑکے لیجاوینگے لِّلطَّاغِينَ مَآبًا شریرونکا ٹھکانا اور مسلمانون اور نیکو
کارونکو سوائے اسپر گذر ہونیکے اور اسکے دیکھنے کے خوف کے اور کوئی رنج اور اذیت نہ پہنچیگی بعضے انمیں سے بجلی کی طرح تڑپ کے اس پل سے پار ہو کر بہشت میں پہنچینگے
اور بعضے آندہی کی طرح اور بعضے دوڑتے گہوڑے کی طرح اور علی ہذا القیاس یہان تک کہ ادنی سے ادنی مسلمان کہ بہت گناہون میں آلودہ ہوگا گرتے پڑتے
سات ہزار برس میں اس پل پر سے پار ہوگا اور حضرت فضیل ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ مسافت پل صراط کی تین ہزار برس کی راہ ہے بال
سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے ہزار برس چڑہاؤ اور ہزار برس اوتار اور ہزار برس برابر کی راہ ہے یہ سب ایماندارونکا حال ہے اور کافر دوزخ کی موکلو
کے ہاتھ میں گرفتار ہو کر دوزخ میں ڈالے جاوینگے لَّابِثِينَ فِيهَا أَحْقَابًا رہینگے اسی دوزخ میں بیشمار قرنون تک ہلال ہجری سے منقول ہے
کہ انہون نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حقبے کے معنے پوچھے تھے سو آپ نے فرمایا کہ حقبہ ستر ہزار برس کا ہوتا ہے اور برس بارہ مہینے کا اور مہینا تیس دن کا اور ایک ایک دن
دنیا کے برس کے برابر ہو اور یہان مراد ہے بیشمار مدت سے اور بعضے نادان اس آیت میں فہم کی غلطی سے کہتے ہیں کہ اس آیت سے دوام ہمیشگی کی نہیں
نکلتی جیسا کہ اور آیتون سے معلوم ہوتا ہے اور حال یہ ہے کہ اس آیت میں احقاب کی تعین نہیں فرمائی ہے تا کہ عذاب کا منقطع ہونا معلوم ہووے بلکہ کثرت سے یہی بوجہا
جاتا ہے کہ احقاب غیر متناہیہ مراد ہیں اور ان نادانونکو اس بات کا شبہ ہوا کہ جو حقبہ کی مدت معین ہے تو احقاب بھی معین ٹھہرے اور یہ نہیں بوجھتے ہیں کہ
ایک حقبہ کی مدت کا معلوم ہونا احقاب کی مدت معلوم ہونیکا سبب نہیں ہو سکتا ہے اور بعضے مفسرون نے کہا ہے کہ اس آیت میں دوزخیونکے دوزخ میں ٹہرنیکی
مدت کا بیان کرنا منظور نہیں بلکہ منظور یہ ہے کہ دوزخیونکے ٹہرنے کی مدت دوزخ میں حقبون سے اندازہ کیا چاہیئے نہ قرنون اور برسون اور مہینون اور دنون اور
ساعتون سے اسواسطے کہ اگر مدت کسی چیز کی کم ہوتی ہے تو ساعتون سے گنتے ہیں اور اس سے زیادہ ہو تو دنون اور جو اس سے بھی زیادہ ہو تو مہینون سے اور جو اس سے
بھی زیادہ ہووے تو برسون سے اور اس سے بھی زیادہ ہو تو قرنون سے گنتے ہیں اور جو شمار میں نہ آسکے تو حقبون سے بولتے ہیں جسطرح تھوڑے مال کو روپیون سے شمار
کرتے ہیں اور جو کچھ زیادہ ہو تو پچاس اور سو سے اور جو اس سے بھی زیادہ ہو تو سیکڑون سے اور اس سے بھی زیادہ ہو تو ہزارون سے اور جو شمار میں نہ آسکتا ہو
تو لاکھون اور کروڑون سے تعبیر کرتے ہیں اور قفال ایک بڑے عالم کا نام ہے اُنہنے کہا ہے کہ لفظ احقاب کی اس صفت کے ساتھ موصوف ہوا کہ آگے آتی ہے
یعنے لَا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا یعنے وہان کچھ مزہ ٹھنڈک کا نہ چکہینگے اور نہ کچھ پینے کو ملیگا جو کچھ بھی سرد ہوا ہے یا ہو
انکے بدن کو اور سرد پینے سے اندر کے بدن کو تھوڑی تخفیف اس جلنے کے عذاب سے حاصل ہووے جیسا کہ دنیا میں تپ والے کو ایسی چیزون سے
تخفیف ہوتی ہے تو گویا یون ارشاد ہوا کہ اتنی مدت دراز میں سردی کے نام سے واقف نہ ہونگے بعد اسکے انکو زمہریر کے طبقے میں لیجاوینگے
اور سردی کے عذاب میں گرفتار کرینگے یہانتک کہ انکی کھالیں اور پٹھے سردی کی زیادتی سے جم جاوینگے پھر دوزخ کی آگ میں ڈالیں گے اور جتنی مدت
کا پہلے ذکر ہو چکا اتنی مدت اسی طرح جلاوینگے اسیطرح ابدالآباد عذاب میں رہیں کبھی گرمی میں کبھی سردی میں اور جو اس آیت میں کہا
ہوا کہ اتنی مدت دوزخ میں کچھ پینے کی چیز نہ چکھینگے اور حال یہ ہے کہ دوسری جگہہ فرمایا ہے فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هَاهُنَا حَمِيمٌ پ ۲۹ ع ۶ اسواسطے اس جگہہ مطابق کے

فرمایا اِلَّا حَمِیۡمًا مگر پانی گرم کھولتا ہوا کہ انکی انتڑیان کاٹ ڈالیگا اور اندر کی گرمی دونی چوگنی کردیگا تخفیف کا تو کیا ذکر ہے وَغَسَّاقًا اور پیپ و زرد
پانی کہ دوزخیون کے ہر ہر جلے ہوئے بدنون سے نکل کے گڑہون مین جمع ہوگا اور پیاس کی نہایت بیقراری سے اُسکو پانی سمجھکر پی جاوینگے اور وہ انکے
اندر کو ایسی بری طرح سے خراب کردیگا کہ اُسکا زہر تمام بدن مین پہیل جاویگا اور اگر دوزخیون کے دوزخ مین رہنے کی مدت دور دراز سنکر کسیکے دل مین
شبہ آوے کہ کافرون نے کفر اور گناہ دنیا مین تہوڑے دنون کیا تہا یعنے عمر بہر کہ وہ مدت مقرر ہے اور ہمیشگی عوض مین ہمیشگی کے عذاب کی سزا دینا ظلم صریح
ہے اُسکا جواب یہہ ہے کہ تمہاری غلط فہمی ہے بلکہ تجویز کرنا ہمیشگی کے عذاب کا انکے واسطے عین انصاف ہے اور اس عذاب مین جو انکو دیا جاویگا جَزَآءً
وِّفَاقًا یعنے بدلا پورا موافق انکے عملون کے نہ زیادہ اُس سے اسواسطے کہ بعد تامل اور غور کرنیکے معلوم ہوتا ہے کہ عمل انکے بہی ابدی اور غیر متناہی تہے اسواسطے
کہ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا لَا يَرۡجُوۡنَ حِسَابًا وہ ہرگز حساب کی توقع نرکہتے تہے اور جب امید حساب کی نہ تہی تو انکے کامون کا موقوف ہونا لاچاری
سے اور اس بات کے گم ہونے سے تہا نہ عذاب الہی کے خوف سے اور ثواب نہ ملنے کے سبب سے اس واسطے کہ یہہ دونون باتین حساب کی توقع کی صورت
مین ہوتی ہین اور انکے عمل نہ کرنے کی وہ مثل ہے کہ عصمت بی بی از بے چادری اور انکے دلونمین محبت گناہ کی ایسی گہسی تہی کہ انکی روحون کی رگ و
ریشون مین مل گئی تہی اور ایک خاص طبیعت کا حکم پیدا کیا تہا اور روح تو ابدی ہے ہمیشہ رہیگی اور اُس خاص طبیعت کا حکم اُس سے جدا ہونا محال ہے تو وہ
خاص طبیعتین بہی جب تک روح ہے اُسکے ساتہہ ہین اور سبب اُسکے عذاب کے اور جب سبب ہمیشہ رہا تو مسبب کے پائے جانے مین کیا تعجب ہے اور یہی بہہ
بے اعتمادی حساب آخرت سے عمل جوارح پر کفایت نکی تہی بلکہ وہ عمل کہ انکی روح کی ذات سے تعلق رکہتے تہے اور ہرگز اسباب و جوارح کو انمین
دخل نہ تہا انسے صادر ہوئے تہے تو وہ فعل ہمیشہ روح کے ساتہہ ہین اسواسطے کہ یہہ کفر کرتے تہے وَكَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا اور جہٹلاتے تہے ہماری آیتین
جو جزا اور حساب کے ہونے پر دلالت کرتی تہین كِذَّابًا مگر کہ انکے دلون مین انکے سچے ہونیکا گمان بہی نہ تہا اور اس طرح کا مرجانا کام روح کا ہے
نہ بدن کا تو بعد جدا ہونے روح کے بدن سے برزخ مین اور پہر بعد ملنے روح کے بدن سے عالم حشر و نشر مین ہمیشہ وہی انکار باقی ہے مانند مزاج کے
کہ دمبدم سبب بخر کا ہوتا ہے اسیطرح یہ انکار بہی دمبدم زیادتی عذاب کا سبب ہے گا اور پہر اگر کسیکی خاطر مین شبہ گذرے کہ گناہ کی محبت اور آیتون کا انکار
اور وہ سب روح کے پوشیدہ عمل اسطرح کے تہے کہ کسی پر ظاہر ہوتے پہر اُسکے بدلے مین اس طرح کا عذاب کرنا ظاہر مین کہان سے درست ہوگا
اور جب تک گناہ ظاہر مین ثابت نہو مواخذہ اور پکڑ اُس پر درست نہین ہے اور جو ان لوگون کے گناہ آدمیونکے سامنے ظاہر ہوتے تہے بہی عمل تن کے
تہے کہ بسبب جدا ہونے روح کے بدن سے موقوف ہوئے اس شبہ کا جواب یہہ ہے کہ برائی کا حال حاکم کو معلوم ہونا ضرور ہے کسیکو معلوم ہو یا نہو اور انکے
اعمال وخیہ اللہ تعالی خوب جانتا ہے بلکہ اُسکے خفیہ نویس یعنے کراماً کاتبین نے بہی لکہہ رکہا ہے اور قول اور فعل انکے بہی اُس پر دلالت کرتے ہین
وَكُلَّ شَیۡءٍ اور ہر چیز بدن اور روح کے عملون سے اور وہ قول اور فعل کہ ان پر دلالت کرتے تہے اَحۡصَيۡنٰهُ یعنے انکو گن رکہے ہین
اور ہمنے فقط اپنی گنتی پر اعتماد نہین کیا بلکہ كِتٰبًا یعنے لکہکر تا قیامت کے کارکنون کو ہر وقت یاد رہے اور عمل غیر متناہی کی جزا بہی غیر
متناہی چاہیے فَذُوۡقُوۡا فَلَنۡ نَّزِيۡدَكُمۡ اِلَّا عَذَابًا اب چکہو کہ ہم نہ بڑہاتے جاوینگے تمپر مگر مار اور عذاب کرنا بخلاف ایماندار
گناہگارون کے کہ انکا عذاب صرف اعضا کے عملون پر ہوگا اور موقوف ہوجاویگا اسواسطے کہ انکی روحین ایمان کے سبب بدی سے پاک تہین
یعنے بدی نرکہتی تہین اور تنبیہ الغافلین مین لکہا ہے کہ جب دوزخی بہت پیاسے ہونگے اور پانی مانگینگے تو ایک سیاہ بادل
پیدا ہوگا اور اُس سے سانپ و بچہو بختی اونٹون کی گردنون کے جیسے برسینگے اور انکو پہاڑ کہاوینگے اور انکا زہر ایسا ہوگا کہ ہزار سال
تک اُسکی تاثیر انکے بدنون سے نجاویگی اور یہی معنے ہین اس آیت کے کہ زِدۡنٰهُمۡ عَذَابًا فَوۡقَ الۡعَذَابِ پ ۱۴ ع ۱۸ اور اس آیت
مین بہی کہ فَذُوۡقُوۡا فَلَنۡ نَّزِيۡدَكُمۡ اِلَّا عَذَابًا اور اس جگہہ ایک شبہ اکثر آدمیونکی خاطر مین گذرتا ہے وہ یہہ ہے کہ جو چیز مخالف
مزاج کے ہو تو دوام اور ہمیشگی کے سبب سے اُسکی تاثیر معلوم نہین ہوتی اور کچہہ رنج اور درد کہہ نہین ہوتا جس طرح دق والے کو گرمی سے کچہہ ایذا

نہین ہوتی ہے اسکا جواب یہ ہے کہ اس طرح کا معلوم ہونا بدمزاجی متفق کی صورت مین ہے نہ بدمزاجی مختلف مین اور دوزخ والونکو طرح طرح کے عذاب
دکھہ دیوینگے اور ہر قسم کے عذاب کو وہ لوگ قوت سے دریافت کرینگے جیسا کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے اور دوسرا جواب یہ بہی ہے کہ دریافت کرنیکا وسیلہ دوزخ
کے بدنمین جلد ہی یعنے بدنکی چمڑی اور دوزخیونکی جلد جلنے کے بعد پہر نئے سر سے پیدا ہوگی اور اس جلد کی دریافت کی قوت تازگی کے سبب بہت قوی ہوگی
جیسا کہ جب زخم پر نئی کہال جمتی ہے تو اُسکے دریافت کی قوت قوی ہوتی ہے اور ادنی سے ادنی سردی اور گرمی اس سے معلوم ہوجاتی ہے اور دوزخیونکے
عذاب کی زیادتی کا سبب یہہ ہی ہوگا کہ انکے مخالف اور دشمن طرح طرح کی نعمتون سے نوازے جاوینگے جیسا کہ فرمایا ہے اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا
بیشک ڈرنے والونکو مراد ملنی ہے اور انکا مرتبہ بے حکمون فرمانونکے مرتبہ سے جدا اور ممتاز ہے حَدَآئِقَ باغ ہین میودار جنکے بیچ ہے اور گرداگرد ان
باغون کے دیوارین محافظت کے واسطے اور حدیقہ عرب کی لغت مین اُسی باغ کو کہتے ہین جسکے چارون طرف دیوار ہو وَّاَعْنَابًا اور
انگور بہت میوون سے لدی ہوئی اور یہ باغ دوزخیون پر مانند دوسری دیوار کے ہوگا اور جو انگورونکی ٹٹیان مکانکے جیسے ہوتی ہین کہ اُسکے سایہ
مین بیٹھتے ہین اور مانند چہت کے اُسکو بناتے ہین اور ایک طرح سے وہ درخت ہین کہ مقصود اس سے میوہ کہانا ہے اسیواسطے سبکو عام کرکے ذکر کیا اور
یہہ بہی نہین سب میوونمین داخل ہے کہ حدائق کی لفظ ان سبکو شامل ہے تو گویا ارشاد ہوتا ہے کہ ان باغونمین سایبان انگور کے میوون کے ہونگے
بجا بارہ دری اور بنگلے کے وَّكَوَاعِبَ اور نوجوان عورتین ان سے ہے کہ انکی چہاتیان اٹھی ہوئی سخت ہونگی بوقت حد کے کہ نہین ہی
یہ اسواسطے کہ سیر باغ وبہار کی بی یارون اور خوبصورت تماشائون کے اور بغیر پوشاک کے بے لطف اور بے مزہ ہے اَتْرَابًا یعنے وہ سب عورتین ہم
ایک عمر کی ہونگی اور پرہیزگارونکی عمر کے برابر ہونگے اسواسطے کہ سبکی روحون کا بدن سے ملنا ایکہی وقت مین ہوگا وہ وقت جب دوسرے مرتبے صور پہونکا جاویگا
کہ صور پہونکنے کے ساتھہ ہی سب روحین اپنے اپنے بدن سے ملجاوینگی تو گویا ایکہی وقت کے سبب پیدا ہوئے جیسا دوسری جگہہ فرمایا ہے اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ
اِنْشَآءً فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا عُرُبًا اَتْرَابًا لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ پ ۲۷ ع ۱۴ اور یہ عورتین دنیا کی ہونگی کہ متقیونکو ہمجنسی کے سبب انکی صحبت سے محبت و
خوشی خاطرخواہ حاصل ہوگی اور انکا ہم عمر ہونا الفت اور محبت کا زیادہ تر سبب ہوگا اور یہی سبب ہے بوڑہونکو جوانون کی صحبت سے اور جوانونکو بوڑہون
کی صحبت سے نفرت ہوتی ہے اور اکثر تفسیرونمین مذکور ہے کہ بہشت مین مرد اور عورتین تینتیس سال کی ہونگی سواسطے کہ کمال ہر قوت کا اور
خوشی اسی عمر مین زیادہ ہوتی ہے اور ابتدا پیدایش انکی دوسرے صور پہونکنے کے وقت ہوگی اور اسوقت سے بہشت مین داخل ہونے تک بہت ہے اور جو بعضی
روایتونمین آیا ہے جیسا کہ تفسیر زاہدی اور تفسیر واحدی مین مذکور ہے کہ عورتین سترہ اٹھارہ برس کی عمر کی ہونگی اور مرد تینتیس برس کی عمر کے ہونگے انکا
مطلب یہہ ہے کہ عورتونکی صورت اور چہرہ بہشت مین دنیا کی عورتونکے موافق ہونگے اسواسطے کہ عورتون مین خوبصورتی کا کمال اسی عمر مین ہوتا ہے
اور اسکے بعد نقصان شروع ہوتا ہے اور چہاتیان جننے اور دودہ پلانیکے سبب ڈہل جاتی ہین اور انوثی مزاج یعنے زنانہ مزاج کہ نہایت
تر ہے اسوقت مین خشکی کے سبب اعتدال پر ہوتا ہے اور بدن کا سڈول خوش تختی ہونا اور سادہ پن اور نا سمجہہ ہونا کہ محبوبون اور معشوقون مین
مرغوب ہے اس عمر مین بہت ہوتا ہے بخلاف مردون کے کہ کامل ہونا عقل کا اور ہر کام مین آزمودہ کار ہونا مردون مین بہتر اور پسندیدہ ہے مانند میوے
کے کہ پکا ہوا میوہ بہتر ہوتا ہے کچے سے اور عورتین مانند اس میوے کے ہین کہ کچا اُسکا بہتر اور مزیدار ہوتا ہے پکے میوے سے جیسے ککڑی کہیرا
وَّكَاْسًا اور پیالے شراب کے دِهَاقًا بہرے چہلکتے ہوئے ایک پر ایک لئے گئے اور دہاق کی لفظ سے عرب کی استعمال کے موافق
دونون باتین پوچہی جاتی ہین بہرا ہونا اور پے درپے دینا اور پرہیزگارونکو شراب پلانا خوشی اور مزے کی زیادتی کیواسطے ہوگا اسواسطے کہ
شراب پینے سے ایسی سکر وحی اور خوشی انکو حاصل ہوگی کہ بیباک ہو کے عورتون سے مزیداریان کرینگے اور باغونکی سیر کا لطف بخوبی پاوینگے
اور تمکین اور وقار ان مزیدارونکے حاصل کرنے مین کچہہ مانع نہوگا جیسا کہ دنیا مین محبت الٰہی کی شراب سے مست ہو کے احوال اور
مقامات اور انکا دلوازم وطوالع وواردات کے باعث سے بہلا اور ... [illegible]

ع

جنتی عورتون کی عمر کا بیان

اور صحبت الٰہی کے مضمون کی تمثال ہے کوئی فساد کی بات اور کچھ برائی نہو گی جیسے دنیا کی شراب مین ہوتی ہے اسیواسطے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا ہے کہ بہشت کی چیزون کے نام دنیا کی چیزون کے مانند ہونگے اور حقیقتین سب کی مختلف ہونگی اسواسطے کہ دنیا کی چیزونکا خاصہ مواد عنصریہ کثیفہ مین صورت نوعیہ کے درآنے سے ہوتا ہے اور بہشت کی چیزونکا خاصہ اسمار الٰہیہ اور حقائق قدسیہ کی تجلیات کی تاثیر سے زیادہ لطیفہ شالیہ مین حاصل ہوگی یا پایا جائیگا ہرچند دنیا اور آخرت مین اسمار الٰہیہ کا ظہور تاثیرات آن اسما کے غلبے کے سوائے کوئی دوسرا سبب نہین ہے لیکن کمال ظہور اور طہارت نشاط اور لطافت مواد کے لحاظ سے اور دنیا کی برائیون کے دور ہونیسے دونون کے درمیان مین تفاوت آسمان و زمین کا ہے وہ آگ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انکی روشنی طور پر دیکھی تہی اسکو بہٹی کی آگ سے کہ گدہے اور گائے کی لید سے حاصل ہوتی ہے کیا نسبت ولنعم ما قیل یعنے کیا اچھی بات ہے کسی شاعر کی ۔ ہر مرتبہ از وجود حکمی دارد ۔ گر فرق مراتب نکنی زندیقی سہ ہر مرتبے کو ہستی کے ایک حکم اور رسم جدائی جو نکرے وہ ستور ہے پس بہشت مین شراب کی مجلس ایسی برائیون سے پاک ہوگی کہ **لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا كِذَّابًا** یعنی اس شراب کے پینے مین تہ بیہودہ بات سنینگے اور نہ جہوٹہہ تو لڑائی اور گالی اور زبان [illegible] بیہودہ کا کیا ذکر ہے جسطرح انکی مجلس دنیا مین بہی ایسی نکمی باتون سے پاک تہی اور جہوٹہہ اور ٹہٹہے بازی اور مسخرگی اور عیب گیری انکی صحبت مین دخل نرکہتی تہی اسیطرح بہشت مین بہی ہوگی اور یہ نعمتین اور لذتین کہ وہان انکو حاصل ہونگی اس طور پر نہین ہین کہ اس عالم کی آب و ہوا کے تقاضے سے ہوتی ہون جیسا کہ دنیا مین وہ [illegible] کے خلاف سے سردی و گرمی و قحط اور ارزانی ہوا کرتی ہے بلکہ یہہ چیزین انکو ملینگی **جَزَاءً مِّن رَّبِّكَ** بدلا تیرے پروردگار کیطرف کہ کامل ہے اور کامل جو دیگا تو پورا دیگا اور اگر کسی کے دل مین گذرے کہ بدلے مین دو چیز کا لحاظ ضرور ہوتا ہے ایک [illegible] دینے والیکا دوسرے قدر اس کام کی جسکے عوض مین یہ دیتا ہے اور یہان ہرچند کہ جزا دینے والا نہایت اعلیٰ مرتبے کا ہے لیکن انکے کام [illegible] کمال [illegible] کہتے ہین اسکے جواب مین کہینگے کہ یہ نعمتین اور لذتین حقیقت مین جزا نہین ہین بلکہ **عَطَاءً** بخشش و انعام ہے لیکن بخشش [illegible] نہین بلکہ **حِسَابًا** موافق انکے عملون کے دیا ہے نہ عمل کے اندازے پر مثلاً جیسے کسی بادشاہ کو انعام اور بخشش اپنے نوکرونکو دینا منظور [illegible] حاضر رہتے ہین انکو اتنا دو اور جو فلانے قلعے پر متعین ہے اسکو اتنا دو اور جو فلانی خدمت پر مقرر ہے اسکو اتنا دو تو ایسی جگہہ انعام کی تقسیم مین لحاظ کام کا اور انعام دینے والیکے قدر کا نہین ہوتا ہے بلکہ فقط کامونکے شمار کے نشان اور پہچان کے واسطے ہے اور بس [illegible] بخشش کو عملون پر مقرر فرمایا ہے اسواسطے جزا سے بہت مشابہت پیدا کی اور اسی سبب سے اسکا نام جزا رکہا ہے اور یہی جزا دینے والا ایسا [illegible] جسکی صفت یہہ ہے **رَّبِّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا** پروردگار آسمان و زمین کا اور جو کچہہ ان دونون کے درمیان مین ہے اور آسمان اور زمین پر اور جو کچہہ انکے درمیان مین ہے سب پر بخشش اور انعام ابتدائی بدون تکلیف و رہے اگلے وعدے اور بے مستحق ہونیکے نہایت اعلیٰ مرتبے پر کیا ہے تو یہہ انعام اور بخشش اپنی ان لوگون کے حق مین جو تہوڑی سی لیاقت بہی رکہتے ہین اور وعدہ بہی اپنے [illegible] مین کسطرح پوری نکرے اسیواسطے اسکا نام یہہ ہے **الرَّحْمَٰنِ** یعنے بخشنے والا مطلق اور جو یہہ نام رکہتا ہے بے وعدہ ہزارون احسان کرتا ہے تو جس سے وعدہ کیا ہو کیون کر نہ پورا کریگا لیکن باوجود انکی ایسی رحمت کے کہ ماں باپ سے زیادہ اپنے فرمان بردار بندون پر شفیق اور مہربان ہے بزرگی اور جلال بہی اسکا نہایت مرتبہ اعلیٰ پر ہے یہان تک کہ **لَا يَمْلِكُونَ مِنْهُ** قدرت نرکہینگے اس سے باوجود اسقدر توجہ اور عنایت اور نزدیکی اور مرتبے کے **خِطَابًا** بات کہنے کی بدون وسیلے کے اپنے مقدمے مین یا کسیکی شفاعت مین قریب ہو یا اپنا آشنا ہو اور یہہ عظمت و بزرگی ہرچند کہ اسکی ذات کو لازم ہے لیکن ظہور کامل اسکا نہوگا مگر **يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ** جسدن کہڑی ہوویگی روح اور روح نام ہے ایک لطیفہ ذاتیہ منسقطہ کا کہ ہر مخلوق کو دی ہے آسمان ہو یا زمین پہاڑ ہو یا درخت ہو یا پتہر اور اسی کو دوسری جگہہ پر ملکوت کل شیء کرکے تعبیر فرمایا ہے جیسا کہ سورہ یس

[illegible]

اور حقیقت مین لطیفہ ایک جوہر نورانی کہ جواہر اور اعراض سے تعلق رکہتا ہی اور اسی جوہر روحانی کے سبب قرآن کی سورتین اور نیک عمل جیسے نماز اور
روزہ اور کعبہ معظمہ عالم برزخ مین اور قیامت مین شفاعت کرینگے اور گواہی دینگے اور آسمان اور زمین اور دن اور رات سب گواہ ہونگے اور حدیث شریف
مین آیا ہی کہ موذنون کیواسطے ہر پتہر اور ڈہیلا اور درخت اور لکڑی جہان تک اذان کی آواز پہنچتی ہی قیامت کے دن گواہی دیگا اور اسدن یہ جوہر
نورانی اپنے اپنے مناسب شکلین پکڑ کے حشر کے میدان مین کہڑے ہونگے اور گواہی دینے مین اور شفاعت کرنے مین مشغول ہونگے اور فرق آدمیون اور
جاندارونکی روحونکے تعلق مین اور دوسری مخلوقات کی روحون کے تعلق مین یہہ ہی کہ تعلق پہلا دائمی ہی اور حلول سریانی سے مشابہت رکہتا ہی جو
سب قوتے طبیعیہ اور نباتیہ اور حیوانیہ مین در آکے اپنے حکم کا تابع کیا ہی اور دوسرا تعلق دائمی نہین ہی اور حلول طریانی سے مشابہ ہی ... دنیا مین بہی
بعضے وقت اثر اس تعلق کا ظاہر ہوتا ہی اور پتہر اور درخت نبیون سے کلام کرتے ہین اور انکے حکم پر کام کرتے ہین اور انکو سلام کرتے ہین اور قیامت
کے نزدیک یہہ تعلق بہی نزدیک ہمیشگی کے اور سریانی کے ہوجایگا اور یہی سبب ہے جو احادیث مین آیا ہی کہ قیامت کے نزدیک ایسے عجایبات
بہت پائے جاوینگے اور اسکا بہید یہہ ہے کہ اس تعلق کے اثر کا ظہور ایسے وقتین ہوتا ہی کہ حکم روحانی غالب ہوجاوین تو قیامت کے قریب کہ حکم روح
کے غلبے کا وقت ہے زیادہ تر ظاہر ہونگے اور نبیون اور ولیون کی ہمت ہے انکے سامنے بہی روح کے حکم غالب رہتے ہین اور روح کی مفسرون نے روح
کی تفسیر مین باتین مختلفہ لکہی ہین لیکن حق بات یہہ ہی جو اس جگہہ ذکر ہوئی **وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا** اور کہڑے ہووین فرشتے ساتون آسمان اور جو اسکے
صفتین باندہکر تا اسدن کے کامون کے جاری کرنے مین جیسے جزا اور سزا دینا اور عملون کو تولنا اور نامۂ اعمال کو دکہلانا اور پل صراط سے اتارنا اور سوا
اسکے اور کامون مین مستعد اور تیار رہین **لَا يَتَكَلَّمُوْنَ** او سوقت مین بات نکرینگے بلکہ دم نہ مارینگے اگرچہ وقت شفاعت اور شہادت کا ہی
اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ مگر جسکو پروانگی دی رحمن نے اور حکم ہووے کہ فلانے شخص کی شفاعت کرو یا گواہی دو اور یہہ حکم حسب
تقاضے سے ہوگا اس شخص کے حق مین **وَقَالَ صَوَابًا** اور کہیگا وہ شخص بات سچی اور خلاف قاعدہ کے عرض کریگا مثلاً کافر اور بدعقیدون کے واسطے
شفاعت نکریگا بلکہ جو شخص ایمان کے سبب سے لایق بخشش کے ہوگا اسکے گناہ کی بخشش طلب کریگا اور اسیطرح شہادت مین احتیاط کریگا کم و زیادہ نہ کہیگا ہوا کے واسطے
ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ وہ دن حق کا دن ہے جہوٹ اور نکمی بات اسدن پیش نجاویگی اور سرسبز ہوویگی دنیا کے دنون کے برخلاف کہ یہان سچ اور
جہوٹہ اور اچہائی اور برائی سب ملی ہوئی ہی کچہہ فرق نہین ہے اور ان معنون کا بہی احتمال ہوسکتا ہی کہ وہ روز وہ ہی کہ جدائی اور تفرقہ نیکون اور بدون مین اور
امتیاز کرنا مسلمان اور کافر مین حق اسدن لگتا ہی اور وہ دن اسی کام کے قابل ہے نہ مانند دنیا کے دنون کے کہ فریب اور دغا اور برابری نیک و بد کی اور
شریک ہے نافرمانبردار اور گنہگار کا یہان سب جاری ہی **فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا** پہر جو چاہے بنالیوے اپنے پروردگار کے پاس ٹہکانا تا
اسدن اسکو امتیاز اور عزت ہمچشمون اور برابری والون مین حاصل ہووے اور طرح طرح کے عذاب سے کہ نافرمانی اور بے پروائی کے سبب حق تعالی کیطرف سے اسدن
تیار رہے ہین خلاصی پاوے اور رجوع الی اللہ کا فائدہ اس عذاب کی خلاصی مین کہ قیامت کو نافرمانون کے نصیب ہے کا منحصر نہین ہے بلکہ **اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ** ہم نے
بارہا قرآن مجید مین اور پیغمبرون کی زبانی تمکو ڈرادیا ہی کہ تم رجوع الی اللہ مین قصور کرتے ہو اور اسکے حکم کی طاعت سے گردنکشی کرتے ہو **عَذَابًا**
قَرِيْبًا ایسے نزدیک کے عذاب سے کہ ہر شخص کو مرنیکے بعد عالم برزخ مین پیش آویگا اور اس عذاب مین حصول ورود کی عالم کے خراب کرنیکی احتیاج نہین ہے بلکہ عالم
صغیر انسانی کو خراب کرنا اور اسکے رکن اور بنیاد کو گرادینا کفایت کرتا ہی اسواسطے کہ اس عذاب کی حقیقت بدعملون کی بری اور کالی شکلونکا ظاہر ہونا ہی جو
بدعمل مردکی ذات پر غالب تہے بد صورتون اور ڈراونی شکلون سے اسکی قوت خیالیہ مین اسطرح سے کہ وہ قوت انکے اثر سے بہرجاویگی اور سب کے نامۂ اعمال کہل
جاوین اور تہوڑے بہت پر آگاہ کرین اور گواہ اور شاہدونکو حاضر کرین اور وہ ذات پاک تجلی الاطلاق بے پردہ تجلی فرماوے اور اپنے اپنے حقون کے دعوی ہوا
جمع ہووین اور سب اگلے اور پچہلے لوگ جمع ہو آوین اور ایک اچہی جگہہ نیکون کے واسطے اور دوسری خراب جگہہ بدون کے واسطے علیحدہ علیحدہ مقرر
کی جاوے اسی واسطے وہ عذاب قریب واقع ہوگا **يَوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ** جسدن ہر شخص دیکہیگا جو اسنے

دونون ہاتہون نے یہان دو ہاتہون سے مراد ہی عمل کرنیوالی دو قوتین یعنے نیک عمل کی قوت اور بدعمل کی قوت اور تقدیم دلیل ہی اس بات کی کہ ہیئت نورانی
اور ہیئت ظلمانی اُن عملون کی اُسکی ذات مین پیدا ہوئی اسواسطے کہ تقدیم اور ترجیح عمل کی بدون جم جانے اُس عمل کی محبت کے اُسکے دلمین متصور نہین
ہی اور وہ ہیئت ایک صورت رکہتی ہی عالم مثال مین اُسکے مناسب تو جب نفس انسانی اور ادراکات اور تصرفات اس عالم سے فارغ ہو بالکل متوجہ ادراکات
اُس عالم کا ہوگا اُسوقت اُن صورتونکو دیکہیگا اور یہہ عذاب اس قسم کا ہی کہ حکما اور فلاسفہ بہی اسکے قایل ہین اور عالم خواب پر قیاس کرکے اسکو واقعی جانا ہی مگر اتنا فرق
ہی کہ خواب کے عذاب سے بسبب چہت ہونے نفس کے ساتہہ اور ادراکات اس عالم کے جاگنے کیوقت خلاصی اس عذاب سے متصور ہے اور برزخ کے عذاب سے اسطرح سے خلاصی
متصور نہین ہے اسواسطے کہ وہ خواب اپنے پیچہے بیداری نہین رکہتی ہی بخلاف عذاب قیامت کے کہ کسی کی عقل اسکو دریافت نہین کرسکتی تو یہہ
عذاب بہی قریب ہے زمانے وقوع کے اعتبار سے اور بہی قریب ہے عقل کے باعتبار تصور اور تصدیق کے لیکن ایمان اور اعتقاد کی درستی کے سبب
اس عذاب قریب سے بہی نجات ہوگی اسواسطے کہ ہرچند اُسکے بدعملون نے شکلین تاریک اس شخص کی ذات مین پیدا کی تہین لیکن ایمان صحیح اور اعتقاد درست نے
بہی بڑی شکل نورانی اُسمین پیدا کی تہی بعد کہینچ کہانچ کے دونون طرفون سے نور ایمان کا گناہ کے اندہیرے پر غالب ہوگا اور وہ شکل تاریک مانند بدلی سیاہ تہ بتہ کے
روشنی آفتاب سے پہٹ جائیگی اور کافر کو سوا اُس شکل تاریک کے کوئی چیز دوسری پاس نہوگی تا اُسکے نور سے اُس اندہیرے کو دور کرے لاچار حسرت کریگا
وَيَقُولُ الْكَافِرُ اور کہیگا کافر جب وہ صورتین بری بری اپنی کفر اور گناہ کی دیکہیگا اور اُسکے مقابل مین کوئی صورت نورانی ایمان کی
اپنے پاس نہ پاویگا **يَا لَيْتَنِي كُنتُ تُرَابًا** کیا اچہا ہوتا کہ مین مٹی ہوتا اور کاشکے انسان کی شکل پیدا نہوتا تو یہہ مجہسے بری صورتین ظاہر
نہوتین اور مٹی کو خاص اسواسطے یاد کریگا کہ اصل آدمی کی خاک ہی اسواسطے کہ اگر نطفہ ہی تو غذا سے پیدا ہوتا ہی اور غذا یا زمین کی اُگنے والی چیز سے پیدا
ہوتی ہی یا حیوانات سے اور یہہ دونون چیزین خاک سے پیدا ہوتی ہین اور گوشت اور کہال اور خون اور خلط بہی غذا اور دوا اور میوے سے پیدا ہوتا ہی اور پہر
آخر کو یہہ سب خاک ہوجاتا ہی اور جو خاک کے بعد کوئی مادہ دوسرا اُسکے خیال مین نہین ہے لاچار وقت بہاگنے کے صورت انسانیہ سے بعد مادے کو کہ خاک ہی آرزو
کرتا ہی جس طرح کسیکو سفر مین رنج پہنچتا ہی تو کہتا ہی کہ کیا اچہی بات ہوتی کہ گہر سے مین باہر نہ نکلتا اور یہہ نہین کہتا کہ مین راہ سے پہر جاتا یا راہ مین
رہ جاتا اسواسطے کہ اس کہنے سے کمال دوری اس بلا سے معلوم نہین ہوتی اور یہہ بہی جان لیگا کہ یہہ سب گرفتاری میری روح کے باقی رہنے کے سبب ہوئی
اگر مین صرف بدن ہوتا اور خاک ہوجاتا تو اس عذاب مین گرفتار نہوتا اور حضرت عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مرفوعاً اور موقوفاً روایت ہے کہ قیامت
کے دن جانورون سے حساب کتاب کے بعد جیسے جو جانور کسی دوسرے جانور کو سینگہہ یا کُہر مارا ہوگا وہان قصاص اُسکا لیکے حکم ہوگا کہ سب کے سب خاک
ہوجاؤ اُسوقت کافر اُنکے حال کو دیکہہ کر غبطہ کریگا اور کہیگا کیا اچہی بات ہوتی کہ مجہکو خاک ہونیکا حکم ہوتا اور اس بری آدمیت سے کہ میری اس خرابی کا
سبب ہوا ہی دور رہتا اور بعضے صوفیہ نے فرمایا ہی کہ مراد خاک ہونے سے یہہ ہے کہ مانند خاک کے عاجزی اور فروتنی کرتا مین اور تکبر اور غرور اور نافرمانی کرتا اور بعضے
عالمون نے کہا ہی کہ مراد کافر سے ابلیس ہے کہ کفر مین سب سے بڑہکے ہی سو جب حضرت آدم اور اُنکے اولاد پر طرح طرح کی بخششین اور نوازشین دیکہیگا آرزو کریگا
کہ کیا خوب ہوتا کہ مین بہی خاک ہوتا اور خاک سے پیدا ہوتا اور آگ سے نہ پیدا ہوتا کہ اسی سبب سے فخر کیا مینے اور کہا **خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ**

تمہید

سورة النازعات

یہہ سورت مکی ہی اسمین چہیالیس آیتین اور ایک سو نواسی کلمے اور سات سو ترپن حرف ہین اور ظاہر نظر مین اس سورت کا ربط سورۂ مرسلات سے
قوی معلوم ہوتا ہی اسواسطے کہ ابتدا اس سورت کی اور سورتوں کی ابتدا سے بہت مشابہت رکہتی ہی بلکہ تمام قرآن مین اس قسم کی ابتدا پانچ سورتون مین واقع ہوئی ہی پہلے
صافات دوسرے ذاریات تیسری مرسلات چوتہی نازعات پانچوین عادیات اور صافات مین تین صفتین بیان کی گئی ہین اور ذاریات مین چار صفتین
اور باقی تین سورتون مین پانچ پانچ صفتین مذکور ہین لیکن عادیات کی صفتین اُن صفتون سے مشابہت مین ان دونون سورتون سے کم ہی اول جو ظاہر ہوا کہ
اور ظاہر ہونا ان دونون کا دوسرے یہہ کہ دو صفتین وہان فعل کے صیغے سے مذکور ہین جیسے اور اسی قسم **فَأَثَرْنَ بِهِ نَقْعًا فَوَسَطْنَ بِهِ جَمْعًا** اور ان دونون سورتون

پانچون صفتین اسم فاعل کے صیغے سے مذکور ہوئی ہین سوان دونون سورتونکو شروع کے روش اور انداز مین بہت مناسبت ظاہر ہے لیکن اہل باریک بین نے
بہت غور کرکے دریافت کیا ہی کہ مدار سورۂ والمرسلات کا قیامت اور اُسکے حکمون کے بیان پر ہی اور سورۂ عم یتسآءلون بہی اُسی قیامت
کے وقایع اور احوال کی شرح ہی تو گویا سورۂ تساؤل شرح اور تتمۂ مرسلات کی ہی اسیواسطے دونون کو ایک جگہہ پر لکہا ہی بعد اُسکے ابتدا کی
مناسبت کی رعایت سے اس سورہ کو لائے اور بعد خوب غور کرنے کے یہی معلوم ہوتا ہی کہ اس سورہ کے مضمونونکو سورۂ تساؤل کے مضمونون کے
ساتہہ اس قدر مناسبت واقع ہی کہ نوبت اتحاد کی پہنچی ہی اور باوجود اس مناسبت کے رعایت مناسبت مطلع کی چندان ضرور نہین ہی تفصیل اِس
اجمال کی یہہ ہے کہ اُس سورت کے اول مین آپسمین سوال کرنا کافرون کا قیامت سے مذکور ہی اور اس سورت مین سوال کرنا کافرونکا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے مذکور ہی جیسا کہ یسئلونک عن الساعۃ ایان مرسٰہا اور اُس سورت مین ہے الم نجعل الارض مھادا اور اس سورت مین
والارض بعد ذلک دحٰہا اور اُس سورت مین والجبال اوتادا اور اس سورت مین والجبال ارسٰہا اور اُس سورت مین واللیل لباسا
والنہار معاشا اور اس سورت مین واغطش لیلہا واخرج ضحٰہا اور اُس سورہ مین سبعا شدادا اور اس سورت مین ءانتم
اشد خلقا ام السماء بنٰہا اور اُس سورہ مین بارش کے پانی کا ذکر ہی کہ آسمان سے نیچے آتا ہی اور سبزیکو اُگاتا ہی اور اس سورت مین چشمون کے
پانی کا ذکر ہی کہ زمین سے نکلتا ہی اور سبزی کے اُگانے مین مدد کرتا ہی اخرج منہا ماءھا ومرعٰہا اور اُس سورت مین یوم ینفخ فی الصور
اور اس سورہ مین تتبعہا الرادفۃ اور اُس سورہ مین جہنم کے حق مین فرمایا ہی للطاغین مآبا اور اس سورے مین فاما من طغٰی واٰثر
الحیوۃ الدنیا فان الجحیم ھی المأوٰی اور اُس سورہ مین درنگی ٹہراو دوزخیونکی دوزخ مین ابن عباس سے ارشاد ہوئی کہ لابثین فیہا
احقابا اور اس سورہ مین کم ٹہراؤ دوزخیون کا دُنیا اور برزخ مین ابن عباس سے فرمایا کہ لم یلبثوا الا عشیۃ او ضحٰہا اور اُس سورہ مین بہشت اور
اُسکی نعمتون کے حق مین یون فرمایا ہی للمتقین مفازا اور اس سورہ مین واما من خاف مقام ربہ ونہی النفس عن الھوٰی فان الجنۃ ھی المأوٰی اور
سوا اسکے اور بہت سی مناسبتین مذکور ہین کہ خوب غور کرنیکے بعد ظاہر ہوتی ہین اور اس سورہ کے نازعات نام رکہنے کی وجہہ یہہ ہے کہ لفظ نازعات کی انہین
پانچون صفتون مین سے ہی جو اس سورہ کے اول مین مذکور ہین اور وہ سب کمال کے حاصل ہونیکا وسیلہ ہین اور صفتین دوسری قسم کی ہین گویا یہہ صفات بجائے قاعدہ کا حکم رکہتی ہین
تمام علمونکی نسبت سے کہ حاصل کرنا سب علمونکا بدون سیکہنے انکے قاعدہ کے ممکن نہین ہی اُس اجمال کی تفصیل یہہ ہے کہ نفس انسانی جب اپنی تکمیل کیطرف متوجہ ہوتا ہے
ہر کام کے حاصل کرنے مین علم ہو یا عمل کاریگری ہو یا کوئی پیشہ نیک ہے یا بد فائدے والا ہو یا نقصان والا ہر طرح اسکو ضرور ہے کہ یہہ پانچون مرتبے طی کرے
تو اس مطلب کے کمال درجے کو پہنچے اور رتبہ تکمیل کا اُس فن مین حاصل کرے اول یہہ کہ اپنے تئین اُن چیزون سے جو اُسکے مطلب کے منافی ہین دور رکہے اور اس حال مین
اُسکو کوشش کرنا ہوگی کہ طبیعت اُسکی انہین منافیات کو چاہتی ہی یا شرع انہین منافیات کے بجالانیکو حکم کرتی ہی یا عقل اُنہین کی طرف پہنچتی ہی اور وہ
شخص برخلاف طبیعت کے یا شرع یا عقل کے اپنے تئین اُس چیز کے حاصل کرنے مین مشغول کرتا ہی اور مخالفت طبیعت اور شرع اور عقل کی ہر خیال
مین نہین لاتا اس حالت کو زور سے کہینچنے کرکے تعبیر فرمائی ہی کہ والنازعات غرقا انہین معنون پر دلالت کرتا ہی اور جو یہہ حالت شہوات نفسانی
کے سبب واقع ہوتی ہی اسکو اہل سلوک کے عرف مین توبہ اور مجاہدہ کہتے ہین دوسرے یہہ کہ کثرت شغل سے اُس چیز کے ساتہہ اُسے محبت ہو جاتی ہی اور اس
محبت کے سبب سے اسکو خوشی اور سرور حاصل ہوتا ہی اور دل اُسکی طرف رغبت کرتا ہی اور اگر اُسے کسی سبب سے جدائی ہو جاتی ہی بے اختیار اُسیکا مشتاق رہتا
ہی اور خطرہ اور تعلق اُسکے دلمین باقی نہین رہتا ہی اور سب طرف سے منہ پہیر کے اُسکی طرف مشغول رہتا ہی اور ایسی حالت کو نشاط کرکے تعبیر فرمایا
ہی کہ اسکو ہندی مین اُمنگ کہتے ہین اور اہل سلوک کی اصطلاح مین اس حالت کو اگر حق تعالی کی راہ مین ہووے تو ارادہ اور شوق اور ذوق کہتے
ہین اور مشکل کشائی اس راہ کی اسی صفت سے ہے لیکن بدون پہلی جگہہ طی کرنے پہلی صفت کے اسکی حقیقت کا دریافت کرنا ممکن نہین ہوتا ہے
کہ یہہ حالت بڑی محنت اور رنج سے حاصل ہوتی ہی بنظر یہہ کہ مہارت بڑی اُس شغل مین حاصل کرے اور بے رنج اور مشقت

کے وہ کام اس سے ہو کیے اور بسبب کثرت کے اس کام میں ملکہ حاصل ہوجاوے اس حالت کو ساتھ سباحت کے جو شناوری کے معنوں میں ہے تعبیر کیا ہے اسواسطے کہ تیرنے والا بے
تکلف اور بے رنج پانی میں سیر کرتا ہے اور اہل سلوک کے عرف میں اس حالت کو سیر احوال اور مقامات کہتے ہیں اور کمال کا اول مرتبہ یہہ حالت ہے کہ
پہلے اسکے سوائے طلب و تلاش کے کچھ حاصل نہ تھا اور حصول مطلب کا اس حالت سے شروع ہوا چوتھا درجہ یہہ ہے کہ اس کام میں برابر والوں
سے آگے بڑھ جائے اور جو اوروں سے اس صنعت اور فن میں نہو سکے یہہ شخص اسی سہولت اور آسانی سے کرلے اور یہہ حالت سب سے اعلی ہے اور
اسیکو سبقت کہتے ہیں اور اصطلاح صوفیہ میں اس حالت کو طیران اور عروج کہتے ہیں اور پانچوان درجہ وہ ہے کہ کمال کی سب حدون کو طے کرکے
تکمیل کے رتبے کو پہنچے اور اس کام کا پیشوا اور استاد ہو جاوے کہ اور لوگ اس سے اپنا حل مشکل کریں اور اس صنعت میں بے تدبیر اور
شعور اس شخص کے کام نکر سکیں اسی حالت کو اس عبارت سے تعبیر فرمایا ہے فالمدبرات امرا اور صوفیہ کے اصطلاح میں اس مرتبے کو مرتبۂ رجوع
اور نزول و دعوۃ الخلق الی الحق اور مرتبۂ تکمیل و ارشاد کا کہتے ہیں اور یہہ پانچوں مرتبے ہر کام میں خیر ہو یا شر اور ہر عالم میں احوالون سے نیک ہوں یا بد آدمی کے
آگے آتے ہیں سو بعضے نفوس کم استعدادی سے یا آگے آنے کسی موانع سے ان پانچوں مرتبے کے حاصل کرنے میں قاصر اور محروم رہتے ہیں اور
کوئی ایک یا دو یا تین یا چار مرتبے پر قناعت کرتے ہیں اور بعضے توفیق الہی سے سب مرتبے طی کرکے مقتدا اور پیشوا ایک عالم کے ہوتے ہیں اور بعضے برائی میں
یکتا ہوکے ابلیس کے بھی استاد بن جاتے ہیں اور جو سورۂ عم یتسألون میں مجمل اشارہ نفس انسانی کے ان مرتبوں سے واقع ہوا تھا جیسے فتاتون
افواجا اسواسطے اس سورہ میں شروع سے تفصیل ان مرتبوں کی منظور ہوئی لیکن قسم کے طور پر انہیں مرتبے والوں کے نام سے تاکہ انکے نام سے قسم کھانا
انکی بزرگی پر دلالت کرے اور یہی اشارہ ہو اس بات پر کہ قیامت کا آنا ان مرتبوں کے آثار ظاہر ہونیکے واسطے بہت ضرور ہوا اسواسطے کہ دنیا میں
انکے آثار کا ظاہر ہونا ممکن نہ تھا اسواسطے کہ دنیا کا عالم انکے ظاہر ہونے کا بوجہ نہیں اٹھا سکتا ہے یہہ قسم کو ظرف زمان سے کہ دن قیامت کا ہے
مقید کیا تا معلوم ہو جاوے کہ قسم کھانا ان مرتبوں اور ان مرتبے والوں کے ساتھ اسی وقت میں ہے اسی قید سے سو اسطے کہ قبل آنے اسوقت کے اور بے لحاظ
کرنے اس قید کے قابل قسم کے نہیں ہیں تو یوم ترجف الراجفۃ ظرف ہے اور قسم کے فعل کا متعلق ہے کہ حرف قسم کا اس فعل پر دلالت کرتا ہے اور یہ جمع
اس ترکیب کا مانند والقمر اذا اتسق اور واللیل اذا یغشی والنہار اذا تجلی کی ترکیب کے ہو تو گویا اس کلام کے معنے یہہ ہیں کہ قسم کھاتا ہوں میں ان
لوگوں کی جن میں یہہ صفت پائے جاتے ہیں کہ جسدن قیامت قائم ہوگی اور نشان ان صفتوں کے ظاہر ہونگے تو پہلی صفت والوں کا غول علیحدہ ہوگا
اور حکم انکے ایک طرح کے ہونگے اور دوسری صفت والوں کا غول علیحدہ اور حکم انکے دوسری طرح کے اسیطرح اور صفت والوں کا حال بوجھا چاہیے اور جنمیں
دو صفتیں یا تین یا چار یا پانچ مل کے اکٹھی پائی جاوینگے انکے غول علیحدہ علیحدہ ہونگے اور حکم اور طرحیں انکی آپسمیں مختلف ہونگی کہ دیکھتے ہی ایک عالم
کا مرتبہ حشر والوں کو معلوم ہو جاوے اور کارخانہ امتیاز اور جدائی کا آپس میں ہر ایک کا ظاہر ہو جاوے اس مضمون کو یوں سمجھا چاہیے کہ جیسے کوئی شخص
کسی امیر کے لشکر کی تعریف میں کہے کہ قسم ہے فلانے امیر کے لشکر کی کہ لڑائی کے دن جسوقت نقارہ ہوا اور نقیبوں نے پکارا اسیوقت ہر ایک رسالہ دار
اپنے اپنے مثل سے غول باندہ کر سوار ہوتے ہیں یا کوئی شخص کسی کی کچہری کی تعریف میں کہے کہ قسم ہے فلانے سردار کے دربار کی کہ جسدن کچہری
ہوتی ہے اور لوگ جمع ہوتے ہیں اور قلمدان اور بستے کھلتے ہیں تو ہر ایک اپنے قرینے سے ہوتا ہے مثلاً متصدی خالصہ و تن والے علیحدہ اور
بیوتات اور خانسامانی والے علیحدہ اور اسیطرح استیفا اور تقسیم اور بازیافت والے ہر ایک علیحدہ علیحدہ اپنے اپنے مرتبے اور قرینے سے بیٹھتے
ہیں اور اپنے اپنے کام میں مشغول ہوتے ہیں اب جاننا چاہیے کہ جو پایا جانا ان پانچوں مرتبوں کا یا دو یا تین یا چار مرتبوں کا انہیں مرتبوں سے آدمیوں میں
باعتبار استعداد کے مختلف اور فرق سے ہے جیسے بعضوں کو نیک کام میں زیادتی حاصل ہوتی ہے جیسے متقی ہو جانا یا کمال علم کو حاصل کرنا
یا تقوی اور طہارت میں کامل ہونا یا اللہ کی راہ میں کافروں سے لڑنا اور جو مانند ان صفتوں کے ہیں انکو حاصل کرتے ہیں اور بعضے برے
کام جیسے فسق اور فجور اور کفر اور بدعت اور گمراہی اور الٹی بوجھ اور اسی قسم کی اور برائیاں حاصل کرتے ہیں تو ضرور ہوا کہ ہر نیک

بعثہ اللہ فیہا اور دوسری جگہہ فرمایا فی زمرۃ الشہداء اور جو لوگ دنیا مین تھے مین انکا جھگڑا اور کشاکش اپسمین شہود کرانکو شہید اپنی طرف کھینچ لیگئے کرییے لوگ شہید مین ہمارے غولمین آوین اور جو اپنے فرش پر مرے ہین وہ لوگ اپنی طرف کھینچ لیگئے [illegible] انکو مرتبہ شہدا کا کہان ہے بلا اور برائی مین بہی سیطرح کی کشاکش ہے اپنی اپنی طرف ظاہر اور معلوم ہے اور سب یہہ مرتبے والے کسی قسم سے ہوو ین ایچہے یا برے یکن یوم الفصل کے ہین اور اس سبب سے کہ ظاہر ہونا عدل و جزاء الہی کا انہی مین ہوگا اسواسطے قابل اس قسم کے ہوئے اگرچہ بعضے بعضے انمین سے حقیقت مین مردود اور ملعون شقی اور بدبخت ہین اسواسطے کہ اس جگہہ پر فقط بیان کرنا جزا و سزا کے تعلق کا انکے وجود سے منظور ہے نہ حقیقت حال انکی ذات یا صفات کے کہ انجام کار انکا یہہ ہے اس نکتہ کو خوب سمجھنا چاہیئے کہ بہت باریک بات ہے اور اسکے ان لینے مین تردد اور بہکنا نچاہیئے اور قرآن کی لفظ مین کہ دوسری جگہہ پر فرمایا ہے ولا اقسم بالنفس اللوامہ خوب غور کرکے اسبات کو بوجہا چاہیئے تاکہ وہ شبہہ جو اس بات مین حاصل ہوا ہے بالکل دفع ہو جاوے جب یہہ مقدمہ درست ہوچکا تو اب یہان سے تفسیر شروع ہوتی ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

والنازعات غرقا قسم ہے ان جماعت کی کہ کہینچتے ہین اپنے تئین کام مین سخت کہینچنا اور غرق کی لفظ اس جگہہ اغراق کے معنون مین لاتے ہین جسطرح مصدر مجرد کو مزید کے مقام پر لاتے ہین جیسے فانبتہا اللہ نباتا اور اغراق عرب کی لغت مین سخت کہینچنے کو کہتے ہین [illegible] کمان کو خوب کہینچتے ہین تو پیکان کمان کے اندر ہو جاتی ہے گویا غرق ہو جاتی ہے والناشطات نشطا اور قسم ہے ان جماعت کی کہ شوق اور خوشی پیدا کرتے ہین کام مین یعنے کام ہنسی خوشی سے کرتے ہین والسابحات سبحا اور قسم ہے ان جماعت کی جو تیرتے ہین کام مین [illegible] تیرنا کرکے اور [illegible] کام مین مشغول ہوتے ہین فالسابقات سبقا پہر قسم انکی جو اپنے برابر والون سے کام مین بڑہ جاتے ہین فالمدبرات امرا پہر قسم انکی جو کرنیوالے ہین کام کی کہ جتنے پہلے مذکور ہوچکے سب اپنے کاموں کی تدبیر پہونچتے ہین اور [illegible] انکی طرف رجوع کرتے ہین وہ اپنے آپسکے کامون کی تدبیرین انسے پوچہتے ہین اور حرف فے کے لانیکا سبب ان دو قسمون کے آخر مین یہہ ہے کہ ان دونون فرقون کا مرتبہ بہت بلند ہے پہلے تینون فرقون کی نسبت سے اسواسطے کہ [illegible] بہی کامل کر دیتے ہین اور آخر والیکا مرتبہ چوتہے سے بہی زیادہ ہے اسواسطے کہ چوتہے رتبہ والیکی سبقت اپنے ہمجنسون سے اپنی کے تدبیر ہے [illegible] عالم دنیا مین قائم رکہنے والے اسکام کے ہی ہین اور اعلی و ادنی کی قسم کہانمین فرق ضرور ہے اسواسطے فے تعقیب کی لائے تا کہ اشارہ ہو سبات کیطرف کہ اعلی کی سوگند ادنی کی سوگند کے بعد ہے اور ترقی ادنی سے اعلی کیطرف کرتے ہین ہم یوم ترجف الراجفۃ یعنے قسم ان جماعتون کی البتہ کانپنے کا پہنچنے والا یعنے زمین و پہاڑ جنبش مین آوینگے پہلی صور پہونکنے سے اور ہمین [illegible] ہو جاویگی اور انتظام دنیا کا درہم برہم ہو جاویگا تتبعہا الرادفۃ بعد اسکے آوے پیچہے آنیوالا امر اور پیچہے آنیوالے سے دوسرے مرتبہ کا صور پہونکنا ہے کہ اسکے سبب سے پہاڑ و زمین حالت مین رجوع کرینگی اور نئے سر سے یہہ عالم دوسرے رنگ پر پیدا ہوویگا اور اس قسم کے جواب کو مذکور نہین فرمایا ہے اسواسطے کہ قسم خود جواب پر دلالت کرتی ہے یعنے ان مرتبے والونکے دل اسدن مختلف ہونگے پہر جن لوگون نے اللہ تعالی کی رضامندی مین ان مرتبونکو حاصل کیا ہے آرام اور چین مین ہونگے اور ہنستے خوشیان کرتے چہرے تارے سے چمکتے ہوئے انہین گے اور جن لوگون نے خلاف مرضی الہی کے ان مرتبونکو حاصل کیا ہے حیران اور پریشان ہونگے کہ ہمارا کیا اکارت گیا اور جو آج کے دن کام آوے وہ ہمسے نہوا جیسا کہ ارشاد فرمایا ہے قلوب یومئذ واجفۃ کتنے دل اسدن دہڑکتے ہونگے مارے بیقراری اور گہبراہٹ کے اور وہ گہبراہٹ اسطرح کی ہوگی کہ انکے [illegible] چہرون سے ظاہر ہوگی کہ منہ پر ہوائیان اڑتی ہونگی ابصارہا خاشعۃ آنکہین ان دلون والون کی تاریک و حیران ہونگی

اور آرام اور چین والون کے دِلون کا حال اس جگہہ بیان نہ فرمایا اسواسطے کہ یہان خوف دلانا قیامت کے دن سے اور ڈرانا اُسکے حال سے منظور ہی اور جب
معلوم ہوا کہ کتنے دِل اُس دِن بے قرار اور بے چین ہونگے دہشت سے تو ڈرنا چاہیے ایسا نہو کہ ہمارے دِل بہی اونہین مین سے ہون اور اپنے دلونکو
مطمئن اور آرمیدہ سے یقیناً بچانا چاہیے اسواسطے کہ یہہ بات یقینی نہین ہی بلکہ شکی ہی اور شک پر توقع اور امید نرکہا چاہیے اسواسطے کہ خوف کی جگہہ شک بہی
کافی ہی اور اُمید کے واسطے ظن غالب ضرور ہی اور بعضے مفسرون نے راجفہ کی لفظ سے زمین اور پہاڑ مراد لئے ہین جیسا کہ دوسری آیت مین مذکور ہی یوم
ترجف الارض والجبال اور رادفہ کی لفظ سے آسمان اور ستارے مراد لیتے ہین اسواسطے کہ زلزلہ کے بعد زمین پہٹنے کے منتشر ہو جائینگے اور بعضے کہتے ہین کہ
راجفہ پہلے زلزلے کا نام ہی کہ زمین اُسکے سبب سے ہل جاویگی اور رادفہ دوسرے زلزلے کا نام ہی کہ ہر ہر چیز زمین کی اُسکے سبب سے ریزہ ریزہ ہو جائیگا اس جگہہ یہہ
جاننا چاہیے کہ مفسرون نے اختلاف کیا ہی تعیین مصداق علیہین اُن پانچون صفتون کے کہ اس سورت کے شروع مین مذکور ہین یعنے اسبات مین اختلاف ہی کہ مراد ان پانچون
صفتون سے کیا ہی بعضون نے ایک ہی چیز مراد لی ہی اور بعضون نے کئی چیزین مراد لی ہین لیکن مناسبت کا لحاظ کر کے یعنے آپسمین اُنکے تعلق اور ربط ہو لوے
ایک ہی کام مین سب مشغول ہون اور بعضون نے اس مناسبت کا لحاظ نہین کیا ہی اور مختلف اور متفرق چیزین مراد لی ہین اور اسیطرح جس سورت کا شروع مثل اس
سورت کے ہی جیسے والذاریات اور والمرسلات اُسمین بہی یہی اختلاف ہی اب اس اختلاف کا بیان شروع ہوتا ہی حضرت صوفیہ قدس اللہ اسرارہم کہتے ہین کہ ✦
والنازعات غرقا سے اہل سلوک کے دِل مراد ہین کہ اپنے نفسون امّارہ کو جو خواہشون مین غرق ہو گئے ہین زور سے کہینچتے ہین اور ناشطات سے بہی اُنکے
دِل مراد ہین جو درگاہ آلہی مین پہنچنے کے مشتاق ہین کہ روک اور موانع عبادت کے اُنکے نفسون سے دور ہو گئے ہین اور نہایت خوشی اور سرور سے عبادت مین فرض اور
نفل اپنے اوقات مشغول رکہتے ہین اور سابحات سے بہی دریائے معرفت کے تیرنے والون کے دِل مراد ہین اسواسطے کہ اُس دریائے بے پایان مین خوض کرنا اور غوطہ
لگانا ثمرہ مجاہدہ کا ہی اور پہلی سی کوشش کا اُن احوال اور مقامونکو پہنچ جانا اور سابقات سے وہ دِل مراد ہین جو اپنی مراد کو پہنچے ہین یعنے سلوک کی منزلون
کے قطع کرنیکے بعد قرب اور وصال کے انتہا کے مرتبے کو پہنچ گئے ہین اور نزدیکی اور وصال کے میدانون مین ایک دوسرے سے سبقت کرتے ہین اور مدبرات امرا
سے کاملون اور مکملون کے دِل مراد ہین کہ بعد پہنچنے کے درگاہ آلہی مین صفات آلہی سے موصوف ہو کے خلق کی دعوت خالق کی طرف کرنیکے واسطے پہر اسطرف
رجوع کرتے ہین اور قسم کا جواب اس صورت مین **یوم ترجف الراجفة** کے پہلے مقدر ہی یعنے **لترجعن الی اللہ مرضیین ان اتصفتم**
بھذا الصفات اومطرودین ان اتصفتم باضدادھا یعنے پہنچوگے اللہ کی طرف ہنستے خوشی سے اگر متصف ہوگے ان صفتون سے اور اگر اسکے خلاف
کروگے تو راندے جاوگے اور علما ظاہر کے کہتے ہین کہ مراد مراتب سے کامل کرنا قوت علمیہ کا ہی اور نازعات غرقاً سے طالب علم مبتدی مراد ہین کہ مشکل کو اپنی فکر
زور سے متون اور شرحون اور حاشیون کی عبارت سے کہینچ کر نکالتے ہین اور ناشطات سے طالب علم متوسط حال کے مراد ہین کہ سخت مطلب کو حل کرتے
ہین اور مشکل کو آسان کرتے ہین اور نشط کی لفظ نکالی گئی ہی نشط البعیر سے یہہ مثل عرب مین مشہور ہی یعنے اونٹ کے پانون کہولدئے اور سابحات سے
منتہی طالب علم مراد ہین کہ ہر علم کے مسئلون کو خوب دریافت کر کے علم کے دریا مین تیرتے ہین اور سابقات سے بڑے بڑے فاضل یا ایک مین مراد ہین کہ
انکا ذہن مشکل اور باریکیات کی طرف سبقت کرتا ہی اور مدبرات امرا سے کتابون کے تصنیف کرنیوالے اور قاعدون کے بنانیوالے اور اصول اور فروع کے
ٹہرانے والے مراد ہین اور جواب قسم کا یہان بہی اُسی جگہہ پر مقدر ہی یعنے **لتبعثن یوم ترجف الراجفة فیکشف لکم عن حسن الاشیاء**
وقبحھا وتعرفون الحق عن الباطل والھدی من الضلال یعنے البتہ اٹہائے جاوگے جسدن کانپیگا کانپنے والا پہر کہل جاویگی
تمیز نیکی اور بدی سب چیزونکی اور پہچانوگے سچ اور جہوٹہہ اور ہدایت اور گمراہی اور مجاہد لوگ کہتے ہین کہ ان صفتون سے موصوف ہین غازی
اور مجاہد ہین اور اُنکے گہوڑے اور ہتیار پہر نازعات غرقاً سے غازیون کے ہاتہہ مراد ہین کہ کمانون کو زور سے کہینچتے ہین اور ناشطات سے
بہی غازیون کے ہاتہہ مراد ہین کہ تیرون کو کافرون کی طرف چہوڑتے ہین **من نشط الدلو اذا اخرجه بسهولة** یعنے نشط الدلو
یہہ مثل ہی عرب کی جب ڈول کو آہستگی سے نکالتے ہین تو بولتے ہین یا وہ گروہ غازیون کے مراد ہین کہ خوشی اور اُکمیلی سے لڑائی کے

میدان میں آتے ہیں اور سابحات سے غازیوں کے گھوڑے مراد ہیں کہ دشمنوں کی صفوں میں تیرتے ہیں اور سابقات سے وہ اول کے غول یا انکے گھوڑے مراد
ہیں اور مدبرات امر سے بادشاہ اور امیر اور وزیر مراد ہیں کہ لڑائی کے کام انکی صلاح اور حسن تدبیر سے سرانجام پاتے ہیں اور کوچ اور مقام اور جابجا
ٹھہرنا انکی تجویز سے ہوتا ہے اور نجومی کہتے ہیں کہ مراد اس جماعت موصوفہ سے ستارے ہیں کہ پہلے نازعات یعنی کمان سے چھوٹے تیر کے فلک الافلاک
کی حرکت کی تبعیت سے بہت جلد حرکت کرتے ہیں اور دوسرے خاص اپنی حرکت سے ایک برج سے دوسرے برج میں نقل کرتے ہیں اور اس حرکت کو نشاط
کرکے تعبیر کیا ہے نکالا ہے اور لفظ کو ایک مثل سے کہ عرب میں بولتے ہیں جب بیل بھاگتا ہے ثور ناشط یعنے نکلا بیل ایک شہر سے دوسرے شہر کی
طرف اور سابحات سے حرکت انکے مرکزونکی مراد ہے کہ مچھلی کی مانند اس حرکت میں تیرتے نظر آتے ہیں اور رجع ہونے حرکتوں سے اور مخالف ہونے سے انہیں
حرکتوں کے آپسمین ایک دوسرے سے سبقت کرتے ہیں اور ضعیف ہوکے خلاف ہے کہ اس حال تقین انکو حاصل ہوتا ہے عالم کی تدبیر کرتے ہیں اور ستارہ
اس کام میں کہ اس سے متعلق ہے دخل رکھتا ہے اور ملنا اور جدا ہونا اور بدلنا فصلوں کا اور وقتوں کا اور پہچاننا دنیا کی ہونیوالی چیزوں کا اور آنیوالے
حادثون کا انسے سمجھا جاتا ہے اور حضرت ابی النضر حسن بصری رضی اللہ عنہ سے بھی اسیطرح منقول ہے اور واعظ اور نصیحت کرنے والے کہتے ہیں
کہ ان سے مراد وہ فرشتے ہیں جو کافروں کی روحوں کو نہایت سختی سے کھینچتے ہیں تو نازعات غرقا انپر صادق آتا ہے اور مسلمانوں کی روحوں کو
آہستگی سے نکالتے ہیں تو ناشطات نشطا ہو جاتے ہیں اور بعد قبض کرنے روحوں کے ان روحونکو لیکر عالم برزخ کی سیر کراتے ہیں تو سابحات
سبحا ہو جاتے ہیں اور آپس میں اس جگہ ایک دوسرے کے آگے ہو جاتے ہیں اور سوال اور جواب اور عذاب و بہتری قبر کی تدبیر کرتے ہیں اور جواب
اس قسم کا دونوں صورتوں میں اسیطرح محذوف ہے یعنے **لتبعثن بدلیل انقلاب الحرب وانقلاب الحوادث بتدبیر الکواکب وشھادۃ الموت**
یعنے ہر آئینہ اٹھائے جاوگے لڑائی اور حوادثوں کے انقلاب کی دلیل سے بسبب تدبیر ستاروں اور گواہی موت کے اور بعضے انسے کہتے ہیں کہ نازعات
اور ناشطات وہ فرشتے ہیں جو مسلمانوں اور کافروں کی روحیں قبض کرنے پر مقرر ہیں اور سابحات اور سابقات وہ فرشتے ہیں جو رسالت
اور کاموں کے جاری کرنے پر مقرر ہیں اور مدبرات امر انکے درجے اور بڑے مرتبے کے فرشتے ہیں جیسے حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل
اور حضرت عزرائیل علیہم السلام معہ اپنے لشکر اور اسکے سرداروں کے کہ ہر ایک کو انمیں سے ہونیوالے کاموں کی تدبیروں کے واسطے مقرر فرمایا ہے جیسے
حضرت جبرئیل علیہ السلام کو انتظام ہوا اور لڑائی اور وحی اور انبیاء ناسوتوں پر انہی سے متعلق ہے اور حضرت میکائیل علیہ السلام سے پانی کا برسانا اور زمین سے اگانا
اور رزق کا پہنچانا ان سے تعلق رکھتا ہے اور حضرت اسرافیل علیہ السلام سے صور کا پھونکنا اور آدمیوں اور جانوروں میں روح کا ڈالنا اور لوح محفوظ اور اندازہ
کرنا رزق اور عمر اور ہر شے کا متعلق ہے اور حضرت عزرائیل علیہ السلام مردوں کی روحیں قبض کرنے پر اور بیماریوں اور آفتوں پر مقرر ہیں اور بعضے کہتے
ہیں کہ نازعات سے غازیوں کی کمانیں مراد ہیں کہ تیروں کو کمانوں کے اندر کھینچتے ہیں اور ناشطات سے اونٹ اور بیل مراد ہیں اور کنوؤں سے پانی کو کھینچتے ہیں
اور سابحات سے کشتیاں مراد ہیں کہ دریا میں تیرتی ہیں اور سابقات سے گھوڑے دوڑنیوالے مراد ہیں اور مدبرات امر سے عقل والے اور حکمت والے مراد ہیں کہ
مقدمے میں اپنے عقل کے زور سے تدبیر نکالتے ہیں اور اڑے کام کے واسطے حیلے بناتے ہیں اور جواب قسم کا وہی ہے جو ذکر ہو چکا اور مناسبت ان قسموں کی قسم علیہ سے
بعد تقسیم کہانی گئی کہ قیامت کا دن ہے ادنی تامل سے معلوم ہو سکتی ہے جیسا کہ یہ بات ظاہر ہے کچھ چھپی نہیں ہے اور جب اس کلام سے ظاہر ہوا کہ قیامت کے
دن کتنے دل نہایت بے چینی اور بے قراری میں ہونگے اور آنکھیں انکی تاریک و متحیر ہو جاوینگی تو گمان ہے بات کا ہوا کہ شاید سننے والے دلمیں یہ گذری کہ یہ بات
کے سننے سے کہ نہایت پرخوف اور مہلک ہے کافروں نے کیا کہا ہوگا آیا دہشت اس تعلیقی یقینی آنیوالے سے کوئی فکر اور تدبیر کرتے ہیں یا ابھی تک اسیطرح غافل و بیخبر
ہیں اسکے جواب میں ارشاد ہوا کہ **يَقُولُونَ أَئِنَّا لَمَرْدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ** کہتے ہیں کافر کیا پھر پھیرے جاوینگے ہم اپنی
پہلی حالت پر یعنے بعد مرنے کے کیا پھر زندہ ہونگے ہم اور حافر لغت عرب میں راہ کاٹنے کو کہتے ہیں اسواسطے کہ حافر اور حافرہ بیل کے کھر کو کہتے ہیں
اور جس راہ میں وہ چلتا ہے اسکے کھر کے نقش بنجاتے ہیں تو گویا کھر کے نشان کو کھر کا نام رکھا پھر راہ کو کہ اسمیں قدم کے نشان ہوتے ہیں مجازًا

مجاز کے طور پر جاؤرہ کہا اور غرض اس سے یہہ ہے کہ کافر آخرت کے جینے کا انکار کرتے ہین اس شبہہ سے کہ اگر بعد موت کے پہر زندگی ہوتی تو اسی اپنی پہلی
حالتون پر رجوع کرنا ہوتا اور رجوع اس حالت اول پر خلاف واقع کے ہے ورنہ نطفہ لازم آوے اور جوان ہونا بدہے کہ لڑکا ہونا اور لڑکا ہونا جوان کا
اور لڑکے کا ماکے پیٹ مین پہر جانا سب درست ہوجاوے اور پہر اپنے شبہ کے قوت اور مضبوط کرنے کیواسطے ایک اور استفہام انکاری اور تعجبی سے
پوچھتے ہین ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً کیا پہر زندہ ہونگے ہم جب کہ ہوجاوینگے ہم ہڈیان کھوکہلا سڑے کہ ہوا کے اندر جانے سے
ان ہڈیون مین سے آواز نکلتی ہو اور نخر لغت عرب مین ہوا کی آواز کو کہتے ہین کہ جو چیز اندر سے خالی ہے اُس مین سے ہوا نکلتے وقت ہوتی
ہے اور انکے شبہ کو اس مقدمہ کے بڑہانے سے قوت دینے کی وجہ یہہ ہے کہ جب کسی چیز مرکب کی ترکیب بگڑگئی اور اسکے جز آپس مین جدا جدا ہو
اور صورت ترکیبی اسکی باطل ہوگئی تو اگر اسی وقت بے ڈہیل چاہین کہ پہر اسی صورت پر کردین تو ہوسکتا ہے اسواسطے کہ اجزا اصلی اسکے
ابہی سب موجود ہین کوئی متفرق اور پریشان نہین ہوا اور کسی طرح کا نقصان اُن اجزاؤن مین پہلی صورت پہر جانے کے واسطے
پیدا نہین ہوا اور جب زمانہ بہت گذرتا ہے اور اسکے جز اصلی متفرق اور پریشان ہوجاتے ہین اور اُن کے جزون مین نقصان آجاتا ہے یا بعضے جز
بالکل خراب ہوجاتے ہین پہر اس چیز کا پہلے طور پر ہونا مشکل بلکہ محال ہوجاتا ہے جیسا کہ اپنی ہاتہ کی بنائی ہوئی چیزون مین یہہ بات دیکہی ہوئی ہے
اور بارہا تجربہ مین آچکی ہے پہر دعوے پہیرنے اور زندہ کرنے مُردون کا کہ مسلمان کرتے ہین اگر اسی وقت بعد موت کے ہوتا تو شاید ہوسکتا
اور جب یہہ مدہ بعید گذر جانے قرنون اور زمانون کے کرتے ہین کہ ہڈیان سڑگل جاوینگی اور رطوبت اور تری کہ شرط زندگی کی ہے بالکل خشک
ہوجاوینگی تو کسطرح یقین کیا جاوے اور اگر کافرون کو ظاہر دلیلون سے ثابت کیا جاوے اور اس استفہام کے جواب مین کہا جاوے کہ البتہ پہرنا پہلی حالت
اس معنی سے ہوسکتا ہے کہ ایک حالت جو پہلی حالت سے مشابہت رکہتی ہے تعاقب امثال کی طرز پر حاصل ہوگی پہلی حالت پر پہرنا بعینہا اور تعاقب امثال
مین کچہہ جگہہ تردد اور انکار کی نہین ہے اسواسطے کہ پے درپے آنا نیند اور ہوشیاری کا دن اور رات مین اور چاند کا بدلنا اپنی شکل پر پہر رونا اور مختلف ہونا
فصلون کا ہر مہینے مین بسبب جانے آفتاب کے نئے برج مین اور بدل جانا موسم جاڑے اور گرمی کا ہر سال مین ہر شخص پر ظاہر ہے ہر گز جگہہ شبہ اور تامل کی
نہین اور کسی چیز کو بگاڑ ڈالنا اور بعد ایک مدت دراز کے پہر اسکو اسیطرح کا بنا دینا کچہہ موجب تعجب کا نہین ہے خصوصاً جب بنانیوالا اتنی
قدرت والا کامل بلکہ اکمل ہووے تو اسکے نزدیک بگاڑ کر اسیوقت بنانا اور بعد گذرنے ہزارون سال کے بنانا یکسان ہے قَالُوا پہر دوسری مرتبے
ہنسی اور تعجب سے کہتے ہین کہ تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ یہہ جینا دوسری مرتبے کا بعد جدا ہونے ہر عضو کے اور خشک ہوجانے سب رطوبات کے
تو پہرنا ہے اسواسطے کہ بعضے چیزون اپنے کو نہ پاوینگے اور بہت سی چیزین ہم سے گم ہوجاوینگی اور مال و اسباب بنا کمایا ہوا آپ سے جدا ہوجاویگا
تو پہرنا ہمارا دوسرے مرتبے اس جہان مین مانند پہرنے اُس مسافر کے ہوا کہ اپنے گہر سے مال و اسباب بہت سا لیکر صحیح اور سلامتی کے ساتہ
مسافرت کو گیا اور سب چیز اسکی لٹ گئی اور آپ تن تنہا سب زخمون سے چور ہوکر بلکہ ہاتہ پاؤن کٹوا کر اپنے گہر کو پہر آیا تو یہہ پہرنا بالکل نقصان
کا ہے حق تعالی جل شانہ انکے تعجب کرنے کے جواب مین فرماتا ہے کہ یہہ تعجب تمہارا اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالی کے کام اور تاثیر کو اپنے کام
اور تاثیر پر قیاس کرتے ہو اور اُس قادر علی الاطلاق کو اپنی طرح کا پابند اسباب کا جانتے ہو کہ بے آلات اور اسباب کے کوئی چیز نہین ہوسکتی
اور یہہ قیاس کی غلطی ہے اسواسطے کہ اس مالک الملک کا فعل اور تاثیر کسی چیز پر موقوف نہین ہے کہ جب وہ چیز پائی جاوے تو وہ کام ہوسکے
اور نہ پائی جاوے تو نہ ہوسکے بلکہ اسکے حکم کن مین سب چیز ہوجاتی ہے اور آلات اور اسباب بہی اسکے حکم سے جمع ہوجاتے ہین فَاِنَّمَا
هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ پہر نہین ہے یہہ زندگی مگر ایک جہڑکی اور مراد اس جہڑکی سے دوسرے مرتبے کا صور پہونکنا ہے کہ بحکم دہشت آوا سکے
سب روحین اپنے بدنون سے ملجاوینگی اور ملنا روح کا بدن سے زندگی کے سب شرطون اور اسباب کو جمع کردیگا اور اس تعلق کے سبب سے زندگی
کامل حاصل ہوگی نہ مانند زندگی اُس بچے کے جو ماکے پیٹ مین زندہ ہے یا ابہی پیدا ہوا ہے کہ اسکی عقل اور دریافت ضعیف ہوتی ہے

فاذا هم بالساهرة

اور تیرہ و تار گل سے ملتا اور جنبش کرتا ہے اسواسطے کہ وہ سب بمجرد سننے اُسکی آواز کے زور سے جلدی حرکت کرینگے اور زمین کے نیچے سے باہر آئینگے فاذا هم بالساهرة
پھر تبھی وہ آ گئے برابر سیدا میدان اور ساہرہ لغت مین سفید اور برابر زمین کو کہتے ہین اور حشر کے میدان کا نام ہے اسواسطے کہ اسدن اُس مین یہی حالت
ہو گی اور یہہ بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ ساہرہ اس جگہہ جاگنے کے معنون مین ہو سہر کے لفظ سے نکالا گیا ہو جو بیخوابی کے معنون مین ہے مانند کاذبہ اور خاطیہ کے
اور اس آیت کے معنے اس احتمال پر یہہ ہونگے کہ جو کافر مسلمانون کو الزام دیتے ہین کہ بعد مرنے کے قیامت تک کہ وہی وعدہ پھر جینے کا ہے ہزارون سال
کا فاصلہ اور دوری ہے اور اس عرصے مین ہڈیان گل سڑ جاوینگی اور بدن کے سب جز اور رطوبتین نیست و نابود ہو جاوینگی پھر دوسرے مرتبے اس شکل کا درست
ہونا کہ زندگی اسی پر موقوف ہے کسطرح سے ہو ویگا اور مسلمان کہتے ہین کہ باوجود ان باتون کے پھر زندہ ہونگے اسواسطے کہ اصلی جزون کا باقی رہنا شرط ہے
دوسری زندگی کے واسطے سب چیزونکا باقی رہنا کچھہ ضرور نہین ہے اور اصلی جزون کو حق تعالی اپنی قدرت کاملہ سے محفوظ رکھے گا پھر دوسری مرتبے کافرون
نے کہا کہ تلك اذا كرة خاسرة یعنے اسطرح کا زندہ ہونا کہ سب جز باقی نرہین گے ناقص ہے اسواسطے کہ سب جز زندہ نہووین تو دوسری زندگی کہ
اصلی جزون کے سبب سے پائی گئی وہ بھی ناقص ہو گی جیسے پیٹ کے بچے اور جنے ہوئے لڑکے کی زندگی ناقص ہوتی ہے اور تم دعوی کرتے ہو کہ وہ زندگی
اس دنیا کی زندگی سے بہت زور آور اور کامل ہو گی تو تمہارے مذہب اور دعوی کے خلاف ثابت ہوا حق تعالی نے اُن کافرون کے جواب مین یہہ
فرمایا ہے فانما هي زجرة واحدة فاذا هم بالساهرة یعنے یہہ نہین ہے وہ جینا دوسری مرتبے کا مگر ایک جھڑکنا ہے پس تبھی یے سب بیخوابی
اور بیداری یعنے کچھہ غفلت اور کچھہ ہوشیاری مین آوین گے حاصل کلام کا یہہ ہے کہ زندگی کا کمال قوت روحانیہ کے کامل ہونے پر ہے اور اسکا نقصان اسکے
نقصان پر کچھہ بدن کے جزون کی کمتی زیادتی پر نہین ہے اور پیٹ کے بچے اور جنے ہوئے لڑکے کی زندگی کے نقصان کا سبب یہہ ہے کہ قوت روحانی انکی ابھی
اپنے کمال کو نہین پہنچی ہے بلکہ روز بروز ترقی پر ہے بخلاف ارواح موتی کے کہ اپنے اپنے کمال کو پہنچ کے اس جہان سے مر گئے ہین اور انکی روحون کا انکے
بدنون سے جدا ہونا بعد موت کے باعث نقصان قوت روحانیہ کے کمال کا نہین ہوا ہے تا کہ جینے کے وقت ناقص ہوین بلکہ اس جینے کو بعد مرنے کے جاگنے
پر بعد نیند کے قیاس کیا چاہیے اسواسطے کہ وقت سونیکے تعلق روح کا ظاہر بدن سے بالکل منقطع ہو جاتا ہے اور حس و حرکت ہلنا اور جہنا باطل ہو جاتا ہے
اور ایک آواز سخت کرنے مین وہ تعلق جیسا تہا ویسا ہی ہو جاتا ہے اور اُسکے قوت روحانیہ مین کچھہ نقصان نہین پایا جاتا اور پھر محتاج حاصل کرنیکے کسی
کمال کا نہین ہوتا کہ مانند چھوٹے لڑکے اور پیٹ کے بچے کے انتظار بالغ ہونیکا کھینچے اور رفتہ رفتہ کمال کو پہنچے اور یہہ بھی احتمال ہے کہ ساہرہ کی لفظ اسم
فاعل ہے سہر کے لفظ سے نکلی ہے جو بیخوابی کے معنون مین ہے یعنے فاذا هم ملتبسون بالابدان الساهرة یعنے پھر یکایک انکی روحین در آوینگی
جاگتے ہوئے بدنون مین کہ صور کے پہونکنے کے پہلے بسبب تعلق نفوس سماویہ قویۃ الادراک کے اور در آنے انکے قوا کے مستعد اور تیار زندگی کے قبول
کرنیکے ہو رہے تہے یہانتک کہ قابل خواب کے بھی نرہے اسی سبب سے وہانکی زندگی دنیا کی زندگی سے کامل ہو گی اسواسطے کہ دنیا کی زندگی تہوڑا سا
میل موت کا بھی رکھتی ہے جیسے نیند کہ موت کے برابر ہے اور وہان کی زندگی نیند بھی نہین رکھتی ہے اسقدر موت اور جو مشابہت موت سے رکھتی ہے اُس سے
دور ہے اسیواسطے بہشتیونکو بہشت مین اور دوزخیونکو دوزخ مین نیند نہ آوے گی جیسا کہ فرشتے اور نفوس سماویہ کو نیند نہین ہے اور جبکہ باوجود ایسے بیان واضح اور
شافی کے آخرت کے جینے کو یقین نہین کرتے اور اپنے ہی ضد پر قائم ہین اور کہتے ہین کہ ان دلیلون اور تمثیلون سے ہماری خاطر نشان نہین ہوتی اسواسطے کہ
ایسی ہڈیان سوکہی بلکہ گلی اور سڑی کہ ہرگز زندگی کے قبول کرنیکی لیاقت نہین رکہتین ایکہی دمین سب زندہ ہو جاوین اسطرحکا پھر دیکھا زندگی کا بعد گذرنے ایک مدت
دراز کے ہرگز ہماری عقل مین نہین آتا جبتک اپنی آنکھہ سے اسطرحکی کوئی چیز نہ دیکھین ہم اور ایک شبہ کسی مردے کو زندہ ہوتے نہ دیکھہ لین مسلمان عاجز اور رنجیدہ ہو کے انکے
دل مین کہتے تہے کہ کیا اچھی بات ہوتی کہ حق تعالی ایک مردے کو جسے چار برس گذر رہے ہوتے انکے سامنے زندہ کر دیتا تو سب انکا انکار ٹوٹ جاتا اور جھوٹا الزام کہا جاتے اسواسطے
حق تعالی ہر ایک مسلمان سے خطاب کر کے فرماتا ہے اور بطریق استفہام کے پوچھتا ہے هل اتاك حديث موسى کچھہ پہنچی ہے تجھکو خبر موسی کے قصے کی کہ فرعون
کے سامنے جو بڑا سرکش بادشاہ تہا اور ہزارہا آدمی اُسکے دربار مین حاضر ہوتے تہے بارہا اپنے ہاتہہ کی لکڑی کو زمین پر ڈالدیا بمجرد زمین پر گرنیکے وہ عصا

ایک بڑا اژدہا ہوجاتا تھا اور اپنے منہ کو پہیلاتا تہا اور آواز سخت کرتا تھا پہر بعد واقع ہونے ایسی زندگانی پے درپے کے ایک لڑکے مین کچھ لیاقت زندگانی
کی نرکہتی تہی اور تر بہی نہتی کون جگہہ تردد اور شک کی باقی رہی تہی لیکن فرعون باوجود دیکہنے ایسی زندگی کامل کے کہ ایک لکڑی بمجرد زمین پر
پہنچنے کے اژدہا ہوجاتی تہی معتقد روز جزا کا اور قائل عموم قدرت مالک ارض وسما کا نہوا تو ویسے کافر بہی اگر ایک مُردہکو زندہ ہوا دیکہیں گے تو بہی ایمان نہ
لاوینگے اور اپنے انکار سے باز نرہینگے بلکہ اور مستحق عذاب کے ہوجائینگے اسواسطے کہ عادت الٰہی یون ہی جاری ہے کہ بعد دیکہنے معجزے کے اگر کافر ایمان
نہ لاوین اور اُسی کفر اور انکار پر اصرار کئے جاوین تو اسیوقت عذاب الٰہی مین گرفتار ہووین اور ایکدم کی بہی فرصت نہ پاوین اور اگر وہ قصہ حضرت موسیٰ کا
تفصیل سے ہر مسلمان نے نہ سنا ہو تو مجمل وہ قصہ تہوڑا یہان بیان ہوتا ہے **اِذْ نَادٰهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ**
طُوًى ؕ یعنے ابتدا اُس قصے کی اُسوقت سے ہے کہ پکارا اُسکو اُسکے ربنے پاک میدان مین جسکا نام طوی ہے اور کیفیت اس قصے کی
جسطرح سورۂ طٰہٰ اور سورۂ قصص اور دوسری سورتون مین مذکور ہے وہ یہہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام شہر مصر سے کہ جگہہ پیدایش اور سکونت اپکی
تہی ایک قبطی ظالم کے خون کے سبب کہ آپکے ہاتہہ سے بے قصد ہوگیا تہا اور فرعون آپکے قتل کی فکر مین ہوا تہا بہاگ کر شہر مدین کیطرف
گئے اور اُس شہر مین حضرت شعیب علیہ السلام کا مکان تہا انکا قصہ بہی قرآن شریف مین کئی جگہہ بیان فرمایا ہے وہان جاکر اُترے اور حضرت شعیب کی
خدمت مین مشغول رہے اور حضرت شعیب نے اپنی بیٹی کو آپکے نکاح مین دیا جب دس برس یا آٹہہ برس کہ اسمین اختلاف ہے وہان گذرے تب حضرت
شعیب سے رخصت چاہی کہ اگر حکم ہو تو مین اپنے وطن کو جاؤن اور اپنے قبیلے کو ساتہہ لیئے جاؤن اور اپنی ماکی زیارت کرون اور اپنے بڑے بہائی
حضرت ہارون سے ملاقات کرون اسواسطے کہ اتنی مدت گذرنے مین فرعون اور اُسکے لوگ قبطی کے خون کو بہول گئے ہونگے حضرت شعیب نے
راضی ہوکر آپ کو رخصت کیا اور آپ کی بی بی کو بہی آپکے ساتہہ کردیا اور اپنے دو غلامونکو آپکے ساتہہ کیا کہ مصر مین پہنچاکر پہر آوین حضرت موسیٰ
علیہ السلام اپنی بی بی کو ساتہہ لیکر وہان سے روانہ ہوئے اور آپکے مزاج مین غیرت بہت تہی اپنی بی بی کو لیکے چلنا قافلے کے ساتہہ گوارا نکیا کہ شاید
سواری پر چڑہتے اُترتے یا نکلتے بیٹہتے کسی نامحرم کی نظر اُنپر پڑجاوے اسواسطے وہان سے تنہا آپ اپنی بی بی کو لیکر روانہ ہوئے اور شام کے رستے کو
چہوڑکر دریا کے کنارے کی راہ لی اس لحاظ سے کہ ایسا نہو کوئی فرعون کی طرف کا حاکم پہچانے اور خون کی علت سے گرفتار کرے یا پچہلا بدلا پہنچاوے اور آپکے
ہمراہ ایک خچر تہا اُسپر خرچی اپنے اسباب کی لادکے ایک غلام اُسپر مقرر کیا اور کچہہ بکریان آپکے ساتہہ تہین دوسرے غلام کو اُنکی نگہبانی اور ہانکنے پر مقرر کیا
اور آپ اپنی بی بی کی سواری کے ساتہہ ہو لئے چلتے چلتے ایکدن راہ بہول گئے اور کوہ طور کیطرف جا نکلے کتنا ہی راہ ڈہونڈی پہنچا نا نہ ملا اور دن آخر
ہوا اور رات نمودار ہوئی وہ رات جمعہ کی تہی ذی قعدہ کی اٹہارہوین تاریخ اور موسم جاڑے کا اتفاقاً بکریان جنگل مین متفرق ہوگئین دونون غلام اُنکے
جمع کرنے مین مشغول رہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی بی بی کے پاس ایک جگہہ پر بیٹہہ گئے کہ یکایک آپکی بی بی کو راہ چلنے کی سختی اور سواری کی حرکت
سے دردِ زہ شروع ہوا اور حمل کی مدت بہی تمام ہوچکی تہی تب آپکی بی بی نے آپسے اس حال کو ظاہر کیا اور کہا کہ اگر کہین آگ ملے تو خوب ہے کہ
تاپنے کے کام آوے اور روشنی بہی ہووے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے غلامون سے فرمایا کہ دیکہو تو کہین اس جنگل مین آگ کا بہی نشان ہے غلامون
نے چارون طرف دوڑکے دیکہا کچہہ پتا آگ کا اور آبادی کا معلوم نہوا تب حضرت موسیٰ علیہ السلام آپ اٹہے اور آگ کی تلاش کو تشریف لیگئے آپ کو
ایک پہاڑ پر کہ آپکے سیدہے ہاتہہ کیطرف تہا کچہہ روشنی معلوم ہوئی آپنے بی بی اور غلامون سے فرمایا کہ تم اسی جگہہ پر ٹہہرو کہ مینے پہاڑ پر روشنی دیکہی ہے وہان
جاکر آگ لے آتا ہون اور جو وہان ہوگا اُس سے رستے کا پتا بہی پوچہتا آؤن تا کہ منزل پر پہنچیے یہ کہکے آپ چلے جونہی حضرت موسیٰ علیہ السلام قریب اُس مکان کے
پہنچے دیکہا کہ وہ آگ نہین ہے بلکہ تجلی قدرت الٰہی کی ہے کہ دور سے مثل آگ کے معلوم ہوتی تہی اور حقیقت مین وہ ایک نور ہے بہت بڑا کہ عوسج کے درخت کو گہیر لیا ہے
عوسج ایک درخت ہے عناب کے درخت کے مشابہہ شام کی طرف پہاڑون مین بہت ہوتا ہے اور وہ درخت جڑ سے چوٹی تک تر و تازہ ہو رہا ہے اور اُس روشنی نے
اسقدر چمک اور تابندگی ہے کہ اُسپر آنکہہ ٹہیر نہین سکتی ہے اور گرداگرد اُسکے آواز فرشتون کی تسبیح کی آرہی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام

باوجود دیکہنے اس کے چیزون کے گہاس پہوس اُس سدابہار مین سے جمع کر کے ایک پولاسا باندہ کے چاہا کہ اُس شجر آتشی رنگ سے جلالیوین یہہ ارادہ کر کے جون ہی اُسکے
نزدیک سے ہوئے کہ یکایک وہ آگ اُنکی طرف لپکی گویا چاہتی تہی کہ اُنکو جلادیوے حضرت موسیٰ علیہ السلام یہہ حالت دیکہکر خوف کہا کے پیچہے ہٹے آگ بہی وہین سے
ہٹ گئی پہر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارادہ کیا جلانیکا پہر وہ آگ اُنکی طرف دوڑی پہر پیچہے ہٹے اسیطرح کئی مرتبہ ایسا اتفاق ہوا تب حضرت موسیٰ علیہ السلام
اس طرح کے ماجرے کو دیکہکر حیران و متحیر کہڑے ہو گئے اور اُس عجوبہ کارخانہ آلہی کا تماشا دیکہنے لگے کہ یکایک ایک نور بڑا اُس سے بلند ہوا اور زمین سے
آسمان تک سبکو روشن کردیا اور روشنی اُس نور کی یہان تک غالب ہوئی کہ حضرت موسیٰ کی آنکہہ مین تاریکی آگئی اور آنکہہ دیکہنے سے رہ گئی اور
انہون نے اپنے ہاتہہ اپنی آنکہہ پر رکہہ لیئے اور آواز فرشتون کے تسبیح کرنے کی بہت بلند ہوئی اور حضرت موسیٰ نے اُسوقت اُس آگ سے ایک آواز
سُنی کہ یاموسیٰ انی انا ربک فاخلع نعلیک یعنے اے موسیٰ مین ہون پروردگار تیرا کہ آگ کی مانند تجلی کی ہے مین نے اور دونون جوتیونکو
پانون سے اپنے دور کر اسواسطے کہ اس مکان نے تجلی آلہی اور حاضر ہونے فرشتون کے سبب سے کہ اُس تجلی کے خادم ہین حکم کعبہ اور مسجد الحرام کا
پیدا کیا ہے پہر کلام یعنے بات کرنا شروع ہوا اور اُن سے پوچہا کہ تمہارے سیدہے ہاتہہ مین کیا ہے اُنہون نے عرض کی کہ لاٹہی ہے مین اپنے
ہاتہہ مین رکہتا ہون حکم ہوا کہ اسکو زمین پر ڈالدے انہون نے زمین پر ڈالدیا بمجرد گرنے کے زمین پر ایک اژدہا ہو کے دوڑنے لگا
حضرت موسیٰ اُس سے ڈر کے بہاگے ارشاد ہوا کہ ڈرو مت اور اُس اژدہے کو اپنے ہاتہہ سے پکڑ لو وہی لکڑی ہو جائیگی پہر حکم ہوا کہ اپنے ہاتہہ کو اپنے
بغل مین رکہو اور پہر نکالو اُنہون نے اُسیطرح کیا اُنکا ہاتہہ مانند آفتاب کے روشن ہو گیا کہ آنکہہ اُسکی روشنی پر ٹہہر نہین سکتی تہی حضرت موسیٰ نے
فرمایا کہ مین نے بمجرد سننے اُس آواز کے معلوم کیا کہ یہہ آواز حق تعالیٰ کی ہے اسواسطے کہ چہون طرفون سے سنتا تہا مین اور سب جسم اپنے سے سنتا تہا
مین یہان تک کہ ہر ہر عضو اور جوڑ بند میرا کان ہو گیا تہا حاصل کلام کا یہہ ہے کہ بعد دکہلانے اُس کرشمے کے اور تعلیم کرنے توحید کی تحقیقین اور
عبادتیکے آداب کے اور بیان قیامت کے آنیکے سوائے اُسکے جو جو ضرور رسالت کے واسطے تہے سب تعلیم کر کے حکم ہوا اذهب الی فرعون
جا فرعون کی طرف تاکہ اُسکی بہتری کی تدبیر کر اور وہ مرتبہ سالقین اور مقربین کا کہ تجہکو اسوقت حاصل ہوا ہے اُس سے اور آگے بڑہکے مدارات امراکے
مقام کو پہنچ اور تجہے واسطے تدبیر اصلاح فرعون کے اس سبب سے بہیجتے ہین ہم کہ انه طغی بیشک فرعون حد سے بڑہ چلا ہے فساد کرنے مین
یہان تک کہ دعوی خدائی کا کرتا ہے اور جب تو فرعون کے پاس پہنچے فقل پہر پہلے اُسکو اسیقدر کہہ کہ هل لک الی ان تزکی
کیا ہے تجہکو رغبت پاک ہونے کی نفس کی برائیون سے کہ وے تیری سرکشی اور خرابی کے سبب بڑی ہین اور مین تیری برائیان کہو دینے ہی پر کفایت نکرونگا
کیونکہ اتنی بات سب تک بیچون اور حکمت آلہی کے واقفون سے ہوسکتی ہے بلکہ مین تجہکو بڑے مرتبے کو پہنچاؤنگا اور ولی کامل اور عارف واصل
کردونگا واهدیک الی ربک اور راہ دکہلاؤنگا تجہکو تیرے پروردگار کی طرف تاکہ پہچان ذات اور صفات اور افعال پروردگار
کی تجہکو یقین کی آنکہہ سے حاصل ہووے فتخشی پہر تو ڈرے اور تیرا نفس مر جاوے اور ایسی پوری فنا تجہکو حاصل ہو کہ پہر کبہی خوف تجہکو پہر اُسنے
سرکشی کے مرض کا نرہے موجب اس قول کے کہ الفانی لایرد یعنے فنا ہوئی چیز پہر نہین آتی یہان پہر باقی رہا قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا
بیان ہوتا ہی یعنے حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون تک پہنچے اور حکم حق تعالیٰ جل شانہ کا پہنچایا فرعون نے اُسکے جواب مین پہلے یہہ کہا کہ تو وہ شخص نہین
ہے کہ بچپن سے مین نے تجہکو پالا اور پرورش کیا اور مدتون تک ہمارے پاس رہا پہر وہ کام کر کے تو یہان سے نکل گیا کہ تو ہی اُسکو خوب جانتا ہے یعنے
قبطی کو مار ڈالا اور ہماری نعمتون کی ناشکری کی اب تجہکو یہہ مرتبہ کہان سے حاصل ہوا کہ میرا ہادی اور مرشد بن کر آیا حضرت موسیٰ نے اُسکے
جواب مین فرمایا کہ سچ ہے مین وہی شخص ہون اور وہ کام کہ مجہسے ہوا تہا اُس وقت مین نادان اور ناسمجہ تہا پہر جب مین تم سے ڈر کے یہان سے
بہاگا اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت سے مجہکو علم اور حکمت مرحمت فرمایا اور مرتبہ ہدایت اور رہنمائی کا عطا کیا اور رسالت اور ایلچی گری کے
طور پر تمہارے پاس بہیجا ہے فرعون نے کہا اب جو تو نے دعوی رسالت کا کیا کہ اللہ کا بہیجا ہوا ہی اگر اس دعوے پر تو سچا ہے تو کوئی دلیل اُسپر

فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى پہر دکہلائی موسیٰ نے فرعون کو ایک نشانی بڑی اگرچہ حضرت موسیٰ پاس دو نشانیان تہین ایک عصا کہ اژدہا ہو جاتا تہا اور دوسرا ایکا ہاتہہ کہ مانند آفتاب کے روشن ہو جاتا تہا لیکن ایک ہی مجلس مین ایک ہی مطلب کے ثابت کرنیکے واسطے تہین اسواسطے دو تونکو ایک ہی نشانی اعتبار کیا اور ایک وجہ اور یہی ہی کہ یدبیضا تابع تہا عصا کے ڈالنے کے لیئے جب پہلے عصا کو زمین پر ڈالتے تہے اور وہ اژدہا ہو جاتا تہا تب ہاتہہ بغل مین ڈالتے سے مثل آفتاب کے چمکنے لگتا تہا تو گویا اصل نشانی وہی عصا تہا اور نکتہ اسمین یہہ ہے کہ جب نبی اور رسول پہنچے جاتے ہین تو پہلے قہر اور غضب سے مخالفون اور منکرونکے طرف مشغول ہوتے ہین بعد اسکے ہدایت اور رہنمائی طالبون اور مسترشدون کیطرف متوجہ ہوتے ہین سو عصا قہر کی شکل تہا اور یدبیضا نمونہ تہا ہدایت اور رہنمائی کا اور یہی عصا مین بڑا کام غیبی خوفناک اور ڈرانی شکل سے ظاہر ہوتی تہی اور یدبیضا مین نور غیبی تہا کہ پردے وضع کی روشنی اور چمک سے جلوہ گر ہوتا تہا اور قہر اور سیاست ظاہر نبوت سے متعلق ہی اور نور تجلی باطن نبوت سے متعلق ہی کہ وہ مرتبہ ولایت کا ہی اور فرعون کو کہ کافر ازلی تہا اُسپر لازم کرنا حجت کا اور خوف دلانا غرض تہا تو اُسکے حق مین آیت کبریٰ عصا تہا نہ یدبیضا اور عصا مین دو سرا بہی معجزے تہے ایک یہہ کہ پانی کہینچنے کے وقت موافق گہرائی کوئے کے بڑہ جاتا تہا اور اسکی اُترین ڈول سے بندہ جاتی تہین اور دوسرا یہہ کہ تاریکی مین دو نو شاخین اسکی مانند مشعل کے روشن ہو جاتی تہین اور تیسرا یہہ کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سو جاتے تہے تو وہ کہڑا ہو نگہبانی کرتا تہا اور اگر بکریون پاس چہوڑ آتے تہے تو کسی درندہ کو مثل بہیڑیے وغیرہ کے آنے نہین دیتا تہا یہان تک کہ بعضون نے کہا ہی کہ عصا مین ہزار معجزے تہے چنانچہ دو معجزے عمدہ کلام اللہ مین بہی مذکور ہین ایک دریا کا پہٹنا اسکے ضرب سے دوسرا پتہر مین سے جاری ہونا پانی کے چشمونکا اُسکے ضرب سے تو آیت کبریٰ وہی عصا ہوا نہ یدبیضا اور بعضون نے کہا ہی کہ یدبیضا بہت بزرگ تہا اسواسطے کہ حضرت موسیٰ کی ولایت کے کمال کی صورت تہی اور نبی کی ولایت افضل ہوتی ہی اسکی نبوت سے اور یہی فرعون کے جادوگر یدبیضا کی نقل نکر سکے اور عصا کی نقل کی اور حق بات یہہ ہی کہ یہ دونون معجزے بڑے تہے اور آیت کبریٰ مین داخل ہین اور یہ دونون حکم ایک نشانی کا رکہتے ہین اور معجزون کی نسبت سے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عنایت ہوئے تہے یہہ اور سب سے بزرگ معجزے ہین حاصل کلام کا یہہ ہی کہ فرعون باوجود دیکہنے ایسے دو معجزون کے کہ حضرت موسیٰ کے دعوے کے ثابت کرنیکے واسطے دو گواہ عادل تہے اسواسطے کہ دینا زندگانی غیبی کا انکے ہاتہہ سے ایسے جسم مین جو ہرگز قابلیت اور لیاقت زندگی کی نہین رکہتا تہا جیسے لکڑی یہہ دلیل صریح ہی کہ یہہ کہ انکے سبب سے دل بہرے ہوئے بطریق اولی زندہ ہونگے اور نفس کی خباثت اور برائیون کو دور کرکے پاک صاف کر دینا انکے نزدیک بہت آسان کام ہے اور چمکنا نور الٰہی کا انکے ہاتہہ مین دلیل ظاہر ہے اسبات پر کہ انکے ہاتہہ سے سالکان راہ خدا کو انوار تجلیات الٰہی تک پہنچا دینا بخوبی ہو سکیگا تسپر بہی ہرگز فرمان بردار نہوا بلکہ **فَكَذَّبَ وَعَصٰى** پہر انکار کی رسالت حضرت موسیٰ کی اور نافرمانی کی حق تعالیٰ کے حکم جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبانی اُسکو پہنچا تہا اور مقصد فرمانی پر کفایت نکی بلکہ **ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى** پہر چلا پیٹہ پہیر کر تلاش کرتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کے جہٹلانیکی تدبیر جب دیکہا کہ حاضرون کے دلونمین ان دونون معجزون کے دیکہنے سے حضرت موسیٰ کی سچائی لگجائیگی **فَحَشَرَ** پہر جمع کیا جادوگرون کو حضرت موسیٰ کے مقابلے کے واسطے اور اپنے ملک کے لوگونکو اکٹہے کیا اُس مقابلے کے دیکہنے کے واسطے کہ یہہ کام حیلہ اور تدبیر سے بہی ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ کا کیا ہوا نہین ہی **فَنَادٰى** پہر پکارا لوگون کو مقابلے سے پہلے تاکہ اگر جادوگر مقابلے مین ہار جاوین تو بہی حضرت موسیٰ کا مطلب حاصل نہووے اس حیلے سے کہ وہ پروردگار کہ جسکی طرف ایلچی گری کا دعویٰ حضرت موسیٰ کرتے ہین ربوبیت مین مجہسے پست ہی اور کم زور اور تابعداری ادنیٰ کی اعلیٰ کے ہوتے خلاف عقل ہے اور شان رعیت کی نہین **فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى**

پہر کہا فرعون نے کہ مین ہون تمہارا رب سب سے اوپر اور بالفرض اگر کوئی رب دوسرا جہان مین ہوگا جیسے وہ شخص جسنے موسیٰ کو بطریق ایلچی گری کے میرے پاس بہیجا ہے تو مجہسے مرتبے مین کم ہوگا تو موسیٰ اگر اپنی رسالت ثابت بہی کرے تو بہی قابل متبوع ہونیکے نہین ہے یعنے اسکی تابعداری نچاہیئے اور اپنی ربوبیت باطلہ کو حضرت رب العالمین کی ربوبیت پر جس طرح سورۂ زخرف وغیرہ مین مذکور ہے اسطور سے فوقیت دیتا تہا کہ ربوبیت حق تعالیٰ کی اگر پائی جائے تو عام ہی سب مخلوقات پر اور میری ربوبیت خاص ہے مصر والون پر اور خاص مقدم ہوتا ہے

عام پرچا طرداری اور خدمتگذاری مین اور دوسرے یہہ بہی ہی کہ ربوبیت حق تعالی کی آنکہہ سے غائب ہے اور عقل مین نہین آتی اور میری ربوبیت ظاہر ہی کہ تم سب
دیکھتے ہو اور یہی ایلچی حق تعالی کا کہ حضرت موسی ہین میرے ایلچیون کی طرح طمطراق یعنے ظاہر کا اسباب درست نہین رکہتے نہ سونیکے کنگن ہاتہون مین
اور نہ خزانہ اور لشکر ساتہہ ہی تو اُسکی ایلچی گری مین نقصان ہوا اور اُسکے نقصان سے اُسکے بادشاہ کا نقصان جسکی طرف سے یہہ آیا ہی صاف بوجہا گیا حاصل
کلام کا یہہ ہی کہ فرعون قبل اُسنے حضرت موسی کے اِن تدبیرون اور حیلہ سازیون سے بچا تہا اور مرتبے سابقات مین داخل ہو کر گمراہی صریح مین پہنسا تہا اور بعد
اُسنے حضرت موسی کے کہ اُنکے جہوٹہے کرنے کی تدبیر مین پڑا تو مدبرات امر کے درجے کو پہنچا تو دونون شخص ہدایت اور گمراہی کے مرتبے مین کمال کو پہنچے
یعنے حضرت موسی علیہ السلام ہدایت کے کمال کو پہنچے اور فرعون گمراہی کے انتہا کو پہنچا لیکن عنایت حضرت پروردگار برحق کی حضرت موسی کی تدبیر کو شامل
ہو کے اعلی درجے کو پہنچا یا اور وہ ملعون خسر الدنیا والآخرہ ہوا فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى پہر پکڑا اُسکو اللہ تعالے نے عذاب
پچہلے اور اگلے مین یعنے دنیا مین پانی مین ڈبو کر رسوا کیا اور آخرت کو دوزخ مین ڈالے گا جس طرح دوسری جگہہ فرعون اور اُسکے لشکر کے حق مین فرمایا ہی
کہ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا اور اگرچہ دنیا کا عذاب مقدم ہی آخرت کے عذاب پر لیکن یہان اُسواسطے آخرت کو مقدم فرمایا کہ مقصود اصلی وہی ہی
اور دنیا کا عذاب اُسکا وسیلہ ہی اور یہہ بہی ہی کہ عذاب آخرت کا جاودانی ہی اور ہزارون مرتبے سخت ہی عذاب دنیا سے اسواسطے مقدم ذکر کرنا اُسکا
اولی ہوا اور ہرچند کہ دنیا دار الجزا نہین ہی لیکن ایسے فرعونون کو اور شریرون کو دنیا مین بہی بعد الزام حجت کے اور ونکی عبرت کیواسطے اُنکے بد کامون
کی سزا دیجاتی ہی چنانچہ حق تعالی فرماتا ہی اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى بیشک اسمین سوچ کی جگہہ ہی اُسکو جو حق تعالی
سے ڈرتا ہی کئی وجہون سے پہلی وجہ یہہ ہی کہ گمراہی کے پیشواؤن کی تدبیر چل نہین سکتی اور ایک نہ ایک وقت اُنکا کیا برباد ہوجاتا ہی اور دوسری
وجہہ یہہ ہی کہ حق تعالی اگر اپنی صفت حلیمی سے گمراہونکو ڈہیل دیتا ہی لیکن مہمل نہین چہوڑتا بلکہ ایک ایک دن سزا قرار واقعی دیتا ہی تیسری وجہ
یہہ ہی کہ معجزون کا دیکہنا اُس شخص کو مفید ہوتا ہی کہ کفر کی جڑ اُسکے دلمین نہ جم گئی ہو اور اُس جڑ کے ریشے پہیل نہ گئے ہون ورنہ آخر معجزہ کو کسی
حیلہ اور مکر سے دفع کر دیگا اور ہر دلیل اور حجت کو مغالطہ سے دور کر دیگا یعنے وسوسہ کا اسکے مقابلہ کریگا چوتہی وجہ یہہ ہی کہ حضرت موسی علیہ السلام ایسے کافر
سرکش سے کہ دعوی خدائی کا کرتا تہا نہایت نرمی اور بردباری سے بات کہتے تہے پہر آخر کو اُسپر فتح اور ظفر پائی تو پیغمبرون اور اُنکے فرمانبردارونکو چاہیے
کہ بے ادبی اور کفر کے کلمات سنکر غصے مین نہ آجاوین اور غمگین نہووین تاکہ آخر کو فتح پاوین اور جب حضرت موسی علیہ السلام کے قصے مین ثابت ہوچکا کہ
فیضان غیب کی زندگی کا جسم کی لیاقت پر موقوف نہین ہی اور البتہ زندگانی غیب کا بار بار آنا اور جانا ہوسکتا ہی چنانچہ عصا مین ظاہر ہوا اب فرعونکو اس دلیل مین
بات کہنے کی گنجایش تہی کہ زندگی حیوان کی ناقص ہی اگر کوئی پتہر یا لکڑی مین یہہ زندگی پائی جاوے تو ہوسکتا ہی اور اسیطرح بار بار آنا اس زندگی کا بہی کچہہ بعید نہی
اسواسطے کہ ایام بہار اور برشکال مین ہم خود دیکہتے ہین کہ اس قسم کے جانور جیسے سانپ بچہو مینڈک خود بخود بے جوڑے کے پیدا ہوجاتے ہین اور زمین خشک
ہوکر پہر اُن حیوانون کی صورت قبول نہین کرتی ہی پہر جب وہ موسم گذرجاتا ہی وہ صورت اپنے مادے سے جدا ہوجاتی ہی اور جب پہر وہی موسم آتا ہی
وہی اجزائے مادیہ کہ اُس مکان مین پڑے رہگئے تہے پہر اسی صورت پر ہوجاتے ہین اور اُنمین جان آجاتی ہی لیکن پیدایش آدمی کی سوا اسکے ہرگز نہین ہوسکتی
اُسکی تمثیل بیان کیا چاہیے تاکہ ذہن نشین ہوجاوے اُسکے جواب مین ارشاد ہوتا ہی کہ ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا کیا تم زیادہ سخت ہو بنانے مین
اور پیدایش تمہاری زیادہ سخت ہے اَمِ السَّمَآءُ یا آسمان زیادہ سخت ہے بنانے مین اور پیدایش اُسکی تمہاری نظرون مین مشکل معلوم ہوتی ہی اور جواب
اس سوال کا ظاہر ہی کہ آسمان اندازے مین بہی آدمی سے بہت بڑا ہے اس حد کو کہ اصلا اُسکو اُس سے کچہہ مناسبت نہین اور تفصیل اجزا کے
اعتبار سے بہی جیسے بروج اور ستارے مختلف تاثیرون اور حکمون والے اور حدود جدا جدا اُسکے آدمی سے بہت زیادہ ہین اور قوت جسمانیہ
بہی اُسکی آدمی کی قوت جسمیہ سے بہت زیادہ ہی کیونکہ حق تعالی نے بَنٰىهَا بنا کیا اُسکو ایسی سخت بنا کہ ہرگز باوجود گذرنے
قرنون کے اور سدا پہرنیکے پرانا بہی نہین ہوتا اور ٹوٹتا پہوٹتا بہی نہین اور قوت روحانیہ بہی اُسکی آدمی کی قوت روحانیہ سے بہت غالب ہے

ع

ف بیان آسمانون کی بلندی کا

اسواسطے کہ حق تعالی نے **رَفَعَ سَمْکَهَا** اونچی کی ہے بلندی اسکی بغیر ٹیکیون اور دیوار ون کے اور سمک لغت مین اس امتداد کو کہتے ہین کہ طول اور عرض پر اس امتداد کو قایم اعتبار کرتے ہین اگر نیچے سے اوپر کو نظر کرین تو اس امتداد کو سمک کہتے ہین اور ارتفاع بہی بولتے ہین چنانچہ مشہور ہی کہ ارتفاع یعنے بلندی اس دیوار یا چہت کی اسقدر ہی اور اگر اوپر سے نیچے کو دیکہین تو اس امتداد کو عمق کہتے ہین چنانچہ بولتے ہین کہ عمق یعنے گہراین اس دریا کا یا اس کوئے کا اتنا ہی اور اہل تفسیر اور اہل حدیث نے یون روایت کی ہی کہ دنیا کے آسمان کی بلندی روئے زمین سے پانسو برس کی راہ ہی اور اسیطرح سے ساتون آسمانون کے درمیان مفاصل ہے اور مثاپہ اور دل بہی ہر آسمان کا اسی قدر ہی اسی بات سے بلندی اور چوڑائی ساتوین آسمانکی قیاس کیا چاہیئے کہ کیا کچہہ ہوگی اور اہل ہیئت کو علم ابعاد اور اجرام مین آسمانون کی مثائی دریافت کرنیکے واسطے ایک اور ہی طریقہ ہی کہ علم ہندسہ کی دلیلین اسپر قایم کی ہین اور جو یہ راہ پانسو برس کی کہ روایتون مین وارد ہی کچہہ مقرر نہین ہی کہ کون سے چلنے والیکی راہ ہی اور کونسی چال مراد ہی اور یہہ بہی ہی کہ قطع کرنا چڑہائی کی مسافت کا ہموار زمین کی مسافت قطع کرنے سے زیادہ مشکل ہوتا ہی اور جتنی دیر کہ اسکی مسافت قطع کرنے مین لگتی ہی اوس سے دونی اتنی ہین ہوتی ہی چنانچہ ہموار زمین کے چلنے مین اور پہاڑ کی چڑہائی مین تجربہ ہو چکا ہی اور اہل ہیئت نے کو سونسے اندازہ انکے بُعد کا کیا ہی اور اس صورت مین ہو سکتا ہی کہ روایات شرعیہ اور براہین ہندسیہ دونون مطابق ہو جاوین لیکن اہل ہیئت کے نزدیک افلاک کے سطوح آپسمین ملے ہین اور انکے درمیان مین مفاصل نہین اور روایات شرعیہ کے موافق مفاصل بہی ثابت ہوتا ہی لیکن اہل ہیئت کے نزدیک ایک دوسرے آسمان کا چسپیدہ ہونا آپسمین لا فصل فی الفلکیات کے قاعدے پر مبنی ہی اور قاعدہ ظنی ہی کوئی دلیل قطعی اسکے واسطے نہین اور اس بات کے ساتہہ یہہ بہی ہی کہ اہل ہیئت کی نظر مین حاجت مفاصلے کی آسمانون مین تحقیق نہین ہوئی اس جہت سے مفاصلے کو ثابت نہین کیا اور شرع والون کو دور اور سیر فرشتون کا دونون آسمانون کے درمیان مین معلوم ہوا تو مفاصلے کو ثابت کیا ہی پس کسیطرح کی مخالفت نہین رہی مگر یہی کہ براہین ہندسیہ سے بیان مین ابعاد فلکیات کے ثابت ہوتا ہی کہ بے فرجہ معلوم کیا ہی اس چیز سے کہ روایات شرعیہ سے ثابت ہی لیکن یہہ مخالفت لفظی ہی کیونکہ جس مقدار کو کہ اہل ہیئت نے آسمان کے مثاپے مین داخل کیا ہی شاید کہ بعض کو اسمین سے اہل شرع نے فرجہ اعتبار کیا ہو اور باقی کو مثاپا **فیرتفع النزاع** پس جہگڑا اٹہہ گیا اب حاصل کلام کا یہہ ہی کہ آسمان کی قوت جسمانیہ اور روحانیہ کا زیادہ ہونا آدمی کی قوت جسمانیہ اور روحانیہ سے اظہر من الشمس ہی اور اگر آدمی کو اس بات کا فخر ہی کہ میرا مزاج کمال اعتدال پہ واقع ہوا ہی کہ نفس ناطقہ مجردہ کے تعلق کے قابل ہوا ہون جواب اسکا یہہ ہی کہ آسمان بہی کمال اعتدال اور لطافت مین واقع ہوا ہی چنانچہ فرماتے ہین **فَسَوّٰهَا** پہر معتدل المزاج کیا ہی اس آسمان کو اور نفوس کاملہ کو اسکے اجرام سے متعلق کیا ہی کہ لطافت اور تجرد مین نفوس انسانیہ سے زیادہ تر کامل ہین اور باوجود ان سب باتون کے آسمانونکو ایک بڑی زبردست تاثیر بخشی ہی کہ بسبب ظاہر ہونے آفتاب اور ستارون کی شعاع کے ایکے حرارت قوی عالم مین ظاہر کرتے ہین اور انکی روشنی چہپ جانے سے نہایت خنکی عالم مین پیدا کرتے ہین اور یہہ تاثیر ہر روز آنے جانے مین دن رات کے نظر آتی ہی **وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا** اور اندہیری کی رات اسکی تاکہ آفتاب کی شعاع گرم جہان والون پر نہ چمکے اور سردی پیدا ہو اور ہر چند کہ شب نام مخروط ظلی زمین کا ہی لیکن جو وہ مخروط آفتاب کی شعاع کے سبب پیدا ہوتا ہی اور غروب آفتاب کا ایک کنارے پر اس مخروط کے طلوع کا سبب ہوتا ہی اس کنارے والون پر اور طلوع آفتاب کا اس مخروط کے غروب کا موجب ہوتا ہی اور آفتاب کی حرکت کے تابع ہی تو اسلیئے رات کو آسمانکی طرف نسبت فرمایا ہی اور بعضون نے ارباب ہیئت سے آسمان کے تسویہ کو اسکی کرویت پر حمل کیا ہی اور کہتے ہین کہ شکل کروی آفات کو قبول نہین کرتی بخلاف اور شکلون کے پس اس جہت سے بہی خلقت آسمان کی زیادہ تر محکم ہوئی آدمی کی خلقت سے اور بعضون نے تسویہ کو آسمان کے شقوق اور شگاف نہونے پر حمل کیا ہی برخلاف آدمی کے کہ مسام اور شقوق بہت رکہتا ہی اسی واسطے بہت سی آفتین ہی کہ مناسب اور نامناسب ہوا اسکے بدن مین داخل ہوتی ہی اور کہانا اور پینا اور گرم سرد ہوا اور موذی جانور اسکے بدن کے سوراخون کی راہ سے گہس سکتے ہین برخلاف آسمان کے کہ ان سب آفتون سے بالکل محفوظ ہی **وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا** اور نکالی روشنی اسکی کہ عبارت اسکے آفتاب سے ہی اور ضحی کے وقت کا

واسطے اختیار فرمایا ہے کہ وہ وقت کامل تربیت سب اجزاء آب کے دن کے نور اور روشنی میں اور آفتاب کی شعاع کو ایک تاثیر ہے ہنا یت محسوس گرم کرنے میں عالم کی
اور تمام عناصر اسکی شعاع کے سبب سے گرم ہو جاتے ہیں خصوصًا زمین کہ بسبب کثافت اور یبس کے بہت دیر تک اس کیفیت مقبولہ کو محفوظ رکھتی ہے اور حرارت دن کی
آسمان کو تبرید اور تسخین یعنے سردی اور گرمی بہم پہنچی اور آسمان قابل ان کیفیتون کے نہ تھا تو لاچار ان دونو نکو زمین نے قبول کیا اور قابل جوتنے
بونے اور چشمے اور نہریں جاری ہونیکے ہوئی **وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا** اور زمین کو رات و دن کی تدبیر کے بعد ہموار و
چمن بندی کی کیونکہ جمع ہونیسے گرمی سردی کے زمین میں **اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا** نکالا اس میں سے پانی اسکا تاکہ زمین میں کے گہرے ہوئے
پانیون کو کہ سردی کے سبب سے پانی کی صورت قبول کرنے کے مستعد ہوتے تھے آفتاب کی شعاع کی گرمی سے جنکر زمین سے باہر نکل آویں اور جب پانی اور
خاک مل گئے اور حرارت نے بہار اور گرمی کی اسمین اثر کیا تو بس گھاس اور سبزہ اگا چنانچہ فرماتے ہیں **وَمَرْعٰىهَا** اور نکالا چارا اس میں گویا
زمین اس تدبیر سے پہلے اوجڑ پڑی تھی اب اسکو باغ بنا دیا کہ پانی بھی اسمین جاری ہے اور طرح طرح کا سبزہ بھی اگا ہے اور اسواسطے کہ مادہ پانی کا زمین
میں محفوظ ہو ایک تدبیر دوسری فرمائی ہے **وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا** اور پہاڑون کو لنگرون کی طرح سے زمین پر مقرر کیا کہ جو بخارات کہ
زمین میں گہرے ہیں اگر چاہیں کہ باہر نکلیں تو پہاڑون کے مٹاپے کے سبب سے نکل نہیں سکتے ناچار لوٹ کر پانی ہوجاتے ہیں اور سوراخون کی
راہ سے جو ان پہاڑون میں پاتے ہیں چشمون اور نہرون کے طور سے جاری ہوتے ہیں اور یہہ بھی ہے کہ جو پانی کہ آسمان سے نازل ہوتا ہے تو پہاڑون کے مٹاپے کے
سبب سے زمین اسکو جذب نہیں کر سکتی اور پہاڑون کی چوٹیون پر جمع ہو رہتا ہے پھر آہستہ آہستہ نشیب کیطرف جاری ہوتا ہے اور اسیواسطے نہریں اور چشمے پہاڑون
سے جاری ہوتے ہیں اور قرآن مجید میں جابجا چشمون اور نہرون کے ذکر کے ساتھ پہاڑونکا ذکر بھی آیا ہے اور یہہ سب بیرین اسواسطے فرمائی ہیں **مَتَاعًا
لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ** کام چلانے کو تمہارے اور تمہارے چارپایون کے بس بقا اور معاش تمہاری سب آسمان سے مربوط ہے اور حیات
تمہاری مدد چاہنے والی اسکی حیات سے ہے پھر اپنے کو خلقت میں اس سے زیادہ محکم کس طور سے گمان کر سکوگے اور یہان یہہ سمجھا چاہیئے کہ دوسری
روایتون میں کہ سورۂ بقرہ اور سورۂ فُصِّلَتْ میں واقع ہوئی ہیں زمین کی خلقت کو آسمان کی خلقت سے پہلے بیان فرمایا ہے بلکہ پہاڑون کے قایم کرنے کو زمین پر
اور اتفاکر با برکت کا ساتھہ پیدا کرنے قوتون کے زمین میں بھی سورۂ فُصِّلَتْ میں آسمان کی خلقت پر مقدم ہے اور جو کشاف والے اور دوسرے
مفسرون نے کہا ہے کہ خلقت زمین کے جرم کی آسمان کی خلقت پر مقدم ہے اور بچھانا اور پہیلانا زمین کا آسمان کی خلقت کے بعد ہے سو یہہ تقریر پیش نہیں
جاتی کیونکہ سورۂ فُصِّلَتْ میں زمین کی تمام خلقت کو اور جو کچھہ کہ اسمین ہے آسمان کی خلقت سے مقدم فرمایا ہے اور سورۂ بقرہ میں بھی خلق
لکم ما فی الارض جمیعا ثم استوی الی السماء ــــ زمین کی تمام مخلوقات کی تقدیم آسمان کے تسویہ پر دلالت کرتی ہے اسیواسطے ایک جماعت
علماکی اسبات کی طرف گئی ہے کہ خلقت آسمان کی زمین سے مقدم ہے مگر تسویہ آسمان کا زمین کے بعد ہے سو اس جماعت کو اس سورے سے غفلت واقع ہوئی ہے کیونکہ
اس جائے پر **فسوىها واغطش ليلها واخرج ضحىها** فرمایا ہے اور بعد اسکے ارشاد کیا ہے **والارض بعد ذلك دحىها** پس
تحقیق یہہ بات ہے کہ مراد دحو زمین سے آسمان کے تسویہ کے بعد ہی مرتبہ قضا اور ایجاد ما فی الارض کا ہے اور زمین کو بطور باغ کے مرتب کیا اور مراد خلقت
سے **ما فی الارض من الجبال والنبات والاقوات** کی سورۂ فصلت اور سورۂ بقرہ میں ہے آسمان کی تسویہ پر مقدم ہے سو ان چیزون
کے اندازے اور تقدیر کا مرتبہ ہے نہ بالفعل کی ایجاد کا واظاہر ہے کہ تکوین معادن اور نباتات کا بلکہ کائنات الجو بھی اشعہ آسمانی پر اور اوضاع مختلفہ پر
اس اشعہ کے موقوف ہیں کہ حرکت سے آسمان کی مربوط ہیں اور بعضے مفسرون نے کہا ہے کہ **ثم** اور **بعد ذلك** ان آیتون میں ترتیب کے واسطے نہیں ہیں بلکہ
نعمتون کی گنتی کے واسطے ہیں کہ بسبب کثرت عنایت کے رعایت پیش پیش کی ذکر میں نہیں کرتے ہیں جیسے کوئی شخص اپنے غلام سے کہے کہ میں نے تجھکو فلانی فلانی
چیزیں نہیں دیں پھر تیری پرورش نہیں کی پھر تجھکو اگلے مالک کے ہاتھہ سے کہ تجھپر ظلم کرتا تھا نہیں چھڑایا بلکہ بعضون نے انہیں سے کہا ہے کہ بعد یہان بہ
مرتبے کی تراخی کے واسطے ہے جیسے **ثم کان من الذین امنوا** میں ہے کہ بعد فک رقبہ کے اور دوسری عبادات مالیہ کے مذکور فرمایا ہے

[illegible]

اور زمین کا پہیلانا آدمیون کے حق مین [illegible] ... [illegible] ... پہلا ... اور اسمین

ہی جیسے آیت عتل بعد ذلک زنیم مین اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے منقول ہی کہ حق تعالی نے پہلے زمین کو بہت چہوٹا پیدا کیا اور اسمین پہاڑون کی رگین پیدا کین اور اُن رگون مین برکت دی کہ اُنکے سبب سے پانی کو اپنے اندر کہینچ لے اور چشمین جاری ہون اور اندازہ کہانے کی چیزونکا مقرر کر دیا پہر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور آسمان ایک دہوین کی مانند تہا اُسکے سات آسمان بنائے پہر زمین کو پہیلایا جسقدر کہ اب ہی اور اول پیدایش زمین کی کعبہ معظمہ کے مقام پر تہی وہین سے پہیلائی گئی ہی اسی واسطے اس خانہ مکرم کے حق مین دوسری جائے پر فرمایا ہے ان اول بیت وضع للناس اور مکے شہر کو اسی واسطے ام القری کہتے ہین واللہ اعلم اور یہہ بہی سمجہہ لیا چاہیئے کہ ان نعمتون کی تعداد مین بعضے مکانون پر حرف عطف کا لائے ہین اور بعضے مکانون پر حذف کیا ہی سو اس نکتے کے دریافت کرنے کا قاعدہ یہہ ہی کہ جس مقام پر کہ پہلی نعمت مجمل ہی اور اُسکی تفصیل منظور ہی تو عطف کے حرف وہان سے حذف فرمایا اسواسطے کہ مجمل و مفصل آپسمین ایک ہین حرف عطف کی گنجایش اُنمین ممکن نہین جیسے والارض بعد ذلک دحٰها اخرج منها ماءها ومرعٰها اور جیسے بناها رفع سمكها فسوّٰها اور جس جائے پر کہ پہلی نعمت کے بیان سے فارغ ہو کر دوسری نعمت کا بیان کرنا مقصود ہے وہان پر عطف کا حرف لائے ہین چنانچہ اور سب آیتونمین مذکور ہی اور جو دفع کرنے سے کافرون کے شبہون کے کہ حیات اخروی مین بیان کرتے تہے فارغ ہوئے اور وہ بات کہ مقصود تہی یعنے تفصیل نیکون اور بدون کے حال کی اور امتیاز ہر ایک کا ان دو نو طائفونمین اپنے حال کے اندر دہورا رہ گیا تہا پہر تمام کرنیکو اس مقصد کے رجوع فرماتے ہین کہ کتنے دل اُس وزندگی دوبارہ زندگی کے سبب سے اور نفخۂ صور کی آواز سنتے سے مضطرب و بیقرار ہو جاینگے اور ثمرہ بہی اُنکے اس اضطراب کا ظاہر کریگا اور جس بلا سے کہ ڈرتے تہے وہی واقع ہونیکی صورت پکڑیگی فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى

پس آنے سے رادفہ کے لوگ مضطرب و بیقرار ہو جاینگے اور ہر شخص پر اپنے حال کا اندیشہ غلبہ کریگا کہ دیکہا چاہیئے مجہسے آج کے دن اس مقام پر اس زندگی مین کسطرح کے معاملے سے پیش آتے ہین اور کیا کرتے ہین اور جب دوسرا حادثہ آویگا اور وہ بہت بڑا اور سب حادثون پر غالب ہے کہ مراد تجلی قہر الہی سے ہے مجازات کے واسطے اور حاضر کرنیکو عملون کے صحیفون کے اور شاہدون کے اور ارواحون اور ملائکہ کے اور نزدیک لانے کو دوزخ کے اُسکے موقف پر یعنے کہڑے ہونیکی جگہہ پر اور دہر پکڑ گناہ گارون کی اور سوال اور مجرمون کی سزا کے واسطے اور طامہ کا لفظ ماخوذ ہے طم سے کہ غلبے اور علو کے معنون مین ہی یقال فی المثل جری الوادی فطم علے القری یعنے جب نالہ جاری ہوتا ہی تو گڑہے پر پانی غالب ہوتا ہی اور کبری تاکید پر تاکید اس حادثہ کے غلبے اور علو پر ہی اور جزا اُس شرط کی کہ حرف اذا کا مدلول ہی لفظ فاما من طغی کا اپنے معطوف کے ساتہہ ہی اور جو یہہ حادثہ بالاصالت نوع انسانی کی مجازات کیواسطے واقع ہوگا اور آسمان کا پہٹنا اور زمین کا تزلزل اور دورے حادثے محض اُسکی تمہید اور توطیہ ہین پس واقع ہونا اُس حادثے کا نہو سکیگا مگر يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى جس دن یاد کریگا آدمی اُن سب چیزون کو جو دنیا مین سعی اور تلاش سے کی تہین گویا کام کرنے کے بعد کہ جزا اُسکی نہین دیکہی اور ثمرہ اُسکا نہین چکہا تو بہول گیا تہا آج اُسکا بدلا آنکہون سے دیکہیگا تو اُن سب کامون کو یاد کریگا اور اپنے اعمالون کو اکٹہے کیئے ہوئے اور صحیفون مین بہی لکہے ہوئے دیکہیگا اور جو چیزین کہ اُسکے ذہن سے جاتی رہی تہین پہر اُسکے ذہن مین بس جاوینگے اور قوائے فلکیہ کے سرایت کرتے سے اُسکے مدرکہ اور خیال مین ان عملون کو اُنکی صورتون سے دریافت کریگا اور آسمان کے چرنے اور زمین کے پہٹنے سے عالم مثال علوی اور سفلی کو دیکہیگا وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ اور کہول دکہائی جائیگی دوزخ لِمَنْ يَّرٰى جو چاہے دیکہے اور سب آدمی اُسوقت دوزخ کے دیکہنے مین برابر ہونگے جیسے دنیا مین انبیا اولیا دوزخ کو دیکہتے ہین اور عوام دوزخ کو نہین دیکہتے آج جہان مین یہہ تفرقہ نرہیگا اس واسطے کہ لمن یری کا اُسکے ظہور کی تعمیم کیواسطے ہی جیسے قد بین الصبح لذی عینین یعنے ظاہر ہوئی صبح ہر شخص کیواسطے کہ دو آنکہین رکہتا ہی ہر چند کہ یہہ حادثہ عظیم تمام محشر والون کو سب سے محسوس کرینگا اور دیکہنے سے قہر الہی کی نشانیون کے کہ دوزخ کی صورت سے نمودار ہونگی سب کے سب ہیبت زدہ ہونگے لیکن اشتداد غضب کا ہر کسیکو نہ پہنچیگا بلکہ لوگ اُس وقت مین دو فریق ہو جاوینگے فَاَمَّا مَنْ طَغٰى پہر جس شخص نے

کہ دنیا مین سرکشی اور شرارت کی تہی اور اللہ تعالے کی مقرر کی ہوئی حدون سے تجاوز کیا تہا اور اکثر سرکشی اور شرارت کا سبب دنیا کی محبت ہی اسیواسطے حدیث شریف مین وارد

ہوا ہی کہ حب الدنیا راس کل خطیئۃ یعنے دنیا کی محبت جڑ ہی خطاؤن کی اور یہہ طاغی دنیا کی محبت کے مرتبے سے بہی بڑہ گیا تہا وَاٰثَرَ

الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا اور بہتر سمجہا تہا دنیا کا جینا اور اسکی لذتونکو اللہ تعالی کی رضامندی پر اور اسکے ثواب پر ترجیح دی تہی فَاِنَّ الْجَحِیْمَ

هِیَ الْمَاْوٰی پہر تحقیق دوزخ وہی ہی اسکا ٹہکانا کیونکہ دوزخ مظہر ہی قہر الٰہی کا اور دوری اور مہجوری کی صورت ہے اسکی جناب سے اور جس شخص

نے غیر اللہ کو کہ دنیا تہی اللہ پر ترجیح دی تو اللہ تعالی سے نہایت دور جا پڑا اور اسکا دیکہنا دوزخ کو ایسا ہی جیسے چور کا دیکہنا جلاد کو یا سولی کو وَاَمَّا

مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ اور جو شخص کہ دنیا مین ڈرا اپنے پروردگار کے حضور مین کہڑے ہونے سے اور سمجہا کہ مجہے اسکے

حضور مین کہڑا ہونا ہی پس اسکی مقرر کی ہوئی حدون سے تجاوز اور سرکشی نچاہیے کرنا نہین تو وہان پر رو سیاہی حاصل ہوگی اور دنیا کی زندگانی کو کہ

ایک سفر سے زیادہ نہین حق سبحانہ تعالی کی مرضیات پر اور آخرت کے ثواب پر ترجیح دینا نچاہیے کہ آخر کو کام اسی سے ہی وَنَهَى

النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی اور روکا جی کو چاؤ سے یعنے خواہش نامشروع سے کہ اکثر دنیا کی ترجیح کا باعث وہی نفس کی خواہش

ہوتی ہی فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰی پس تحقیق بہشت وہی مکان اسکے لایق ہی اور شیخ ابوبکر وراق نے فرمایا ہی کہ حق تعالی نے دنیا

اور آخرت مین کوئی چیز زیادہ بری ہوا سے کہ مخالف حق کے ہو نہین پیدا کی ہی اور اسیواسطے اہل طریقت کے نزدیک آدمی اسوقت بالغ ہوتا ہی کہ

ہوائے نفس سے خلاص ہوجاوے چنانچہ عام لوگون کے عرف مین اسوقت بالغ ہوتا ہی کہ محبت سے کہیل کود کی خلاص ہوجاوے بیت خلق اطفال

اند جز مست خدا ٭ نیست بالغ جز رہیدہ از ہوا ٭ پس دیکہنا اسکا دوزخ کو اس طرح سے ہوگا جیسے تماشبین جلاد کو یا سولی کو دیکہین کہ اور فرحت

اور خوشی کا ہو ہرچند کہ اس مقام پر حال بیان کرنا آدمیون کے دو فرقون کا منظور ہی کہ محشر کے دن انجام ہر ایک کا انہین سے ایک اور ہی رنگ کا ہی

لیکن مفسرون نے کہا ہی کہ ان دونون وصفون مین اشارہ ہی دو حقیقی بہائیون کے حال کی طرف قریش مین سے کہ دونونکو انکے باپ کا مال بہت سا ہاتہ

لگا تہا اور انکی مان انپر نہایت پیاری تہی خوش خوراکی اور خوش پوشاکی مین انکی شب و روز مصروف رہتی تہی ایک انمین سے کہ مصعب بن عمیر نام کہتے تہے آنحضرت

صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبہ وسلم کی صحبت مین حاضر ہوا کرتے تہے اور اللہ تعالے کے خوف سے دنیا کی لذتین چہوڑ دین تہین اور راتونکو تہجد گزاری مین بیدار رہتے تہے اور ہمیشہ روزے

رکہتے تہے اور اچہا کہانا نہ کہاتے تہے کہ عورتون کی خواہش زیادہ ہوگی آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ کے فرمانے سے وہ مال و متاع اور دولت و حشمت چہوڑ کر اور

سارے گہر بار سے جدا ہو کر غربت و کربت مین مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اور قرآن پڑہانے مین وہان کے لوگونکے مشغول ہوئے اور جنگ احد کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ

وسلم کا نشان اٹہا کر کمال استقلال و جوانمردی اور آزادگی کے ساتہ دنیا سے گئے اور شہید ہوئے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ یہانتک کہ انکے کفن کے واسطے سوا ایک

لنگ کے کچہہ میسر نہوا اور وہ بہی انکے قد کے برابر نہ تہی اگر پانون چہپاتے تہے تو سر کہل جاتا تہا اور اگر سر چہپاتے تہے تو پانون کہل جاتے تہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ اس لنگ سے انکے سر کو چہپادو اور انکے پانون کو خوشبودار گہاس سے کہ اسکو اذخر کہتے ہین چہپا دو پہر لوگون نے ویسا ہی کیا اور دوسرا بہائی کہ اسکا

نام عامر بن عمیر تہا شب و روز عیش و عشرت مین مصروف تہا اور محرمات شرعیہ مین مستغرق اور ترک دنیا کیواسطے ہمیشہ اپنے بہائی سے لڑتا جہگڑتا تہا اور

دنیا کی محبت کے واسطے آنحضرت صلعم کی صحبت سے بہاگتا تہا اور حاضر نہوتا تہا اور ایمان اور ایمان کے حکمونکو قبول نہین کرتا تہا یہانتک کہ جنگ بدر کے دن کافرون کے ساتہہ مارا گیا

اور کندہ دوزخ ہوا اعاذنا اللہ من سوء الخاتمۃ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کافرون کے سامنے قیامت کے احوال بیان فرماتے اور کہتے کہ دوزخ طاغیون

اور سرکشون اور دنیا طلبونکی جگہ ہی اور بہشت متقیون و زاہدونکا مقام ہی تو کافر پوچہنے لگتے کہ یہہ سب تو قیامت کے بعد ہوگا پہر تم ہمکو بتاؤ کہ قیامت کب ہوگی

اور اسکے آنیکا کونسا وقت ہی اللہ تعالی نے انکے اس بیہودہ سوال پر خفگی فرمائی اور ارشاد ہوا کہ یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ پوچہتے ہین تجہسے قیامت

کے آنیکا وقت اَیَّانَ مُرْسٰهَا کب ہوگا برپا کرنا اس قیامت کا اور کونسے وقت ہوگی حالانکہ یہہ سوال انکا محض بیجا ہی کیونکہ آیندہ کی باتین بتانا پیغمبرانکا کام

نہین ہی کہ تجہسے اس قسم کی باتین پوچہتے ہین یہہ تو نجومیون اور رمالون اور جفریون اور فال دیکہنے والون اور کاہنون کا کام ہی تیرا کام تو احکام الٰہی پہنچانا ہی

ف
قصہ مصعب و [illegible]

ہی اور ڈرا دیا اللہ کے عذابون سے بغیر تعین وقت کے **فِيمَ أَنتَ مِن ذِكْرَاهَا** تو کس بات مین ہی اُس قیامت کا وقت
بیان کرنہین کیونکہ انبیا اولیا گاہے گاہے آگے ہونے والی بات کے وقت کو بیان کر دیتے ہین سو محض اسواسطے کہ جب وہ بات اُسیوقت ہوجاتی ہی تو
لوگونکو اُنکی نبوت اور ولایت پر اعتقاد آجاتا ہی اور اُن سے اللہ کی راہ سیکھتے ہین اور ہدایت پاتے ہین جیسے ظاہری اطبا کہ بعضے وقت بطور تقدمۃ المعرفت
کے مریض کے تغیرات مزاجی آیندہ کو بتا دیتے ہین اس واسطے کہ لوگونکو اس بات کے ظہور مین آنیکے بعد انکی طبابت پر اعتقاد آجاوے اور مخلوق
اُنکے معالجے سے نفع اُٹھاوین والا بیان کرنا آیندہ کے حادثون کے وقت کا نبوت اور ولایت کی شرطون سے نہین ہی چنانچہ بیان تقدمۃ المعرفت کا
یعنے آگے کی بات پہچاننے کا بیان کچھہ طبابت کی شرطون سے نہین ہی اور ایک بات ہوتی ہی کہ اُسمین تو فی الجملہ کچھہ فائدہ بہی ہوتا ہی اور قیامت کے وقت کے
بیان کرنہین کچھہ فائدہ بہی نہین کیون کہ اگر کسی کو بعد واقع ہونے قیامت کے انبیاؤن کی نبوت پر اعتقاد آیا تو کیا حاصل کہ ایمان کا وقت تو فوت ہوگیا
اور اگر قیامت کے واقع ہونے کے قبل موافقت اُسوقت بیان کئے گئے کی معلوم ہو نہین سکتی پس قیامت کے وقت کا ذکر ہرگز نبوت کے کام سے موافقت
نہین رکہتا اور ان سب باتون کے ساتہہ خود یہہ علم بہی ایسا نہین کہ کسی بشر کا مدرکہ اسکا احاطہ کرسکے کیونکہ تمام حادثے کہ عالم مین واقع ہوتے ہین سو
اسباب بہی اُن حادثون کے عالم مین موجود ہین تو اُن حادثون کے واقع ہونے کا وقت مقرر کرسکتے ہین اور یہہ کہہ سکتے ہین
کہ جب یہہ اسباب جمع ہوونگے اور یہہ موانع دور ہو جاوینگے جسوقت مین ہون تب خواہ مخواہ یہہ حادثہ واقع ہوگا برخلاف اس حادثے عامہ کے کہ تمام کارخانہ
پر اس عالم کے صدمہ پہنچاویگا اور اسباب مانند مسببات کے درہم برہم ہوجاوینگے لہذا اسکے واسطے ایک سبب ہی اس عالم کے اسباب کے ماسوا کہ بشر کے
فکر کی حد وہان نہین پہنچتی ہی اسیواسطے جو شخص کہ اس عالم مین سے سوال کیا جاتا ہی باواسطہ یا بیواسطہ اسکو علم الہی کے حوالے کردیتے ہین اور
اسیواسطے فرمایا ہی **إِلَىٰ رَبِّكَ مُنتَهَاهَا** تیرے رب ہی کی طرف ہی انتہا اُسی قیامت کی اسواسطے کہ قیامت کے وجود کا سبب ارادہ
ٹہہری اُسی ذات پاک کا ہی کہ عوض لینے کے واسطے بنی آدم کے گنہگارون کی طرف متوجہ ہوگا اور اس ارادے کے وقت کا جاننا کہ کب ہی اور بنی آدم کے
برائیون کے اندازے کو معلوم کرنا کہ کتنی ہین اور کون برائی قابل سزا دینے کے ہی یہہ سب خاصہ اُسی ذات پاک کا ہی تیرا کام اور دوسرے آدمیون کا نہین ہی
کہ اس علم کو جان سکین مگر ایک طور سے کہ اگر اللہ تعالی کی طرف سے اُنکو یہہ علم عنایت ہو اور وہ ہونیوالا نہین کیونکہ **إِنَّمَا أَنتَ مُنذِرُ مَن يَخْشَاهَا**
نہین ہی تو مگر ڈرانے والا اُس شخص کا جو قیامت سے ڈرتا ہی اور یہان پر ایک شبہ بیان کرتے ہین کہ ڈرتے کو ڈرانا
کیا معنے جواب اسکا یہہ ہی کہ علم اجمالی کے سبب سے کہ ہر عاقل کو مجازات پر حاصل ہی یہہ جانتا ہی کہ دنیا مین مجازات واقع نہین ہوسکتا سوا ایک اور عالم
اُسکے واسطے چاہیئے پس خوف قیامت کا اُسسے پیدا ہوتا ہی اور انبیا اور مرسلین کا ڈرانا بیان کرنے سے مجازات کی تفصیل اور مضرات اور منافعات سے
اُس جہان کے ہی پس جو شخص کہ علم اجمالی مجازات پر نہین رکہتا انبیا اور مرسلین کے ڈرانے سے بے بہرہ ہی اور بعضے مفسرون نے کہا ہی کہ مراد من یخشیٰ سے
یہہ ہی کہ خوف آخرت کی استعداد کا بالقوہ اُسمین موجود ہی نہ یہہ کہ بالفعل ڈرتا ہی اور ڈرانے سے انبیاؤن کے سوائے اُن لوگون کے کہ استعداد خوف کی
رکہتے ہین فائدہ مند نہین ہوتے تو گویا انبیاؤن کو دوسرون کے ڈرانے کا منصب نہین ہی حاصل کلام کا یہہ ہی کہ ڈرنے والے اور ڈرانیوالے کو
سوال اُس چیز کے وقت کا اصلا درکار نہین ہی جیسے کسی مسافر کو جو چورون کا ڈر ہو یا کوئی دوسرا اسکو قزاقون سے ڈراوے اور وہ پوچھے کہ مجہپر کسوقت آوینگے
جب تک اُسکا وقت بیان نکریگا تب تک مین ہرگز یقین نکرونگا تو ظاہر ہی کہ اگر کافرونکا سوال قیامت کے وقت کا اسواسطے تہا کہ اگر وقت کا بیان کیجیے
تو ہم ایمان لاوینگے بس یہہ صاف بیجا ہی کیونکہ بیان کا وقت اُس صورت مین موجب ایمان کا ہوتا ہی کہ وقوع واقعہ کا موافق اُسوقت کے ہووے اور اس سے
پہلے بیان کرنا اور نکرنا وقت کا برابر ہی اور بعد واقع ہونے قیامت کے ایمان کا اعتبار نہین ہی اور اگر اسواسطے ہی کہ اسکا بُعد اور قرب معلوم کرین اگر دور ہو تو
خاطر جمع سے بیٹہہ رہین اور اگر نزدیک ہو تو اُسکی فکر کرین تو یہہ بہی بے حاصل ہے کیونکہ قیامت قائم ہونیکے وقت یہہ مدت دراز جو
گذری ہی اُنکو بہت تہوڑی معلوم ہوگی **كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا** گویا کہ وہ لوگ جس روز کہ دیکہین گے نشانیان اُس

اور برزخ مین **الا عشیۃ** گویا ایک عشا کہ آفتاب کے زوال سے غروب تک ہوتی ہی **او ضحٰہا** یا برابر اسکی ضحی کے کہ طلوع آفتاب سے زوال کے قریب تک اسکا وقت ہوتا ہے اور تردد انکا عشا اور ضحی مین اسواسطے ہوگا کہ اگر عمر انکی مشقت اور رنج مین گذری تہی اور برزخ مین بہی عذاب مین گرفتار رہے تہے اسواسطے اپنی بقا کی مدت کو آدہے دن کی برابر جانینگے کہ وہ ماندگی اور رنج کا وقت بہی ہے اور اگر انکی عمر راحت مین گذری تہی اور برزخ مین بہی چندان معذب نہین ہوئے تو اپنی بقا کی مدت کو ضحی سمجہین گے اور بعضے علمانے کہا ہی کہ شروع رات دن کے دور کا اکثر لوگون کے نزدیک جیسے ہنود اور یونانی وغیرہ ہین دوپہر دن سے ہی اور شریعت مین اول فجر سے اور جو اہل محشر منظور رکہین گے کہ اپنی بقا کی مدت کو آدہے دن سے بہی کمتر بیان کرین تو کہین گے کہ اگر شروع دن کا نصف النہار سے ہی تو جتنے دیر نہین کی مگر برابر ایک عشا کے اور اگر ابتدا اول فجر سے ہی تو جتنے دیر نہین کی مگر ایک ضحی اور ظاہر ہے یہہ مقدم ہونے مین عشا کے ضحی پر یہی ہی لیکن اضافت ضحی کی عشا کی طرف اس جہت سے ہی تا اگاہی ہو اس بات کی طرف کہ بالکل دنیا کی مدت انکے گمان مین ایک روز کے برابر ہوگی چنانچہ دوسری جائے پر انکی زبان سے فرمایا ہی کہ ان لبثتم الا یوما اور اپنے نوع کی بقا کا زمانہ دنیا مین اس روز کی ایک ساعت کے برابر جانینگے نہ یہہ کہ عشا ایک دن کی اور ضحی دوسرے دن کی اور اگر عشیۃ او ضحی فرماتے اور اضافت ضحی کی عشیۃ کیطرف نکرتے تو اتحاد ایک روز کا بوجہا نجاتا اور احتمال ہے کہ معنے اس آیت کے اس طور سے ہون الا عشیۃ او ضحٰہا ایضا مع العشیۃ اور حاصل یہہ کہ اپنی دنیا کے باقی رہنے کی مدت مین تردد کرینگے کہ ادہا روز تہا یا سارا روز چنانچہ دوسری جائے پر انہین کی زبان سے نقل فرمائی ہے کہ لبثنا یوما او بعض یوم فاسال العادین واللہ اعلم

سورۂ عبس

تمہید

یہہ سورہ مکی ہی اسمین بیالیس آیتین اور ایک سو تینتیس کلمے اور پانسو پینتیس حرف ہین اور اس سورہ کا ربط سورہ والنازعات سے کئی طور سے ظاہر ہی اول تو یہہ کہ آخر مین سورہ والنازعات کے انما انت منذر من یخشٰہا فرمایا ہی اور اس سورہ مین عتاب و خطاب ہے ترک کرنے پر اس منصب کے لوازمات کے کہ اما من جاءک یسعی وہو یخشی فانت عنہ تلہی دوسرے یہہ کہ اس سورہ کا قصہ اس سورہ کے قصے سے تقابل رکہتا ہی وہان پر ایک پیغمبر جلیل القدر کو کہ حضرت موسی علیہ السلام تہے روبرو ایک بادشاہ صاحب اقتدار کے بہیجا اور اسکی خوشامد کا حکم فرمایا فقل ہل لک الی ان تزکی اور یہان پر ایک فقیر اندہے خاکسار کو آگے خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے اور اسکی خاطرداری کا حکم ہوا اور اغنیا اور ثروت والون سے توجہ کرنے پر عتاب کیا وہان حضرت موسی علیہ السلام بطور آرزو کے کہتے تہے ہل لک الی ان تزکی اور یہان حق جل وعلی امیدوار کرتا ہی کہ لعلہ یزکی اور اس بادشاہ کو طغیان و سرکشی سے وصف فرمایا اور اس فقیر کا خوف و خشیت سے وہ بادشاہ جبار اپنے مکان پر تہا اور پیغمبر کو اسکے پاس جانیکا حکم ہوا کہ اذہب الی فرعون اور یہان پر وہ فقیر خود دوڑا چلا آتا ہی کہ اما من جاءک یسعی تا معلوم ہو کہ دربار انبیا کا تمام تابعداری اور فرمانبرداری ہے جسطرح سے ارشاد ہوتا ہی اسیطرح سے بجا لاتے ہین اگر اغنیا اور سرکشون کی ملاقات کا حکم ہوتا ہی تو بسر و چشم اور اگر فقیرون خاکسارون کی تعظیم اور توقیر کو ارشاد ہوتا ہی تو علی الراس والعین تا بعداری و فرمانبرداری سے فقیرون کی خوشدلی ہوتی ہے نا ورنہ سرکشی و جباری سے متکبرون کی سنگدل فرعون کو دیکہا چاہیے کہ کس صفت سے موصوف ہو کر ثم ادبر یسعی پہر پیٹہ پہیر کر راہ حق سے بہاگتا تہا اور اس مسکین اندہے کو غور کیجیے کہ کس طور سے آتا ہی جاءک یسعی یعنے حق کی طرف منہ کرکے دوڑتا ہی تیسرے یہہ کہ ان دونون سورتون مین وہشت کے قیامت کے دن کے اور تکلیفین اس روز کی ایک ہی طور سے مذکور ہین جیسے اس سورہ مین فاذا جاءت الطامۃ الکبری یوم یتذکر الانسان ما سعی الی آخرہا فرمایا ہی اور اس سورہ مین فاذا جاءت الصاخۃ یوم یفر المرء من اخیہ الی آخرہ ارشاد ہوا چوتہے یہہ کہ تعداد اللہ تعالی کی نعمتون کا درست کرنیمین آدمی کی معاش و خلقت کے اور اسکے اصول کے بہی ان دونون سورتون مین

مناسبت و ربط یہ ہے کہ کہتے ہیں کہ دونوں ایک ہیں اور اس سورہ میں اخرج منها ماءها ومرعٰها متاعا لکم ولانعامکم مذکور ہے اور اس
سورہ میں وفاکهة وابّا متاعا لکم ولانعامکم اور اُس سورہ میں خلقت آسمانکی اور رات و دن اور زمین اور پہاڑ کی یاد فرمائی ہے اور اس
سورہ میں خلقت آدمی کی نطفے کی حالت کے وقت سے تا دم مرگ ارشاد ہوئی اور پہلے اسبات کے کہ سبب اس سورہ کے نازل ہونیکا مذکور
ہوتا ہے ایک مقدمہ کی ضرورت ہے اول یہہ سمجھ لیا چاہئیے کہ اللہ تعالی نے محبوبوں میں کہ انکو ہدایت اور ارشاد کے کام کیواسطے چن لیا ہے اور درمیان میں
سب لوگوں کے جنسیت میں اور صفات بشریت کے اور صفات نفس کے کچھ فرق نہیں ہوتا بلکہ فرق اسی بات سے ہے کہ محبوبوں کو خود تربیت فرماتے
ہیں اور جب کبھی کوئی صفت نفس کی صفاتوں میں سے اُنسے موافق مقتضا جبلت بشریہ کے کچھ ظاہر ہوتی ہے اور اپنی خودی سے کوئی حرکت کر بیٹھتے
ہیں کہ موجب نورحق کے حجاب کا ہو تو بلا تادیب و عتاب سے آگاہ کر دیتے ہیں اور اسکا تدارک فرماتے ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اسبات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ ادبنی ربی فاحسن تادیبی وعلمنی فاحسن تعلیمی تو یہاں تک کہ اول تخلق باخلاق الٰہیہ انکو حاصل
ہو کر مرتبے وصول کو اور فنا نفس کو لازم ہے اور بعد اُسکے تحقق ساتھ ان اخلاق کے میسر ہو کہ مرتبہ بقا کے تابع ہے اور اسکو حالت استقلال اور تمکین کی
کہتے ہیں پس جب اور ہونا اس قسم کی حرکتوں کا آنحضرت صلعم سے کچھ آنجناب کے مرتبے اور منصب کے منافی نہیں بلکہ تادیب عتاب الٰہی اُن حرکات پر عین دلیل ہے
اس منصب اور اس مرتبہ عظیم کی اور جو یہہ مقدمہ تمہید کیا گیا ہوا تو سمجھ لیا چاہئیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز مسجد الحرام میں تشریف رکھتے تھے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عمدہ اور سردار قریش کے جیسے عتبہ اور ربیعہ شیبہ کے بیٹے اور ابوجہل ہشام کا بیٹا اور حضرت عباس عبد المطلب کے بیٹے اور دوسرے بھی
بیٹھے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکو دین اسلام کی خوبی اور بت پرستی کی برائی سمجھاتے تھے اور کمال توجہ سے انکے ساتھ باتوں میں مشغول تھے کہ اتنے میں
ایک اندھا یعنے عبد اللہ بن شریح بن مالک بن ربیعہ زہری کہ انکو ابن ام مکتوم بھی کہتے تھے اسواسطے کہ مکتوم اندھے کو کہتے ہیں اور انکی ماکو ام مکتوم کہا کرتے
تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسوقت کے آنیسے اُنکے ناخوش ہوئے اور جانا کہ یہہ شخص نابینا ہے مجلس کے رنگ ڈہنگ کو جانیگا
نہیں بیمحل اور بیموقع کلام کریگا اور بات میں بات کر بیٹھیگا اور یہہ جو میں ان سرداروں سے باتیں کر رہا ہوں اور دعوت اسلام کی کرتا ہوں نا تمام رہجاویگی
آخر اُس نابینا نے کچھ مجلس کے پیش و پیش کا خیال نکیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک آکر بیٹھا اور کہنے لگا کہ مجھکو کلام اللہ کی فلانی فلانی سورت سکہا دو
اور میری طرف کو توجہ فرماؤ کہ میں بغیر سیر کے بڑی محنت اور مشقت سے پوچھتا پوچھتا آپ تک آیا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سرداروں کی خاطر داری کے
واسطے کچھ جواب نہ دیا اور فرمایا کہ ٹہیرو وہ نابینا تھوڑی دیر تو ٹہیرا پھر اُسی طرح سے کہنے لگا یہاں تک کہ کئی بار یہہ مقدمہ اسی طور سے ہوا آخر اُسکی اس حرکت
بیجا کے سبب سے کہ ان سرداروں کی تنگدلی اور رنجش کے باعث تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چین جبین ہوئے اور چہرۂ مبارک پر آثار خفگی کے
نظر آنے لگے اور اپنا منہ اُس نابینا کی طرف سے پھیر کر ان سرداروں کی طرف متوجہ ہوئے بس اسی حال میں یہہ سورت نازل ہوئی اور حق تعالی سے
سخت خفگی اتری اور روایت کیا گیا ہے کہ جوں جوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان آیتوں کو جبریل علیہ السلام کی زبان سے سنتے تھے وونہیں رنگ مبارک
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خوف سے زرد ہو ہو جاتا تھا یہاں تک کہ جب **کلا انها تذکرة** کو زبان سے جبریل علیہ السلام کی سنا تو خوش ہوئے اور
وہ خوف دل سے کم ہوا اور رنگ ٹھکانے آیا اور سمجھے کہ یہہ خفگی فقط نصیحت کے واسطے ہے مہربانی اور عتاب کی راہ سے کچھ غضب کی راہ سے
نہیں ہے بعد اُسکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس نابینا کے گھر کو جو مایوس ہو کر چلا گیا تھا تشریف فرما ہوئے اور عذر کیا اور اُسکو ہمراہ لیکر
دولتخانے کو تشریف لائے اور اپنی چادر مبارک بچھا کر اُسکو اُسپر بٹھایا پھر جب کبھی وہ نابینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آتا
تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسکی نہایت تعظیم و تکریم کرتے تھے اور ارشاد فرماتے کہ **مرحبا بمن عاتبنی فیه ربی** یعنے خوش آیا تو وہ شخص کہ
جسکے واسطے میرے پروردگار نے مجھکو عتاب فرمایا اور جسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس نابینا کو دیکھتے تو فرماتے تھے کہ اگر تیری کچھ حاجت
یا کام ہو تو کہہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس نابینا کو دو بار مدینہ منورہ میں اپنے قایم مقام امام نماز کا مقرر کرکے سفر کو تشریف فرما ہوئے ہیں

اور انس بن مالک نے ایک عجیب احوال اُس نابینا کا روایت کیا ہی کہ مین نے اُسکو قادسیہ کی لڑائی مین دیکہا زرہ پہنے اور ایک تازی گہوڑے پر سوار اور آگے اُسکے ایک سیاہ نشان تہا اور باوجود اس نابینائی کے کافرون کی صفون پر حملے کرتا تہا اور یہ بہی روایت کیا گیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قصے کے بعد کسی فقیر سے چین بجبین نہین ہوئے اور کسی دولتمند سے تملق اور ملاوٹ نہین کی اور اس مقام پر مفسرونکو اس خفگی اور عتاب ہونیکے مقدمے مین بڑا اشکال ہی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس معاملے مین کوئی ایسی بات کہ خلاف قواعد شرعیہ کے ہو عمل مین نہین آئی پہر اسقدر خفگی اُن پر کس واسطے فرمائی کیونکہ شرع کا قاعدہ ہی کہ عام نفع مقدم ہی خاص نفع پر پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام کو جو اُن سردارونکو کرتے تہے قرآن سکہانے پر اُس نابینا کے اسواسطے مقدم رکہا کہ اُنکے اسلام لانے مین سارے شہر کے اسلام لانیکی توقع تہی کہ الناس علی دین ملوکہم اور تعلیم کرنی قرآن کی سورتون کے اُس نابینا کو خاص اُس نابینا ہی کے واسطے فائدہ تہا اور پس دوسرے یہ کہ اسلام کی دعوت مقدم ہی قرآن سکہانے سے کیونکہ وہ اصل ہی اور یہ فرع اور فقہا کے نزدیک یہ بات ٹہر چکی ہی کہ اگر کوئی شخص کسی کے پاس آوے اور کہے کہ مجہکو اسلام کی تعلیم کر اور دوسرا شخص اُسیوقت کہے کہ مجہکو قرآن پڑہا یا کچہ ارشاد اور نصیحت کی خواہش کرے تو اسوقت اسلام کی تلقین کو مقدم کرنا چاہیے کہ اُسکے دیر کرنے مین بڑا نقصان ہی اور باتون مین دیر کرنیکی نسبت سے کیونکہ کافر کی حالت اپنے مرض روحانی کے مبتلا ہونے مین کہ کفر ہی سرسام والے کی مانند ہی کہ ذرا سی غفلت اور سستی مین علاج کے درجے سے گذر جاتا ہی اور اُس شخص کی حالت جو مسائل شرعیہ یا قرآن پڑہنا نہین جانتا مانند اُس مریض کے ہی کہ مرض اُسکا چندان سخت نہین آہستہ آہستہ تدارک اُسکا ہو سکتا ہی اور ترش روئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ اُس نابینا کی حرکات نالائم کے سبب سے ظاہر ہوئی تہی دو جہت سے خفگی کے قابل نہین تہے اول تو یہ کہ یہ تغیر بے اختیاری ہی اختیاری نہین بس اس قسم کے کامون کی تکلیف دینا تکلیف مالایطاق کی قسم سے ہی دوسرے یہ کہ نابینا کے سامنے ترش رو ہونا اور مُنہ پہیر لینا یا کشادہ پیشانی ہونا اور اُسکی طرف رخ کرنا برابر ہی کیونکہ وہ کچہ دیکہتا نہین ہی کہ اُسکو ترش روئی کا رنج ہو اور ان سب سے علاوہ یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس وقت تک جناب الٰہی مین اس فعل کا ناپسند ہونا بہی معلوم نہ تہا اس واسطے کہ ممانعت اُس وقت تک اس فعل کی نازل نہین ہوئی تہی پس ابتدا ہی مین اسقدر خفگی کا کیا محل تہا جواب اس اشکال کا یہ ہی کہ شعر کار پاکان را قیاس از خود مگیر * گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر * ہر چند کہ وہ نابینا چہرہ مبارک کے تغیر کو نہ دیکہتا تہا لیکن دوسرے لوگ تو دیکہتے تہے اور اغنیا کی خاطر داری اور فقرا کی طرف سے بے پروائی دریافت کرتے تہے حق تعالی نے اپنے محبوب کے حق مین اتنے توہم کو بہی پسند نہ رکہا اور چاہا کہ ظاہر و باطن میرے محبوب کا میری رضامندی ڈہونڈہنے مین مصروف رہے اور ہرگز کسیکو میرے محبوب کیطرف ریا کی تہمت کا گمان بہی نہ رہے اور یہ بہی ہی کہ نفوس قدسیہ کو چاہیے کہ سیکہنے والیکی استعداد کے موافق فیض اور فائدہ پہنچانا منظور رکہین اور کام کے انجام پر نظر کرین کہ بہت سے حقیر خاکسار اپنی استعداد عالی کے سبب سے شمع اور چراغ عالم کا ہوئے ہین پس قوت استعداد سے شاگرد کی اُمیدوار عام نفع کا چاہیے رہنا اور کثرت پر تابعدارون کی کہ بالفعل اغنیا کو حاصل ہی فریب کہانا ظاہر بینون اور ناواقفونکا کام ہی جو استعداد نفوس کے مرتبے کو نہین جانتے ہین اور یہ بہی ہی کہ اس نابینا کو فائدہ ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے یقینی امر تہا اور ان سردارونکا فائدہ اٹہانا دعوت اسلام سے پہر فائدہ اٹہانا شہر والونکا اُنکی پیروی سے ایک خیالی بات تہی اور موہوم بات کو معلوم پر ترجیح دینا خوب نہین اور کنہ بات کی یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حرکت گناہ اور خلاف شرع ہونے کا لگاؤ بہی نہین رکہتی تہی لیکن محبوبون کے فقط گناہ سے بچنے پر اکتفا نہین کرتے ہین بلکہ اُن سے تخلق باخلاق الٰہی چاہتے ہین جیسے شفیق باپ اگر کوئی بات اپنے فرزند سے خلاف اپنی وضع اور آئین کے دیکہتا ہی گو کہ وہ مشروع اور اچہی ہو غصہ کرتا ہی چنانچہ بادشاہ اپنے فرزند کے واسطے نہین چاہتے کہ صلحا اور مشائخون کیطرح مسجدون مین معتکف ہون یا گوشہ گیری اختیار کرین اور مشائخ اور صلحا نہین چاہتے کہ ہماری اولاد سپاہیون اور نوکری پیشون کی طرح تلاش معاش مین مشغول ہون گو کہ وجہ حلال سے ہو وعلی ہذا القیاس پس یہ عتاب اور خطاب کچہ گناہ اور تقصیر پر نہین ہی کہ وجہ اُسکی

سبب گناہ کی صورت میں متشکل ہو جاوے بلکہ یہ تو اس قسم سے ہے جیسے والدین کی تربیت اپنے فرزندوں کے واسطے ہوتی ہے سو وجہ اسکی ظاہر ہوئی
اور وجہ اسکی نام ہونیکے ساتھہ عبس کے یہ ہے کہ خفا ہونیکا اس ذات پاک کے ایسے نبی عظیم القدر پر اس بات پر کہ ادنیٰ سے ادنیٰ شاگرد سے منہ پھیرا
اور امیروں کیطرف متوجہ ہوئے نام ایک سورۃ کا قرآن مجید کے سوروں سے ہوا اور مدتوں اور قرنوں تک عنایت اور مہربانی اللہ تعالیٰ کی شاگردوں اور طالب
علموں پر پیش نظر ہر مسلمان کے خصوصاً مرشدوں اور معلموں کے ہو کہ فقط اس سورۃ کا نام سنتے ہی وہ قصہ انکو یاد آوے اور عبرت پکڑیں اور یہ بھی ہے کہ کمال
محبوبیت اس پیغمبر کی حضور خداوندی میں ثابت ہو کہ اسقدر تغیر چہرے کا انکی اتنا شاق جانا کہ ابرار قاریوں اور پڑہنے والوں کی زبان سے یاد فرماتے ہیں
اور انکی خبر دیتے ہیں اور اس کلام کو کہ جہیں یہ قصہ مذکور ہے اسی طور سے شروع کیا جیسے کہ عاشق شیدا اپنے محبوب کے معاملہ نامرغوب کو
شاق جان کر اس معاملے کے وقت اور مکان کا بھی پتا اس معاملے کے ساتھہ بتاتا ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عَبَسَ تیوری چڑہائی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور اسقدر پر بھی اکتفا نہ کی بلکہ **وَتَوَلّٰى** اور منہ موڑا **اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى** اس سبب
سے کہ آیا اسکے پاس اندہا اور مفسرین کا اختلاف ہے اس بات میں کہ نابینا کا آنا کس واسطے اس جناب کو ناپسند فرمایا بعضے کہتے ہیں کہ محض بیان واقع کا ہے
اور بعضے کہتے ہیں کہ کثرت عتاب کے واسطے ہے کہ ہمنے اس پیغمبر کو رحمۃ للعالمین کیا اور مخلوق کی ہدایت کیواسطے بھیجا اور زیادہ تر لائق رحمت کے ضعیف اور
بیچارہ اندہے ہیں اور مستحق رہنمائی کے اندہے شاگرد ہیں پس اس قسم کے لوگوں سے منہ پھیرنا پیغمبری کے مرتبے سے نہایت بعید ہے مثال اسکی ایسی ہے جیسے
کوئی شخص اپنے خادم کو فرماوے کہ جو راہ بہولے اسکو بتا دیا کر اور وہ خادم دیکھنے بھالنے والوں کو راہ بتاوے اور اندہے ڈہونڈہنے کیطرف التفات نکرے اور بعضوں نے
کہا ہے کہ کمال خفگی کے سبب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کلام میں مخاطب بھی نفرمایا کیونکہ آنحضرت اللہ تعالیٰ کی مرضی سے غائب ہو گئے تھے اگرچہ اسکی بندوں کو
اسکی طرف بلاتے تھے لیکن حضور حق سے غائب کے حکم میں قرار دیا ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسوقت حضور حق کے طالبوں کے مطالب سے غفلت کی تھی اور جواب کے
خطاب کی توہین ہے پہر جو گلہ شکوہ کرنا شروع کیا تو اچھی طرح سے دہمکانے کے واسطے خطاب نفرمایا جیسے کوئی شخص کہ اول اپنے گنہگار بندے کی شکایت لوگوں کے سامنے کرتا ہے اور بسبب
کمال خفگی کے سبب سے مخاطب نہیں کرتا پہر جب شکایت کے وقت جوش میں آجاتا ہے تو خطاب اس بندے کی طرف شروع کرتا ہے اور جو یہاں پر دوسرا کوئی مخاطب تہا کہ انکی شکایت
انکے سامنے بیان فرماتے تو اول شکایت انکی انہیں کے سامنے بطور غیبت کے بیان فرما کے پہر خطاب عتاب آمیز شروع کیا تاکہ اشارہ اسطور کیطرف ہو اور شدت خفگی کی
معلوم ہو اور محققین نے کہا ہے کہ اس قصے کا لانا تمہید عذر کیواسطے ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے اس معاملے میں کہ اس نابینا کے ساتھہ کیا اور یہ نہایت
رحمت اور محبت کا مقتضا ہے کہ عین عتاب میں انکا عذر بھی بیان فرماتے ہیں جیسے کوئی شفیق باپ شکایت نامناسب اپنے بیٹے کی لوگوں کے سامنے کرتا ہے
اور عین شکایت میں اپنے بیٹے کا عذر بھی بیان کئے جاتا ہے تاکہ لوگ جانیں کہ یہ لڑکا قابل خفگی کے نہیں ہے اور اس کام کے کرنے میں معذور ہے لیکن شفقت
پدری کا کمال ہے کہ اسکے حق میں اسقدر پر بھی راضی نہیں ہے اور چاہتا ہے کہ تربیت اسکی کمال کے درجے کو پہنچے اور وجہ عذر کی یہ ہے کہ گویا یوں ارشاد ہوتا ہے کہ حسن خلق
اس پیغمبر کا ہرگز اس بات کو نہیں چاہتا تہا کہ فقیروں محتاجوں سے کہ طلب حق کی کرتے ہیں اور دین کی راہ ڈہونڈہتے ہیں اس طور سے پیش آوے لیکن اس
پیغمبر نے جانا کہ یہ شخص نابینا ہے منہ پھیرا نہیں اور توجہ کرنے میں کہ ترش روئی اور خندہ روئی میں امتیاز نہیں کر سکتا ہے تو اسکی بیچارگی کے سبب سے
تیوری چڑہائی اور منہ موڑا اور اپنی جان کو روبرو اس عمل سے نہ روکا اور بسبب کمال رحمت اور عنایت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اس مقام میں حذف کر کے فعل
غائب کو فاعل سے خالی لائے ہیں تاکہ صریح نسبت اس فعل کی اس محبوب کیطرف نکریں گویا اسطور سے ارشاد ہوتا ہے کہ تیوری چڑہائی اور منہ موڑا ایک تیوری چڑہانے
والے اور منہ موڑنیوالے نے اور اگر خطاب کا لفظ فرماتے تو اس فعل کی نسبت صریح اس محبوب کیطرف سمجھی جاتی اور وہ کمال حمیت اور شفقت کے خلاف
ہے پس عین شکایت اور عتاب میں لطف اور محبت کے مراتب کی رعایت کئے چلے جاتے ہیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ اندہے کی تعلیم مشکل ہے کیونکہ وہ

اور اُسکے حال کیطرف مشغول نہین ہوا گویا فائدہ کلّی اسی بات مین دیکھتا ہی کہ بے پرواون اور بھاگنے والونکو تابعدار کرے اور راہ پر لاوے اور مشتاقون اور سچے طالبونکو
تاخیر اور درنگی سے کمال شوق مین مضطرب کیے **كَلَّا** بعد اسکے ایسا نکر کیونکہ **إِنَّهَا تَذْكِرَةٌ** تحقیق یہہ آیات قرآنی خدا کے اور
اُسکے نامونکے اور اُسکی صفتون اور افعال اور احکام اور اُسکی جزاؤن کے یاد کرنیکے واسطے ہین تاکہ لوگ انکو راہ معرفت اور عبادت اور محبت اور خوف ورجا کی
سہل جاوے اور اللہ کی راہ پر چلنا اختیار کرین اور ایسا تیقن چاپلوسی اور التجا اور زاری مفید نہین بلکہ اختیار دل کا اور رغبت طبیعت کی درکار ہی **فَمَنْ
شَاءَ ذَكَرَهُ** پھر جو شخص کہ خواہش صادق رکھتا ہی پڑھے اس قرآن کو کہ حقیقت مین ذکر اللہ ہی اور ذکر الٰہی بغیر دل کی رغبت کے اور صدق ارادت کے
مفید نہین اور وجہ تانیث کی ضمیر مین کی **إِنَّهَا** مین اور تذکیر کی **ذَكَرَهُ** مین باوجود اس بات کے کہ مرجع واحد ہے یعنے قرآن یہہ ہی کہ تذکرہ ہونا قرآن کا باعتبار
آیتون کے اور اسکی سورتون کے ہی کہ ہر ایک علیحدہ علیحدہ مضمون کہتی ہین بعضیو مین بیان اسما اور صفات کا ہی اور بعضیو مین بیان احکام اور شریعتون کا
اور بعضیو مین وعدہ وعید اور ذکر ہونا قرآن کا باعتبار اسکی وحدانیت کے ہی کہ تمام قرآن اُسمین برابر ہی اور مضامین کے اختلاف کو ذکر ہونے مین اُسکے کچھ
دخل نہین اس واسطے کہ کسی مضمون کا ہو کلام الٰہی ہی اور متصل ہونا کلام کا متکلم سے اقوی اور اشد ہی متصل ہونے سے نام کا نام والے سے اور جو التفات کہ کسی کا
نام لینے کے وقت اسکی طرف حاصل ہوتا ہی اُس سے بہت کم ہوتا ہی جو اسکے کلام پڑھنے کے وقت اُس سے حاصل ہوتا ہی چنانچہ یہہ بات تجربہ کارون کو خوب
معلوم ہی اور یہہ بہی ہی کہ کلام شخص کا ایک عمدہ نشان ہی اسکی ذات کے نشانون سے کہ اُس کلام کے پڑھنے کے وقت پڑھنے والیکے دل پر روشنی ہوتی ہی اسیواسطے
بزرگون کا کلام دلون مین زیادہ تاثیر کرتا ہی اُنکے نام سے اور اسی سبب سے حدیث شریف مین وارد ہی کہ قرآن کے حق مین فرمایا ہی **هو حبل الله المتين**
اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا ہی کہ **تجلى الله لعباده في كلامه ولكنهم لا يبصرون** اور اگر کسی کے اس بات کے
سننے سے یہہ خطرہ خاطر مین گذرے کہ عمدہ اور سردار اور غنی اور دولتمند شوق کسی کتاب یا کلام کا یا شعر کا کرتے ہین تو قدر اور عزت اُس کلام
اور کتاب کی بڑہ جاتی ہے اور اسکو خوشنویسون زرین قلم کے ہاتھ سے حریری طلاکاری کاغذون پر لکہاتے ہین اور مطلّا اور مذہّب و مجدول
کرکے زرین غلافون مین رکہتے ہین اور جُبّا اور رحلون پر دہرے ہوتے ہین اور پر تکلف صندوقون مین احتیاط سے دہرے ہوتے ہین اسی سبب
سے عزت اور مرتبہ اُس کلام کا زیادہ ہوتا ہے اور لوگون کے دلون مین عظمت اور بڑائی اُسکی سماتی ہی جیسے کوئی دلچسپ شعر جو خوش آوازی
سے پڑہا جاتا ہی تو اُس سے زیادہ تاثیر کرتا ہے کہ سرسری پڑہا جاوے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بہی اس بات مین کہ امیرون سردارون کی
دعوت مین مشغول تھے اور فقیرون محتاجون سے منہ پہراتے تھے یہی غرض ہوگی ہم کہتے ہین کہ یہہ قرآن اُس قسم کا نہین ہے کہ ان چیزون سے عزت
اور بزرگی اسکی زیادہ ہو بلکہ عزت اور قدر اسکی اُس عالم مین کہ وہان سے زمین والونکے پاس آتا ہی دیکھا چاہیے **فِي صُحُفٍ مُكَرَّمَةٍ**
یعنے آیتین قرآن کی لکھی گئی ہین عزت کے ورقون مین کہ حق تعالی نے خود انکی عزت بڑی کی ہی **مَرْفُوعَةٍ** یعنے وہ صحیفے اونچے دہرے
ہین بیت العزت مین کہ ایک عمدہ جائے ہی آسمان دنیا مین اور قرآن کو اول لوح محفوظ سے نقل کرا کے اُس مقام مین پہنچایا وہان سے تہوڑا تہوڑا نازل ہوتا
تہا **مُطَهَّرَةٍ** وہ صحیفے پاک کیے گئے ہین تمام آلودگیون اور پلیدیون سے اور اگر دنیا کے سردار اور امیر اس قرآن کی آیتونکو حریری طلائی کاغذون پر
لکہا دین ہرگز اُس کرامت اور بزرگی کو نہ پہنچیگا اور اگر رحلون پر اور صندوقچون مین رکہین لیکن ہرگز اُس بلندی اور اُس رتبے کو نہ پاسکیگا اور
اگر عطر ملین گے اور نجاستون سے پاک رکہین گے تو بہی اُس پاکیزگی کو نہ پہنچیگا کہ ہرگز ہاتھ کسی گنہگار کا انکو نہین پہنچا بلکہ وہ ورق **بِأَيْدِي
سَفَرَةٍ** سونپے گئے ہین ہاتھون مین ایسے لکھنے والون کے **كِرَامٍ بَرَرَةٍ** کہ بڑی قدر والے اور نیکوکار ہین کہ کبھی سوائے کرم اور نیکی کے
اُنسے ظہور مین نہین آتا اور دنیا کے لکھنے والے گناہون اور خباثت ذاتی مین آلودہ ہین اگرچہ ظاہر اپنا آراستہ کرین اس سے کیا حاصل پس قرآن کے
حق مین دنیادارون کی رغبت اور اہل دول کی عزت اور قدر کی توقع رکھنا محض بیجا ہی بلکہ اہل دول قدر کو اسکی جانین تو غنیمت ہے کیونکہ آدمی بالطبع
بالکفران نعمت پر مجبول ہی **قُتِلَ الْإِنْسَانُ مَا أَكْفَرَهُ** مارا جاوے آدمی کیسا ناشکرا ہی کہ جسنے اس کلام عظیم القدر سے اُسکو نوازا ہی اور طرح طرح کے ارشاد اور

نہ تہا ہمین زندگی مین ہمین جانتا اور اُسکے تصور مین ہوا نہ تہا کہ یہ کیا ہی اور یہ نہ جانتا کہ پیدا ہونے سے پہلے وہ نیست تہا پیدا ہوا تو بہی ملکہ اپنی اصل کی خبر نہین کہ کہا کر گیا تہا

مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ کس حقیر چیز سے پیدا کیا ہی اُسکو اور اگر انسان حیا کے سبب سے اس سوال کا جواب نہ دے تو ہم کہے دیتے ہین **مِنْ نُّطْفَةٍ خَلَقَهٗ** نطفے کے بوند سے پیدا کیا ہی اُسکو کہ ایک پیشاب کی راہ سے نکلا اور دوسرے پیشاب کی راہ مین گیا اور لہو اور نجاستون کے ساتھ ملکر ایک گوشت کا ٹکڑا ہو گیا **فَقَدَّرَهٗ** پہر اندازہ کیا اُسکو عضا مین بہی یعنے ہاتھ اور پانون اور آنکہہ اور کان اور قد و قامت اور روزی رزق اور موت اور زیست اور نیک و بد عمل اُسکے معین کیے اور ماکے پیٹ مین رہنے کی مدت اُسکی نو مہینے یا کم و زیادہ معین فرمائی **ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ** پہر نکلنے کی راہ آسان کر دی اُسکو کیونکہ لڑکا جب ماکے پیٹ مین ہوتا ہی تو اُسکا سر ماکے سر کی طرف ہوتا ہی اور پانون ماکے پانون کی طرف پہر جب پیدا ہونیکا وقت قریب آتا ہی تو اُسکو الہام ہوتا ہی پس وہ بچہ خود بخود پہر جاتا ہی سر نیچے اور پانون اوپر کی طرف کر لیتا ہی کہ نکلنا اُسکو آسان ہو جاوے پہر جب ماکے پیٹ سے باہر آتا ہی تو معاش کی تلاش کی راہ اُسکو آسان کر دی جاتی ہی اور اگر بہوک کی وقت پستان اُسکے ہاتھ مین آجاتی ہی تو ایک ہاتھ سے پستان کو مضبوط پکڑکے پینا شروع کرتا ہی اور رونے دہونے سے اپنے بہوکے پن کو ظاہر کرتا ہی اور اسی طرح سے سال بسال طرح طرح کی راہین اُسکو آسان کر دیتا ہی یہانتک کہ کمال کے درجے کو پہنچ جاتا ہی اور راہ بتلانی حق و باطل کی بہیجنے سے پیغمبرون کی اور نازل ہونے سے کتابون کی اور مرشدون محقق کی صحبت سے اور علما راسخین تحقیق کی شاگردی سے آسان ہو جاتی ہی پہر بعضون کو بہشت اور نجات کی راہ آسان ہو جاتی ہی اور اُس راہ پر چلنے کی توفیق پاتے ہین اور بعضون کو ہلاکت اور دوزخ کی راہ سہل و آسان نظر آتی ہی اور اُس راہ مین جا پڑتے ہین حاصل کلام کا یہہ ہی کہ حاصل کرنا کمالات کا آخر عمر تک آسان ہوتا چلا جاتا ہی **ثُمَّ اَمَاتَهٗ** پہر مار ڈالتا ہی اُسکو تاکہ اپنی محنتون کا کمالات حاصل کرنیکا اس دنیا مین کی تہین پہل پاوے اور عالم برزخ مین نشانیان اپنے اعمالونکی دیکہے پس موت بہی ایک بڑی نعمت ہی کہ تجارت کا فائدہ اسی موت کے سبب سے حاصل ہوتا ہی اگر موت نہوتی تو آدمی ہمیشہ کشمکش مین اعمال شاقہ کی گرفتار رہتا اور پہل اُس مشقت کا ہرگز نہ پاتا اسی سبب سے نیکو بہی نعمتونکی گنتی کے مقام پر یاد فرمایا ہی اور بزرگون سے منقول ہی کہ **الموت جسر يوصل الحبيب الى الحبيب** اور بعضے ظاہرین مفسر اس مقام پر موت کے نعمت ہونیکی جہت سے غافل ہو کر یہ سوال کے لائے ہین کہ نعمتونکی گنتی مین موت کو کسواسطے گنا ہی جواب اس سوال کا اس طور سے دیا گیا ہی کہ اُنکے نزدیک اس کلام اور فائدہ حاصل ہونیکی جگہ انجام اُس کلام کا ہوتا ہی اور بعد موت کے حکم گور کرنیکا جو فرمایا ہی یہہ بہی ایک بڑی نعمت ہی کہ آدمی کو ساتھ اُسکے معزز و مکرم کیا ہی گو کوئی نعمت نعمت نہو جیسے کوئی شفیق باپ اپنی نعمتین بیان کرنیکی وقت اپنے بیٹے سے کہے کہ مین نے تجہسے اسطرحکا سلوک کیا پہر تو بیمار ہوا تو تیری دوا دارو کی اس حقیقت مین نعمت مقصود و علاج ہی لیکن جو نعمت ہونا علاج کا لاحق ہونے پر مرض کے موقوف ہی تو کلام مین مرض کا ذکر کرنا بہی ضرور ہوا اور اسی بات کے اشارے کے واسطے اِماتت اور اِقبار کے درمیان مین ثم کے لفظ کو نہ لائے اور فے کے حرف کو ارشاد فرمایا **فَاَقْبَرَهٗ** پہر گور کرایا اُسکو پس گویا اشارہ فرماتے ہین کہ مجموع اماتت اور اقبار کا نعمتون مین داخل ہی نہ فرد فرد اور یہان یہ جاننا چاہیے کہ گڑوانیکو اقبار کہتے ہین اور گاڑنیکو قبر چنانچہ **اقبر الرجل عبده اذا حكم بان يقبر و قبر الرجل عبده اذا دخله** [القبر] فی نفسہ کہا جاتا ہی اقبر الرجل عبدہ جب اپنے غلام مردے کو گاڑنیکا حکم کرتا ہی اور بولا جاتا ہی **قبر الرجل عبده** جب گاڑ دیتا ہی اُسکو اور اللہ تعالی کے حکم کرنیکی صورت مُردونکے گڑوانے کے واسطے اول بار اسطور سے واقع ہوئی ہی کہ جب قابیل کو ہابیل نے مار ڈالا اور آدمی کا مرنا دنیا مین پہلی بار یہی ہوا تہا تو قابیل کو یہہ معلوم نہ تہا کہ اُسکو دیکہو کیا کرے تو لاچار اُس لاش کو ایک چادر مین باندہکے اپنے ساتھ لیے پہرتا تہا آخر کو جب اُس لاش کے لیے پہرنے سے تہک گیا تو ایک جنگل مین غمگین ہو کر بیٹھ گیا کہ ناگاہ دو کوے آموجود ہوے اور آپسمین لڑنے لگے یہانتک ایک کوے نے دوسرے کو مار ڈالا پہر اپنے پنجون اور چونچ سے ریت کو ادہر اُدہر ہٹاکر اُس نے کوے کی لاش کو اُس گڑہے مین ڈالدیا پہر وہ ریت اُسپر ڈالکر خوب ایک تودہ بنادیا قابیل نے معلوم کیا کہ مُردے کو اسی طور سے دفن کرنا چاہیے پس اپنے بہائی کی لاش کو بہی اُسی طور سے دفن کر دیا اور قبر بنا دی پہر حضرت آدم علیہ السلام نے وفات پائی تو فرشتے آسمان سے نازل ہوے اور اُنکی اولاد کے سامنے اُنکو تجہیز و تکفین کرکے قبر مین دفن کیا

اُس وقت سے یہی طریقہ معمول ہوگیا اور یہ تعلیم الٰہی پہلے بار قابیل کی اولاد کو اُسکی استعداد کی قصور کے سبب کوے کے واسطے سے واقع ہوئی اور
حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کو فرشتون کے واسطے سے تعلیم فرمائی ہے یہ ایک نہایت بڑی نعمت ہے کہ اپنے بندون پر رحمت کی ہے والا مُردہ کی
لاش کو دوسرے جانورون کی طرح سے گھسیٹ وا کے پھینک دیا کرتے اور وہ لاش اودھر اُودھر ماری ماری پھرتی اور جب سڑتی گلتی تو لوگ اُسکی بدبو سے
تنگ تھے اور بدگوئیان کرتے پھرتے اور پرندے اُسکے اعضا اور بند بند کو گلی کوچے مین لیئے پھرتے اور ناپاک جانورون مُردارخوار کی خوراک ہوجاتی
اور ہر خاص عام کے سامنے اُسکے عیب ظاہر ہوتے اور عزت اور توقیر اُسکی لوگون کی نظرون مین کم ہوجاتی پس اُسکی عزت اور تکریم کیواسطے یہ بات غیب سے
تعلیم فرمائی آیا ہے ہم اس بات پر کہ ہنود اپنے مُردونکو جلاتے ہین گاڑتے نہین اور کہتے ہین کہ آگ ہر ناپاک کو پاک کرنیوالی اور ہر بدبو کو مٹانیوالی ہے
سو جن لوگونکو سڑانا بدبو کرانا منظور ہے وے دفن کرتے ہین اور آگ مین جلا دینا بہتر ہے جواب اسکا یہ ہے کہ آگ خائن ہے جو چیز اُسکو سونپیو وہ کہا جاتی
اور زمین امانتدار ہے جو چیز اُسمین دفن کرو وہ باقی رہتی ہے پس مُردونکو زمین مین رکھنا بہتر ہے اس بات سے کہ خائن کو سونپین اسواسطے آدمی کی بلکہ دوسرے
جانورون کی بھی عادت ہے کہ جس چیز کو چاہتے ہین کہ محفوظ رہین جیسے مال خزانے تو زمین مین دفن کرتے ہین اور جب چاہتے ہین کہ اُسکو نیست و نابود
کر ڈالین تو آگ مین جھونک دیتے ہین اور آدمی کو اُٹھنے کا انتظار اور ارواح کو داخل ہونیکا اپنے چھوڑے ہوئے جسمون مین درپیش ہے پس مُردیکو آگ مین جلا دینا
اس انتظار کے خلاف ہے اور دوسرے یہ کہ مُردیکی کمال بیقدری ہے کہ اُسکو اپنے ہاتھون سے آگ مین جلا دین اور اُسکی خاک کو ہوا مین اُڑا دین کیونکہ ایسا معاملہ
ناکاری ناپاک چیزون سے کرتے ہین اور جب کسی عمدہ پاکیزہ چیزون کا باقی رکھنا منظور ہوتا ہے تو زمین مین دفن کرنیکے سوا معمول نہین اور جو کہتے ہین کہ آگ
بدبو کو دفع کرتی ہے اور زمین اُسکے برخلاف سڑاتی ہے اور بدبو کرتی ہے پس یہ بات اُسوقت ہو کہ اُس چیز کا پھر نکالنا منظور ہوا اور جب اُسکو زمین ہی مین چھوڑنا
مقصود ہو تو پھر سڑنے گلنے سے کیا علاقہ کیونکہ اسکا کچھہ اثر زمین کے لوگون پر ظاہر نہین ہوتا اور باوجود اسبات کے بھی کتنی رطوبتین بدن کی گل سڑکر خشک
ہوجاتی ہین اور ہاتھہ پیر جوڑ بند سب اپنی شکل و صورت پر رہتے ہین بس ایسا ہوتا ہے جیسے آدمی اپنی زندگانی مین سوتا تھا ویسا ہی اب بھی سوتا ہے
برخلاف جلانیکے کہ آگ اُسکے اندامون کی شکل و صورت اور ہیئت مجموعی کا کچھہ اثر باقی نہین رکھتی اور یہ بھی ہے کہ خلقت آدمی کی خاک سے ہے تو موافق
حکم کُلّ شیءٍ یرجع الیٰ اَصلِہٖ کے اُسکو اپنی اصل کی طرف پہنچا دینا چاہیئے برخلاف آگ کے کہ جن و شیاطین کی خلقت کا مادہ ہے پھر جب آدمی کے
بدن کو موت کے بعد اُسمین جلاتے ہین تو اُسکی روح لطیف آگ کے دہوئین سے مل کر شیاطین اور جنات کے ساتھہ کمال مشابہت پیدا کرتی ہے اور اسی سبب سے اکثر
روحین اُن لوگون کی کہ جلائے جاتے ہین بعد موت کے شیاطین کا حکم پیدا کرتی ہین اور آدمیون سے چمٹتی ہین اور ایذا دیتی ہین اور دفن کر دینے مین اُس روح
کا رجوع کر دینا ہے اُسکی حقیقت کی طرف اور جلانے مین اُسکے برخلاف ہے نقل کرتے ہین کہ اسلام کے زمانے کی ابتدا مین ایک لشکر اسلام کے لشکرون مین
سے سیستان کے ضلع مین وارد ہوا تھا تو ایک عاقل ہند کے عاقلون مین سے اسلام کی چال ڈھال دیکھنے کو کہ اُسوقت مین مذہب نیا تھا وہان گیا
پھر اہل اسلام کی وضع اور آئین دریافت کرنیکے بعد کہنے لگا کہ تمہاری سب چیزین اچھی ہین مگر ایک بات کہ مُردیکو دفن کرتے ہو اور آگ مین نہین جلاتے حالانکہ دفن کرنا
بدبوئی اور ناپاکی کا موجب ہے اور جلانا بدبو اور تعفن کو مٹا دیتا ہے اتفاقاً ایک فقیہ فقہائے اسلام سے اُسوقت حاضر تھا اُس ہندو سے کہا کہ مین تجھہ سے ایک
بات پوچھتا ہون پہلے تو اُس بات کا جواب دے پھر مین تیرے اعتراض کا جواب دونگا اُس ہندو نے کہا پوچھہ تب عالم نے کہا بھلا اگر
کوئی شخص کسی مُلک مین وارد ہوا اور وہان کسی عورت سے نکاح کرے اور ایک عورت کو پکانے کے واسطے رکھے اور اُس منکوحہ سے
اُسکو ایک لڑکا ہو پھر اگر اُس شخص کو سفر کا اتفاق پڑے تو اس لڑکے کو کسکے سپرد کرے اُس پکانے والی کے یا اُس لڑکے کی ماکے ہندو نے
کہا کہ ماکے ہوتے پکانے والی کو ہرگز نہ سونپنا چاہیئے کیونکہ وہ لڑکا اپنی ماکا جنا ہے کچھہ پکانیوالی کا بیٹا نہین ہے فقیہ نے کہا تو نے خوب بات کہی اب
اپنے اعتراض کا جواب سن لے کہ روح آسمانی جب دنیا کے گھر مین آئی تو ایک بدن زمین سے بنا کر اُسکو عنایت کیا اور ہمیشہ غذا اور دوا اور
لباس اور رہنے بسنے کی جاے اور طرح طرح کے فائدے اُسکو زمین سے پہنچائے اور آگ سوائے پخت و پز کے آدمی کے اور کچھہ

کلام تہین تانی کمان منہ آگ کا یہہ ہی کہ جو کچھ چیزین کہ زمین سے اُگی ہین اُنکو بگاڑ دیتا ہی لیکن آدمی کی مانند نہین ہے اور بادر مین اُسکی آگ ہی حقیقت روح کہ بدن کے باپ کی مانند
ہی جایا تاکہ عالم برزخ کو جاوے ناچار اپنے بیٹے کو کہ بدن ہے اُسکی ماں کے حوالے کیا چاہیئے نہ اُس کے جلانے والی کو ہندوؤں نے سنا اور قبول کیا اور قائل ہوا اور یہہ بھی ہے
کہ آگ سے جلانا میت کے بدن کو پراگندہ کر دیتا ہی کہ اُسکے سبب سے روح کا علاقہ بدن سے بالکل چھوٹ جاتا ہی اور آثار اس عالم کے اُس روح کو کم پہنچتے ہین اور
کیفیتین اُس روح کی بھی اس عالم مین بہت کم سرایت کرتی ہین اور جو دفن کرتے ہین اجزا بدن کے اس اپنے مقام پر ہونیکے سبب اپنے حال پر برقرار ہو جاتے ہین تو روح
کا علاقہ بدن سے ازراہ نظر وعنایت کے بحال رہتا ہی اور زیارت کرنیوالون اور دوستون اور فائدہ لینے والونکی طرف توجہ روح کی آسانی سے ہوتی ہے
کہ بدن کے مکان معین ہونے سے گویا روح کا مکان بھی معین ہی اور آثار اس عالم کے جیسے صدقہ اور فاتحہ اور تلاوت قرآن مجید کی جو اس مقام پر کہ اُسکے بدن
کا مدفن ہی واقع ہوتی ہی تو آسانی سے فائدہ بخشتی ہی بس جلادینا گویا روح کو بے مکان کر دینا ہی اور دفن کرنا گویا روح کا ٹھکانا بنا دینا ہی اور اسیواسطے
اُن اولیاء اللہ اور صلحائے مومنین سے کہ دفن کیئے گئے ہین نفع اور فائدہ لینا جاری ہی اور مدد اور فائدہ بھی اُنسے متصور ہی برخلاف جلائے ہوئے مردون کے
کہ یہہ چیزین انکے مذہب والونکے نزدیک بھی اصلاً اُن سے وقوع مین نہین آتی ہین حاصل کلام کا یہہ ہی کہ دفن کرنیکا طریقہ آدمی کے حق مین ایک
بڑی نعمت ہے پھر اگر بعضے اُنمین سے اس نعمت کا بھی کفران کرین جیسے اور نعمتون کا کرتے ہین تو اُنسے کچھ شکوہ نہین کیونکہ آدمی کی جبلت مین
کفران نعمت ہے اور فقط اسی نعمت پر اُسکے حق مین اکتفا نہین فرمایا بلکہ **ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنشَرَهُ** پھر جب چاہیگا زندہ کرکے اُسکو قبر سے باہر نکالیگا کہ بدلا
اپنے کامونکا آخرت کے عالم مین ابدالآباد تک چکھے اور ہمیشہ کی زندگانی پاوے ہر چند کہ یہہ نعمت اب تک وقوع مین نہین آئی ہی کہ نعمتون معلومہ مذکورہ
کی تعداد مین گنی جاوے لیکن عاقل کو تھوڑے سے خیال کر نہین معلوم ہوجاتا ہی کہ جو اس حالتین کسی چیز نے اللہ تعالی کی مشیت سے مخالفت نہین کی ہی تو
اُس حالتین اُٹھنا اور جینا اُسکی مشیت سے مخالفت نکریگا اسیواسطے اس نعمت کو مشیت کے وقت پر متعلق فرمایا ہی اور آدمی کی ابتدا کی خلقت دلیل صحیح
اور بیان واضح ہی اُسکی دوسری بار کی خلقت پر اور اس نعمت کا بھی اگر آدمی نادانی اور جہل سے انکار کرے تو اُسکی حماقت اور نادانی سے خالی نہین ہے
اور جو یہان پر گمان اس شبہہ کا تھا کہ مبادا آدمی کے خیال مین گذرے اور جو ہمکو پیدایش کی شروع سے بزرگی اور کرامت کے ساتھہ سرفراز فرمایا ہی اور
جینے اور مرنے مین دوسری مخلوقات سے معزز وممتاز کیا ہی تو آخرت مین بھی اُسیطرح کے ساتھہ اسیطرح سے بخوبی پیش آوینگے کہ نواختہ را نباید انداخت وعزیز کردۂ خود را
ذلیل نباید ساخت اور یہہ بھی ہی کہ بعد دوسری بار روح بدن مین ڈالنے کے بعد بھی انسان ہی ہوگا اور انسانیت البتہ موجب اکرام وتعظیم کا ہی تو اس گمان کے
دفع کرنیکے واسطے فرماتے ہین **كَلَّا** یعنے نہین ہی ایسا گمان کرنا چاہیئے اسواسطے کہ اول کا اکرام اس جہت سے تھا کہ ابھی وہ مصدر گناہ ہونیکا نہین ہوا تھا
اور بعد گناہ کرنیکے پھر لانیکے وقت ہر چند کہ اُسکو پھر بھی انسان ہی کرینگے لیکن گنہگار انسان کہ مصدر گناہ ہونیکا ہوا ہی بس حال کے اعادہ کی حالت کو پہلی
حالت پر قیاس کرنا نہ چاہیئے اور کرم سابق کے پانے سے کرم لاحق کا امیدوار نہ ہوا چاہیئے کہ کسطرح سے آدمی کرم لاحق کی امید سے اپنی طرح
کریگا اور کرم پر پہنچیگا اور اسکا یہہ حال ہی **لَمَّا يَقْضِ مَا أَمَرَهُ** ہنوز تمام نہین کیا اور سرانجام کو نہین پہنچایا ہی اُسچیز کو کہ اُسکو فرمائی ہے
اُسکے خالق اور عزت بخشنے والے نے اور اگر اُسکے فرمان کو سرانجام کو پہنچاتا اور عہد سے بندگی کے برآتا تو البتہ توقع عزت اور اکرام کی اُسکو بجا بھی تھی اور
اب تقصیر اور نافرمانبرداری کی صورت مین خوف کرنا اور ڈرنا چاہیئے اور امیدوار ذلت اور خواری کا رہنا چاہیئے اور وہ جو کہتے ہین کہ نواختہ را نباید انداخت
وعزیز کردۂ خود را ذلیل نباید ساخت واقع کے خلاف ہی بلکہ بہت سی چیزین ہین کہ بعد اکرام کے سزاوار تذلیل اور تحقیر کے ہو جاتی ہین اور اگر اس بات
مین کچھ شک ہو تو **فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ** پھر چاہیئے کہ آدمی اپنی خوراک کی طرف دیکھے کہ کسطرح کا ناپاک فضلہ ہو جاتی ہی
بعد اس بات کے کہ نہایت عزت اور ستھرائی اور احتیاط سے پالی جاتی ہی اور وہی عنایتین اللہ تعالی کی اُسکے پیدا کرنے مین مصروف ہوتی ہین جو آدمی کے
پیدا کرنے مین مصروف ہوتی ہین چنانچہ اس بات مین بخوبی غور کرے کہ **أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا** تحقیق ہمنے ڈالا پانی آسمان سے جیسا کہ
حق ڈالنے کا ہی کہ آدمی کے نطفے کے بوند سے کہین زیادہ اور بہت ہی **ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا** پھر پھاڑا

... زمین ... کو جب ... [illegible] ... بہت زیادہ ہی اور یہ ... ایک ضعیف گہاس ... [illegible]
زمین سے باہر نکلنے کی قدرت نہین رکہتی ہی **فَأَنبَتْنَا فِيهَا حَبًّا** پہر اگائے ہمنے اُس مین دانے کہ قوت کے قابل ہین جیسے گیہون اور
چنے **وَعِنَبًا** اور انگور کہ قوت بہی ہی اور میوہ بہی اور دوا بہی اور شراب بہی **وَقَضْبًا** اور جو چیزین قابل کہانیکے ہین جیسے شلجم اور گاجر
اور چقندر اور شکرکند کہ کہانیمین نہایت قوت بخشتی ہی پہر اگر انکو کچی کہاو تو حرارت اور تشنگی کو دفع کرتی ہین اور اگر پکاو تو یہ معقول سالن ہی اور اگر مربا
یا اچار بناو ہین تو مہ دل کیا حکم پیدا کرتے ہین **وَزَيْتُونًا** اور زیتون کہ تیل بہی ہی اور سالن بہی ہو سکتا ہی **وَنَخْلًا** اور کہجور کہ قوت بہی ہی
اور میوہ بہی اور سالن بہی اور اُس سے نبیذ اور دوشاب بناتے ہین اور پینے کے خرچ مین لاتے ہین اور سرکہ بہی بناتے ہین **وَحَدَائِقَ** اور باغ
چار دیواریون کے کہ اُنہین طرح طرح کے میوے کے اور دوا کے درخت بوتے ہین اور جمتے ہین **غُلْبًا** گہنے درختون والے کہ اُنکی ٹہنیان موٹی موٹی
ہین اور عرب کی لغت مین اُس اونٹنی کو کہ جسکی گردن پر بہت بال ہون غلبا کہتے ہین اور جس اونٹ کی گردن پر جو بہت بال ہوتے ہین تو اُسکو بہی
اسد اغلب کہتے ہین اور یہان پر اُس باغ کو کہ جسکے درخت گنجان اور ڈالے موٹے موٹے ہون بطور استعارہ کے اُسکو غلبا فرمایا ہی **وَفَاكِهَةً**
اور دوسری قسم کے میوے کہ باغون مین نہین ہوتے بلکہ صحرائی اور کوہستانی ہوتے ہین **وَأَبًّا** اور سب طرح کی گہاس کہ خود بخود
اُگتی ہے اور کوئی اُسکو بوتا نہین **مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ** کام چلانے کو تمہارا اور تمہارے چارپایون کا کہ بعضی قسمین اُن چیزون
مین سے جو ذکر ہوئی ہین خاص ہین جانورون کے واسطے جیسے گہاس بہوس اور بعضی مشترک ہین آدمیون اور جانورونمین جیسے اناج کے دانے اور بعضی
اس قسم کی ہین کہ اچہی اچہی اُنہین سے آدمی کہاتے ہین اور بہوسی اور چہلکے اور گٹہلیان اور پتے اُنکے جانور کہاتے ہین پہر کہانیکے بعد کسقدر ذلیل و حقیر ہوجاتی
ہین کہ نجاست اور گوبر ہوجاتا ہی اور اُسکو گہرون سے دور پہینک دیتے ہین اور اُسکی بدبو کے سبب سے اُس سے نفرت کرتے ہین اب مناسب ہی کہ ہم کو اور اُس
پہلی ذات کو قیاس کرے اور مغرور ہو بڑا فرق ہی اسبات مین کہ آدمی کی خوراک کو عزت اور بزرگی دیکے جہٹ پٹا ذلیل اور خوار کر ڈالتے ہین کہ غلیظ ناپاک ہو کے
باہر نکلتا ہی اور آدمی خوب اُسکو جانتا ہی اور بزرگی آدمی کی بعد مدت دراز کے ذلت سے بدل جائیگی اور اُس مدت کی تعیین ہو وہ ہے **فَإِذَا جَاءَتِ**
الصَّاخَّةُ پہر جب آوے وہ غل کہ بہرے کردے جہان والون کے کان اور یہ اشارہ صور پہونکنے کی طرف ہے **يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ** جسدن بہاگیگا
آدمی اپنے بہائی سے ... [illegible] ... کہ اُسکو سب غیرون سے زیادہ دوست رکہتا ہی اور بچپن سے اُسکے ساتھ نسبت رکہتا تہا اور ... اور تائید اور ... ایک
دوسرے کی ... ہین ہی **وَأُمِّهِ** ... [illegible] ... اُنکو بہائی سے ... زیادہ ... کہتا ہی اور اُسکے رشتے پر اُسکے حق بہی بہت ہین **وَأَبِيهِ** اور اپنے باپ سے کہ ... تعظیم
بہی زیادہ ہی اور حق بہی ... اسیکا ہی **وَصَاحِبَتِهِ** اور اپنی جورو سے کہ آدمی کو ماں باپ سے بہی زیادہ عزیز ہوتی ہی کیونکہ اُسکے ساتھ دم مرگ تک
صحبت منظور ہوتی ہے اور ماں باپ کے حق کو جانتا ہی کہ خواہش خیال تہا کہ گذر گیا اب اُن سے کچہہ واسطہ نہ **وَبَنِيهِ** اور اپنے بیٹون سے کہ بیٹے آدمی کو عورت سے بہی زیادہ
پیارے ہین اس واسطے کہ انکو اپنے مرنیکے بعد اپنا قائم مقام جانتا ہی اور ذکر کرنا ہین ان قرابتون کے ترقی ادنی سے اعلی کی طرف ہے چنانچہ ظاہر ہی کہ جو آدمی باوجود ان
قرابتون کے اپنے اقربا سے بہاگیگا تو غیرون سے بطریق اولی بہاگیگا اور کہتے ہین کہ اول جو شخص کہ اپنے بہائی سے بہاگیگا وہ قابیل ہوگا کہ ہابیل سے بہاگیگا کہ دنیا کے
خون کی عوض مین اُسکو پکڑے نہین اور اول جو شخص کہ اپنی ماں اور باپ سے بہاگیگا حضرت ابراہیم علیہ السلام ہونگے کہ مبادا شفاعت کے واسطے الحاح و زاری کرین اور کافر کے
حق مین شفاعت مقبول نہین ہے اور اول جو شخص کہ اپنی عورت سے بہاگیگا حضرت نوح اور لوط علیہما السلام ہونگے کہ اُن دونون کی عورتین منافق
تہین اور منافق کے حق مین بہی شفاعت قبول نہین اور اول جو شخص کہ اپنے بیٹے سے بہاگیگا حضرت نوح علیہ السلام ہونگے کہ اُنکا بیٹا کنعان کافر مرا اور علمانے
اختلاف کیا ہے اسبات مین کہ اُسدن اپنے اقربا سے بہاگنے کی کیا وجہ ہوگی بعضے کہتے ہین کہ حق کے طلب کرنیکے خوف سے کہ مجہہ سے جو کچہہ اُنکی حق تلفی
ہوئی ہے مبادا کہ مجہے دیکہہ کر طلب کرنے لگے جیسے مفلس آدمی قرض خواہ سے بہاگتا ہے اسیواسطے حدیث شریف مین وارد ہوا ہے
کہ قیامت کے دن آدمی اپنے آشناؤن دوستون سے زیادہ بہاگیگا غیرون نا آشناؤن کی بہ نسبت کیون کہ دنیا مین اُن سے

کچھ معاملہ رکھا تھا کہ مطالبہ کا خوف ہو اور بعضون نے کہا ہی کہ مدد اور شفاعت کے خوف سے بہاگیگا کہ ایسا ہو کہ اُس نا ترسے والے کو یا اُسنا کو دوزخ کی بلے چلین اور مجھکو اُسکے چہڑانیکے واسطے اپنی نیکیون مین سے کچھ دینا پڑے یا اُسکے کچھ گناہ اپنے ذمے پر لینا پڑین چنانچہ قحط سالی کے دنون مین بہی اسی قسم کے خوف سے اپنے اقربا سے کم التفاتی کرتا ہی اور بعضے کہتے ہین کہ اس سبب سے کہ تکلیف عذاب اُنکا دیکہا نجاویگا اور قدرت شفاعت کی اور طاقت نیکیان دینے کی بہی نہ رکہتا ہوگا ناچار آنکہ بچا ہون سے چہپ جاویگا اور صحیح یہ بات ہی کہ ان سب جہتون کے سبب سے بہاگے گا کوئی تو ایک جہت سے اور کوئی دو جہت سے اور کوئی تینون جہتون سے بلکہ اسکے سوا اور کے دن ہر شخص اپنے حالمین گرفتار ہوگا اور دوسرے کیطرف کچھ التفات نکریگا چنانچہ فرماتے ہین **لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُّغْنِيهِ** ہر شخص کے واسطے نزدیک نسے کہ مذکور ہوئے ایک حالت ہوگی کہ کفایت کریگی اُسکو غم اور تشویش کہنچے مین اور نہ فرصت دیگی کہ دوسرے کے حال کیطرف متوجہ ہو اور خبر لے پہر جب ایسا حادثہ ہوگا تو لوگ عزت اور ذلت مین مختلف ہوجاوینگے **وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ** کتنے منہ اُسدن روشن ہونگے اسواسطے کہ ایمان کا نور اُنکے باطن سے ظاہر کیطرف جلوہ فرماویگا اور اُنکے چہرونکو روشن کریگا **ضَاحِكَةٌ** ہنستے ہونگے انعام و اکرام کی توقع پر کہ آثار اُسکے اپنے مین دیکہینگے **مُّسْتَبْشِرَةٌ** خوشیان کرتے اسواسطے کہ دم بدم انعام و اکرام مین زیادتی پاوینگے اور اسباب خوشی اور طربی کا روز بروز بڑہتا جاویگا **وَوُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ** اور کتنے منہ اُسدن **عَلَيْهَا غَبَرَةٌ** اُسپر سیاہی اور گرد و غبار ہوگا بسبب ظاہر ہونے گناہون کی تاریکی کے کہ باطن مین اُنکے گہر کر گئی تہی اور تہ نشین ہوگئی تہی اُسوقت ظہور کریگی **تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ** چڑہی آتی ہی اُسپر سیاہی اور یہ سیاہی ہر چند کہ کفر کا اثر ہی اور کفر دلکی تہ مین ہوتا ہی کہ گناہونکی سیاہی سے بہی زیادہ پوشیدہ ہی لیکن کفر کے غلبے کے سبب سے غالب ہوکر ظہور مین گناہون کی تاریکی کے اوپر آجاویگی جیسے تیل کہ ہر چند اُسکو پانی کے نیچے کرین اوپر آجاتا ہی۔ **أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ** یہہ لوگ منہ کالے وہی ہین کافر بدکار کہ کفر بہی کرتے تہے اور گناہ بہی اور کمال ذلت اور خواری کی سزاوار ہوئے اور اُنکی انسانیت کچھ کام نہ آئی اور اکرام کے لائق نہوئے باوجود اسبات کے کہ پہلی بار دنیا کی پیدایش مین وہ لوگ معزز و مکرم تہے اور عنایات الٰہی اُنکی پرورش کے واسطے مصروف ہوئی تہی اور جمع ہونا اس قسم کے دو رنگون کا خاصہ اُن لوگون کا ہی کہ کفر اور گناہ دونون کرتے تہے اور جو لوگ کہ فقط کفر یا فقط گناہ کرتے تہے اُنکے واسطے ایک ہی رنگ پر اکتفا کیا جاویگی اور گناہونکا رنگ سیاہ میلا ہوگا اور کفر کا رنگ کالا بہنورا اب باقی رہا یہ کہ ایک سوال اور وہ یہ ہی کہ اول مین اس سورت کے جناب باری کا عتاب ایسے پیغمبر جلیل القدر پسندکو بہیجنا نازل کرنے مین اس قصے کے قرآن مجید مین کیا حکمت ہی ظاہر تو عقل سے یون مناسب معلوم ہوتا ہی کہ اس عتاب خطاب کو پوشیدہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی زبانی ارشاد فرماتے اور وہ پیغمبر علیہ السلام کو خبردار کر دیتے اور حال یہ ہی کہ یہ قصہ قرآن مجید مین نازل ہوا اور مدتون قرنون تک زبان پر تلاوت کرنیوالون اور قاریونکی جاری رہیگا اور بار بار یہ قصہ لوگون کو یاد آویگا جواب اسکا یہ ہی کہ اس قصے اور خفگی مین بہت سے فائدے آداب و تعلیم اور ارشاد کے اور قاعدے حسن اخلاق کے تہے تو چاہا کہ اس قصے کو تمام فائدون کے ساتہہ قرآن مجید کا جزو کر دین تا کہ لوگ دم بدم اُس سے فیضیاب ہون اور محروم نہ رہین اور اُن سب فائدون مین سے کہ اس قصے مین ہین کتنے آنمین سے بیان کیے جاتے ہین اور باقی کو سُننے والے کی عقل کامل اور فہم صائب کو سونپتے ہین اول فائدہ یہ کہ کبہی کبہی پیغمبر بہی اجتہاد کرتے ہین اور اپنی عقل کے زور سے شرع کے قواعد سے ایک حکم دریافت کرتے ہین اور وہ حکم خطا ہو جاتا ہی تو حضور خداوندی سے پیغمبرونکو اُس خطا پر جلد آگاہ کر دیتے ہین چنانچہ اس قصے مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یون سمجہے کہ عام نفع کو خاص کے نفع پر مقدم رکہنا چاہیئے اور اسلام کی دعوت کو قرآن کی تعلیم پر ترجیح دینا چاہیئے اور اس راہ سے بدلے ہی لوگونکو تابعدار کرنا چاہیئے اور جو شخص کہ خود بخود طالب شوقین ہی فی الفور اُسکیطرف اسقدر التفات نہ چاہیئے کرنا کہ ارادت اور شوق اسکا اُسکو بہکانے لگادیگا اور اس وجہ مین یہی خطا واقع ہوئی کہ اس صورت مین عام کا نفع موہوم تہا اور خاص کا نفع ظاہر اور عام کے نفع کو خاص کے نفع پر اُسوقت مقدم کرتے ہین کہ دونون معلوم ہون یا دونون موہوم بس موہوم کو معلوم پر ترجیح دینا شرع کے قاعدے کے خلاف ہی اور اسلام کی دعوت کو قرآن کی تعلیم پر اس وقت ترجیح دینا چاہیئے جسوقت

فائدہ — [illegible] قصے کے [illegible]

فائدہ — پیغمبر بہی [illegible] خطا [illegible]

دعوتِ اسلام قبول ہونا یقینی ہو اور جو یقین قبول ہونیکا نہو تو الزام حجت کا ایک بار سے بھی ہوجاتا ہی حاجت خوشامد اور چاپلوسی کرنیکی نہیں دوسرا ہوا
دین کو اُسوقت چھوڑ دینا کچھ ضرور نہیں ہی اور اسیطرح سے تابعدار کرنا بدگونکا اُسوقت ضرور ہی کہ اُنکی تابعداری کی توقع ہو اور نا امیدی کی صورت میں گویا
ٹھنڈے لوہے کو پیٹنا ہی اور اسپر بھی جو غرض صالح ظاہر میں غرض فاسد سے مشتبہ ہوجاوے تو اُس غرض صالح کو بھی موافق حکم شرع کے چھوڑ دینا
چاہیئے اور اس جگہ بے پرخاطرداری کرنا اغنیا کی اور اندھے ضعیف محتاج فقیروں بینواؤں سے منہ پھیرنا محل ریاکی تہمت کا اور دنیا داروں کی پاسِ خاطر کا
ہوا جاتا تھا تو ایسے وقت میں اُس غرض صالح کو بھی چھوڑ دینا چاہیئے تھا کہ اتقوا مواضع التھم یعنے بچو تم تہمت کے ٹھکانوں سے دوسرا فائدہ یہ کہ جو
ایسی چیز پر کہ گناہ ہونا اُسکا ابھی معلوم نہیں ہوا ہی لیکن باعتبار اُس گناہ کرنیوالیکے حال کے اور اُسکی استعداد کی قوت اور عالی منصبی کے سببسے گو کہ
نامعلوم ہو تو بھی خفگی اور شکوہ متوجہ ہوسکتا ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو منع ہونا اس فعل کا معلوم نہ تھا اُسپر بھی خفگی ہوئی تیسرا فائدہ یہ کہ اندھا
کے واسطے رعایت تعظیم کی ضرور ہی گو کہ وہ اُس تعظیم پر مطلع نہو کیونکہ وہ اندھا اندھاپے کے سببسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کی کیفیت
سے کہ ترش ہی یا خندان ہی اور میری طرف متوجہ ہیں یا منہ پھیرے ہیں کچھ خبر نہ رکھتا تھا کہ رنجیدہ ہو لیکن ازبسکہ ایماندار تھا اور خدا کی راہ کا طالب
تھا تو تعظیم اُسکی ضرور تھی پس اُسکی تعظیم ترک کرنے پر خفگی ہوئی اسیواسطے حدیث میں وارد ہی کہ ترك السلام على الضرير خيانة
یعنے سلام علیک ترک کرنا اندھے سے اسلام کے حق میں خیانت ہے کیونکہ اگر وہ سلام علیک کے ترک کرنے سے رنجیدہ نہوا لیکن اسلام کا
حق تو تلف ہوا چوتھا فائدہ یہ کہ کفار کی طرف میل کرنا اگرچہ باعتبار ایک غرض شرعی نیک کے رخصت ہی لیکن ضرر سے خالی نہیں ہی پانچواں
فائدہ یہ کہ اہانت اور بیدلی پھیرنا مسلمان سے اگرچہ بے قصد واقع ہو تو بھی قباحت سے خالی نہیں چھٹا فائدہ یہ کہ دوستوں کو خفگی اور تنبیہ اُنکی
تقصیرات پر کرنا چاہیئے کہ دوستی کے باقی رہنے کی نشانی ہی ويبقى الود ما بقي العتاب یعنے جب تک غصہ اور شکوہ باقی ہی
دوستی بھی باقی ہی غصہ کرنا اُسوقت موقوف کرتے ہیں کہ دوستی موقوف کرنا منظور ہوتا ہی ساتواں فائدہ یہ کہ اگر کسی کو ایک عہدے پر
مقرر فرماویں ہرچند کہ وہ سرکار کا مقرب ہو اور عالی مرتبت ہرگز بازپرس سے احوال کے اور پوچھنے سے اُسکے کاموں کے
غافل ہونا نہ چاہیئے کہ یہ پوچھ پاچھ بادشاہی کی شرط ہے اور ملک داری کو لازم مطلق العنان کرنا عہدہ داروں کا اور کارپردازوں کا
مملکت میں رخنہ ڈالنا ہی آٹھواں فائدہ یہ کہ کسیکو اگرچہ ظاہر میں حقیر نظر آتا ہو حقیر نہ جاننا چاہیئے کیا معلوم ہی کہ اللہ تعالی کے نزدیک کیا مرتبہ ہی
بیت خاکساران جہان را بحقارت منگر * توچہ دانی کہ درین گرد سوارے باشد * وہ نابینا ظاہر میں فقیر و حقیر معلوم ہوتا تھا اور اُسکے سببسے سب
مخلوقات کے سردار پر عتاب ہوا نواں فائدہ یہ کہ طالب علم کو اگرچہ موانع پیش آویں لیکن علم کی طلب نہ چھوڑے کیونکہ وہ اندھا فقیر بھی تھا اور اسکا
ہاتھ پکڑنیوالا بھی کوئی نہ تھا اُسپر بھی علم کے طلب کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتا تھا اور اگر علم کی طلب میں ذرا بھی حیلے
کی راہ ڈھونڈنے میں موانعات کا بہانہ کرے تو ہرگز مطلب کو نہ پہنچیگا کیونکہ کوئی شخص اپنے حال موافق موانع سے خالی نہیں دسواں فائدہ یہ کہ
اُستاد اور مرشد کو لازم ہی کہ طالب علم کو اور اللہ کی راہ کے طالب پر جسقدر ہوسکے شفقت اور عنایت کرے اور جو مطلب اُسکا مطلوب ہی اُسکو پہنچاوے
گیارھواں فائدہ یہ کہ معلم اور مرشد کو چاہیئے کہ طالب علموں اور مریدوں میں دنیا کے مال وجاہ کے شرف کے سببسے فرق نہ کرے بلکہ شوق کی
کثرت اور استعداد کی قوت پر امتیاز کرے بارھواں فائدہ یہ کہ اگر کسی ضعیف کو کسی بزرگ سے کوئی سببسے کچھ رنج پہنچ جاوے تو اُس بزرگ کو
لازم ہی کہ اُسیوقت اُسکا تدارک کرے کہ یہ بات کچھ اُسکے مرتبے کو مضر نہیں بلکہ اُسکے علو مرتبے کی زیادتی کا موجب ہی اسواسطے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم ان آیتوں کے نازل ہونے کے ساتھ ہی اُس نابینا کے پیچھے دوڑے گئے اور اُن امیروں اور سرداروں سے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے تھے کچھہ حیا نکی اور کیا خوب کہا ہی بیت تواضع زگردن فرازان نکوست * گدا گر تواضع کند خوی
اوست * تیرھواں فائدہ یہ کہ جب روٹھے کو منا دیں تو چاہیئے کہ اُسکے مرتبے کو زیادہ کریں اور قدیم معمول سے اُسکی تعظیم اور تکریم بڑھا دیں

اگر اسکے رحم کا مرحم ہو اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسنے بیٹا اور بیٹی کے پیدا ہونیکی بابت پوچھا پایا اور فرمایا کہ انت فی عیال محمد ما بقیت یعنے تو میری
عیال کے حکم مین آیا جبتک کہ تو زندہ رہیگا اور جو چہرہ مین آیا وہ تجھا نیچے ہوا ان آئی دیکھو ان ایتون کے باقی رہنے سے قرآن مجید مین معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اللہ تعالی کی وحی پہنچانے مین نہایت امانت دار تھے والا ایسا خطاب شکایت کو کہ آپکی ذات مبارک پر نہایت گران تہا اور آنکی کسر شان کا موجب ہر گز عوام الناس
کے کان مین نہ ڈالتے چنانچہ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا نے اسی قسم کی بات مین فرمایا ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھہ وحی میں سے پوشیدہ
رکھتے تو حضرت زینب کے قصے کو پوشیدہ رکھتے کہ بیبکیا ... تا ... بیان فائدہ یہہ کہ طالب علم کو چاہیئے کہ خدا ترس ہو کیونکہ حق سبحانہ تعالی نے اسی
طالب علم کے حق مین مدح کے طور سے فرمایا ہے کہ اما من جاءک یسعی وھو یخشی سولوان فائدہ یہہ کہ اس مجلس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا
حضرت عباس بن عبد المطلب دوسرے نزدیک کے ناتےوالے جیسے ابوجہل وغیرہ حاضر تھے خلاط اور صحبت انکی سے باوجود قرابت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کو عتاب فرمایا ... اسلیے کہ شخص کے ... سے روگردان ہو جاوین تو اونسے اختلاط اور صحبت کرنا نہ چاہیئے اور غیروں سے کہ حق کے طالب ہون
صحبت اور اختلاط کرنا چاہیئے کہ دوست کے دشمنونکو دوست رکھنا خطا ہے اور دوست کے دوست سے منہ پھیرنا بخش کا مقام ہے اسیواسطے قرآن مجید مین بہی
جا بجا فرمایا ہے کہ لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا آباءھم او ابناءھم او اخوانھم
او عشیرتھم ہ باج ساع اوریہہ بہی معلوم ہوا کہ تعلیم اور ارشاد مین بہی مستعداد اور شوق والون کو قرابت والون پر مقدم رکھنا چاہیئے سترہوان فائدہ
یہہ کہ اس شخص کو کہ اسکے سبب سے جناب الہی سے یا پیغمبر کے حضور سے یا استاد و مرشد کیطرف سے اس شخص پر خفگی کیجاوے تو اس شخص سے بغض کرنا نچاہیئے
بلکہ اسسے زیادہ دوستی کرنا چاہیئے کہ اسکے سبب سے ایک عمدہ غرض کہ ادب ہے حاصل ہوا چنانچہ اس خفگی کے وارد ہونیکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس
نابینا کو دوست رکھتے تہے اور تعظیم کرتے تہے اور مرحبا کہتے تہے اور آنکی حاجتین روا کیا کرتے تہے واللہ الموفق والمعین وبہ نستعین۔

سورۃ اذا الشمس کورت

مکی ہے آیتین انتیس اور ایکسو چار کلمے اور پانسو چودہ حرف ہین اور حدیث صحیح مین وارد ہے عبد اللہ بن عمر کی روایت سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ جو شخص چاہتا ہے کہ قیامت کے دن کو دنیا میں ان آنکھون سے دیکھہ لے تو اسکو چاہیئے کہ سورۃ اذا الشمس کورت کو پڑہے اور یہہ بہی حدیث مین ہے کہ
حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایکروز جناب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عرض کی کہ یا رسول اللہ بڑہاپے نے آپ پر شتابی کی ہے
آپکے مزاج مبارک کی قوت سے یہہ توقع نہ تہی کہ اتنی عمر مین کہ قریب ساٹھہ کے ہے آثار بڑہاپے کے آپ پر ظاہر ہونگے لیکن یہہ بات ہمارے قیاس کے
خلاف وقوع مین آئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھکو ان پانچ سورتون نے بوڑہا کر دیا سورہ ہود اور سورہ واقعہ اور سورہ والمرسلات اور
سورہ عم یتساءلون اور سورہ اذا الشمس کورت نے بسبب ان سورتون مین عذاب الہی دنیا اور آخرت مین کہ امتون پر بسبب مخالفت کرنے پیغمبرونکے جو گذرا ہے
اور گذریگا مذکور ہے مجھکو انکے سننے سے اپنی امت کا غم نہایت غلبہ کرتا ہے اور غم کا خاصہ ہے کہ آدمی کو بوڑہا کر دیتا ہے چنانچہ نقل کرتے ہین ع
سألت من الاطباء ذات یوم ٭ اخبرنی ما شیبنی قال بالغم ٭ فقلت لہ علی عیر اختتام ٭ لقد اخطأت فیما قلت بل غم یکن
مراد بوڑہے ہونے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ضعف قوی کا اور بدن کی سستی مراد ہے نہ سفید ہونا بالونکا کیونکہ موئے مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کے ایسے سفید نہین ہوئے تہے کہ دیکھنے والے پر ظاہر ہون چنانچہ انس رضی اللہ عنہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم ہین فرماتے ہین کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے قریب سر مبارک و ریش مبارک مین سفید بال بیس تک نہین پہنچے تہے اور ظاہر ہے کہ اسقدر بال دیکھنے والے کو بہی
معلوم نہین ہوتے اور عرف مین بہی اسقدر سفیدی کو بڑہاپا نہین کہتے ہین اور سورتونکے ربط کی وجہ سورہ عبس سے یہہ ہے کہ اول مین آنکے صحف
قرآن مجید کے اسطرح سے مذکور ہین کہ کلا انھا تذکرۃ فمن شاء ذکرہ فی صحف مکرمۃ مرفوعۃ مطہرۃ بایدی سفرۃ

کرام بررۃ اور آخر مین اس سورہ کے بہی یہی مضمون ساتہہ ترتیب معکوس کے مذکور ہی کہ انہ لقول رسول کریم اور ان ہو الا ذکر للعالمین اور آخر مین اس سورہ کے
قیامت کا اور اسکے اوصاف اور ہول اور سختیونکا مذکور ہی کہ یوم یفر المرء من اخیہ وامہ وابیہ وصاحبتہ وبنیہ اور اس سورہ مین اول اسی مضمون کو
خوب شرح وبسط کے ساتہہ بیان فرمایا ہی اور اسکے نام کی وجہ ساتہہ تکویر کے یہہ ہے کہ اس سورہ مین اول اسی حادثے کو مذکور کیا ہی کہ آفتاب کا نور زائل ہو جاویگا اور
اس سورت مین قیامت کے بارہ حادثے یاد فرمائے ہین لیکن ان سب حادثون سے یہہ حادثہ نہایت سخت ہے اور تفصیل اس اجمال کی یہہ ہے کہ حادثہ مقصود بالذات پر واقع ہو تا
وہ بہت سخت ہوتا ہی اس حادثے سے کہ مقصود بالذات کے غیر پر واقع ہو مثلاً ضایع ہونا جان کا کہ آدمی کا مقصود بالذات ہے زیادہ سخت ہے ضایع ہونے سے
مال کے کیونکہ مال جان کے نفع کے واسطے مطلوب ہے نہ بالذات اور دوسرے یہہ کہ جس حادثے کو دوسرا حادثہ معارض نہو تو بہت سخت ہوجاتا ہی اس
حادثے سے جسکو دوسرا حادثہ معارضہ کرے کیونکہ معارضہ کی صورت مین شدت حادثے کی کم ہوجاتی ہی مثلاً ایک طرف سے آدمی کو خوف جان کا ہو اور
دوسری طرف توقع مال و جاہ کی دامنگیر ہو تو اس وقت مین جانے حادثے کو بھی چندان سخت نہین جانتا بلکہ اس حادثے سے جی نہین چراتا اور ہر حادثہ ان
بارہ حادثون مین سے قیامت کے کہ اس سورت مین یاد فرمایا ہی یا تو غیر مقصود بالذات کو صدمہ پہنچاتا ہی جیسے پوست اتارنا آسمان کا کہ آسمان کو خراب کر ڈالیگا
اور آسمان بہ نسبت اہل دنیا کے مطلوب بالذات نہین ہی کیونکہ فائدہ لینا اہل دنیا کا محض ستارون سے ہے اور آسمان کی مثال مانند ایک صندوق کے ہی
کہ اسمین جواہر اور عمدہ لباس رکھے ہین اگر وہ صندوق ٹوٹ گیا اور جواہر اور اسباب سلامت رہا تو کچھہ ٹوٹنا اسکا چندان گران نہین گذرتا اور یا معارض دوسرے کے
ساتہہ ہی کہ موجب فرحت اور خوشی کا ہی جیسے تسنیم جہیم کی کہ مقابلہ مین اسکے ازلاف یعنے پاس لانا جنت کا بہی ہوگا سوائے اس حادثے کے کہ ایک تو مطلوب
بالذات کو کہ آفتاب کی شعاع ہی صدمہ پہنچاویگا دوسرے یہہ کہ مقابلے مین اسکے کوئی اور حادثہ فرحت افزا بہی موجود نہوگا اور ایسے نور کرنا آفتاب کا کہ نہایت عمدہ اسباب
ہی حالات وجدانی نفس انسانی کے کہولنے کا کہ چمک سے آفتاب کے شعاع کی آنکھون کے دیکہنے کی چیزین تو نظر آتی ہین مگر معقولات و وجدانیات کے
ادراک کیواسطے حجاب ہوتی ہین اور اسی سبب سے یہہ بات ہی کہ عقلی چیزون مین فکر کرنیکے واسطے رات کا وقت مقرر کیا ہی اور خواب دیکہنے کا بہی وہی وقت ہے
اور زیادہ کیفیات نفسانیہ کا ان چیزون سے کہ عاشقونکو یا مریضونکو اور دردمندونکو یا مصیبت زدونکو جو پیش آتی ہین تو وہ بہی وہی وقت ہی اور اہل
اور توجہہ ہی اسیوقت نسبت باطنیہ کو اپنی بڑہاتے ہین اور ساحر اور تاثیرات نفسانی والے بہی اسیوقت کام مین مشغول ہوتے ہین اور سیاہ ہوجانا ستارونکا
یہہ کافی سے دریا شور کے اور جنبش سے پہاڑونکے بہی مقابلے مین اس حادثے کے کچھہ بزرگی نہین رکھتا کیونکہ ستارے اکثر تیرہ اور بے نور ہوجاتے ہین
اور دریائے شور چندان حوایج مین بنی آدم کے نافع نہین ہی کہ انکو مقصود بالذات تصور کیجیے اور علی ہذا القیاس پہاڑ اور سنگینی دوسرے حادثون کی خود ظاہر ہے
اب بیان کرتے ہین ہم اس بات کو کہ ان بارہ حادثون کو کسواسطے اس مقام پر خاص کرکے مذکور فرمایا ہی وجہ اسکی یہہ ہی کہ منظور بیان کرنا انقطاع
نفس انسانی کا توجہ سے طرف مالوفات اور مضرات کے ہی اور کشادہ ہونا اسکے شعور اور فہم کا ارواح سماویہ کی مدد سے اور ظاہر ہونا اعمالون کی صورتونکا
اور کہلنا مقدار ہر نیک اور بد کام کی جزا کا کہ مضمون علمت نفس ما احضرت کا ہے اور ہر حادثہ ان بارہ حادثون سے اس مضمون مین
دخل رکہتا ہے پس بسبب آفتاب کی تکویر کے اور سیاہ ہونے ستارون کے تعلق نفس انسانی کا کہ اپنے حوایج مین آسمان کے ساتہہ تھا منقطع
ہوجاویگا کیونکہ نفع لینا اسکا دیکہنے کی چیزون مین اور بدلنے مین فصلون اور موسمون کے اور نئے ہوتے مین مہینون اور چاندون کے
اور پہلے سے معلوم کرلینا آنیوالے حادثون کا محض چمک اور حرکتون سے ان اجرام کے تھا اور سقف اسکے عالم مالوف کی اس انقلاب سے خراب
ہوجاویگی اور بسبب تسییر جبال اور تزلزل زمین یعنے بسبب چلنے پہاڑون اور تہرتہرانے زمین کے امید اسکی سکونت سے زمین
کی اور استخراج معادن اور اگنے سے کہیتی اور میوونکے اور بہنے سے چشمون کے اور نہرون کے ٹوٹ جاویگی اور
صحن اسکے گھر کا خراب ہونا شروع ہوگا اور بسبب تعطیل عشار کے توجہ اسکی خبرگیری سے گہر کے جانورون کی اور حاصل کرنے سے دودہ
اور گھی اور صوف اور پشم اور نسل کے سست ہوجاویگی اور اس انقلاب سے گویا مطبخ اور خزانہ اسکا خراب ہوجاویگا اور بسبب جمع ہونے وحوش کے

بہت اُنکی شکار اور تسخیر سے جنگل کے جانورونکی اور جو نفع کہ پوست اور پشم اور مشک نافہ یا اور اجزا سے اُنکے حاصل کرتا ہے بالکل منقطع ہوجاوینگے اور بسبب
روشن ہونے دریاؤن کے سفر کشتی کا اور تجارتین بحری اور صید کرنے سے جانورون بحری کے اور نکالنے سے موتی مونگے اور عقیق اور عنبر کے مایوس ہونگے
اور یہ چہہ حادثے متعلق عالم دنیا سے اور انسان کے جسم سے ہین اور بعد اسکے ملنے سے نیک نفسون کے اپنے ہم جنسون سے اور شریر نفسون کے اپنے
ہم جنسون سے اور ہر ایک کی کیفیات نفسانیہ کے منعکس ہونیسے دوسرے کے قلب پر ہر شخص کو وجدانیات اپنے کما حقہ ظاہر ہوجاوینگے اور اپنے کو بالاجمال
اہل خیر و شر سے معلوم کرلیگا اور سوال کرنیسے موؤدہ کے کہ نفس اُسکا اس جہان سے نہایت سادہ گیا تہا معلوم کرلیگا کہ فہم شعور انسانی نے ایک وسعت
عظیم پیدا کی ہے کہ اس قسم کی الواح سادہ بہی نقش پذیر سوال و جواب کی ہوئی ہین اور یہ بہی معلوم کرلیگا کہ اس عالم مین بہر پانے سے حقوق کے
مراد ولی اعلی چہوٹا بڑا باوجود اسباب کے کہ تلف کرنیوالیکو حقوق کے اشد علاقے درمیان مین ہین جیسے پدری اور مادری ہرگز خالی نہ چہوڑینگے اور بسبب
کہولے جانے صحیفون اعمال کے تفصیل اپنے افعال و اقوال کی دریافت کرلیگا اور بسبب پوست اُترتے آسمان کے کہ کنایت ہے عالم مثال کی تجلی سے
کہ معدن اور اصل اُسکی افلاک کی قوت خیالیہ ہے اپنے اعمال کے صور مثالیہ کو دیکھ لیگا اور حقیقت کو حال کے معلوم کرجاویگا ع کہ با کہ باختہ ام عشق در
شب دیجور اور بسبب بہڑکانیسے دوزخ کی آگ کے اور نزدیک لانے سے بہشت کے اور آرائش اور سجاوٹ سے موافق جزاؤن عملون کے کہ خواہش اُنکی صور مثالیہ
کی ہے نہایت روشنی پیدا کریگا اور اسوقت مضمون علمت نفس ما احضرت کا جلوہ گر ہوگا اور یہ چہہ انقلاب تعلق آخرت کے عالم سے اور
قوائے عقلیہ اور خیالیہ سے انسان کی رکہتے ہین اور اسی تقریر سے وجہ اس ترتیب کی رعایت کی بہی ظاہر ہوئی اور یہ بہی ثابت ہوا کہ عالم برزخ مین
نفس انسانی کو باوجود بدن کی مفارقت کے یا اطلاع احوال پر اپنے اعمالون کے ممکن نہین ہے کیونکہ ہنوز آسمان و زمین قائم ہین اور تعلق اُسکا مکانات
اور اپنی رغبت کی چیزون کی طرف اور توجہ حال پر اقربا اور اپنے بنی نوع کے اور یاد کرنا اپنے گذرے حالات کا ہنوز منقضی نہین ہوا اور ابتدا عالم غیب سے
بطور خلوص و کمال کے انکو حاصل نہین ہوا اسیواسطے اُس عالم کو برزخ کہتے ہین کہ من وجہ احکام دنیا کے رکہتا ہے اور من وجہ احکام آخرت کے جیسے کسی شخص نے
ایک شہر مین یا ملک مین بہت مدت گذران کی پہر کسی اور شہر یا اور ملک کو چلا گیا اور ہنوز گہر اُسکا اُس پہلے شہر مین موجود ہے اور اقارب بہی
اُسکے وہان رہتے ہین اور خط کتابت کی بہی آمد و رفت ابہی جاری ہے ایسی حالت مین انقطاع کلی اُسکو اُس شہر سے ممکن نہین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

س ع ح

اذا الشمس كورت جسوقت کہ آفتاب لپیٹا جاویگا اور معنے تکویر کے عرب کی لغت مین کسی چیز کو گرد لپیٹنے کے ہین جیسے رسی یا پگڑی
اسکو حلقہ کرکے لپیٹتے ہین و کور العمامة یعنے مین پگڑی کے پیچ کے اسی لفظ سے ہے اور جو آفتاب کی شعاعین دراز رکہتا ہے موقوف کرنا اسکی شعاع کے ذہن مین تشبیہ
لپیٹنے سے پگڑی کے دی ہے اور اس لفظ کو بطور استعارے کے استعمال فرمایا ہے گویا کہ جب تک شعاع اُسکی پہیلی ہوئی ہے تو مانند اس تہان یا پارچے کے ہے کہ اسکو کہولکر پہیلایا
ہے اور جب شعاع زائل ہوگئی اور جرم اُسکا پنیر کے چلتے کے مانند بے نور رہ گیا تو گویا اس تہان کو تہہ کرلیا اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ الشمس والقمر
ثوران مكوران يوم القيمة یعنے آفتاب و ماہتاب پنیر کے دو چکیتون کی مانند بے نور پڑے ہونگے قیامت کے دن اور بعضی روایتون مین **ثوران**
عقيران بہی واقع ہوا ہے یعنے مانند دو بیلون کونچین کٹے ہوئے کے پڑے ہونگے اور دورہ سیر انکا منقطع ہوجاویگا اور ثور عرب کی لغت مین بیل کو بہی کہتے ہین اور
پنیر کے چلتے کو بہی اور جب تعلق ستارونکی ارواح کا جرمون سے اُنکے منقطع ہوجاویگا تو شعاع اور نور بہی زائل ہوجاویگا اور دورہ سیر بہی موقوف تو کبہی مثال نور کے
خیال کرکے پنیر کے چلتے سے نسبت دی ہے اور کبہی حرکت کے موقوف ہونے پر نظر کرکے کونچین کٹے بیل سے تشبیہ دی ہے اور ہرچند کہ آفتاب و ماہتاب موافق حدیث کے اس وقت مین شریک
ہونگے لیکن یہان پر اکتفا فقط آفتاب ہی کی تکویر پر ذکر فرمائی کیونکہ شعاع آفتاب کی جرم سیاہ کو ماہتاب کے نور اور روشنی بخشتی ہے پس تکویر آفتاب کی مستلزم ہے ماہتاب کی
تکویر کو حاجت علیحدہ بیان کی نہین **و اذا النجوم انكدرت** اور جسوقت کہ ستارے میلے ہوجاوینگے اور نور بہی انکا زائل ہوجاویگا حضرت

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ انہون نے فرمایا ہے کہ ستارے قندیلون مین نور کی زنجیرون سے لٹکتے ہین اور وہ زنجیرین فرشتون کے ہاتھون مین
ہین جب فرشتے مرجاوینگے تو وہ قندیلین انکے ہاتھون سے گرجاوینگی اور ستارے گرکے بکھر جائینگے اور نور انکا زائل ہوجاویگا بس اس تفسیر مین
بیان اس انقلاب کی انتہا کا ہے کہ ستارون پر ظاہر ہوگا اور اگلی سورتمین بیان ہے اس انقلاب کی ابتدا کا اور اختلاف لفظ مین نجوم اور
کواکب کے تعین کلام کے اسلوب کے واسطے ہے اور اسواسطے بھی ہے کہ نجم کے لفظ سے ظہور اشراق کا سمجھا جاتا ہے تو انکدار اسکو مناسب ہے اور
کوکب کے لفظ مین استقرار اور استحکام پوچھا جاتا ہے تو انتشار اسکے ساتھہ مناسب ہے **وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ** اور جب پہاڑ چلائے
جائینگے اور بادلون کی طرح سے ہوا مین اڑائے جائینگے اور پہاڑ زمین کے لنگر اور سنگ فرش کے مانند تھے جب انکی یہ حالت ہوگی تو زمین
کی حالت کو بھی اسی پر قیاس کرلیا چاہیے کہ کیا کچھہ اسکی خرابی ہوگی **وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ** اور جب گابھن اونٹنیان جنکا حمل
دس مہینے کا ہو چھوٹی پھرین اور ان کے مالک ان کی طرف کچھہ التفات نکرینگے اور وجہ ایسی اونٹنی کی تخصیص کرنیکی یہ ہے کہ منظور تعلق
انسانی کے انقطاع کا بیان ہے اپنے مالون سے اور سب مال مین سے جو زیادہ محتاج خبرداری کا ہے سو جانور ہین کیونکہ زر و جواہر اور دوسرے اسباب
ہمہ دم محتاج محافظت کے نہین ہوتے اور زراعت اور درخت اور عمارات اور مکانات بھی محتاج محافظت اور خبرگیری کے ہوتے ہین لیکن نہ ہر لحظہ اور
ہر ساعت برخلاف جانورون کے کہ ہمیشہ دھوپ سے چھانون مین اور چھانون سے دھوپ مین باندھنے کے محتاج ہوتے ہین اور ہر دم دانے پانی
گھاس کی خبرگیری چاہتے ہین اسیواسطے تجربہ والون نے کہا ہے کہ غم نداری بز بخر اور ان سب جانورون مین اعلی اور عمدہ عرب کے نزدیک جننے کے
قریب والی اونٹنی ہے کہ اسمین دو طرح کی خوشی ہے ایک تو بچے کی دوسرے دودھ کی اور بسبب بڑے پن کے دودھ اسکا اور جانورون کے دودھ سے دوچند
سہ چند زیادہ ہوتا ہے اور جو مخاطب اس کلام ہدایت فرجام مین اول فرقہ عرب کا ہے تو رعایت اس چیز کی کہ انکے ذہن مین جلد آجاوے
یا وہ چیز انکے خیال مین بسی ہے ضرور پڑی کیونکہ مقتضا بلاغت کا یہی ہے اور یہانپر ایک اشکال ہے کہ بعضے اذکیا اسکو مشکل جانتے ہین حاصل
اسکا یہ ہے کہ بعد اسکے کہ حضرت اسرافیلؑ نفخ صور فرماوینگے تو سب جانور مرجاوینگے اونٹنیان کہان ہونگی جو چھوٹی پھرینگی اور صور پھونکنے سے
پہلے قیامت کہان ہے کہ اونٹنیان معطل پھرین پھر یہ بات کس وقت کی ہے اکثر دانشمندون نے کہا ہے کہ یہ کلام فرضی اور خیالی ہے یعنے بالفرض اگر اس وقت
اونٹنیان اس صفت کے ساتھہ موجود ہون تو شدت ہول سے اس عزیز کے کوئی انکیطرف متوجہ نہوگا جیسے **يَوْمًا يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا** مین فرمایا ہے لیکن بعد
تامل کے معلوم ہوتا ہے کہ یہان پر حاجت اس تکلیف کی نہین ہے اسواسطے کہ جسوقت حضرت اسرافیل پہلی صور پھونکینگے تو آدمی و جاندار و اونٹنیان سب بیہوش ہوجائینگے اور جب
دوسری بار صور پھونکینگے تو سب کے سب جی اٹھینگے تو وہ اونٹنیان کہ جنکے حمل پر دس مہینے گذر گئے تھے وہ بھی اسیطور سے زندہ ہونگی چنانچہ حدیث صحیح مین آیا ہے
يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى مَا مَاتُوْا عَلَيْهِ اور مالک انکے اسوقت انکی طرف متوجہ نہونگے اور معطل چھوڑ دینگے اور بعضے اہل تفسیر نے کہا ہے
کہ مراد عشار سے ابر ہین کیونکہ عرب ابر کو حمل والے جانور سے نسبت دیتے ہین اور انکے خیال مین ابر کی صورت مادہ کی سی ہے اور ہوا کی صورت نر کی ایسی جیسے
نر مادہ سے ملکے حاملہ کردیتا ہے اسیطرح ہوا سے ابر مین پانی بھر جاتا ہے بس غرض یہ ہے کہ اسوقت ابر پانی سے خالی ہونگے اور کچھہ کام نہ آوینگے اور اس تفسیر
جو کچھہ کہ بعد ہے سو ظاہر ہے اور عشار جمع عشرا کی ہے جیسے نفاس جمع نفسا کے اور عشرا دس مہینے کی حاملہ اونٹنی کو کہتے ہین تمام سال تک اور تمام ہونا سال کا اونٹنی
کے حمل کے تمام ہونیکی پوری مدت ہے تو اسنام سے اسکو مذکور فرمایا **وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ** اور جسوقت کہ وحشی جانور کہ جنگل و بیابان
جمع کئے جاوینگے اور وجہ انکے جمع کرنیکی یہ ہے کہ رہنے کی جاگہہ انکی کہ پہاڑ اور جنگل تھے خراب ہوجاوینگے اور آگ اور دھوان ہر طرف سے انکے پیچھے پڑیگا
ناچار آدمیون کے مجمع مین مکان امن کا سمجھہ کر بھاگ آوینگے جیسے سردی کے ملک مین برف پڑنے کے وقت وحشی
جانور طبیعت اصلی کو اپنی کہ نفرت اور وحشت ہے چھوڑ کر بستیون اور گھرون مین گھستے ہین اور اس واقعے مین دلیل صریح ہے اس
بات پر کہ ہول اس روز کا اس مرتبے کو پہنچیگا کہ وحشیونکو انسان سے نفرت نہ رہیگی اور بعضے جو بعضے سے عداوت طبعی رکھتے تھے

اُس دن کچھ خوف ڈر ایک دوسرے کا باقی نہیگا اور قتادہ اور دوسرے مفسرون نے کہا ہے کہ مراد حشر سے وحوش کے اُنکا زندہ کرنا ہے بعد مرنیکے کہ قصاص کے واسطے اُنکو پھر
زندہ کرینگے اور حدیث شریف مین ہے کہ جانورون مین بھی قصاص جاری ہوگا یہان تک کہ منڈی بکری سینگون والی بکری سے اپنا بدلا لیگی لیکن قصاص ہو چکنے
کے بعد سب کو خاک کر دینگے اور جو خدا کے نام پر ذبح ہوئی ہین وہ بہشت کی خاک ہونگے مگر وہ جانور جو بہشتیون کی خوشی کا باعث ہونگے یا سبب اُنکی لذت کا سو
وہ جانور بہشت مین باقی رہینگے جیسے طاؤس اور گھوڑا یا اور کوئی جانور خوبصورت خوش آواز یا وہ جانور کہ جنکا گوشت بہشتیونکو مرغوب ہوگا وہ اُنکی غذا کیواسطے
چھوڑ دئے جاوینگے چنانچہ قرآن مجید مین سورۂ واقعہ مین مذکور ہے **ولحم طیر مما یشتہون** اور وہ چیزین باقی رہینگی جو دوزخیون کے عذاب زیادہ ہونیکا
سبب ہوں سو دوزخ مین جاوینگی جیسے سانپ و بچھو اور مکھی کہ اُنکے جلے بھنے بدن پر بیٹھین گی اور اُنکو رنج و دکھ دینگے بغیر اسباب کے کہ اُن جانورون
کو اُس دوزخ کی آگ سے کچھ رنج و تکلیف ہو اسیواسطے حدیث شریف مین وارد ہے کہ **الذباب کلہ فی النار** اور یہہ بھی حدیث صحیح مین وارد ہے
کہ **ان فی الجنۃ طیرا ناعمۃ واکلہا انعم منہا** **وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ** اور جس وقت کہ دریا بھڑکائے جاوینگے اور پانی اُنکا دھوان
اور آگ ہو جاویگا اور ہوا اُس آگ اور دھوین کے ملنے سے حدت اور حرارت پیدا کریگی اور اہل محشر کی تکلیف اور رنج کا سبب ہوگی لیکن اہل ایمان
لوگ شر سے اس دھوین کے محفوظ رہینگے چنانچہ حدیث صحیح مین وارد ہے کہ اُس روز کے دھوین سے اہل ایمان لوگونکو اسیقدر تکلیف پہنچیگی کہ زکام
ہو جاویگا **وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ** اور جس وقت کہ نفوس انسانی نفوس سماوی اور ارضی سے ملائے جاوینگے تاکہ
قوت خیر و شر کے اور ادراک کی زیادہ ہو جاوے اور پوری جزا ہر عمل کی بنا پر ہر درجے مین چکھین اور بعضون نے کہا ہے کہ مراد تزویج نفوس سے ارواح
کا ملانا ہے جسمون کے ساتھ اور بعضون نے کہا ہے کہ مراد یہہ ہے کہ لوگون کو ازواج ثلثہ کر دینگے یعنے تین قسم کر دینگے کہ تفصیل اُسکی سورۂ واقعہ کی آیت
وکنتم ازواجا ثلثۃ مین مذکور ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ ہر شخص کو اپنے ہم مشرب اور ہم مذہب کے ساتھ جمع کر کے جُدے جُدے
غول بنا دین گے اور خیر و شر کے طبقون کو اس ترتیب مین رعایت رکھین گے اور بعضون نے کہا ہے کہ ہر شخص کا اوس شخص کے ساتھ
حشر کرینگے جسکے ساتھ دنیا مین نہایت محبت رکھتا تھا پھر وہ خواہ نیک ہو خواہ بد جیسے پیر و استاد اور بادشاہ اور امیر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے
فرمایا ہے کہ نفوس کو مومنین کے حورعین کے ساتھ جوڑ لگا دینگے اور کافرون کے نفوس کو شیطانون کے ساتھ ملا دینگے اور زجاج نے کہا ہے کہ
ہر نفس کو اُسکے عملون کی صورت مثالی سے خواہ نیکی ہو خواہ بدی جوڑا لگا دینگے **وَاِذَا الْمَوْءٗدَۃُ سُئِلَتْ** اور جب موؤدہ
پوچھی جاویگی اور موؤدہ عرب کی لغت مین جیتی گاڑ دی ہوئی لڑکی کو کہتے ہین مشتق ہے **وَاَدَ یَئِدُ** سے اور عرب مین رسم تھا کہ لڑکیون کو پیدا
ہوتے ہی گاڑ دیتے تھے بعضے تو تنگدستی اور شادی بیاہ کے اخراجات کے خوف سے یہہ کام کرتے تھے اور بعضون کو یہہ عار تھی کہ ہم اپنی بیٹی کسی کو
دینگے اور وہ ہمارا داماد کہلاویگا اس خیال فاسد مین گرفتار ہو کر اس امر شنیع مین مبتلا تھے اور اس امر قبیح نے اُس زمانہ مین اُس ملک مین ایسا
رواج پایا تھا کہ اسکو فخر اور غیرت جانتے تھے اور ہرگز اُس گناہ کے عذاب کا خوف نہین رکھتے تھے اس گمان پر کہ ہماری اولاد ہماری ملک ہے
اس مین اختیار ہے جو چاہین سو کرین حق تعالی نے اُنکے اُس فعل شنیع پر جابجا قرآن مجید مین مذمت فرمائی اور وجہین اُسکی برائی
کی کھول کر بیان کر دین کہ ضمن مین اس فعل قبیح کے سوائے قطع رحم اقرب کے کہ والد ہے اور بہت سی قباحتین موجود ہین اُنمین سے ایک
ظلم و ستم ہے بے گناہ معصوم پر کہ وبال اُسکا معلوم ہے اور مکروہ جاننا اللہ تعالی کی پیدایش کو بلاوجہ اور ناخوش ہونا اللہ تعالی کی خواہش سے
اور مقابلہ کرنا اُسکے فعل کا ضد کے ساتھ کہ اُس خالق نے نو مہینے مین اُسکو بنا کر تیار کیا اور اُسنے پیدا ہونے کے ساتھ ہی
ارادہ اُسکی ہلاکت کا کیا اور دوسرے بے اعتمادی ہے اللہ تعالی کی رزاقی اور کارسازی پر اور یہہ کہ مال کا بخل اس درجے
کو ہے کہ اپنی اولاد پر مال خرچ کرنا روا نہین رکھتا اسی طرح کی اور بہت سی باتین ہین اور اسیواسطے جو عرب مین سمجھہ والے
لوگ تھے اُسکی قباحت کو دریافت کر کے اپنے کو اس کام سے روکتے تھے لیکن قوم کے رسم سے ناچار رہتے تھے یہان تک کہ زید بن عمرو

بن نفیل چچازاد بہائی حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے تہے مین بیٹہا ہوے اور جہان سنتے کہ فلانیکے گہر مین لڑکی پیدا ہوئی ہی اور وہ جیتی گاڑی جائیگی
تو جہپٹ کے وہان جاتے اور کہتے کہ اسکو مجہے اپنی بیٹی کیا جو کچہہ کہ اسکے کہانے پہننے کا اور بیاہ شادی کا خرچ ہی وہ سب میرے سر تمکو کچہہ کام نہین اسیطرح
سے بہت سی لڑکیان بچالین اسیواسطے انکو محی الاموات کہتے تہے اور انکے اس رسم صالح کی اور قبیلون کے بہی بعضے بعضے عرب اتباع کرتے تہے
چنانچہ صعصعہ فرزدق شاعر کا دادا بہی یہی کام کرتا تہا اسیواسطے فرزدق نے اپنے دادا کے اس فعل کی بڑائی اکثر اپنے شعرونمین کی ہی اور اب اس
امت مین اس فعل شنیع نے دوسری صورت سے نمود پکڑی ہی اور شیطان کا قاعدہ ہی کہ جو کسی بڑے کام کو لوگ ممانعت شرعیہ یا دلائل عقلیہ
کے سبب سے قبیح جان کر چہوڑ دیتے ہین تو وہ لعین اسی کام کو دوسری صورتمین انکی نظرون مین بہلا دکہاتا ہی تاکہ اسکا اصل مطلب فوت نہو
اور وہ صورت جو اس امت مین رکہتی ہی یہہ ہی کہ اگر کسی لونڈی باندی یا کسی اور کم اصل عورت کو کسی سے حمل رہگیا تو مارے غیرت کے کہ مبادا لڑکی پیدا ہو
تو کسی کم اصل سے رشتہ کرنا پڑیگا بس اس بات کو ننگ وغیرت شرافت کی جان کر بعد جان پڑنے کے کہ مدت اسکی اکثر چار مہینے گذرنے کے بعد ہے
گرا دیتے ہین اور اس امر شنیع کے مرتکب ہوتے ہین اور بطور فخر اور بڑائی کے اسکو بیان کرتے ہین حالانکہ خون ناحق مین یا دوسری قباحتون
مین سر مو موؤدہ سے یہہ فعل کم نہین ہی لیکن اگر روح پڑنے سے پہلے ہو تو صحابہ کو گرانہین عذر شرعی سے جیسے جننے کی سختی یا کثرت عیال کی
یا قلت مال کی یا مسافرت کے سبب سے یا جانے کہ اگر یہہ لونڈی جنے گی تو خدمت نکر سکیگی اختلاف واقع ہوا تہا اور حضور مین حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب
رضی اللہ تعالی عنہ کے اس امر مین بہت گفتگو ہوئی یہان تک کہ حضرت امیر المومنین مرتضی علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ **واللہ لاتکون موؤدۃ حتی
تاتی علیہ التارات السبع** اس کلام کو حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے پسند فرمایا ہی اور یہی بات ٹہر گئی اور بعضے صحابہ
اسکو بہی احتیاط کے واسطے حرام جانتے تہے اور اسکو موؤدہ صغری کہتے تہے کیونکہ اگرچہ قتل نفس کا اس عمل مین نہین ہی لیکن اسکی رذاقیت پر عدم
توکل اور معارضہ اسکے فعل کا ساتہہ ضد کے بلاوجہ اور سوا اسکے دوسری قباحتین بہی موجود ہین لیکن صحیح یہہ بات ہے کہ جائز ہی عزل کے قیاس کے اعتبار سے
اور وہ جو حدیث شریف مین عزل کے حق مین وارد ہی کہ **ذلک الواد الخفی** وہ عزل کی حرمت پر دلالت نہین کرتا بلکہ کراہت اور اولاد کے ترک ہونے پر دلالت
کرتا ہی کیونکہ خفی ہر امر کا اسکے جلی کا حکم نہین رکہتا جیسے ریا کہ شرک خفی ہی حکم شرک جلی کا نہین رکہتی اور جائز ہونا عزل کا روایات صحیحہ مشہورہ سے ثابت ہے
لا شبہۃ فیہ اور استعمال کرنا دواؤن کا قبل جماع کے یا بعد جماع کے کہ حمل نہ رہنے پاوے مانند عزل کے جائز اور روا ہے اور یہان پر ایک شبہہ ہی کہ اکثر
خیال مین گذرتا ہی وہ یہہ ہی کہ موؤدہ بیچاری مظلوم ماری گئی ہی اس سے سوال کرنا کوئی وجہ نہین رکہتا چاہیئے تہا کہ سوال اسکے قاتل سے کیا جاتا تاکہ
اسکو سرزنش ہوتی پس جواب اس شبہہ کا یہہ ہی کہ سوال موؤدہ سے اس طرح پر ہوگا کہ تو کیون ماری گئی تاکہ خلاف قاعدہ کیے ہو بلکہ اس طرح سے
ہوگا کہ **بِاَیِّ ذَنۡۢبٍ قُتِلَتۡ** کس گناہ پر ماری گئی ہی وہ موؤدہ اور لایق اس سوال کے مظلوم ہی نہ ظالم کیونکہ غرض اس سوال سے ملقین دعوی
اور ظاہر ہونا ظلم کی وجہ کا منظور ہوتا ہی کہ مظلوم کہدے کہ مجہپر فلانے نے بے وجہ یہہ ظلم کیا ہی اور موؤدہ سے سوال کرنے مین اس طور سے یہہ بہید ہی کہ نفس صغیر
ہر چند کہ اس جہان مین شعور اور فہم اور ادراک پیدا کریگا لیکن تو بہی ادراک اسکا ادراک سے دار القضا کے مشاق نہین اور دنیا کے جہگڑنیوالون سے کہ انہین
کاموتمین تمام عمر اپنی صرف کی البتہ کم ہوا چاہیئے اور جو کچہہ کہ دکہہ درد اسکو جان جانے کا گذرا تہا سو چندان اسکو گران نہین گذرا تہا کیونکہ وہ زندگی
اسکی ایک خواب وخیال تہی کہ دیکہی اور گذر گئی اور یہہ بہی ہی کہ پہلے ہی دعوے ماباپ پر کرنےمین حیا کے سبب سے پیش قدمی نکر سکیگی تو ضرور ہوا کہ
اس طرف سے اس طور سے اسکو تلقین اور یاد دلانا دعوی کا ہوگا جیسے کوئی مظلوم بے سمجہہ کوکہ بیان کرنے مین اپنی حجت کے اور پورا کرنے مین
اپنے دعوی کے قصور کرتا ہے تو حکام باانصاف اسکو اس قسم کی تلقین وتذکیر کرتے ہین کہ حقوق اسکے برباد نجاوین اور اسی طور سے اگر
کوئی مظلوم بسبب کسی علاقہ کے کہ ظالم رکہتا ہے صاف صاف بیان کرنے سے اسکے ظلم کے شرماتا ہے یا خوف کہاتا ہے اسکے
حق مین بہی ارباب عدالت کا یہی شیوہ معمول ہے اور فقہانے بہی لکہا ہی کہ قاضی کو تلقین مدعی اور شاہد کی اس قسم کی صورتون مین درست ہے

کیونکہ مظلوم کا حق کو پہنچانا بدون اُسکے ہو نہین سکتا اور با وجود اسبابکے اس سوال مین بہی مراتب اُسکے ادبکے والدین کے ساتھہ موجود ہین کیونکہ
اول تو کر اُسکے قاتل کا نفرمایا گویا قاتل سے سوال منظور ہی نہین ہی تاکہ فضیحت نہو اسیواسطے مجہول کے صیغے سے لاتے ہین کہ قتلت یا سوال اُس گناہ
کا فرمایا کہ موجب اُسکے قتل کا ہوا گویا کہ اشارہ فرماتے ہین کہ والدین کو تو اپنی اولاد سے کمال شفقت اور محبت ہوتی ہی بغیر کسی گناہ عظیم کے تجہسے یہ معاملہ
کیا ہوگا اسواسطے تجہسے پوچہتے ہین کہ وہ کیا گناہ تہا لیکن بہ عایت اس ادب کی ماباپکے حق مین موؤدہ کیطرفسے موجب ماباپ کی کمال رسوائی اور فضیحتی کا
ہوگا خصوصًا موؤدہ کے گناہ کے سوال کرنیمین کہ وہ ہرگز محل گناہ کا نہین ہوسکتی تہی تعریض الزام صریح سے اُنکے ہوگی اور اگر پہلے ہی سوال والدین
سے واقع ہوتا کہ تمنے بے گناہ اپنی بیٹی کو کیون مارڈالا تو یہ فضیحتی اور رسوائی اور آثار یادتی خوف اور دہشت حاصل نہوتا اور یہی ہی کہ ترک کرنیمین
سوال کے اُنسے اور متوجہ کرنا سوال اور خطابکا موؤدہ سے اُنکی کمال شقاوت اور بدبختی کی نشانی ہی کہ ان سے بسبب کمال قہر و بغض کے اس
حرکت بے برکت سے سوال خفگی اور عتاب کا بہی نہین فرماتے ہین کیونکہ کلفت عذاب و عتاب کی لذتسے کلام و خطاب کی تسکین معلوم ہوگی
اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ چنانچہ کسی کا قول ہی **شعر** پرسش اگر نیست بگو نا سزا ٭ کز دہنت یکسخنم آرزوست ٭ اور یہان پر سمجہلینا چاہیے
کہ حدیث صحیح مین وارد ہی کہ اَلْوَائِدَةُ وَالْمَوْؤُدَةُ فِي النَّارِ یعنے جس عورتنے کہ اپنی بیٹی جیتی گاڑدی ہی وہ اور اُسکی بیٹی دونو دوزخمین
جاینگی معتزلہ اس حدیث کے سُننے سے متحیر ہوتے ہین اور مقابل مین اس حدیث صحیح کے اس آیت کو سند پکڑتے ہین اور کہتے ہین کہ جو حق تعالے بسبب موؤدہ کے
کافرونکو زجر و توبیخ فرمائیگا تو ممکن نہین کہ موؤدہ عذاب کی جاوے اور اس دلیل پکڑنے سے اُنکی کمال جہل و نادانی ثابت ہوتی ہی کیونکہ ماباپ پر
عذاب اسواسطے ہی کہ خون ناحق کیا ہی اور موؤدہ پر عذاب اسجہتسے ہی کہ کفر مین ماباپکے تابع ہی جیسے ظالم و مظلوم کہ دونون کافر ہون تو ایک پر دوسرے
کے واسطے عذاب کرینگے اور اصل عذاب مین دونون شریک ہین بسبب کفر کے اسیواسطے اہل سنتکے نزدیک کافرونکے لڑکون کو معذب ہونا باعتبار
شریعتکے قاعدیکے ظاہر ہی کیونکہ نفس طفل کا خصوصًا وہ طفل کہ ایسی چہوٹی عمر مین اس جہان سے گیا ہو تو گویا ماباپکے وجود کا ایک ٹکڑا ہی ابہی استقلال
و تکمیل حاصل نہین کی ہی جب والدین عذاب کئے جاینگے تو یہ نفس سادہ بہی اُنکی تبعیت سے عذاب مین ہوگا جیسے تو اُمین کہ ساتہی ہنستے ہین اور ساتہی روتے
ہین اور بہوکے پیاسے بہی ایکساہی و غمگین ہوتے ہین کیونکہ اتصال نفسانی اُنکا مفارقت استقلال سے ہنوز مبدل نہین ہوا واللہ اعلم اور یہان ایک نکتہ ہی
کہ قابل بیان کے ہی وہ یہ ہی کہ قتلت کو غائب کے صیغے سے کسواسطے لائے خطاب اسبات کو چاہتا تہا کہ قتلت مونث مجہول مخاطب کے صیغہ سے فرماتے جواب
اُسکا یہ ہی کہ منظور تو واقعات قیامتکا بیان ہی اور موؤدہ کا حال غیبت کے صیغے سے بیان فرماتے ہین بس خبر دینا ہی موؤدہ کے سوال سے کہ واقع ہوگا
حکایت خطابی کہ اُسکے ساتہہ درمیان مین آویگی و حکم فقہ کا یہ ہی کہ اگر کسی شخص کے ہاتہہ سے اُسکی اولاد خطا سے تلف ہوجاوے جیسے چار مہینے کا حمل
گرادینا یا اندیشے زیادہ افیون کہلا دینا یا محافظت مین قصور واقع ہونا مثلًا کوئی عورت چہجے پر بیٹہی اپنے لڑکے کو کہلاتی تہی اور وہ لڑکا اُسکے
ہاتہہ سے چہوٹ کے زمین پر گرپڑا اور مرگیا و علی ہذا القیاس تو اُن پر کفارہ لازم ہوتا ہی اور قتادہ سے روایت ہی کہ قیس عاصم تمیمی کا بیٹا آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے پاس آیا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ مجہسے ایک بڑا سخت گناہ ہوا ہی کہ کفر کی حالتمین آٹہہ بیٹیان مینے جیتی گاڑدین ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ عوض مین ہر لڑکی کے ایک ایک غلام آزاد کر اُسنے عرض کی کہ یا رسول اللہ مین تو اونٹون والا ہون غلام تو میرے پاس نہین ارشاد ہوا کہ ہر
لڑکی کے عوض ایک ایک اونٹ اللہ کی راہ مین دے **وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ** اور جسوقت کہ صحیفے اعمالونکے کہ لپٹے ہوئے سجین اور علیین مین
رکہے تہے کہولے جاوینگے اور ہر شخص جو کچہہ کہ اُسکے صحیفون مین ہی معلوم کرلیگا اور قتادہ سے مروی ہی کہ آدمی کے اعمال کے صحیفون کو اُسکے مرنیکے بعد
لپیٹ کے دفتر مین نگاہ رکہتے ہین اور بعضے مفسرون نے نشر کو پراگندہ کے معنومین لیا ہی یعنے اعمالنامونکو بکہیرینگے اور جس دفتر مین کہ اکٹہے جمع تہے وہانسے نکالکے
بانٹدینگے کسیکو بائین ہاتہہ مین پیٹہہ کے پیچہے سے اور کسیکو داہنے ہاتہہ مین منہ کے سامنے سے دینگے اور مرثد بن وداعہ سے مروی ہی کہ قیامت کے دن صحیفونکو عرش کے
نیچے سے اُڑادینگے بس جو صحیفہ کہ ایماندار کے ہاتہہ آویگا اُسمین یہ لکہا ہوگا کہ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ اور جو کافر کے ہاتہہ مین آویگا اُسمین یہ لفظ لکہا ہوگا

وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ اور جب چنانچہ کشاف مین مذکور ہی صحیفے ہونگے اعمال کے صحیفے فرعون کی مانند ہونگے اور یہہ صحیفے فال کے فی سموم وحمیم کر
آسمان کا پوست اتارا جائیگا جیسے جانور کا کہ بعد ذبح کے پوست اتار لیتے ہین اور تمام اجزا اور عضا اور رگ اور ریشے اسکے ظاہر ہوجاتے ہین اسیطرح سے اوخیالات
فلک کے مکنونات کرشہا کی صورتیں ہین ظاہر اور منکشف ہوجاوینگے اور فرشتے حاملان صحف اور دوسری قسمونکے فرشتے نازل ہونگے
وَإِذَا الْجَحِيمُ سُعِّرَتْ اور جسوقت کہ دوزخ بہڑکائی جائیگی اور شدت اسکی سوزش کی زیادتی پکڑیگی وَإِذَا الْجَنَّةُ
أُزْلِفَتْ اور جسوقت کہ بہشت محشر کے نزدیک لائی جائیگی پس مسلمانونکو خوشی پر خوشی زیادہ ہوگی اور کافرونکو حسرت پر حسرت اور جب یہ بارہ حادثے
متحقق ہونگے کہ چھ ان مین سے دنیا مین قبل صور پہونکنے کے ہونگے اور چھ ان مین سے بعد صور پہونکنے کے ہونگے عَلِمَتْ نَفْسٌ مَا
أَحْضَرَتْ جان لیگا ہر جی جو لیکر آیا ہی نیکی سے اور بدی سے اور بعضے اہل تاویل نے کہا ہی کہ ان بارہ حالتونکو موت کیوقت کہ قیامت کا نمونہ
ہی معلوم کرینگے اسیواسطے اسکو قیامت صغری کہتے ہین اور حدیث شریف مین بہی وارد ہی کہ من مات فقد قامت قیامته یہی اعتبار ہے
کہ نیر اعظم آفتاب آدمی کی روح کے مانند ہی کہ شعاع سے اسکی بدن زندہ ہوتا ہی اور جو علاقہ اسکا تدبیر سے بدن کی منقطع ہوگیا تو گویا انسان
کے بدن کا آفتاب مکور اور بے نور ہوگیا اور انکدار نجوم کا نمونہ ہی حواس وقوائے انسانی کی بیکار ہوجانیکا کہ موت کے وقت نمودار ہوتا ہی اور جنبش ہائے روح
باطل ہوجانا اعضائے رئیسہ کا اور اسکی بدن کی ہڈیون کا ہی کہ اپنے کام سے معزول ہوکر برباد ہوجاتے ہین اور تعطیل عشار کی نمونہ ہی دودہ اور چربی کے
خشک ہوجانیکا اور افعال طبیعی کے باطل ہونے کا کہ کارپرداز اسکا جگر اور دوسرے آلات غذا کے ہین اور حشر وحوش نمونہ افعال بہیمیہ اور سبعیہ کے
نتائج کا ہی اور بہڑکانا دریاؤنکا خشک ہونا خون کا اور بدن کی دوسری رطوبتون کا یا باطل ہونا اوہام اور خیالات اور امیدون اور آرزون کا
کہ ہر ایک ایک دریائے بے پایان ہی کہ بغیر موت اختیاری یا اضطراری کے انقطاع انکا متصور نہین اور تزویج نفوس جمع ہونا ملکات مکتسبہ کا ہی آپسمین ظلمانی کی
ظلمانی سے اور نورانی کا نورانی سے اور موؤدہ ایک قوت ہی کہ آدمی نے اسکو اسکے غیر مقرر مصرف مین صرف کرکے برباد کیا اور بعضے دانشمندون سے منقول ہی
کہ جو کوئی نکتہ نفیس مقدمات علمیہ کا خاطر اوکیا مین گذرے اور اسکو قید کتابت مین مقید نکرین یہانتک کہ وہ بہول جاوے تو وہ بہی موؤدہ مین داخل ہی اور آسمان کا
کشط کنایت ہی روح کے احکام ظاہر ہونے سے اور تسعیر جحیم دیکہنا ہی سختیون اور دہشتون کا کہ بعد موت کے ظاہر ہونگی اور نزدیک لانا بہشت
کا عبارت فرحت اور خوشی سے ہے کہ نیکون کی ارواح کو اس وقت پہنچا وینگے اور بدونکو اس سے محروم کرینگے اور بعضے اہل تصوف نے
ان سب حالتونکو طی ہونے پر سلوک کے مرتبون کے انتہائے فنا تک کہ انکے نزدیک اول منزل وصول کی ہی تطبیق دی ہی اور تفصیل اس تطبیق کی نہایت
طولانی چاہتی ہی کہ اس تفسیر کی وضع سے خارج ہی حاصل کلام کا یہ ہی کہ جو اسباب کہلنے خیر وشر کی حقیقت کے نفس انسانی پر بیان کئے گئے اور تحقیق اسباب کی خبر
مخبر صادق سے کہ اصدق الصادقین ہی یعنے حق تعالی کی ذات پاک سے متیقن ہوئی تو حاجت قسم کی نرہی اسیواسطے یون فرمایا ہی فَلَا أُقْسِمُ پس قسم
نہین کہاتا ہون مین کیونکہ باوجود میرے خبر دینے کے حاجت قسم کی نہین ہی اور اگر ان سب باتون کے ساتہہ بہی تم قسم کے محتاج ہو تو میری قسم بِالْخُنَّسِ
الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ان ستارون کی پیچہے ہٹ جاتے سیدہے چلتے دبک جانے والون کی ہی اور حضرت امیر المومنین مرتضی علی کرم اللہ وجہہ اور اکثر
مفسرین صحابہ سے منقول ہی کہ وہ ستارہ خمسہ متحیرہ ہین یعنے زحل اور مشتری اور مریخ اور زہرہ اور عطارد کہ انکو اپنی حرکت مین ایک حیثیت نمودار ہوتی
ہی اول تو مغرب سے مشرق کو ترتیب سے برجون کی حمل سے ثور مین اور ثور سے جوزا مین جاتے ہین اور بعد اسکے تہوڑے دنون حرکت انکی نمودار نہین ہوتی ایک جائے پر ٹہرے
رہتے ہین پہر رجعت قہقری کرتے ہین یعنے الٹے پہرتے ہین اور مشرق سے مغرب کو آتے ہین پہلی حالت کو علم ہیئت کی اصطلاح مین استقامت کہتے ہین اور دوسری حالت کو توقف
اور اقامت کہتے ہین اور تیسری حالت کو رجعت اور رجوع اور یہہ تین حالتین اور کسی ستارے مین نہین ہین جیسے ماہتاب تہوڑا سا توقف رکہتا ہی لیکن
رجعت نہین رکہتا اور دوسرے ستارے نہ توقف رکہتے ہین نہ رجعت پس حیرت ان پانچ ستارون کی صریح دلیل ہی اس بات پر کہ آسمانی چیزون
کا بدلنا ایک حال سے دوسرے حال پر ممکن ہی تو پس انقلاب جائز ہونے مین آسمان کے تمام اجزا مین اور زائل ہونے مین ستارون کے کچہہ تعجب نرہا

اور خاص معنا ان پانچ ستارون کا رجعت اور استقامت اور وقوف کے ساتھ ہر چند کہ نزدیک تلاش کرنیوالون ہیئت آسمانی کے ایک وجہ رکھتا ہی کہ وہ اختلاف انکے حاملون
کی حرکت اور انکے دائرون کی حرکت ہی اسواسطے کہ انکے حوامل یعنے اٹھانیوالے مغرب سے مشرق کو جاتے ہین اور دائرے انکے زمین کے شامل
نہین ہین لہذا اوپر والے انکے مغرب سے طرف مشرق کے جاتے ہین اور نیچے والے انکے مشرق سے طرف مغرب کے اور جو یہ ستارے دائرون مین گڑے ہوئے
ہین اور یہہ دائرے حامل کی گدازگی مین گڑے ہوئے ہین تو بالضرور ان ستارونکو دونون حرکتین بالتبع ہوتی ہین تو جب انکے حامل کی حرکت اور دائرونکی حرکت
موافق ہوتی ہی سریع السیر استقامت سے معلوم ہوتے ہین اور جب دونون حرکتین مخالف ہوتی ہین تو بطی السیر معلوم ہوتے ہین اور جب دونون حرکتین
آپسمین مخالفت کرتی ہین اور ایک دوسری کی معارض ہوتی ہی یعنے جسقدر ستارہ ایک حرکت کے سبب سے آگے بڑہا اسیقدر دوسری حرکت کے سبب سے
پیچھے ہٹا تو واقف اور ساکن معلوم ہوتے ہین گویا جنبش نہین رکھتے اور جب دوسری حرکت غلبہ کرتی ہی تو انکی حرکت الٹی معلوم ہوتی ہی اور ستارہ
راجع یعنے الٹا پہرا معلوم ہوتا ہی لیکن مطلب اس سبب کے معلوم کرنیسے زیادہ تر کھل جاتا ہی اور ظاہر ہو جاتا ہی اسواسطے کہ جب آسمان کے ستارے
تغیر اور انقلاب کے قبول کرنیوالے ہوئے اور انکی حرکتون اور وضعون کے اسباب مختلف ہوئے اور تخالف اور تجاذب طبعی اور ارادی انمین ثابت ہوا
تو البتہ صدمون کے قبول کرنیکے آمادہ ہوئے یعنے خراب ہو سکتے ہین جو چیز کہ اختلاف اور تغیر سے بچی ہو اسکے خراب ہونے مین اور صدمے کے قبول
کو نہین اگر تعجب کیا جاوے تو البتہ کچھ جگہہ تعجب کی نہین ہی اسواسطے کہ کبھی اسمین صدمے نے راہ نہین پائی تہی اور ان پانچ ستارون کا ذکر اس
مقام پر لانا اسواسطے ہے کہ آسمان کے ستارے دو قسم کے ہین ایک قسم کو سیارہ کہتے ہین یعنے چلنے والے وہ سات ہین اور دوسری قسم
کو ثوابت کہتے ہین یعنے ایک جگہہ پر ثابت رہنے والے قسم اول کو یعنے سیارون کو تعدد افلاک کے سبب سے حرکتین مختلف لاحق ہوتی ہین اور ثوابت کو
حرکت مختلف نہین ہے بلکہ انکے آسمان کی حرکت بہی بہت سست ہے اور کم دکھلائی دیتی ہے اور ثوابت کو رجوع اور استقامت اور
وقوف اور انتقال سرعت سے بطوء کی طرف اور بطوء سے سرعت کی طرف لاحق نہین ہوتا ہے اور سیارون کو یہہ سب لاحق
ہوتا ہے اور سب سیارونمین سے آفتاب اور ماہتاب کو بارہا قرآن مجید مین تغیر اور انقلاب کے مقام پر ذکر فرمایا ہے اور اکثر دونونکے تغیرات سب
خاص و عام مین مشہور ہین علی الخصوص تغیر چاند کا کہ ہر مہینے مین گھٹنا بڑہنا اسکا سب دیکھتے ہین اور سورج گہن اور چاند گہن بہی سب پر ظاہر ہے تو
اس مقام پر کہ اجرام آسمانی کے تغیر کا بیان کرنا منظور ہی ان پانچون ستارون کا ذکر کرنا کہ یہہ بہی تغیر اور اختلاف رکھتے ہین ضرور ہوا اور تامل کرنے سے
معلوم ہوتا ہی کہ ثوابت کو آپسمین ربط اور میل نہین ہی اسیواسطے ہر ایک کا انمین سے ایک ہی حال ہی اور ان پانچون ستارون کو سورج اور چاند سے اور
آپسمین بہی انکے ربط اور میل مختلف اور متعدد ہوتا ہی اور مصدر قوتون متعددہ کے ہوتے ہین اور ارتباطات عجیبہ آپسمین رکہتے ہین اور ہر ارتباط مین ایک نئی
تاثیر ظاہر ہوتی ہی تو یہہ پانچ ستارے عالم آسمانی مین مرکبات عنصریہ کی مانند ہین جیسے معادن اور نباتات اور حیوان اور انسان اور ان چارون کی بیخ جیسا
اور سورج اور چاند مرکبات ناقصہ کی مانند ہین جیسے بخار اور غبار اور دہوان اور ثوابت عنصریہ بسائط کے مانند ہین اور تاثیرین اور فعل ان
پانچون ستارون کے بہت مشابہت رکہتے ہین ارادے اور اختیار والون کے فعل سے اور حرکتین انکی گویا حرکت اختیاری ہین کہ مرکب ہین
صعود اور ہبوط اور توجہ اور رجوع اور ہرب اور طلب سے بس ذکر ان پانچ ستارون کے انقلاب اور تغیر کا قریب ہے مطلب سے کیونکہ انکا
انقلاب ارادی ہی نہ طبعی حاصل کلام کا یہہ کہ احوال ان پانچ ستارون کا اول دلیل ہی اجرام آسمانی کے حالات بدلنے پر اور جو اجرام آسمانی
قابل تغیر اور انقلاب کے ہوئے تو انقلاب مین اجرام سفلی کے کونسا اشکال باقی رہا کہ رات دن انقلاب اور تغیر انکا آنکھون
سے دیکھتے ہین اور اگر امر انقلاب کذائی مین کہ موجب ایسے تغیر عظیم کا ہوگا کسی کو تردد اور شک ہو تو دوسری قسم کہائی
جاتی ہے **وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ** + اور قسم ہے رات کی جب اسکی اٹھان ہوتی ہے اور جہان کو اندہیرا
کر دیتی ہی اور ایک طرح کا انقلاب نمودار ہوتا ہی بازار اجڑ جاتے ہین چوپایون کی ڈر اور درندون کا خوف پیدا ہوتا ہی رستے بند ہو جاتے ہین

اور تلاش روزی کی یک قلم موقوف و تمام لوگ چھپا یون کی مانند بیحس و حرکت پڑے ہوتے ہین اور جن و شیاطین پھیل پڑتے ہین بس یہہ ایک انقلاب ہی کہ پھر
رات دن کے دورہ مین زمین اور زمین والونکو الٹ پلٹ کر ڈالتا ہی اگر بالفرض کوئی شخص دن ہی مین ہوشیار رہا ہوا ور اُسنے رات نہ دیکھی ہو اگر اُسکے
سامنے یہہ انقلاب بیان کیا جاوے تو ایسا ہی تعجب کرے کہ کافر قیامت کا احوال سنکر عشر عشیر بھی اُسکا نہین کرتے اور رات کے عجائبات سے ایک یہہ بات ہے
کہ جو چیزین کہ دور ہین جیسے آسمان کے تارے اور ماہتاب اُسمین ظاہر ہوتے ہین اور وہ جو نزدیک کی چیزین ہین جیسے زمین و آسمان کے درمیان یا زمین مین
چھپ جاتی ہین اور دن کو اُسکے برخلاف معلوم ہوتا ہی پس تفاوت دنیا اور آخرت کا ظاہر ہوتے ہین پوشیدہ چیزونکے اور چھپ جاتین ظاہر چیزونکے اسی نمونہ سے
ظاہر ہوتا ہی اسیواسطے بطور پورا بیان کرنیکے فرماتے ہین **وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ** اور قسم کہاتا ہون مین صبح کی جس وقت کہ دم بھرے
کہ اسوقت بھی ایک انقلاب عظیم ظاہر ہوتا ہی اور لوگ خواب سے بیدار ہوتے ہین اور بازار اور مجالس آباد ہوجاتے ہین اور مسافر بھی چل نکلتے ہین اور ہر مخلوق
تلاش معاش کے درپے ہوتی ہی اور قوائے حیوانیہ مین ایک فرحت عظیم پیدا ہوتی ہی اور ہر چیز روشن و ظاہر ہوجاتی ہی اور روشن ستارے بے نور اور پوشیدہ اور
ہر طرف سے لشکر اور قافلے پہاڑون کی مانند چلنا شروع ہوتے ہین اور دم صبح کنایت اُسکے ظاہر کرنے سے ہی آفتاب کو کہ صبح اُسکی علامت ہے مچھلی سے کہ
دریا مین تیرتی ہی ذہن مین تشبیہ دی ہی اور اُسکے انتشار نور کو قبل طلوع کے دم ماہی سے نسبت کی ہی جیسے مچھلی دریا مین آنکھون سے پوشیدہ گذرتی ہی اور دم کی سانس
لینے سے پانی اُترتا ہی او منتشر ہوجاتا ہی اسیطرح سے آفتاب کی حالت ہی قبل طلوع کے اور قبل روشنی پہیلنے کے اور بعضون نے کہا ہی کہ دم صبح کنایت
نسیم سے ہی کہ طلوع صبح کے قریب بہار کے دنونمین چلتی ہی اور اس نسیم کو تشبیہ دم سے دی ہی کہ لوگون کی فرحت اور راحت کا سبب ہوتی ہی گویا کہ صبح مانند ایک
مریض یا دردمند کے ہی کہ اب فرصت دم لینے کی پائی اور راحت حاصل کی غرض کہ ثابت ہونا دم کا صبح کے واسطے فارسی و عربی شعرونمین رائج اور مشہور ہے
اور عسعس کا لفظ مشترک ہین ضدین ہے آنیکو بھی کہتے ہین اور جانے کو بھی پھر اگر صبح کے مقابلہ اور تنفس کی رعایت کرین تو آنے پر قیاس کیا چاہیے اور
اگر مناسبت اور تلازم اسکا منظور رکھین تو قیاس جانے پر چاہیے کرنا اور یہہ کمال اعجاز ہی کلام اللہ کا کہ اس مقام مین دو جہین ہین لفظ بھی مشترک بین الضدین
ارشاد ہوا لیکن تقدیر ثانی پر محض ایک انقلاب مذکور ہوگا کیونکہ جانا رات کا ابتدا ہے اس انقلاب کی اور دم لینا صبح کا اُسکی انتہا اور چونکہ یہہ انقلاب آخرت
کے انقلاب سے کمال مشابہت رکہتا ہے کہ نمونہ حیات کا ہی بعد موت کے اور جو ظہور چھپی چیزونکا اسمین بہت ہوتا ہی تو اکتفا اسی پر کمال مناسب ہے
پس غرض بیان سے یہہ ہے کہ حقیقت کھلنے مین خیر و شر کی نفس انسانی پر بعد واقع ہونے بارہ انقلابونکے ہی کہ ان انقلابون کی مانند دنیا مین بھی واقع
ہوتے ہین تو حاجت قسم کی واسطے تاکید کلام کی نہی کیونکہ امکان ان انقلابونکا دلیل عقلی سے ثابت ہی اور ہونا ان انقلابونکا سبب خیر و شر کی حقیقت کھلنیکا
نفس انسانی پر نظر مین عقل کی بعد تامل کے ظاہر ہی اور جو مخبر صادق سات واقع ہونے ایک شی ممکن کے کہ سب ایک خبر کا ہو خبر دیوے تو وقوع ہونے پر اس
خبر کے یقین حاصل ہوتا ہی اور یہین سے ہی کہ قسم کی حاجت نہونیکے واسطے بطور تعلیل کے فرماتے ہین **اِنَّهٗ** تحقیق یہہ قرآن کہ متضمن قیامت کی خبرونکا ہی
لَقَوْلُ رَسُوْلٍ البتہ یہہ بات لائی ہوئی اُس کے ایلچی کی ہے کہ اللہ کی طرف سے پہنچائی ہی پس کذب و افترا کے احتمال کو یہان گنجایش
نہین کیونکہ کلام آلہی قطعی الصدق ہے یعنی بیشک سچا ہے اور اگر کسی کے یہہ شبہ دل مین کھٹکے کہ یہہ کلام بے واسطہ حضرت حق سے ہمکو نہین
پہنچا تا ہمکو اُسکے مضمون پر یقین حاصل ہو بلکہ ہمارے اور حق تعالے کے درمیان مین واسطے واقع ہوتے ہین اور سند ثابت ہے ہم کہتے ہین کہ تم
جو بیواسطہ یہہ کلام اپنے پیغمبر سے سنتے ہو تو درمیان مین دو واسطون سے زیادہ نہین اول تو وہ شخص ہے کہ بطور ایلچی گری کے اللہ تعالی کیطرف
سے اُسکے پیغمبر پاس کلام لاتا ہے دوسرا پیغمبر اب ان دونون واسطون کے نقصان اور عدل مین خود فکر کر لو اول واسطہ جو ایلچی ہے وہ تو ان
صفتون سے موصوف ہی **کَرِیْمٍ** بڑے مرتبے والا اور عالی قدر ہے کہ عدالت اور تقوی اُسکا نہایت کو پہنچا ہے کیونکہ بزرگی اُسکے مرتبے کی
بغیر تقوی کے ہو نہین سکتی چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہی **الکرم التقوی والحسب المال** اور قرآن مجید مین بھی اشارہ ہے
اسی بات کی طرف کہ **اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ** پس عدالت اور تقوی تو اس راوی مین موجود ہے اب اُسکے حافظے کی قوت کو

معلوم کیا چاہیے تو دوسری صفت اُسکی یہ ہے کہ **ذِی قُوَّۃٍ** بڑی قوت والا کہ اُسکے حفظ مین ہرگز خلل نہین جو کچہہ کہ سنتا ہے بے گہٹتی بڑہتی کے یاد رکہتا ہے اور بسبب کامل ہونے ہر قوت کے وہ یاد رکہی ہوئی گواہی بے کم و زیادہ کے ادا کرتا ہے اور ہرچند منظور اس مقام پر بیان اس ایلچی کی قوت حافظہ اور قوت بیانیہ کا ہے لیکن کمال ان دونون قوتون کا علی الاطلاق نہین ہوتا اسیواسطے مطلق قوت کیساتھہ اُسکو موصوف فرمایا ہے اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکروز جبرئیل علیہ السلام سے کہ مراد وہی ایلچی ہین کہ ذات عالی صفات اُنکی موصوف ان صفتون کیساتھہ فرمایا کہ حق تعالی نے تمہاری قوت اور امانت کا وصف فرمایا ہے اور ثنا و صفت کی ہے کچہہ اپنی قوت اور امانت کا ہمارے سامنے بیان کرو انہون نے فرمایا کہ قوت تو مجہہ مین اتنی ہے کہ حق تعالی نے مجکو خراب کرنیکو قوم لوط کے شہرونکے کہ چار شہر تہے بہیجا اور ایک شہر اُن شہرون مین سے کہ اُسکا نام سدوم تہا اُسمین عورتون اور بچون کے سوائے چار لاکہہ آدمی سلح پوش تہے مین نے اُن شہرون کو ساتوین زمین کے تہہ سے ایک پر کے اوپر اُٹہا کر اسقدر آسمان کے نزدیک لیگیا کہ آسمان کے رہنے والے اُن شہرون کے مرغون اور کتون کی آواز سنتے تہے پہر اُن سب شہرونکو اُسی طرح اوندہا ڈال دیا اور مجکو کچہہ تکلیف اور بوجہہ معلوم نہوا اور امانت داری میری اس درجے کو ہے کہ مجکو کبہی کسی کام کو نہین فرمایا کہ بے گہٹتی بڑہتی کے اُسکو بجا نہین لایا اور کوئی بہید جسے نہین فرمایا کہ مین نے اپنے سینے مین اُسکو پوشیدہ نہین رکہا بس ذکر کرنے سے ان دو صفتون کے دو شرطین روایت کی کہ عدالت اور قوت حفظ ہی ثابت ہوچکین اب بطور علاوے کے کئی صفتین دوسری بہی ذکر فرماتے ہین کہ پرکہنے والے سند اور روایت کے علم کے ان صفتون کو بہی مقام مین ترجیح اور کمال تصحیح کے اعتبار کرتے ہین انہین سے ایک یہہ بہی ہے کہ **عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَکِیْنٍ** یعنے وہ ایلچی تخت والیکے نزدیک عزت دار عالی مکان ہے اور ظاہر ہے کہ جو روشناسون کو حضور کے کہ ہمیشہ دربار مین حاضر رہتے ہین ایلچی گیری پر بہیجتے ہین تو اعتماد اُس چیز پر زیادہ تر متحقق ہوتا ہے اُس سے کہ زبانی کسی ہرکارے یا کسی عہدہ کی معرفت وہ پیغام بہیجا جاوے دو جہت سے اول تو یہ کہ وہ روودار بلاواسطہ پادشاہ کا کلام سنتا ہے اور احتمال اسبات کا کہ اس کلام مین کسی طرح کمتی زیادتی کی ہوگی نہین رہتا دوسرے یہہ کہ وہ روودار عالی مرتبہ اپنے منصب اور مرتبے کی محافظت کے واسطے سرکاری پیغام پہنچانے مین کمال احتیاط کرتا ہے اسیواسطے بخاری اور مسلم شاگردون سے امام مالک اور دوسرے حدیث کے اماموں کے اُن لوگون کو کہ استاد کے پاس بیٹہتے تہے اور صحبت دائمی سے اُن استادون کی مشہور و معروف تہے اور استادون کے نزدیک قدر اور منزلت پیدا کی تہی روایتین مرجح اور مقدم کرتے ہین اور روایتون کے اضطراب اور اختلاف کے وقت اُنکی روایتونکو سند پکڑتے ہین اور دنیا دارون کے عرف مین بہی جو پیغام حضور بادشاہی سے امیر یا وزیر کے واسطے سے پہنچتا ہے وہ زیادہ معتبر ہوتا ہے اُس سے کہ کسی خواص یا دربان یا ہرکارے کیواسطے سے پہنچے اور انہین مین سے ایک یہہ بہی ہے **مُطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ** وہ ایلچی سب کا مانا ہوا اُس عالم مین کیونکہ ملکت الہی کے دربار کی کسوٹی ہے اور امانت دار بوجہا گیا ہے اُس دربار کے ارکانون مین کہ بے پوچہے اور دریافت کیے فقط اُسکے کہنے پر عمل کرتے ہین اور دیانت اُسکی اسقدر ذہنون مین اُس دربار والونکے اور اس سرکار کے متوسلون کے جم گئی ہے کہ اُسکے حکم کو بے پوچہے اور تحقیق کیے حکم الہی جان کر فرمانبرداری مین اُسکی دوڑتے ہین چنانچہ جب انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات اپنے ساتہہ لیگئے تو آسمانون کے دربانون نے اور بہشت اور دوزخ کے خازنون نے اُنکے حکم سے دروازے کہولدئے اور انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہان چاہتے تہے سیر کرتے تہے چنانچہ معراج کی حدیثون مین اسکا مفصل بیان ہے اور ہمیشہ احکام الہی ساتون آسمان والونکو پہنچانا انہین کا کام ہے گویا حضرت جبرئیل سب فرشتون سے اس صفت مین کہ اللہ تعالی کا پیغام پہنچانا ہے ممتاز اور مشہور ہین اور تمام قسمون مین فرشتون کی اُنکا آنا علامت ہے اللہ تعالی کی طرف سے پیغام لانے کی پہر جس وقت کہ راوی اس درجے کو ثقہ ہو کہ تمام ثقات پیغام کو اُسکے قبول کرتے ہین اور اُس سے سند نہین مانگتے پہر احتمال کذب اور افترا کا اسکی خبر مین کرنا سوائے مالیخولیا کے کچہہ اور نہین اور دوسرا واسطہ کہ تمہارا پیغمبر ہے وہ بہی ایک شخص ہے کہ چالیس برس سے زیادہ ہوئے کہ تمہارا ہمصحبت ہے اور کبہی دروغ اور کذب پر اُسکے کیا خلوت اور کیا جلوت کیا بغرض کیا بے غرض مطلع نہین ہوئے ہو پہر ایسے شخص کو خبر اور روایت مین معتبر نہ جاننا خلاف عقل کے ہے مگر یہ کہ وہ شخص خفقانی یا سودائی ہو کہ بسبب فاسد ہونے حواس اندرونی کے صورتین عجیب بے اصل اُسکے خیال مین

گذرتی ہین اور آواز عجیب غریب سنتا ہی اور جو اُسکے خیال مین آتا ہی اُسکو ہونے والا سمجھتا ہی **وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ**
اور نہین ہی یہہ ہمنشین تمہارا سودائی اور خیالی کہ اس احتمال کو اسکی خبر مین روا رکھو کیونکہ اتنی صحبت دراز مین کمال اُسکی عقل اور دانائی کا دم بدم
اور ساعت بساعت تجربہ کر چکے ہو اور صحت اُسکے خیال و مدرکے کی معلوم کر چکے ہو کہ تمام عقلا سے بالاتر ہی اور اگر باوجود ان سب باتون کے تمہارے
دلمین شبہہ گذرے کہ یہہ پیغمبر ایک صورت کو دیکھتا ہی اور اس صورت کی زبان سے کلام الٰہی سنتا ہی مگر ہمکو کیونکر معلوم ہو کہ یہہ صورت حضرت
جبرئیل ہی کی ہی شاید کہ اُنکو کسی جن یا شیطان نے یہہ صورت بنا کر فریب دیا ہو یا آواز کیا ہو کہ پیغمبر نے اُسکو جبرئیل کی آواز سمجھی ہو تم کہتے ہو کہ
یہہ سب شبہے تمہارے اُسوقت پیش جاتے کہ اس پیغمبر نے کبھی حضرت جبرئیل کو اپنی صورت اصلی پر نہ دیکھا ہوتا **وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ**
الْمُبِينِ اور بتحقیق دیکھا ہی اس پیغمبر نے اُس ایلچی کو اپنی اصلی صورت پر کہلے کنارے آسمان کے یعنے افق شرقی مین اور بسبب ہونے آفتاب کے
اسطرف اصلا احتمال شک و شبہے کا نہین رہا تہا اور جو حقیقت چیز کی ایک بار دیکھ لی اور پہچان لی پہر پہچاننا اس حقیقت کا ہر صورت اور ہر لباس مین
آسان ہوتا ہی جیسے کوئی لڑکا پانی کو دریا مین دیکھے پہر اگر اُس پانی کو پیالے یا آبخورے مین اُسکے سامنے لاوین تو وہ فی الفور پہچان لیگا کہ وہی پانی
ہی اور اسیطرح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا حضرت جبرئیل علیہ السلام کو صورت اصلیہ پر موجب کہلنے حقیقت جبرئیلیہ کا ہوا تہا کہ بعد اُسکے ہر صورت
اور لباس مین اُنکو پہچان لیتے تہے **شعر** تو خواہی جامہ و خواہی قبا پوش ۞ بہر رنگی ترا من میشناسم ۞ اِلّا ایکبار کہ اعرابی کی صورت پر سوال کرنیکو
دین کے مسائل سے آئے تہے اور بہید اس بار کے نہ پہچاننے مین یہہ تہا کہ اُسوقت وہ اپنی حقیقت سے کہ رسالت اللہ تعالیٰ کی لازم ہی اس حقیقت کو تنزل
فرما کے اپنے کو سائل کی صورت سے نمودار کیا تہا اور مقدمہ وحی اور احکام الٰہی کا نتہا کہ پہچان جبرئیلیہ ضرور ہوتی اور حدیث شریف مین وارد ہی کہ
مین نے جبرئیل کو کبہی اُنکی اصلی صورت پر نہین دیکھا مگر دوبار زمانے مین شروع وحی کے کہ بیتاب ہو کر چاہتا تہا مین کہ اپنے کو پہاڑ پر سے گرا دون
اس ارادے سے موضع اجیاد مین کہ ایک مکان ہی مکہ معظمہ مین گذرا مین اُسوقت جبرئیل کو دیکہا مین نے کہ ایک سونیکی جہلکی ہوئی کرسی پر زمین و آسمان کے
درمیان مین مشرق کیطرف بیٹھے ہین اور جسم نے اُنکے تمام کنارون کو آسمان کے گہیر لیا ہی اور اُنکے چہہ سو پر ہین اور اُنکے پر سب یاقوت اور موتیون سے
مبتے ہوئے ہین پس ایک عجیب نورانی شکل دیکہی مین نے اور دوسری بار شب معراج مین سدرۃ المنتہی کے پاس ہی ایسی صورت سے دیکہا اور قرآن مجید مین
اول مین سورۂ والنجم کے ان دونون بار کا مذکور فرمایا ہی مگر یہہ کہ وہان پر ذکر مین پہلی بار کے دیکھنے کو بِالْأُفُقِ الْأَعْلَىٰ مذکور فرمایا ہی اور یہان بِالْأُفُقِ
الْمُبِينِ اور نکتہ تغیر مین اس عبارت کے اسلوب کے یہہ ہی کہ اس سورے مین بیان صدق پیغمبر صلعم کی خبر کا اور واضح ہونا اُسکے مضمون کا منظور ہی پس مبین کا
لفظ مناسب پڑا اور اُس سورے مین بیان پیغمبر کے علو مرتبت کا اور چڑہنا اُنکا آسمانونکے طبقون پر منظور ہی تو اعلیٰ کا لفظ نہایت چسپان ہوا اور یہہ بات بہی
ہی کہ ابتدا اُنکی ہونا کہ کنایت حقیقت جبرئیل کی تجلی سے ایک صورت مین ہی کہ مقتضا اُس حقیقت کا افق اعلیٰ مین تہا اور انتہا اس صورت کی قریب نزدیکی
کا افق مبین مین ہی اور بعضے ارباب شہود نے کہا ہی کہ عالم مثال کے دو کنارے مین افق اعلیٰ اُسکا متصل عالم تجرد اور تقدس کے ہی اور افق ادنیٰ اسکا ملا ہوا عالم
شہادت سے ہی پس حقیقت جبرئیلی نے جو چاہا کہ اپنی صورت کو مناسب کمال اس حقیقت کے جلوہ دے تو اول افق اعلیٰ مین لباس شکل و جسم مثالی کا پہنا اور
آہستہ آہستہ نزدیک ہوئے یہان تک کہ اتصال تام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا اور مراد افق مبین سے کہ ظاہر کرنیوالی اس حقیقت اور معنی کی تہی
وہی نیچے کی جانب عالم مثال کی ہی نہ افق آسمان کا پس فقط واسطے تشبیہ کے اسکو افق سے تعبیر فرمائی ہی کیونکہ غیب کے عالم اکثر نظر مین اہل کشف و
شہود کے دائرون کی صورت پر نمودار ہوتے ہین اور نظم قرآنی ہی سورۂ نجم مین مددگار اسی تقریر کا ہی پہر جب تمام وجہین قرآن نازل ہونیکے
اشتباہ کی سب صورتون سے زائل ہو گئین تو بس اُسکے خبر دینے مین احتمال کذب کا نرہا مگر یہہ کہ بعضے کافر بطور شبہہ کے اس کلام کو بطور کاہنونکی
باتون کے جانتے تہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کاہن کہتے تہے اور حقیقت کاہن کی یہہ ہی کہ بعضے انسانونکو بعضے شیطانون سے مناسبت
حاصل ہو جاتی ہی اور وہ نفوس شیطانی مجلسون سے ملائکہ کی کہ تدبیرین آیندہ کے کامون کی اُن مجلسونمین مذکور ہوتی ہین چوری سے

کچہہ انمین سے سنکر اس اپنے دوست سے بیان کر دیتے ہین پہر وہ شخص اُس بات کو لوگون مین کہتا ہی اور کبہی وہ برابر بہی پڑ جاتی ہی اور یہہ معاملہ شیاطین انسان کا اُنکے ساتہہ قبل
پیدا ہونے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت مروج تہا اور کئی آدمی اسا تمین مشہور گذرے ہین جیسے شق اور سطیح کہ عجائب عجائب قصے انکے اخبار بالغیب مین
مشہور ہو چکے ہین اور دوسری روایتون مین بہی اس شبہے کو دفع فرمایا ہی اور تقریر اس شبہے کے دفع ہونیکی یہہ ہے کہ علم کاہن کا کافی اور گہیرنے والا غیب کے
اقسامونکو نہین ہوتا یہانتک کہ اگر اس سے نام اور صفتین اللہ تعالی کی یا احکام شرعیہ کو کہ عالم غیب مین مقرر ہین یا حقیت اور بطلان اہل مذاہب اور
ملتونکی یا احوال بہشت اور دوزخ کا یا وہ جو ارواح کو بعد موت کے پیش آتا ہے اور مانند ان علمون کے پوچہین تو گونگے اور لاجواب ہوجاوین بلکہ تواریخ یا داشتہائے
اور اگلے لوگون کی بہی نہین جانتے کیونکہ اُنکے علم کی جڑ تو ملائکہ کی باتون مین سے کچہہ چوری سے سُن آنا ہی کہ تدبیرین آگے ہونیوالے کامون کی
کرتے ہین اور بس تو علم اسکا فقط بیان کرنا قریب ہونیوالی باتونکا کہ ملائکہ کو اُن پر اطلاع دی ہی اور اُسکی تدبیر اور جاری کرنے کا حکم فرمایا ہی اور جو حاصل
کرنا اس علم کا چوری سے ہی اسواسطے انکی خبر مین پورا پورا بیان سب واقعے کا نہین ہوتا بلکہ بطور رمز و اشارے کے ایک دو کلمے کہ دلالت اصل پر
واقعے کی کرین بطور اجمال کے کچہہ اُنکے ہاتھہ لگ جاتے ہین پہر اپنی طرف سے بہی کچہہ کچہہ اسباب مین مشاق اور قیاس عقلی سے بڑہا دیتے ہین تو
کبہی وہ بات خارج مین موافق اُنکے قیاس کے ہوجاتی ہی اور کبہی دوسری طرح سے ظہور مین آتی ہی بس کاہن کا علم غیب کی باتون مین رمز و اشارے سے
زیادہ نہین ہوتا سو وہ بہی مخصوص جزئیات عالم کے احوال مین سے جو قریب ہونے والے ہوتے ہین اور یہہ قرآن گہیر لینے والا ہی تمام
فنون کو غیب کے اور بیان بہی وسیع رکہتا ہی کہ ہدایت اور ارشاد دین کا فی ہی **وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ** اور نہین ہے یہہ قرآن
علم غیب بیان کرنے مین بخیل اور قصور کرنیوالا جو کچہہ کہ آدمی کو واسطے معاش و معاد کے علم و عمل سے چاہیئے اُسمین موجود ہی بس حق مین ایسے
کلام کے کہ سراسر ارشاد ہی گمان کہانت کا ایجا بانہی زیبا ف اور بے پایاف کا قصہ ہی اور یہہ بہی ہی کہ جو کچہہ کہ کاہن کی زبان سے نکلتا ہی وہ
سخن شیطان کا ہوتا ہی کہ فرشتونکی مجلس سے چرا لاتا ہے **وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ** اور نہین ہی یہہ قرآن بات
شیطان کہدیڑے گئے کی کیون کہ شیطان بے تعظیمی کرنے سے آدم علیہ السلام کی راندہ گیا تو اُسکو آدم علیہ السلام سے کمال عداوت پیدا
ہوئی اور جناب الہی سے بہی بتقاضائے دشمنی پیدا کی بس ہر بات مین اُسکی ایک تہہ آدمیونکی دشمنی کی پوشیدہ ہوتی ہی اُسکو ہدایت اور ارشاد اور نصیحت
سے کیا مناسبت اُسکا کام تو بہکانا اور گمراہ کرنا ہی اُسکو توحید سے اور ذکر کرنے نامون اور صفتون سے باری تعالی کے اور ذکر سے بہشت اور دوزخ
کے اور ثابت کرنے سے آخرت کے عالم کے اور بدگوئی سے بتون کی اور کفار کی اور قباحت بیان کرنے سے شہوت اور غضب کے کامون کی اور
خوبی بیان کرنے سے ریاضت اور مشقت کے عملون کی اور تعریف سے انبیا اور صلحا کی اور بدانجامی سے فرعونون اور بدکارون کی کیا غرض
کہ یہ کام تو اس ملعون کے خاشاک چشم اور جگر کا کانٹا ہین اور اُسکے مکر و فریب کے بازار کو درہم برہم کرنیوالے ہین خصوصاً ڈرانا شیطان کے
مکر کے فریب کہانے سے اور اُسکی دشمنی کا بیان آدم کی اولاد سے اور ہجو اور مذمت اُسکے تابعدارون کی اور برائی اُن کامون کی جو اُسکو پسند ہین
کیا امکان کہ اُسکی زبان سے نکلین بلکہ شیطان ایسی باتون سے کانونمین انگلیان دیکے بہاگتا ہی مصرع دیو بگریزد ازان قوم کہ قرآن خوانند پس ایسے
کلام ہدایت نظام کو شیطان کا کلام سمجہنا کمال حماقت اور بیوقوفی ہے چنانچہ کافرون کو اُنکے اس گمان فاسد پر بطور خفگی اور گہرکی کے فرماتے
ہین **فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ** پہر کدہر کو جاتے ہو اور کن خیالون مین سرگردان ہوتے ہو امر واقعی کو چہوڑکر ایسے احتمالون پر کہ جنکا ہونا
ہرگز ممکن نہین اور اُسکے بہی اسیر ہوتے ہین فریب کہاتے ہو گویا کہ گہر کی راہ بہولکر کوئے مین گرتے ہو اور یہان یہہ سمجہہ لیا چاہیئے کہ اکثر قرا معتبر نے
وما ھو علی الغیب بضنین کو بدلے ضاد نقطہ دار کے کہ ہم شکل صاد کا ہی ظ نقطہ دار سے کہ ہم صورت طا کی ہی پڑہا ہی اور معنے ظنین کے جو ظا کے ساتہہ ہی
متہم کے ہین اور اس صورت مین ضمیر ھو کی صاحب کی طرف راجع ہو گی کہ مراد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ہی یعنے نہین ہے تمہارا صاحب غیب کی
بات پر متہم کہ بن دیکہے کہدے کہ مین نے دیکہی ہی کیونکہ چہوٹی چہوٹی اور آسان آسان باتونمین تو اُسکو جہوٹا نہین جانتے ہو پہر ایسے امر عظیم مین

کیسے اُسکو جہوٹا جانتے ہو اور تہمت لگاتے ہو بس یہہ شُبہہ بہی زایل ہوا کہ شاید کہ یہہ پیغمبر جبرئیل کی صورت اصلی پر دیکہنے کے دعوے مین دروغ گو ہو اور فرق مخرج
مین ضاد اور ظا کے بہت مشکل ہے اکثر اِس مُلک کے پڑہنے والے دونون کو یکسان نکالتے ہین نہ مقام پر ضاد کے ضاد ہوتا ہے نہ مقام پر ظا کے
ظا اِن دونون کا مخرج پہچاننا قرآن پڑہنے والے کو بہت ضرور ہے بس مخرج ضاد کا زبان کے کنارے کی جڑ ہے امداد سے دانتون کے کہ اُسکو
اضراس کہتے ہین خواہ سیدہی طرف سے لین خواہ اُلٹی طرف سے اور نکالنا اِس حرف کا اکثر لوگون پر بائین طرف سے آسان ہوتا ہے اسیواسطے اکثر اسی طرف
سے نکالتے ہین اور مخرج ظا کا کنارے سے زبان کے ہے مدد سے اگلے دانتونکی جڑون کے اوپر کی جانب سے کہ اُنکو ثنایای عُلیا کہتے ہین مانند دال اور تا کے
اور یہہ بہی سمجہہ لیا چاہیے کہ اکثر مفسرون نے ان قسمون کو مضمون پر اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ کے قرار دیا ہے اور مقسم علیہ اسی مضمون کو ٹہیرایا ہے لیکن
تعقیب مین اِن قسمون کے کہ مدلول حرف فا کے ہین فَلَآ اُقْسِمُ مین ایک پوشیدگی ہے اپنے ماسبق پر اور سکتے کہنا کہ جو انکشاف جزاے اعمال کا قیامت کے
دن بارہ اسباب پر متعلق رکہا ہے تو معلوم ہوا کہ قبل واقع ہونے واقعہ کے تدبیر اُسکی کیا چاہیے اور یہ تدبیر بغیر ظاہر کرنے جناب آلہی کے ممکن نہین کہ دریافت ہو اور
ظاہر کرنا حق تعالی کا نہین ہے مگر وحی سے اور قرآن بہیجنے سے تبس صحت پر قرآن کے مضامین کے قسم کہانا ضرور ہوا تا کہ مکلفین موافق اُسکے عمل کرین اور قیامت کے
دن ندامت اور حسرت نہ کہینچین اب آ رہے ہم اسبات پر کہ ان قسمون کو اِس مضمون سے کیا مُناسبت اور کونسی دلالت ہے وجہ اُسکی یہہ ہے کہ رجوع اور
استقامت اور اقامت اِن پانچون ستارون کی نمونہ ہے وحی کے بار بار آنے کا اگلے انبیاؤن پر اور باقی رہنا اُس وحی کی نشانیون کا اُنکے بہتون
پر ایک مُدت دراز تک پہر منقطع ہوجانا اُن نشانیون کا بعد ایک مُدت کے اور رجوع ہونا اِس علم کا طرف پوشیدگی کے اور آثار انکا نمونہ اسوقت
کا ہے کہ قبل پیدا ہونے خاتم المرسلین علیہ الصلوۃ والسلام کے جہان مین تہا کہ کسی شخص کو تمیز حق و باطل کی نرہی تہی اور نشانیان وحی کی بالکل
مِٹ گئی تہین اور دم بہرنا صبح کا مانند نزول قرآن کے اور پیدا ہونے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہے کہ ہر چیز کو دن کی مانند روشن کردیا کہ کسی
طرح کا شک و شبہہ باقی نرہا گویا کہ اگلے انبیاؤنکا نور ستارون کا سا تہا اور یہہ نور جیسے آفتاب درخشان ولنعم ما قیل شعر فانہ شمس فضل
ہُم کواکبہا + یظہرن انوارہا للناس فی الظلم + حتی اذا طلعت فی الکون عم ہُداہا + العالمین واحیت سائر الامم
اور جو بیان سے اِس کلام معجز نظام کے صدق کے اور باطل کرنے سے مخالفون کے بہتانون کے فارغ ہوئے تو اب بطور حصر کے تہوڑی سی خوبیان اِس
کلام کی بیان فرماتے ہین کہ اُسکے حق مین اِس قسم کے احتمالونکی گنجایش نہین اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ نہین ہے یہ قرآن مگر ایک نصیحت کہ بسبب
شامل ہونیکے اسما اور صفات آلہی کو حکم ذکر اور ورد کا پیدا کیا ہے اور وسیلہ تقرب اور وصول الی اللہ کا ہو سکتا ہے لِّلْعٰلَمِيْنَ جہان کے لوگون
کو مراد انسان اور جن اور فرشتے ہین کیونکہ پند و ذکر کو سوائے اِن تین فرقون کے کوئی نہین جانتا آدمی اور جن اِس کلام سے نصیحت بہی پکڑتے ہین
اور گناہون سے بہی بچتے ہین اور طاعت پر رغبت کرتے ہین اور اُسکی تلاوت سے قرب معنوی اپنے خاوند حقیقی سے پیدا کرتے ہین اور فرشتے بہی اُسکی
تلاوت سے اُنس رکہتے ہین اور دُور دُور سے اُسکے سُننے کو آتے ہین اور اُسکے حروف و کلمون کی خدمت کرتے ہین اور آسمان پر لیجاتے ہین اور
مقبولیت کے مقام پر پہنچاتے ہین اور یہہ سب باتین عند اللہ موجب اُنکی قرب کی زیادتی کا ہوتی ہین لیکن حاصل ہونا اِن فایدون کا قرآن سے خاص
ہے لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ اُس شخص کے واسطے کہ تم مین سے جو سیدہا چلنا چاہی کیونکہ کجروی قرآن کے معنے سمجہنے مین زیادہ تر
موجب سخت ہونے دل کا اور دور ہونے کا نصیحت سے اور بُعد اور حجاب اور سرکشی کا خاوند حقیقی سے ہوتی ہے بس قرآن کی مثال غذاے لطیف کی مانند
ہے کہ بدن صالح مین موجب زیادہ ہونی قوت کا اور کمال صحت کا ہوتی ہے اور نقصان والے بدن مین سبب مرض بڑہنے اور ضعف کا ہوتی ہے چنانچہ
دوسری جاہی پر فرمایا ہے فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا اور یہہ بہی فرمایا ہے وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ اور
اسیواسطے محققون نے کہا ہے کہ قرآن مجید اور نور پیغمبر کا اور صحبت اولیا کی اور وعظ و نصیحت علما کی یہہ سب مانند غذا کے ہے حقیقتا مذاہب کے تکمیل کے واسطے اور وہ جو
جہل و گمراہی کے مرض کی دوا کی مانند ہے وہ اور چیز ہے اِن چیزون کے سوا اور اگر یہہ چیزین دوا کی مانند ہوتین کوئی شخص عالم مین گمراہی کے مرض مین گرفتار

ہوجاتا اور سب اچھے ہوجاتے اب ارشاد اُس چیز کی طرف فرماتے ہین کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ مین ہے کسی کو اُسمین دخل نہین **وَمَا تَشَاؤُنَ**
اور نہین چاہتے ہو تم سیدھے چلنے کو علم اور عمل مین **إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللهُ** مگر جب اللہ چاہے کیونکہ تم اُسکے قبضۂ قدرت مین مجبور ہو اور تمہارا ارادہ اُسکے
ارادہ کے تابع ہے جیسے بازیگر کے پُتلے کہ بازیگر کے ہاتھ مین ہوتے ہین لیکن اتنا فرق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ارادے سے تمہارے اندر ارادہ اور اختیار
پیدا کرتا ہے اور تم موافق اُس ارادے اور اختیار کے نیک و بد کام عمل مین لاتے ہو اور مستحق ثواب و عقاب کے ہوتے ہو اور بازیگر کو قدرت پیدا کرنے ارادے
اور اختیار کی پتلیون مین ممکن نہین فقط حرکت دے سکتا ہے اسیواسطے پتلیون کے کام بازیگر کیطرف منسوب ہوتے ہین اور خوبی و بُرائی کی نسبت پتلیون کو
کوئی نہین کرتا بلکہ بازیگر کیطرف کرتے ہین برخلاف آدمیون کے کہ جو اپنے ارادے اور اختیار سے کام کرتے ہین تو مورد بُرائی اور تعریف اور ثواب اور عقاب کے
ہوتے ہین اسیواسطے عقلا نے کہا ہے کہ واسطہ ہونا مختار کا درمیان فعل اور سبب کے علاقے کو اُس فعل کے اس سبب سے قطع کردیتا ہے چنانچہ تدبیرات دیکھو
مین خطا اور صواب کو مشورت کرنے والون کی طرف منسوب نہین کرتے بلکہ خطا اور صواب کے کرنیوالے کی طرف بھلائی اور بُرائی کی نسبت کرتے ہین اور اسیطرح
سے سب کامون مین یہ قاعدہ جاری ہے اور باوجود تخصیص مشیت کے ہدایت ساتھ بعض افراد کے اور عام ربوبیت اُس ذات پاک کی سب جہان والون پے
بحال اور برقرار ہے کیونکہ وصف اُسکا **رَبُّ الْعَالَمِينَ** ہے یعنے پالنے والا سارے عالمونکا ہے پس رضامندی اُسکی اُسکی تابعداری
مین اور غضب اُسکا اُسکی نافرمانی مین تاکہ ربط عالمون کا آپسمین برہم نہو جائے اور اگر گنہگارون سے بھی عابدون کی طرح سے راضی ہوتا اور
اُن پر غصہ نفرماتا تو عالم قہر و سیاست اور حکمت اور عدالت کا کہ دوزخ اور اُسکے طبقے کہ نشانیان اُسی قہر اور سیاست کی ہین بیکار رہجاتے
اور اگر اہل طاعت کو نوازش اور کرم سے تخصیص نکرتا اور نعمتین بہشت کی اُنکو عنایت نفرماتا تو عالم اُسکے لطف و قدردانی کا کہ بہشت اور اُسکے درجات
اور حور و غلمان کہ آثار سے اس عالم کے ہین بیکار و معطل ہوجاتا

سُوْرَةُ الْاِنْفِطَارِ

یہ سورت مکی ہے اسمین اُنیس آیتین اور تین سو اُنتیس حرف ہین اور ربط اس سورے کا سورۂ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ سے اس قدر ظاہر اور کھلا ہے کہ بیان
کی کچھ حاجت نہین ہے بلاتشبیہ اس سورے کو دوسرا مصرعہ اس سورے کا کہا چاہیے اور ایک جان دو قالب بلکہ ان دونون سورتون مین جدائی کی
وجہ کا بیان کرنا ضرور ہے کہ باوجود ایک ہونے ایک مضمون ان دونون سورتون کے علیحدہ علیحدہ کیون نازل کیا سو اُسکی وجہ یہ ہے کہ ان دونون
سورتون مین قیامت کے شروع حادثون کا بیان کرنا منظور ہے کہ کس طرح سے یہ دنیا کا عالم خراب ہوکر دوسرا عالم بنیگا اور اُس عالم مین سمجھ بوجھ انسان
کی مرتبۂ کمال کو پہنچیگی اور قوت علمیہ اُسکی قوت خیالیہ کے اور اجتماع اسباب کے زور سے حکم قدرت رب العالمین کا پیدا کریگی کہ ایک آن کن فیکون مین کل
تمام کامون کو کردیتا ہے اور خلافت انسان کے معنے اُسمین بالکل کھل جاوینگے لیکن اتنا فرق ہے کہ اس سورت مین مجمل اصول عالم کی خرابی کا بیان فرمایا ہے
اور اُس سورت مین تفصیل سے خرابی اصول اور فروع اس عالم کی اور بننا اس عالم کے دونون مکانون کا کہ بہشت اور دوزخ ہین ارشاد فرمایا ہے اور اس
سورت مین انسان کے احاطۂ علمی کے بیان پر کفایت کی ہے کہ کیا کیا کام دنیا مین اس سے ہوا ہے اور کیا کیا کام نہین ہوا اور اُس سورت مین اُس چیز کے
احاطۂ علمی کا بیان ہے جو اُسکے وقت پر کام آوے جیسے زندگانی جو وجدانیہ ملی ہوئی ہے اور کرنا کام کا اور چھوڑنا اُسکا کہ اُسکے جوہر نفس کو لازم ہوگا منظور رکھا ہے
اور اس سورت مین بھی اس بیان سے مجازات ثابت کرنیکی طرف اور اُسکے منکرون کے اعتقاد کو رد کرنے کی طرف انتقال فرمایا ہے اور اس سورت مین
اسی بیان سے طرف ثابت کرنے رسالت اور نازل کرنے قرآن کے اور اُسکے منکرون کے رد کرنے کی طرف انتقال فرمایا ہے انہین اختلافون کے
سبب ان دونون سورتون کو جُدا جُدا نازل فرمایا اور اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب چاہتے ہین کہ ایک عالم کو خراب کرین اور اُسکے اسباب
سے اسی قسم کا دوسرا عالم بنا دین تو بالضرور پہلے اُس عالم کی جڑ بنیاد کو کھودتے ہین اور اُسکے اسباب کو کمی زیادتی کرکے دوسری جگہہ پر لیجاتے

ہین اور اُسکی شکل وصورت مین بہی تصرف کرتے ہین تاکہ وہ اسباب اول جن شکل پر تہا دوسرے اسباب سے بلکہ ایک شکل دوسری جو اِس عالم کے مناسب
ہو پیدا کرے اور جو جو کام کہ اُس عالم مین کرنا منظور ہین اِس نئی صورت سے سرانجام پاوین جیسے کہ جب کسی حویلی کو باغ بناتے ہین یا باغ کو مقبرہ
یا خالی زمین پر حویلی یا پڑی زمین پر کہیتی کیا چاہتے ہین تو اسی قسم کا معاملہ کرتے ہین اور دنیا کا عالم نوع انسانی کی نسبت سے ہمیشہ رہنے
کی جگہہ نہین ہے بلکہ صرف اُسکے کمال کے حاصل کرنے کو اِس جگہہ مین اُسکو لائے ہین تاکہ اپنے تئین کامل کرکے حق تعالے کی خلافت کی
لیاقت پیدا کرے اور دوسرے عالم کو نہایت کشادگی علم وعمل سے آباد کرے اور وہان ہمیشہ رہا کرے تو دنیا مین آدمی کو پہلے دو چیز سے ملا ہوا پیدا
کیا ہے ایک تو روح آسمانی ہے اور دوسرے جسم کہ زمینی ہے اسیواسطے اُسکے جسم کی غذا ہمیشہ زمین سے پہنچتی ہے اور اُسکی روح کی غذا ہمیشہ
آسمان سے اُترتی ہے اور واسطے خوگر ہونے کاروبار خلافت کے وہ دونون آسمان وزمین کی چیزونمین اُسکو تصرف دیا ہے تاکہ جمع اور تالیف
کا سلیقہ پیدا کرے اور لایق خلافت کبرے کے ہو اور یہی وجہ ہے کہ آدمی تمام مخلوقات کو کہان کی چیز ہو یا پہنے کی گہاس کی قسم سے ہو یا درخت
قسم ہو یا نہر جانور چلنے والا ہو یا اُڑنے والا سب کو اپنے کام مین لاتا ہے اور ہمیشہ اُنکے جمع وتالیف مین مشغول رہتا ہے اور عجیب وغریب صنعتین
اور کاریگریان نئے نئے قسم کے کہانے اور پوشاک اور سواری اور گہر مین ایجاد کیا کرتا ہے اور جناب خالق الاصول والفروع کے ساتہ بناتے
مین صورت کے مادہ سے اور ایجاد کرنے مین نئی نئی طرح کی چیزون کے جو کئی کئی طرح کے حکم اور خواص رکہتی ہین مناسبت پیدا کرتا ہے اور
اسیطرح آسمانی مخلوقات سے کہ ستارے ہین ثوابت ہون یا سیارہ اور فرشتے جو بڑے بڑے مرتبے رکہتے ہین اکثر کو اُن مین سے اپنے کام
مین لاتا ہے اور اِس عالم آسمانی کے تسخیر کے طریقے کو باوجود اِس بلندی اور دوری کے جانتا ہے لیکن بعضے آدمی کو اِس کام مین بڑا نقصان
لاحق ہوتا ہے کہ بسبب اِس تصرف بیجا کے خلافت کے مرتبے سے بلکہ بندگی کے رتبے سے بہی گر پڑتا ہے اور جو کرنا چاہیے نہین کرتا ہے اور جو نچاہیے
وہ کرتا ہے اور مستحق سزا اور عذاب کا ہوتا ہے اسیواسطے دار الجزا آخرت کو مقرر فرمایا ہے کہ وہان فرق اور امتیاز دونون فرقون نیک اور بد مین کیا
جاوے اور خلافت کبرے کی لیاقت جو نیکون نے حاصل کی ہے کشادگی اور ہمیشگی سے ظہور کرے اور سرکشی اور نافرمانی اور دوری مرضیات خاوند
حقیقی سے جو بدون کو نصیب ہوئی ہے وہ بہی موافق اپنے اپنے عملون کے رنج وعذاب مین ہمیشگی کے گرفتار ہوون پس اِس کام کے واسطے دار الآخرت
مین ضرور ہوا کہ تمام جسمون اور ارواحون کو اِس مخلوق کا یعنے انسان کا خادم اور تابعدار کردین اسواسطے کہ بنیاد اِس مخلوق کی نہایت ضعیف ہے طاقت دوام
اور ہمیشگی کی نہین رکہتی اور روح بہی اِسکی ضعیف ہے بڑے کام ہمیشگی کے اِس سے ہونا ممکن نہین اسواسطے ایسا قرار پایا ہے کہ آسمانی ارواحین سب اِسکی
روحونکی مددگاری کرین اور عقلی اور خیالی قوتین اُسکی عقلی اور خیالی اُس مخلوق کی قوتون مین درآ کے ملجا دین اور تمام اسباب زمین کے اِس مخلوق
کے جسم مین اور اُسکے متعلقات مین کہ اُسکی صناعت کے موضوع اور موقوف علیہ ہین کہانے سے ہو یا پہننے سے کپڑون سے ہو یا پاکی کی چیزون سے بلکہ زنجیرین اور
طوق اور سانپ اور بچہو اور آگ اور شعلے سب کے سب اِس مخلوق کی مدد کرین اور اسی کام مین مصروف ہون تاکہ نیکون کی خلافت کے معنے اور بدونکی
سرکشی اور بہاگنا اچہی طرح ظاہر ہو جاوے پس اِس صورت مین چار انقلاب بیان فرمائے ہین کہ وہ چارون اِس عالم کے اصول سے متعلق ہین *
اول آسمانکا پہٹنا کہ اِس سبب سے عقلون اور نفسون سماوی کا تعلق اُنکے اجرام سے باطل ہو جاویگا اور اُنکی عقلون اور نفسون کا تعلق انسان کے
نفوس سے ظاہر ہوگا اور اہل شرع نے اِس مطلب کو اِس مضمون سے بیان کیا ہے کہ ساتون آسمان کے فرشتے اُسدن اُترینگے اور آدمیون کے گرد
ہونگے اور آدمیون کی روحون سے نزدیکی پیدا کرینگے اور اُنکی نزدیکی کے سبب سے توجہ اور فکر ہر ایک آدمی کی زیادہ ہوگی کلیات اور جزئیات اچہائی اور
برائی کے جو اُسنے دنیا مین ہوئے ہونگے خوب طرح سے اُن پر کہل جاوینگے دوسرا یہ کہ سب آسمان کے ستارے بے نور ہو کر گر پڑینگے اور نورانی روحین
کہ اُن ستارون سے علاقہ رکہتی تہین انسان کے بدن سے متعلق ہو جاوینگی لیکن اِس اندازے کی مناسبت سے جو ہر ایک ارواح انسانی کو
دنیا مین حاصل ہوا تہا اور جناب الٰہی سے دیا گیا تہا اور اِس ملنے ارواح کوکبیہ سے روحین انسان کی بڑی قوت پکڑینگے اور اِس

مطلب کو قرآن مجید مین نزول روح اور قیام روح سے اس عالم مین بیان فرمایا ہے اور یہ دونو انقلاب آسمانی ہین کہ روح انسانی کو انکے سبب سے خوشی اور خورمی حاصل ہوگی تیسرا انقلاب دریائے شور کا ہے کہ معہ کہاریون کے جوش کہاکے اور اونٹ کے ویران ہو جائیگا اُسمین سے کچہہ پانی زمین مین خشک اور جذب ہو جائیگا کہ اس سبب سے زمین مین رطوبت اور نرمی پیدا ہووے اور منقش ہونا صورتون کا اور شکلون کا اُسپر آسان ہو جاوے اور باقی رہا پانی آگ ہو کے بہڑک اُٹہیگا اور دوزخ کی آگ بہڑکانیکا سبب پڑیگا اسی مطلب کو کبہی تفجیر بحار سے اور کبہی تسجیر بحار سے بیان فرمایا ہے اور حدیث شریف مین بہی آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے دریائے شور کے حق مین فرمایا ہے کہ ان تحتہ نارًا یعنے مقرر نیچے اُسکے آگ ہے اور بعضون نے روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما جب دریائے شور کو دیکہتے تہے تو فرماتے تہے یا بحر متی تعود نارًا یعنے اے دریا کب پہر ہو جاویگا تو آگ چوتہا انقلاب پہاڑ زمین کا ہے کہ جابجا قرآن مجید مین زلزلۃ الساعۃ کرکے اُسی سے تعبیر فرمایا ہے اور اُسکی نشانیون سے بہت سی چیزین ارشاد فرمائی ہین اُنہین مین سے بعثرۃ القبور یعنے جمع ہونا اجزائے بدنیہ کا جیسے گوشت ہڈیان چمڑے وغیرہ اور ظاہر ہونا اُنکا یعنے زمین کے نیچے سے اوپر آنا کہ اس سورے مین بہی مذکور ہے اور انہی مین سے ہے تسئیر جبال یعنے پہاڑ کا چلنا اور اپنے اندر کی چہپی چیزون کا نکالنا جیسے مُردہ اور خزانہ اور جواہر وغیرہ اور زمین کا برابر ہونا اور کسی نشان اور علامت کا باقی نرہنا اور قوت نامیہ کا زمین سے باطل ہو جانا اور انہی نشانیون مین سے ہے جو صحیح حدیث مین آیا ہے کہ اُسدن زمین سفید میدہ کی روٹی کے مانند ہو جائیگی کہ محشر والون کی اُس میدان مین غذا ہوگی اور اُسکے سوا بہت نشانیان ہین کہ اگر سب تفصیل سے اس مقام پر بیان کیجاوین تو کلام بڑہ جاوے اور یہ دونون زمین کے انقلاب ہین کہ جسم انسانی کے مواد کی وسعت اور کشادگی اسی کے سبب سے حاصل ہوگی تا کہ اُس نفس وسیعہ اور روح کاملہ کی صناعت کا موضوع ہو سکے اور ان چارون انقلاب کے بعد نئے عالم کی بُنیاد رکہی جائیگی جسکا نام آخرت ہے اور اس عالم کی بنیاد کا اصل الاصول نیک و بد کے عملونکا کہل جانا ہے کہ انسان کے نفس پر ظاہر کرین گے اسی واسطے اس سورے مین ان چارون انقلابون کے ذکر کے بعد اسی مطلب کو بیان فرمایا ہے اور انہی چار انقلابون پر کفایت کرنے کی وجہ یہہ ہے کہ تحقیق کرنے سے عالم کے اصول یہی چار چیزین معلوم ہوتی ہین آسمان اور ستارے پانی اور زمین اور جتنی چیزین پائی جاتی ہین سب انہی چار چیزون کے اجزا جمع ہونے کے سبب سے پیدا ہوئی ہین جیسے معدنی چیزین اور بڑہنے والی اور جاندار اور آسمان اور زمین کے بیچ کی مخلوقات یہہ سب عاقلون کے نزدیک بیشک انہی چارون سے پیدا ہوتی ہین لیکن ہوا اور آگ کے عنصر کو کارخانۂ عقل کے ظاہر بینون نے ارکان مستقلہ گمان کیا ہے مگر تحقیق بات یہہ ہے کہ ہوا ایک جسم ہے کہ پانی کی لطافت سے یا بعضے ستارون کی تاثیر سے کم اور زیادہ پیدا ہوتی ہے کوئی جگہہ پیدائش کے بالاستقلال اپنے واسطے نہین رکہتی ہے اور کوئی صورت بہی قبول نہین کرتی ہے اسکا کام صرف سیر کرنا اور پہرنا ہے اور عالم کی مخلوقات کی کیفیت کو ایک جگہہ سے دوسری جگہہ پہنچا دینا جیسے بو کو ناک مین اور آواز کو کان مین اور سردی اور گرمی اور خشکی اور تری کو قوت لامسہ مین یعنے جاندار کی جلد تک پہنچا دینا ہے اور اسی پر اور چیزون کو قیاس کیا چاہئے اور آگ تو وہی ہوا ہے کہ سخت حرکت کے سبب سے یا آفتاب کی تاثیر سے سلگ گئی ہے اور یہہ صورت اُسکی ہوگئی ہے اور اسکا کام کچی چیزون کا پکا دینا اور بیکار چیزونکا جلا دینا ہے جیسے کہانے کا مصالح کہ آپ اپنی ذات سے کسی کام کا نہین بلکہ غذا پائی جائے تو یہہ بہی کام آوے اور نہین تو بیکار محض ہے اسیواسطے کوئی جگہہ معین آگ کے واسطے نہین ہے جیسا حکما نے خیال کیا ہے کہ آگ اور ہوا کے کُرے پانی اور زمین کے کُرون کو گہیرے ہوے ہین یہہ اُنکی ایک بات ہے بے دلیل جسکی کچہہ اصل نہین جیسا کہ خسرق اور التیام آسمان اور ستارون کا اُنکے خیال مین محال ہے سو یہہ بہی اُنکا خیال خام ہے اور دعوی بے دلیل ہے اور اس سورے کا نام اسواسطے انفطار رکہا ہے کہ اسمین آسمان کے پہٹنے کا بیان ہے جو نفوس اور عقول آسمانی کے نفوس اور عقول انسانی سے ملجانیکے واسطے بڑے عمدہ اسباب سے ہے اور حقیقت مین بہی علمت ما قدمت واخرت کے حاصل ہونیکا سبب ہے کہ اس سورت مین اسی کا بیان کرنا منظور ہے واللہ اعلم

س ع

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اذا السماء انفطرت جب آسمان چر جاوے اور آسمان کے چرنے کی کیفیت دوسری جگہہ اسطرح پر بیان فرمائی ہے کہ ایک چیز بدلی کی مانند عرش کے نیچے سے نازل ہوگی اور سب آسمان اُسکے صدمے سے ٹکڑے ٹکڑے ہوجاوینگے اور وہ بدلی حقیقت مین تجلی ہی قہر آلہی کی کہ اس عالم کے خراب کرنے کو اس شکل سے متوجہ ہوگی اس جگہہ پر بعضے طالب علم تیز ذہن سوال کرتے ہین اُسکا جواب دینا ضرور ہے وہ سوال یہ ہے کہ اس عالم کی بنا پہلے زمین سے شروع ہوئی خرابی اُسکی آسمان سے کسواسطے شروع ہوگی اُسکا جواب یہہ ہے کہ جب کسی عمارت کا بنانا منظور ہوتا ہے تو پہلے نیچے سے بناتے ہین اور جب کہودنا اور ڈہانا منظور ہوتا ہے تو اوپر سے شروع کرتے ہین واذا الکواکب انتثرت اور جب تارے جہڑ پڑین چہٹک کر اور آسمانی نفسونکا تعلق جو تارون اور آسمانون سے ہے ان دو انقلاب کے سبب سے باطل ہوجاوے اور اس علاقے کے ٹوٹنے کے سبب سے عقلونکا تعلق جو نفوس آسمانی کے ساتہ ہے وہ بہی بیکار ہوجائیگا اور نفسون کی پیروی سے افلاک کی خیالی قوتین اُنکے جرمون سے جُدا ہوجاوینگی اور وہ نفوس وہان سے جُدا ہوکے نفس انسانی سے ربط اور میل پیدا کرینگے اور عقلون کے فیضان اور آسمان کے خیال کی کارپردازیان سب نفس انسانی سے متعلق ہوجائینگی پس انسان کے نفس کو ان سببون سے بڑی وسعت اور کشادگی حاصل ہوگی اور ما قدمت و اخرت کے معنون پر کلیتہً اور جزئیتہً جیسا چاہیے قرار واقعی اطلاع حاصل ہوگی واذا البحار فجرت اور جب دریا بہائے جاوین اور ٹہراؤ اور رُکاؤ پانی کا جو اسوقت مین ہے وہ ترسے شیخ ابو المنصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ پہلے سب دریا ایک جگہہ اکٹھے کئے جاوینگے اور اس جمع ہونیکے سبب سے [illegible] ہوگا اُسمین سے شعلہ اُٹہیگا کہ سب دریا جل کے کچہہ پانی اُسمین سے دُہوان ہوکے قیامت کے میدان کو پُر کردیگا اور کچہہ پانی دوزخ کی آگ ہوجائیگا سو اس سورے مین پہلے دریا کے انقلاب کا ذکر ہے کہ اپنے ٹہراؤ اور رُکاؤ سے متغیر ہوکے بہ نکلینگے اور سب کے سب مل کے ایک [illegible] بیان کیا ہے اور اس سورے مین بعثرۃ القبور کی مناسبت سے بہانے کو اختیار فرمایا ہے [illegible] پہنچتا ہے تو اُسکو خراب کردیتا ہے اور اس سورے مین تسعیر جحیم کی مناسبت کے واسطے جلانے اور دہکانے کو اختیار [illegible] اور عرب نے لغت مین بحر خاص نام ہے دریائے شور کا اور جتنی ندیان میٹہی ہین کتنی ہی لنبی چوڑی گہری ہوین اُنکو نہر کہتے ہین بحر نہین کہتے اور دریائے شور جسکو سمندر کہتے ہین وہ ایک ہے لیکن اُسکے ٹکڑون اور کہاڑیونکی رعایت سے جمع لائے ہین جیسا کہ تاریخ والون نے لکہا ہے کہ سمندر کے ایک ٹکڑیکا نام بحر چین ہے اور ایک ٹکڑیکا نام بحر ہند اور ایک ٹکڑیکا نام بحر فارس اور ایک ٹکڑیکا نام بحر قلزم جو درمیان حبش اور عرب کے جاری ہے اور ایک ٹکڑیکا نام بحر روم ہے جسمین فرنگیونکے جزیرے واقع ہین اور ایک ٹکڑیکا نام بحر خزر والان ہے اسطرح اور بہی نام ہین اور دریاؤنکے بہنے کے سبب سے انسانونکے بدنونکے مادے اور اُنکے بدنونکے عذاب اور عقوبت کے اسباب زیادتی قبول کرینگے اور سماوی نفسونکا تعلق ان بدنونسے صحیح ہوجاویگا واذا القبور بعثرت اور جب قبرین اُٹہائی جاوین یعنے قبر والی اور جو کچہہ زمین کی تہ مین ہے سب زمین کے اوپر آجاوے اور بدنونکے اجزا اُسمین ملجاوین اسوقت ایک پانی عرش کے نیچے سے برسیگا اُسمین زندگانی کی قوت سپرد کی گئی ہوگی اور مرد کی منی کا حکم رکہیگا اُسکے بعد حضرت اسرافیل علیہ السلام صُور پہونکینگے اور انسانکی روحین اپنے بدنونسے ملجاوینگی اور آسمانی روحین اُنکی خادم اور مددگار ہوونگی اور حشر قایم ہوگا اُسوقت علمت نفس ما قدمت جان لیویگا ہر جی جو آگے بہیجا ہے حق تعالی کیطرف نیکی اور بدی سے اور آگے بہیجنے سے مُراد اُسکا کرنا ہے اسواسطے کہ جو کچہہ نیکی اور بدی کی گئی ہے سب نامۂ اعمال مین لکہی ہے اور وہ نامہ لکہنے والونکے ہاتہہ سے حقتعالی کے دربار مین پہنچا ہے واخرت اور جو پیچہے چہوڑا ہے نیکی اور بدی سے اور پیچہے چہوڑنے سے نکرنا مُراد ہے یعنے اُس کام کو نکیا اس واسطے جو نہین کیا ہے وہ نامۂ اعمال مین لکہا ہی نہین گیا اور جو حق تعالی کے دربار مین بہی نہین پہنچا اور بعضے مفسرون نے

دریا کے ٹکڑونکا بیان

کہاہے کہ تقدیم سے خرچ کرنا مال اور اسباب کا مراد ہے اللہ تعالی کی رضامندی مین کہ وہ سب آخرت کا ذخیرہ ہے اور تاخیر سے چھوڑ جانا مال اور اسباب
کا مراد ہے وارثون کے واسطے اور بعضون نے کہاہے کہ ماقدمت سے وہ اولاد مراد ہے جو باپ کے سامنے مرگئی ہے اور مااخرت سے پیچھے چھوڑی
اولاد مراد ہے اور بعضون نے تقدیم سے اول عمر کے کام اچھے ہون یا بُرے مراد لیئے ہین اور تاخیر سے آخر عمر کے کام اور بعضون نے کہاہے کہ نیکی
اور بدی کرنا کسی چیز کا ہو یا چھوڑنا سب ماقدمت مین داخل ہے اور رسم نیک ہو یا بد یا مذہب یا طریقہ جو کسی شخص نے نیا نکالا اور اُسکے بعد لوگون نے اُسکو
اختیار کیا اور اسی راہ پر چلے یہ سب مااخرت مین داخل ہے اور حدیث شریف مین حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے آیا ہے کہ ماقدمت
من خیر او شر وما اخرت من سنۃ حسنۃ استن بہا بعدہ فلہ اجرہ واجر من اتبعہ من غیر ان ینقص من اجورھم شئی
او سنۃ سیئۃ عمل بہا بعدہ فعلیہ وزرہ ووزر من عمل بہا بعدہ لا ینقص من اوزارھم شئی یعنے جو آگے بھیجا نیکی اور بدی سے اور جو پیچھے
چھوڑا طریقہ نیک سے جسکو لوگون نے اختیار کر لیا بعد اُسکے پس اسکو اجر ہے اپنے کیئے کا اور اجر ہے اُن لوگون کا جنہون نے پیروی کی اسکی بغیر اسکے
کہ کم ہو اُنکے اجر سے کچھ اور جسنے رسم بُری ڈالی اور اُسکو لوگون نے اختیار کیا بعد اُسکے تو اُس شخص پر ہے گناہ اُسکے کیئے کا اور گناہ اُن لوگون کا جو
اس رسم بد پر چلین اُسکے بعد بدُون اس بات کے کہ کم کیا جاوے گناہ اُن لوگون سے کچھ اور دوسری حدیث مین آیا ہے کہ ایک سوال کرنے والا آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے اُٹھ کھڑا ہوا اور سوال کیا جتنے شخص آپکی خدمت مین اُسوقت حاضر تھے سب چُپ رہے ایک شخص حاضران مجلس سے اُٹھا
اور اُسکو کچھ دیا پھر اور ون نے بھی اُسکو دیکھ کے اس سایل کو دینا شروع کیا تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نیک رسم نکالتا ہے اور
اور آدمی اُس رسم پر عمل کرتے ہین تو اس رسم نکالنے والے کو ایک ثواب اپنا ملتا ہے اور ثواب دوسرے عمل کرنیوالونکا بھی بے اُسکے کہ اُنکے ثوابون مین کچھ
کمتی ہو اور اسیطرح جو شخص رسم بد نکالتا ہے اور لوگ اُسپر عمل کرتے ہین تو اُسکا وبال اُس رسم کے نکالنے والے پر ہے اور لوگونکا وبال بھی اُسکے گردن پر ہے
جو اُسپر عمل کرتے ہین بے اسکے کہ اُنکے وبال سے کچھ کمی کیجاوے راوی اس حدیث کا کہتا ہے کہ اس قصے کے نقل کرنیکے بعد حضرت حذیفہ بن الیمان نے
یہ آیت پڑھی کہ علمت نفس ماقدمت واخرت حاصل کلام کا یہ ہے کہ نفس انسانی کو اپنی نیکی اور بدی پر آگاہی بخوبی حاصل ہوگی اور جب دیکھیگا کہ جو مینے
کیا وہ سب بُرا تھا اور جو چھوڑ دیا وہ اچھا تھا اور نیکی کی جزا یہان یہ ہے اور بُرائی کی سزا یہ ہے تب اُسکو بڑی ندامت ہوگی اور اپنی اُلٹی بوجھ پر شرمندہ ہوگا
اُسوقت اُسکو کہا جائیگا **یَاَیُّهَا الْاِنْسَانُ** اے آدمی تیرا نام تو اُنست سے نکالا گیا تھا کس واسطے تو نے حق کی یاد سے اُنست نہ پکڑی اور نیکیان
نکین تو نے اور حق کے سوائے کہ سب تیرے حق مین سانپ اور بچھو تھے اُنکو جواہر اور سونے کے نگینے خیال کرکے اُنسے مانوس ہوا تو اور صحبت کی تو نے **مَا غَرَّكَ**
کس چیز نے فریب دیا تجھکو نفس نے یا شیطان لعین نے خلق نے یا دنیا نے **بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ** اپنے پروردگار پر جسنے طرح طرح سے تجھکو پرورش اور تربیت
فرمایا اور تیرے ساتھہ وہ معاملہ کیا جو اُسکے کرم کی صفت کا مقتضا تھا پھر تو نے اُسکے عوض مین معصیت اور مخالفت کا داغ اپنے پر لگایا اور اپنی فضیلت اور
بزرگی جو سب مخلوقات پر تجھکو ملی تھی سب برباد کی تو نے اور کریم کے معنو مین اختلاف ہے بعضے کہتے ہین کہ کریم وہ ہے کہ جسکے ہر کام مین انعام و احسان
ہووے اور اُسکی ہر حرکت اور سکون مین چھپی خیر منظور ہو اور بعضون نے کہا ہے جو احسان اور انعام کرنے مین اپنا نفع یا اپنے نقصان کا دفع منظور
نرکھے وہ کریم ہے اور بعضون نے کہا کہ کریم وہ ہے کہ دوسرونکا حق اپنے اوپر رکھے بلکہ جو اُنکو چاہیے دیوے اور جو اُسکا حق دوسرون پر ہو اُسکو
طلب نکرے اور بعضون نے کہا ہے کہ کریم وہ ہے کہ جو دوسرے سے تھوڑی خیر قبول کرے اور اُسپر عوض بہت دیوے اور یہ اللہ تعالے کے کرم کا
مقتضا ہے کہ گنہگارون کے گناہون کو بھی بخشتا ہے اور اُسی پر کفایت نہین کرتا بلکہ باوجود اس تمام نافرمانی بندونکے دمبدم احسان اور تربیت اور پردہ
پوشی اپنے بندے گناہگارون پر کیئے جاتا ہے اور یہان ایک سوال ہے جواب طلب جسکا حاصل یہ ہے کہ مغرور ہونے پر منکر کے اور سرزنش
کرنے پر اس غرور کے قہر کی صفت کا ذکر کرنا زیادہ مناسب تھا اسواسطے کہ قہار سے مغرور ہونا البتہ انکار اور توبیخ کی جگہہ ہے بخلاف اسکے
کہ کوئی اللہ کے کرم پر مغرور ہووے کہ وہ غصے اور انکار کی جگہہ نہین ہے اسواسطے کہ کریم کا کرم خود غرور کا سبب پڑتا ہے جیسا کہ تاریخ کی

کتابون مین مذکور ہے کہ ایک دِن نوشیروان بادشاہ کے سامنے اُسکے خدمتگار اور خواص آپسمین ہنس پڑے ایک وزیر نے جو وہان حاضر تہا عرض
کیا کہ اِن خدمتگارونکو آپکا کچھہ خوف ورعب نہین ہے کہ آپکے سامنے ایسی حرکتین کرتے ہین نوشیروان نے کہا کہ ہم کو چاہیے دشمنونکو خوف دلاوین
نہ اپنے خدمتگارونکو آور حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ ایک دِن آپنے اپنے غلام کو کسی کام کے واسطے دو تین
بار پکارا اُسنے باوجود سُننے کے جواب نہ دیا آپ باہر تشریف لائے اور جانا کہ غلام کہین گیا ہوگا دیکھا تو غلام حجرے کے دروازے پر کہڑا ہے آپنے
فرمایا کہ تجھکو کیا ہوا تہا کہ جواب مجھکو نہ دیا غلام نے عرض کی کہ آپکے کرم کے اعتماد پر علاوہ اِسکے یہہ بہی مجھے خاطر جمع ہے کہ آپ مجھکو مارینگے بہی
نہین حضرت علی نے اُسکے جواب کو پسند کیا اور اُسکو اُسیوقت آزاد کردیا تو معلوم ہوا کہ اُس چیز کا ذکر جو آپ ہی غرور کا سبب ہووے غرور
کے انکار کی جگہہ پر مناسب نہین ہے جواب اِس سُوال کا یہ ہے کہ کرم کی صفت کا ذکر اِس جگہہ پر غرور کی وجہ کے بیان کرنے کے واسطے ہے
یعنے اُسکے کریم ہونے کے سبب سے تو مغرور ہوگیا جیسا کہ حضرت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ فرماتے تہے اِلٰهِی غرّنی
حِلْمُكَ لو اخذتنی بالاولی مَا اجترأت علی الثانیه یعنے اے اللہ مغرور کیا مجھکو تیرے حلم نے اگر پہلے گناہ پر تو مجھکو پکڑتا تو دوسرے گناہ پر
جرأت نکرتا مین آور حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے منقول ہے کہ اُنسے پوچھا لوگون نے کہ اگر تمکو حق تعالےٰ قیامت کے دن اپنے
سامنے کہڑا کرکے پوچھے کہ ماغرّك بربك الکریم تو کیا جواب دوگے اُنہون نے کہا کہ مین کہونگا غرّنی ستورك المرخاة فریب دیا مجھکو تیرے
چہوٹے ہوئے پردون نے یعنے کتنا ہی مینے گناہ کیا مگر تونے مجھکو فضیحت اور رسوا نکیا تو جان لیا مین نے کہ کبہی تو فضیحت نکریگا اور اِسی قسم کا مطلب
حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بہی منقول ہے کہ کم من مغرور بالستر علیه وکم من مستدرج بالاحسان الیه یعنے بہت سے مغرور ہورہے
ہین بسبب تیری پردہ پوشی کے اُنپر اور بہت سے استدراج مین گرفتار ہین بسبب تیرے احسان کے اُنپر آور جب اِستفہام انکاری مجموع کلام پر وارد
ہوا تو موافق قاعدے عربی کے اُس کلام کے معنے توبیخ اور سرزنش کے ہوئے اُس غرور پر جو کریم کے کرم کے ملاحظہ سے پیدا ہوتا ہے اور جب غرور کا
انکار کرم پر کہ غرور کے بڑے عمدہ اسباب سے ہے متوجہ ہوا غرور کی نفی مین بہت مفید پڑا اسواسطے کہ جب کرم پر غرور کرنا نچاہیے تو قہر پر غرور کرنا
کس طرح چاہیے اور اللہ تعالےٰ کی صفت جسطرح کرم ہے تو اُسی طرح قہر بہی تو وہ کریم بہی ہے اور قہار بہی اور منتقم بہی ہے اور باوجود ان سب صفتون
کے حکیم بہی ہے اور جب اُسکی حکمت قہر اور انتقام کی خواہش کرنیوالی ہوئی اُسوقت کرم کے آثار ظاہر نہین ہوتے اسواسطے کہ احسان اور کرم بدکارون کے
حق مین خلاف قاعدے حکمت کے ہے اِسی جگہہ سے ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اِس آیت کو تلاوت کرنیکے وقت فرمایا کہ غرّہ بالله جهله یعنے
آدمی کو مغرور کیا ہے اُسکی نادانی نے اِسواسطے کہ وہ ایک صفت پر اپنے پروردگار کے تکیہ کرکے بیٹہا ہے اور دوسری صفتین اُسکی کہ حکمت اور عدالت ہین بہول گیا
دوسرا جواب اور بہی ہے وہ یہہ ہے کہ توبیخ کسی کام پر اُس جگہہ کرتے ہین کہ اُس کام کے ہونے کا گمان ہووے اور کریم کے کرم پر غرور کا مظنہ
ہوسکتا ہے اسواسطے کہ یہہ ہوسکتا ہے کہ کسی کے کرم پر کوئی مغرور ہووے لیکن قہر اور انتقام پر مغرور ہونا ہرگز نہین ہوسکتا اِسپر انکار اور توبیخ کیا نسبت
رکہتی ہے مثلاً عرف مین کہتے ہین کہ فلانے کے حلم پر اعتماد مت کرو اسواسطے کہ محل اعتماد کا حلم ہوسکتا ہے اور یہ ہرگز نہین کہتے ہین کہ فلانے کے غُصّے پر مغرور
مت ہو اور اعتماد نکرو اسواسطے کہ غصہ اور غضب محل اعتماد اور غرور کا ہرگز نہین ہوتا بلکہ پرہیز اور بچنے کا محل ہے آور بعضے بزرگون نے کہا ہے کہ اِس صفت
کا لانا جوابکی تلقین کے واسطے ہے تاکہ بندہ خود کہے کہ غرّنی کرمك لیکن یہہ جواب بن نہین سکتا اسواسطے کہ اُسکا کرم بہی حکمت سے خالی نہین اور اُسکی
حکمت ہرگز یہہ بات کو نہین چاہتی ہے کہ اپنے بندونکو بے جزا اور سزا مُہمَل چہوڑ دے اور ظالم سے مظلوم کا بدلا نہ لے اور مخلوقات کے حق کو ضایع کرے
اور نیک کو بد سے اور پرہیزگار کو بدکار سے جُدا نکرے تو معلوم ہوا کہ اِس جواب مین نفی الغرور للہ لازم کہانا ہے کہ کرم کے ثابت کرنے مین میری
حکمت کا انکار کیون کیا تونے آور یہ بہی ہے کہ اللہ تعالےٰ کا کرم آدمی کی خواہش سے پہلے ہے سب بے عوض اور غرض کے اُسکو پہلے پیدا
کیا اور طرح طرح نعمتون سے نوازا اور پہلا کرم پچہلے کرم کا سبب نہین ہوسکتا کہ اُسکے گناہون کو بالکل چہوڑ دیں اور اُسکی بدیون پر اُسکو

تنبیہ کرین بلکہ اللہ تعالے کا پہلا کرم زیادہ تر دہشت اور خوف کا باعث ہے اسواسطے کہ اگر آدمی ایسے شخص کی مخالفت کرے جسکا حق اور احسان کچھ اسپر نہو تو ہو سکتا ہے کچھہ تعجب کی جگہہ نہین ہے لیکن اپنے محسن اور منعم کی مخالفت اور ولی نعمت کی نافرمانی بڑا کفران ہے اور بڑے خوف کی جگہہ اور اُسکا پہلا کرم اِس بات کو نہین چاہتا کہ ایسے ناشکر سے درگذر کرے بلکہ عرف مین ایسی جگہہ چشم پوشی کرنے کو بیحیائی اور ذلت کہتے ہین علے الخصوص اُسوقت مین کہ خود اپنے ولی نعمت کو نہ مانے اور اُسکی نعمتین دی ہوئین دوسرون کی طرف نسبت کرے یا اُسکی غیر مرضی مین خرچ کرے اعاذنا اللہ من ذلک اب جاننا چاہیئے کہ اِس جگہہ پر تین چیزین ہین غرور اور تمنا اور رجا سو جابجا قرآن شریف مین غرور تمنے کو برا فرمایا ہے جیسا کہ ان آیتون مین ہے وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللَّهِ الْغَرُورُ ۝ لَيْسَ بِأَمَانِيِّكُمْ وَلَا أَمَانِيِّ أَهْلِ الْكِتَابِ ۝ تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ ۝ اور سوا اسکے اور بہی آیتین ہین اور رجا جو اُمید کے معنون مین ہے وہ قرآن اور حدیث دونون مین پسند ہے جیسا کہ جابجا مومنون اور نیکون کی مدح مین مذکور ہے جیسے يَرْجُونَ رَحْمَةَ اللَّهِ اور سوا اسکے بہی ہے تو ان تینون چیزون مین تفرقہ اور جدائی کہلی کہلی بیان کرنا چاہیئے تا کہ کام ممدوح اور مذموم آپس مین ملتبس نہووین اور مل نجاوین اب جاننا چاہیئے کہ امید کی حقیقت یہہ ہے کہ کسی چیز کے انتظار مین آدمی کا دل خوش ہے اور ہر مرغوب کے حاصل ہونے کے واسطے ایک سبب درکار ہے والا انتظار ثابت نہووے پہر اگر ایک چیز کے اسباب بہت جمع ہوے ہون اور اُسکا انتظار کہینچے اور اِس انتظار مین خوش رہے جیسا ایک کسان نے اچہا بیج اچہی زمین مین بویا اور پانی بہی وقت پر پایا ہے اور غلہ کا منتظر ہے اسکو رجا اور امید کہتے ہین اور اگر ایک چیز کے بہت سے اسباب جاتے رہین اور اُسکے انتظار کہینچے تو وہ غرور اور حماقت مین گرفتار ہے جیسا کہ ایک کسان نے اوسر زمین مین بیج بویا اور وقت پر سینچا نہین پہر اُس سے غلہ کی انتظاری کرے اُسکو غرور اور حماقت کہتے ہین اور اگر اسباب کے حاصل ہونے مین شک واقع ہو پہر اُس چیز کا انتظار کرے جیسا کہ ایک کسان نے اچہی زمین مین بیج بویا لیکن سینچا نہین یا اوسر زمین مین بیج بویا اور سینچا پہر اُس سے غلہ کا منتظر ہے اِسکو تمنا اور آرزو کہتے ہین پہر جب یہہ مثالین خوب سمجہہ مین آگئین تو ایماندار کو چاہیئے اپنی نجات اور فلاح کی حتے المقدور فکر کرے اور اُسکے اسباب کو اپنے مین جمع کرے جیسا کہ فرمانبرداری اور احتراز نہی سے پہر رحمت الٰہی کا امیدوار رہے اور اِس انتظاری مین خوشی اور خرمی سے گذران کرے اور جس شخص نے اپنی نجات اور فلاح کے اسباب کو کہو دیا اور اپنی عمر کو نامرضیات الٰہی مین صرف کیا پہر منتظر نجات اور فلاح کا ہے وہ احمق ہے اور غرور مین گرفتار ہے اور شک کی صورت مین جیسے نماز روزہ کیا لیکن اسکی شرطون کو خوب بجا نہ لایا تو وہ آرزومند ہے یعنے شاید کہ اُسکو نجات ہو لیکن یہہ دونون اللہ تعالے کے نزدیک بری اور نامقبول ہین نقل کرتے ہین کہ سلیمان بن عبد الملک حج کے واسطے ملک شام سے آتا تہا مدینہ منورہ مین حضرت ابو حازم سے ملاقات ہوئی اُسنے پوچہا کہ قیامت کے دِن بندون کی ملاقات پروردگار سے کس طرح پر ہوگی ابو حازم نے کہا اگر بندہ نیک ہے کہ دنیا مین نیکی کرکے گیا ہے اُسکی ملاقات اِسطرح پر ہوگی جیسا کہ کوئی شخص بہت دِنون مین سفر سے پہر کر اپنے گہر مین آوے اور بہت سا مال اور اسباب کما کے اپنے ساتہہ لاوے اسوقت خیال کیا چاہیئے کہ اُسکے گہر والے اُس سے کس طرح سے خوش ہونگے اور کس کس طرح سے خاطرداری کرینگے اور اگر بندہ بدکار ہے کہ دنیا مین بہت برائیان کرکے گیا ہے اُسکا سامنا ویسا ہوگا جیسا کہ کسیکا غلام چوری کرکے چہپ کے بہاگا ہو اور اُسکے خاوند نے اُسکے پیچہے پیادے اُسکو پکڑنے کو دوڑائے ہون اور وہ پیادے اُسکو پکڑ کے ہاتہون مین ہتکڑیان اور پیرون مین بیڑیان اور گلے مین طوق ڈال کے اُسکے خاوند کے حضور مین لاوین اس وقت کی حالت کو خیال کیا چاہیئے کہ کیا اپنے دل مین شرمندہ ہوگا اور اپنے خاوند کے نزدیک کس طرح سے لایق لعنت اور نفرین کے ہوگا سلیمان کو اِس بات کے سُننے سے رقت غالب ہوئی بہت رویا اور کہا کہ کیا اچہی بات ہوتی کہ مین اپنا حال جانتا کہ مجہکو ان دونون صورتون مین سے کون سے

ف حکایت سلیمان بن عبدالملک اور ابو حازم کی

کون سی طرح پر اس مالک مطلق کے سامنے لیجائینگے ابو حازم نے کہا کہ اس بات کا معلوم کرنا بہت آسان ہے اور قرآن شریف مین خوب کہول کے بیان فرمایا
سلیمان نے پوچہا کس آیت مین ابو حازم نے کہا حق تعالی فرماتا ہے ان الابرار لفی نعیم و ان الفجار لفی جحیم اپنے عملون کا جائزہ دیکہو کہ ابرار مین
ہو یا فجار مین سلیمان نے کہا کہ اگر ہمارے عمل بد انجام کام کا ٹہیرا تو رحمت الہی کہان ہے ابو حازم نے کہا کہ یہ بہی پتا قرآن مجید مین بتا دیا ہے سلیمان نے کہا کس آیت
مین ابو حازم نے کہا ان رحمة الله قریب من المحسنین سلیمان کو یہ بات کے سنتے ہی خوف غالب ہوا اور روتے روتے حالت متغیر ہو گئی اٹہکے
پاس سے چلا گیا اور کہا کہ اس قسم کی تمہاری باتین سننے کی مجہکو طاقت نہین ہے کہ میرا پتا پہٹا جاتا ہے اور جب اس آیت مین آدمی پر توبیخ اور سرزنش متوجہ
فرمائی اسپر کہ تیرے اللہ تعالے کے کرم پر مغرور ہوا چاہیئے تو اب کئی نعمتین جو اسپر انعام کی ہین اور وے غرور اور فریب کو مانع ہین بیان فرماتے ہین کہ غنی ہے ایک
یہہ ہے **الَّذِيْ خَلَقَكَ** وہ کریم کہ اپنے محض کرم سے تجہکو پیدا کیا اور ہرگز خواہش اور سوال اور دعا اس نیستی کی حالتین تجہسے متصور نتہی اور کسی منفعت
کی تجہسے توقع نہ تہی **فَسَوّٰىكَ** پہر تیرے بدن کو ٹہیک بنایا اور سب جوڑ بند برابر پیدا کئے انداز سے ہاتہہ برابر ہاتہہ کے اور پانون
برابر پانون کے اور کان برابر کان کے اور آنکہہ برابر آنکہہ کے کسیکو انمین سے کم زیادہ نہین کیا جیسے اگر ایک پانون چہوٹا ہوتا اور دوسرا بڑا تو چلنے
مین بہی رنج ہوتا اور دیکہنے مین بہی عیب دار اور ناقص ہوتا یہہ اسیکا کرم ہے کہ ایک قطرہ ناپاک سے تجہکو ایسا خوبصورت اور سڈول پیدا کیا
فَعَدَلَكَ پہر معتدل مزاج بنایا تجہکو اور تیرے بدن کے مزاج کے خلط کے رکنون کو یعنی گرمی اور سردی اور تری خشکی کو طبیعت مین ایک
اور برابر کیا تا کہ جو احول کہ اعتدال سے خارج ہین انکو پہچانے اور پہچے کہ ظاہری اعتدال سے خارج ہونا شش رنج اور الم ہوتا ہے پہر معنوی اعتدال سے
خارج ہونیکو اسی پر قیاس کیا چاہیئے **فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ** جس صورت مین چاہا تیرے پروردگار نے تجہکو
بنایا اسوقت مین تو حاضر تہا جو عرض کرتا کہ فلانی صورت اچہی ہے اور فلانی صورت بری مجہکو اچہی صورت چاہیئے بری نچاہیئے یہہ اسیکا کرم ہے
کہ حسن اور اچہی صورت پر تجہکو بنایا ہاتہہ دئے تکبیر مین اٹہانیکو مصحف کے پکڑنیکو اور ستیاں کے اٹہانیکو جہاد مین اور سوا انکے بہت چیزین بندگی کی ہین جنکو
کہ ہاتہہ سے تعلق رکہتی ہین اور زبان دی ثنا اور صفت اور تسبیح اور ذکر اور تلاوت قرآن کرنیکو اور اچہی بات کے حکم کرنیکو اور بری بات سے منع کرنیکو اور ذات
اور صفات الہی کی حقیقتین بیان کرنیکو اور پانون دئے نماز مین کہڑے ہونیکو جہاد مین دوڑنیکو بیت اللہ کے طواف کرنیکو مریضون کی عیادت کرنیکو اولیا
کی زیارت کو اور سوا اسکے جو اچہی چیزین اس سے متعلق ہین اسیطرح ہر ایک عضو کو طاعت اور بندگی کے واسطے پیدا کر دیا اور تو نے ان
نعمتون کو اسکے عکس مین خرچ کیا اور گناہ کا واسطہ بنایا سو جس نے ایسی نافرمانی اپنے مالک کی کی ہو وہ ہرگز صفت کریمی کے سزاوار نہین ہوتا اور
ایسے شخص کو فریب کہانا اور مغرور ہونا کریم کے کرم پہ زیب نہین دیتا ہے اور اس مقام پر کہ اللہ تعالی کی نعمتون کا بیان اور شمار کرنا منظور ہے خاص پیدایش
کی نعمت کو بیان کرنیکی وجہہ یہہ ہے کہ اس نعمت مین کسیطرح کی خواہش اور سوال بندیکی طرف سے پایا نہین گیا تہا اور انکی پیدایش مین اللہ تعالے
کی بہی کسی منفعت کی توقع یا کسی ضرر کا دفع متصور نہین تہا بخلاف اور نعمتون کے کہ بعد پیدا ہونیکے اور بعد سوال حالی یا قالی کے عنایت ہوئی ہین کہ
وہ نعمتین چندان کرم پر دلالت نہین کرتی ہین اور یہہ بہی ہے کہ انسان کی پیدایش کی نعمت ایسی بہتر اور معقول طبیعت کے اعتدال اور اعضا
کے تناسب کے ساتہہ صریح دلیل ہے اس بات کی کہ ایسے مخلوق کو مہمل اور بیفائدہ نہین پیدا کیا ہے بلکہ اعتقاد اور عمل کی سیدہی راہ پہچاننے کو اور
بری راہ سے اعتقاد اور عمل کے احتراز کرنیکو پیدا کیا ہے اسواسطے کہ غیر معتدل کو سوائے معتدل کے کوئی پہچان نہین سکتا اور طب کی کتابون مین
قاعدہ ٹہرا ہوا ہے کہ غیر معتدل اس کیفیت سے جو اعتدال سے خارج ہے چندان تاثیر نہین قبول کرتا ہے اسواسطے کہ وہ کیفیت ہمجنس اس غیر
معتدل کے نہین ہے بخلاف اپنے ہمجنس کے کہ اس سے زیادہ تاثیر قبول کرتا ہے اور تہوڑے کو بہت جانتا ہے بس انسان نے جو ہر کام مین قصور کیا
اور اپنے مالک کی نافرمانی کی تو زیادہ تر لائق غصے اور غضب کے ہوا پہر اسکو پہلے کرم پر فریفتہ اور مغرور ہونا ہرگز مناسب نہین ہے اور اس مقام
پر ایک سوال ہے جواب طلب اسکا حاصل یہہ ہے کہ ان نعمتون کے بیان کرنے مین حرف عطف کا کہ ف ہی ہر جگہہ پر مذکور فرمایا ہے

مگر فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ مین کہ حرفِ عطف کو نہین لائے ہین اُسکی وجہ کیا ہے اُسکا جواب یہہ ہے کہ پیدایش اور اعضا کا برابر ہونا اور
کیفیت کا معتدل ہونا یہ تینون فعل ترتیب سے بیان ہوئے ہین اُنکے درمیان مین مدلول فَ کے کلمہ کا کہ تعقیب ہے گنجایش رکھتا ہے اور بعد
اِن تینون فعل کے صورت کی ترکیب لازم ہے اسواسطے کہ جب تسویہ اور تعدیل سے فراغت پائی تو تصویر حاصل بلکہ وہی تسویہ اور تعدیل عین
تصویر ہے پس گنجایش حرف عطف کی نرہی اور جب یہہ نعمت یعنے پیدایش کی تسویہ اور تعدیل دونو نعمتون سے ملکر پیدا ہوئی تو اسواسطے اِسکو بطور
اِن دونون نعمتون کے بیان کے بے حرف عطف کے بیان فرمایا اور مفسرونکی ایک جماعت نے فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ کی تفسیر مین کہا ہے کہ یہان
مراد یہہ ہے کہ لڑکا کبھی باپکے مُشابہ ہوتا ہے اور کبھی ماکے اور کبھی چچا کے اور کبھی ماموکے اور کبھی اِنمین سے کسیکے مشابہہ نہین ہوتا جیسا کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم منقول ہے کہ ایک شخص سے آپنے پوچھا کہ ما ولد لک یعنے کیا ہے اولاد تیری اُسنے عرض کی کہ یا رسول اللہ وما عسٰی
ان یولد لی اما غلام او جاریۃ یعنے ابہی تک تو کچھہ بہی نہین ہے مگر قریب ہے کہ پیدا ہوگا لڑکا یا لڑکی پہر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ من
تشبہ یعنے کسکے مُشابہ ہوتا ہے اُسنے عرض کیا کہ تُشْبِهُ اُمَّهٗٓ اَوْ اَبَاهُ یعنے مشابہ ہوگا ماکے یا باپکے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا
تقل ھکذا ان النطفة اذا استقرت فی الرحم احضر اللہ کل نسب بینھا و بین ادم اما قرأت ھذہ الایۃ فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ
مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ یعنے ایسا مت کہہ مقرر نطفہ جب ٹہیرتا ہے رحم مین حاضر کرتا ہے اللہ تعالے سب نسب کو جو اُسکے اور آدم ؑ کے درمیان مین ہین کیا نہ
پڑہی تونے یہہ آیت فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ اور بعضون نے کہا ہے کہ اِس سے خوبصورتی اور بدصورتی مُراد ہے یعنے ہر ایک انسان
اچھی صورت ہونے مین اور بُری صورت ہونے مین متفاوت ہے اور بعضون نے کہا کہ اِس سے مُراد انسانکی صورتونکی زیادتی ہے یعنے اللہ تعالےٰ کی
قدرت کے عجائبات مین سے ایک یہ ہے اور حقیقت مین یہی ہے کہ اسقدر لاکہون کروڑون آدمیونکے چہرے حضرت آدم علیہ السلام تک باوجود
یکسان ہونیکی صورت اور شکل مین اور بدنکے جوڑ بند مین جیسے آنکہہ ناک کان مُنہہ چہرہ پہر ہر شخص کی صورت اور مشابہت دوسرے سے جُدا اور علیحدہ ہے
اِس جگہہ سے حق تعالے کے خزانونکی وسعت اور کثرت دریافت کیا چاہیے کہ کسقدر نقشے بے انتہا اُسکے خزانے مین موجود ہین اور بعضون نے کہا ہے
کہ مختلف ہونا صورت نر اور مادہ کا مُراد ہے اور اِس صورت مین اِس آیت کا ربط پہلی آیتون سے اسطرح پر ہوگا کہ تسویہ اور تعدیل نرکی مخالف مادہ کے
تسویہ اور تعدیل کے ہے لیکن یہہ مخالفت صنفی ہے یعنے نرکی قسم اور ہے اور مادہ کی قسم اور ہے اسیواسطے مادہ کے مزاج کو طبیب لوگ
ارطب جانتے ہین یعنے بہت تر اور نر کے مزاج کو ایبس یعنے بہت خشک بوجہتے ہین اور نر کے بدنکی صحت کو مادہ کے بدنکی صحت سے جدا جانتے ہین لیکن
اصل تسویہ اور تعدیل مین کہ نوع انسانی کا مقتضا ہے دونون قسم آپسمین شریک ہین اور بعضون نے اس آیت کو انسانکے رنگونکے مختلف ہونے پر
حمل کیا ہے جیسے کہ پہلے اور دوسری اقلیم کے رہنے والے سیاہ ہوتے ہین اسواسطے کہ ہمیشہ آفتاب اُنکے سر کے مقابل مین رہتا ہے یا مقابل سے
کچھہ ہٹا ہوا اور آفتابکی سوزش اور گرمی کی ہمیشگی رنگ کو سیاہ کرتی ہے جیسا کہ دہوبیون اور اُن گنوارونمین جو ہمیشہ ننگے بدن دہوپ مین کام
کیا کرتے ہین یہ بات ظاہر ہے اور سب دیکھتے ہین اور تیسری اقلیم کے رہنے والے اکثر گندم گون ہوتے ہین اور چوتہی اقلیم کے رہنے والے گورے
ہوتے ہین مگر سرخی کے ساتہ اور پانچوین اقلیم کے رہنے والے سُرخ رنگ ہوتے ہین اور چہٹی اور ساتوین اقلیم کے رہنے والے زرد رنگ ہوتے ہین پیچھے
اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ سے منقول ہے کہ بعضونکو ایسی صورت پر پیدا کیا ہے کہ اپنی بندگی کے واسطے اُنکو چُن لیا ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام
کے حق مین ارشاد فرمایا ہے وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ یعنے اور بنایا مینے تجھکو اپنے واسطے اور دوسری جگہہ انکے اور دوسرے انبیاؑ کے حق مین فرمایا ہے
اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا بیشک تہا وہ چُنا ہوا وَاِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ اور بیشک تہا وہ ہمارے چُنے ہوئے بندونسے اور یہ گروہ بادشاہی خاص بندونکی مانند
ہین کہ حضور کے خاص خدمتونکے واسطے مقرر ہوتے ہین اور بعضونکو ایسی صورت پر پیدا کیا ہے کہ اُسکے غیر کیطرف مشغول ہین جیسا کہ بعضے مالکی تجارت مین
اور بعضے کہیتی مین اور بعضے کسی اور کسب اور پیشہ مین مشغول ہین کہ دنیا کا کام چلے اور جو اِس کلام مین گمان ہوسکتا تہا کہ کرم کی صفت سننے سے جو اُس توبیخ اور

سوال مین مذکور ہے شاید کافر کہنے لگین کہ ہمارا غرور اور اعتماد سب اُسکے کرم پر تہا اسواسطے دوسری تنبیہ اور توبیخ پہلے سے بہی زیادہ...
کَلَّا یعنے ایسا نہین ہے کہ اُسکے کرم پر اعتماد کرکے تم یہ گناہ کرتے ہو اسواسطے کہ یہ اعتماد تو آخرت کی جزا کے اقرار کرنے پر اور اسکے اعتقاد
پر موقوف ہے اور تم آخرت کا اقرار اور اعتماد نہین کرتے ہو بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ بلکہ تم انکار کرتے ہو جزا کا اور حال یہ
ہے کہ جزا کا وعدہ بہی اُسیکے کرم کا مقتضا ہے تاکہ اچہی جزا کے امید پر طاعت اور بندگی کرو اور دین دنیا کے تمہارے کام اچہے بنجاوین اور عذاب
کے خوف سے گناہ اور نافرمانی سے بچتے رہو تاکہ کام دونو جہان کے تمہارے بگڑنہ جاوین اور جزا کا انکار تسے کسطرح بن پڑیگا وَاِنَّ عَلَيْكُمْ
اور حال یہ کہ اللہ تعالی کی طرف سے تم پر لَحٰفِظِيْنَ چوکیدار مقرر ہین تاکہ نیک اور بد کامون پر تمہارے خبردار رہین اور کوئی اچہا کام
تمہارا ضایع نجاوے اور کوئی بُرا کام بہی رائگان نہووے كِرَامًا یعنے وے چوکیدار بہی حق تعالی کی صفت کے موافق تمسے کرم کا معاملہ کرتے
ہین سو اُنکے کرمون سے جو تمسے کرتے ہین ایک یہ ہے کہ تمسے چہپے رہتے ہین اور اپنے تئین تمپر ظاہر نہین کرتے تاکہ تم کہین شرمندہ ہوکے عورتون
کی صحبت اور جا ضرور اور پیشاب اور اپنی مزداریان اور لذتین چہوڑ نہ دو اور اُنکے کرمونسے یہ ہے کہ باوجود تمہارے سب کام جاننے کے تمکو فضیحت
اور رسوا نہین کرتے ہین اور کسی آدمی کے سامنے تمہارے بہید اُنکو نہین کہولتے اور اُنکے کرمونسے یہ ہے کہ جب کوئی نیکی تمسے ہوتی ہے اُسکو
دس گنی کرکے لکہتے ہین جیسا کہ اگر ایک روپیہ اللہ کی راہ مین تمنے دیا ہو اُسکو دس روپئے لکہتے ہین اسی پر اور چیز کو بہی قیاس کرلو اور اگر کسی نیکی
کا تمنے قصد کیا اور کسی سبب سے وہ نیکی تمسے ہونے نپائی تو تمہارے اس نیک ارادے کو بہی نیکیون مین گنتے ہین اور ایک نیکی اُسکے عوض
مین لکہہ لیتے ہین اور اگر کسی گناہ کا تمنے ارادہ کیا اور پہر اُسے چہوڑ دیا یعنے نکیا تو اُس چہوڑ دینے کو بہی نیکیون مین گنتے ہین اور ایک نیکی لکہہ
لیتے ہین اور اگر کوئی گناہ تمسے ہوتا ہے تو چہہ ساعت تک تمکو مہلت دیتے ہین ا[illegible]نی دیر تک اُس گناہ کو نہین لکہتے کہ شاید اِس عرصے مین
تم توبہ یا استغفار کرو یا اِس اپنے کرنے پر شرمندہ ہو یا اُسکے بعد اتنے عرصے مین کوئی ایسی نیکی تمسے ہو کہ اُسکے سبب سے بُرائی تمہاری معاف
ہوجاوے اور اگر اتنی دیر مین اِن باتون مین سے تمسے کچہہ نہوا تو ایک گناہ لکہتے ہین اور پہر جب توبہ اور استغفار تم کرتے ہو یا کوئی اور
نیکی تو اُس لکہے ہوئے کو مٹا ڈالتے ہین اور وہ چوکیدار تمہارے کامونکے یاد رکہنے مین بہت احتیاط کرتے ہین اور باوجود فرشتے ہونے
کے کہ اُنہین نسیان اور فراموشی ہرگز نہین ہوتی اپنی یاد پر اعتماد نہین کرتے بلکہ كَاتِبِيْنَ یعنے لکہہ رکہتے ہین اور اِس کام کے واسطے
دفتر تیار رکہتے ہین اور صحیح روایتون کے موافق یہہ ہے کہ ہر آدمی کے واسطے یہہ لکہنے والے چار نفر ہین دو دنکو آتے ہین اور دو راتکو
اور ہر دن اور رات کے دونون دفتر علیحدہ علیحدہ رکہہ چہوڑتے ہین اور بعضی روایتون مین وارد ہوا ہے کہ اُنکے بیٹہنے کی جگہہ آدمی کے
دونون کندہے ہین اور بعضون نے کہا ہے کہ ہر آدمی کے اوپر کے دونون بڑے دانت اُنکے بیٹہنے کی جگہہ ہے اور آدمی کی زبان اُنکا قلم ہے
اور تہوک آدمی کا اُنکی سیاہی ہے اور جب یہہ دفترات اور دن کا حق تعالے کے حضور مین لے جاتے ہین باوجود اسبات کے کہ حق تعالے
اپنے بندے سے جانکی رگ سے بہی زیادہ نزدیک ہے لیکن احتیاط کے واسطے حکم ہوتا ہے کہ اِس دفتر لکہے ہوئیکا لوح محفوظ سے مقابلہ کرو اسواسطے کہ
اُسمین جو کچہہ بندہ کریگا بے کمی اور بیشی کے لکہا ہے بعد مقابلہ کے حکم ہوتا ہے کہ بندگی اور گناہ کے سوائے جو کچہہ ہے اُسکو مٹا ڈالو اور صرف بندگی اور
گناہ رہنے دو کہ اُسپر ثواب اور عذاب ہوگا اور اُن چوکیدارونکو کسیطرح تمہارے احوال سے پردہ اور پوشیدگی نہین ہے اور یہ بہی گمان مت کرنا کہ جسطرح دنیا
کے اخبار نویسون اور خفیہ نویسونسے کسی حیلہ اور مکر سے اپنے کام چہپا رکہتے ہو اُن سے بہی چہپا رکہوگے اسواسطے کہ وے چوکیدار يَعْلَمُوْنَ
مَا تَفْعَلُوْنَ جانتے ہین جو کچہہ تم کرتے ہو اگرچہ ہزار پردے مین کرو اب یہان پر جاننا چاہئے کہ لکہنے والے فرشتونکا آدمی کے سب کامون پر
خبردار ہونا اِس آیت سے ثابت ہوتا ہے اور آدمی کی سب باتون پر خبردار ہونا اُنکا دوسری آیت سے جو سورۂ قاف مین ہے بوجہا جاتا ہے وہ آیت یہ ہے
مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ یعنے نہین بولتا آدمی کوئی بات مگر اُسکے پاس ایک راہ دیکہتا تیار ہے لکہنے کو

ف بیان اسرار کاتبین [illegible]

اور کسی کام چھوڑ دینے پر خبردار ہونا جیسے روزہ اور اعتکاف اور جو احرام کے اندر منع ہین اُنسے بچنا اور جو اُسکے مانند ہین یہ سب دلیل عقلی سے ظاہر ہین اسواسطے کہ جب کوئی شخص ایک کام کی حاجت کے وقت بدون کسی عذر اور مانع کے اس کام کو نکیا صریح معلوم ہوتا ہے کہ اس کام کو اُسنے چھوڑا لیکن آدمی کی نیت کا حال دریافت کرنا اور اُسکے دل کی چھپی بات پر خبردار ہونا اسمین علما کا اختلاف ہے اکثر عالمون نے اسکا انکار کیا ہے یعنے دلکی بات کی اُنکو خبر نہین ہوتی اور صحیح حدیث مین وارد ہے کہ یہہ لکھنے والے نیکی کے ارادیکو نیکی لکھتے ہین اور اس بدی کے ارادیکو جسکو چھوڑ دیا ہے اُسکو بھی نیکی لکھتے ہین اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان فرشتونکو دل کے احوال پر بھی خبر ہوتی ہے لیکن اُسکے منکر کہتے ہین کہ یہہ خبر انکو اللہ تعالے کیطرف سے ہوتی ہے الہام کے طور پر یعنے فلانے شخص نے اسوقت فلانی نیکی کا ارادہ کیا ہے یا فلانی بدی کا ارادہ کرکے پھر اُسے چھوڑ دیا ہے وھو الاظھر یعنے یہی ظاہر ہے معلوم ہوتا ہے اور جب کلام جزا کے ثابت کرنے تک پہنچا تو اب تھوڑی نیکیون کی جزا اور بدونکی سزا کی التفصیل اس مقام پر بیان کرنا ضرور ہوا اسواسطے ارشاد ہوتا ہے **اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ** مقرر نیک لوگ بڑی نعمت مین ہونگے **یَّصْلَوْنَهَا** **وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ** اور مقرر برے لوگ دوزخ مین ہونگے **یَّصْلَوْنَهَا یَوْمَ الدِّیْنِ** پیٹھینگے اُسی دوزخمین انصاف کے دن یعنے قیامت کو **وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِیْنَ** اور نہونگے وہ سب اس دوزخ سے غائب ہونیوالے حاصل اسکا یہہ ہے کہ جسطرح دنیا کی آفت اور مصیبت سے بھاگکر یا چھپکر بچ جا سکتے ہین اُسدن یہہ حیلے اور مکر اُنکے پیش نجاوینگے اور اس بلا سے کسیطرح انکو خلاصی نہوگی اسواسطے کہ اُس آگ کی لپک بدکارون کو دور دور سے اپنے اندر کھینچ لاویگی اور وہ فرشتے جو دوزخ کے دروازون پر مقرر ہین زنجیرون اور طوقون مین انکو باندھکے دوزخ مین ڈالدینگے نہ وہان بھاگنے کی جگہہ ہوگی اور نہ طاقت مقابلہ کی اور بعضے مفسرون نے غائب ہونیکو دوزخ سے نکلنے پر حمل کیا ہے تو اس صورت مین تخصیص کفار کی فجار سے ضرور ہوئی اسواسطے کہ فاسق ایماندار دوزخ سے ضرور نکلینگے اور بہشت مین داخل ہونگے اور علم بدیع کے عالمون نے کہا ہے کہ اس کلام مین جمع اور تقسیم کی صنعت ہے یعنے پہلے ان علیکم لحافظین فرمایا اسمین آدمیونکو نیک ہون یا بد ایک حکم مین جمع کیا ہے پھر بعد اُسکے جزا اور سزا کے بیان کرنے مین دونون کو جدا جدا بیان فرمایا ہے یعنے ان الابرار لفی نعیم و ان الفجار لفی جحیم اور اس کلام مین ترصیع کی بھی صنعت ہے اور علم بدیع کی اصطلاح مین جس کلام مین یہہ صنعت پائی جاتی ہے اُس کلام کو مرصع کہتے ہین اسواسطے کہ اُسمین دونون فقرون کی لفظین سجع مین یعنے آخر کے حرف مین اور وزن مین برابر ہوتی ہین جیسا کہ اس کلام مین ہے جو دیکھتے یعنے ابرار فجار سے اور نعیم جحیم سے وزن اور سجع مین برابر ہے اور اسی صنعت مین کسی شاعر نے کہا ہے **شعر** ای منور بتو نجوم جلال ؛ وی مقرر بتو رسوم کمال ؛ اسمین بھی منور مقرر سے اور نجوم رسوم سے اور جلال کمال سے وزن اور سجع مین برابر ہین اور تضاد کی صنعت بھی اسمین پائی جاتی ہے اور اسکو طباق اور تطبیق بھی کہتے ہین حاصل اس صنعت یہہ ہے کہ کئی چیزین جو اُسمین ایک دوسرے کی ضد ہوتے ہین اُنکو جمع کر دیتے ہین جسطرح اس مصرع مین ہے **مصرع** ہشیار درون مست برون آمد ست ؛ اور اس آیت مین بھی نعیم جحیم کی ضد ہے اور ابرار فجار کی اور جو بدکارون کی جزا کے درمیان مین جزا کے روز کا بھی ذکر آگیا تھا اور اُسدن کی سختیان اور مصیبتین خاطرخواہ بیان نہین ہوئی تھین تو سننے والونکو خبردار کردینے کے واسطے تھوڑی سختیان اس دن کی استفہام تہویلی کے طور پر مجملاً بیان فرماتے ہین کہ **وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ** اور کیا جانا تونے کہ کیا ہے دن انصاف کا حاصل اس کلام کا یہہ ہے کہ اپنی عقل سے سختیان اور مصیبتین اُسدن کی آدمی دریافت نہین کر سکتا ہے اسواسطے کہ جو جو دکھہ درد کی سختیان اور آفتین مصیبت کے دنونمین اُسپر گذری ہین یا کسی اپنے ہم جنس سے سنی ہین وہ سب اُسدن کی مصیبتون اور سختیون کی نسبت سے کچہہ حقیقت نہین رکھتین تا کہ انکو ان پر قیاس کرلے اور عقل کا کام تو یہی ہے کہ بن دیکھی چیز کو دیکھی چیز پر قیاس کرلے اور بن سنی کو سنی پر **ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ** پھر بعد مہلت کے ہم کہتے ہین کہ تونے کیا جانا کہ کیا ہے انصاف کا دن اس مقام پر ثم کی لفظ کا حاصل یہہ ہے کہ بہت سی چیزین ایسی ہین کہ انکو سنتے ہی آدمی دریافت نہین کر سکتا ہے اور اُسکی فکر مین نہین آتا لیکن بعد تھوڑی دیر کے اور تامل کرنیکے اُسکی حقیقت

معلوم ہوتی ہے لیکن جو چیز ایسی ہو کہ وہم اور خیال کی اُس مین گنجایش نہو ایسی چیز مین مدتون تک فکر اور تامل کرنا اور سُنتے ہی اُسکے دریافت سے مایوس ہونا دونون برابر ہین اِسی سبب سے فرمایا ہے کہ بعد مُہلت اور فرصت دراز کے بھی اِسکی حقیقت حال کو دریافت نکرسکو گے مگر تھوڑی سی شدت اور سختی اُسدن کی تجھہ سے بیان کرتے ہین ہم کہ وہ دن **یَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا** جس دن نہ مالک ہو کوئی جان کسی جان کے واسطے کچھہ آب اِس مقام سے شدت اُس دن کی بوجھا چاہئے اسواسطے کہ دُنیا مین اگر کوئی شخص کسی بلا مین گرفتار ہوتا ہے تو پہلے عوام الناس سے اُس شہر کے اُس بلا کے دفعیہ کی تدبیر پوچھتا ہے اور اپنی خلاصی ڈھونڈھتا ہے اور جب دیکھتا ہے کہ عوام الناس سے کچھہ کاربرآری نہین ہوتی تب خواص کی طرف جو اُس بلا کا دفعیہ جانتے ہین التجا لیجاتا ہے جیسے طبیب حاذق کی طرف رجوع کرتے ہین بیماریون کے دفع کرنے کے واسطے اور چابکدست جراحون کی طرف پھوڑے اور ورمون مین اور تیز نظر کحالون کی طرف آنکھون کی مصیبتون مین اور عادل حاکمونکی طرف ظلم اور زبردستی کے مقدمے مین اور ہر کام کے تجربہ کارون کی طرف دوسرے کامون مین اور جب دیکھتا ہے کہ اِن آدمیون سے کوئی میرے حال پر متوجہ نہین ہوتا ہے تب لاچار ہوکے اُنکے یار دوستون سے سفارش کراتا ہے اور اُن سے مدد چاہتا ہے اور اپنی کاربرآری کرتا ہے لیکن اُسدن جتنے ناتے رشتے خویشی آشنائی کے ہین سب نیست ونابود ہوجاینگے اور سواے نفسی نفسی کے کسی کو دوسرے کے حال پر شفقت اور مہربانی نہوگی یہان تک کہ ماباپ کو اپنی اولاد پر رحم نہوگا اور نہ اولاد کو ماباپ کا کچھہ غم سب اپنے اپنے حال مین مُبتلا ہونگے اور وہان کے مقدمات مین کسی کو ادنی ہو یا اعلی کچھہ دخل نہوگا خاص بندے عوام کی طرح حیران اور پریشان ہونگے اور بڑے بڑے سردار رعایا کی مانند سرگشتہ اور حیران ہونگے اُس دن بدون حکم اُس مالک الملک کے کوئی کسی کی سفارش نکرسکیگا اور عاجزی اور چاپلوسی اور صبر اور اِستقلال دونون بے فائدہ اور بیکار ہونگے اُس دن وہی ارحم الراحمین جسپر رحم کرے اُسکی نجات اور رہائی ہے اور جسپر قہر اور غضب ہو اُسکی خرابی اور رسوائی آور اِس آیت مین تین عموم واقع ہوے ہین پہلا عموم مالک کی ذات مین اور دوسرا مملوک کی ذات مین اور تیسرا چیز مملوک مین اور اِن تینون عموم سے پرلے درجے کی مایوسی اور نا امیدی حاصل ہوئی اپنی مصیبت کے دفع کرنے مین کسی دوسرے کی طرف التجا کرنے سے اِس دِن کے معاملے مین چنانچہ یہ بات ظاہر ہے **وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ** اور حکم اُسدن اللہ ہی کے واسطے ہے اور دنیا مین جسطرح بادشاہ کا حکم رعیت پر اور ماباپ کا حکم اولاد پر اور آقا کا حکم نوکر پر اور خاوند کا حکم جورو پر اور میان کا حکم لونڈی غلام پر جاری ہوتا ہے اُسدن یہہ سب حکم منقطع ہوجاوینگے اور سوائے اُس مالک علی الاطلاق کے حکم کے کسیکو قدرت دم مارنی کی نہوگی جسکو اُس مالک نے سب طرح سے پسند کیا اُسکی نجات ہے اور جسکو سب طرح سے ناپسند کیا اُسکی ہلاکت اور خرابی ہے اور جسکو بعضی وجہ سے پسند کیا اور بعضی وجہ سے ناپسند کیا اُنکے واسطے پیغمبرون یا اولیاؤن یا عالمون یا حافظون یا شہیدون یا فرشتون کو حکم ہوگا کہ فلانے شخص کی شفاعت کرو تاکہ تمہاری بھی عزت و آبرو بڑھے اور اسطرح کی شفاعت جو حاکم کے حکم پر موقوف ہو اُسمین کسیکو دخل نہین ہوتا اور اعتماد کرنا بھی بجا ہے اور اسی مضمون سے معلوم ہوا کہ اس آیت مین شفاعت کی نفی نہین ہے جو معتزلہ نے سمجھا ہے بلکہ شفاعت کا ہونا حاکم کے حکم پر موقوف رکھا ہے اور یہی ہے اہل سُنت و اور جماعت کا صحیح مذہب اور اعتقاد واللہ اعلم بالصواب +

سُوْرَۃُ مُطَفِّفِیْن

اس سورت مین اختلاف ہے کہ مکی ہے یا مدنی اکثر معتبر تفسیرون مین مذکور ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مدینے مین تشریف لے گئے اور اس وقت مین وہان کے لوگ ماپ اور تول مین دغابازی بہت کرتے تھے تو یہ سورت نازل ہوئی اور اول سورت جو مدینے مین نازل ہوئی سو یہی ہے بلکہ بعضون کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے کے لوگونکو یہ سورت تعلیم فرمائی اور وہ لوگ ہدایت سے قرآن اور رسول کے

سنور گئے اور وہ دغابازی چھوڑ دی چنانچہ اُس روز سے آجتک تمام دنیا مین کوئی پورا ماپنے تولنے والا مدینے منورہ کے لوگونکے برابر نہین اور جو لوگ اِس سورے کو مکی سمجھتے ہین سو اُنکا قول ہے کہ یہہ سورت مکۂ معظمہ مین نازل ہوئی تھی جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینے کو تشریف فرما ہوئے اور وہان لوگونکو اس بلا مین مبتلا دیکہا تو یہہ سورت اُنکے سامنے پڑہی پس اس سبب سے لوگون نے یہہ جانا کہ یہہ سورت اُسیوقت نازل ہوئی ہے اور عطائے مکی نے کہا ہے کہ نزول اِس سورت کا مکے اور مدینے کے درمیان ہوا ہے ہجرت کے سفر مین اور اُسکے ربط کی وجہ سورۂ انفطار سے یہہ ہے کہ اُس سورت مین نیکوکار اور بدکار ونکے نامۂ اعمال کی ابتدا کا مذکور ہے کہ دنیا مین لکہے جاتے ہین اور اِس سورت مین اُن اعمالونکے درمیان کا بیان ہے کہ ہر شخص کی موت کے بعد خواہ نیک ہو خواہ بد اِن دونون دفترونمین سے کہ سجین اور علیین ہین ایک دفتر کے متصدیون کے حوالے کئے جاتے ہین چنانچہ سورۂ انشقت مین اُن نامونکے انتہا کا بیان ہے کہ حشر کے روز ہر شخص کے ہاتہہ مین دیئے جاوینگے اور اِس سورے کا نام سورۂ مطففین اسواسطے رکہا ہے کہ اُسکے شروع مین بدحالی مطففین کی مذکور ہے اور وہ دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ جو شخص اتنا تہوڑا سا حق بہی مخلوق کا تلف کریگا اُسکا بہی برا حال ہوگا پہر جو شخص کہ حق عظیم اپنے پروردگار کا کہ ایمان لانا اُسکی آیتون اور اُسکے رسولون پر ہے تلف کریگا تو انجام اُسکا کیا کچہہ ہونیوالا ہے اور مناسبت اِن دونون سورتونمین کلام کے نظم و نسق کے اعتبار سے بہی ظاہر ہے کہ اُس سورے مین كلا بل تكذبون بالدين وان عليكم لحافظين مذکور ہے اور اِس سورے مین ويل يومئذ للمكذبين الذين يكذبون بيوم الدين وما ارسلوا عليهم حافظين واقع ہے اور اِس سورے مین ان الابرار لفي نعيم اور اِس سورے مین بہی بعینہ یہی لفظ مذکور ہے اور اس سورے مین ان الفجار لفي جحيم يصلونها يوم الدين آیا ہے اور اِس سورے مین ثم انهم لصالوا الجحيم ہے اور اِس سورے کا ختم اس کلمے پر ہے کہ والامر يومئذ لله اور اوائل مین اس سورے کے يوم يقوم الناس لرب العالمين مذکور ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ خرابی ہے گہٹانیوالونکی کہ لوگونکے حق ماپنے اور تولنے مین گہٹاتے ہین ہرچند کہ تطفیف کا لفظ عرب کے لغت مین ماپ اور تول مین خیانت کرنیکے معنونمین آتا ہے لیکن شیخ ابوالقاسم قشیری قدس سرہ العزیز نے اور دوسرے بزرگون نے فرمایا ہے کہ ظاہر کرنا لوگونکے عیب کا اور وہی عیب اپنے اندر ہوا اُسکو چہپانا اور لوگونسے انصاف چاہنا اور خود انصاف نکرنا اور دوسرے کے عیبونکو دیکہنا اور اپنے عیبونکو نہ دیکہنا اور لوگونسے تعظیم چاہنا اور آپ واجب التعظیمونکی تعظیم نکرنا اور جو اپنے واسطے چاہنا وہ دوسرونکے واسطے نہ چاہنا اور نوکرون مزدورونسے کام پورا لینا اور اُنکی مزدوری اور ماہوار دینے مین قصور کرنا اور رزق مقدر کو جناب الہی سے پورا چاہنا اور آپ اُسکی طاعتونمین نقصان کرنا یہہ سب تطفیف مین داخل ہین چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ الصلوة مكيال فمن وفى وفي له ومن طفف فقد علمتم فيه ما قال الله تعالى اور یہہ بہی حدیث قدسی مین آیا ہے اوف يا ابن آدم كما تحب ان يوفى لك واعدل كما تحب ان يعدل لك اور دوسری حدیث مین واقع ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس سورے کی تلاوت کے بعد مدینے کے لوگونسے ارشاد فرمایا کہ خمس بخمس یعنے پانچ چیزین بدلے مین پانچ چیزون کے ہوتی ہین کوئی قوم سب ملکر عہد شکنی نہین کرتے مگر دشمن اُنکے اُنپر مسلط کئے جاتے ہین اور کوئی فرقہ خلاف شریعت کے حکم نہین کرتا اور رشوت لیکر حکم شریعت کا تبدیل نہین کرتا مگر کہ فقر و افلاس اُنمین سرایت کرتا ہے اور کسی فرقے مین زنا اور لواطت رائج نہین ہوتی مگر کہ موت اُنپر مسلط ہوتی ہے اور کوئی فرقہ ماپ اور تول مین نقصان نہین کرتا مگر کہ زراعت اُنکی برباد ہو جاتی ہے اور قحط مین مبتلا ہوتا ہے اور کوئی فرقہ زکوة کا منع نہین ہوتا مگر کہ بارش اُنپر بند کی جاتی ہے حاصل کلام کا یہہ ہے کہ مقدمہ ماپ اور تول کا نہایت عمدہ ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پر جو عذاب نازل ہوا تہا سو اِسی گناہ کی شامت سے تہا اور علما کو اِسکے کبیرہ ہونے مین اختلاف ہے بعضون نے از راہ مبالغہ کے کہا ہے کہ قصداً اِس فعل شنیع کا کرنا کبیرہ ہے اور بعضونے فرق کیا ہے قلیل اور کثیر مین کہتے ہین کہ اگر نقصان ماپ اور تول کا چوری کے نصاب کی حد کو پہنچے کہ اُسمین ہاتہہ کے

تین روپے رایج ہوتے ہین تو کبیرہ ہے اور اگر اس سے کم ہے تو صغیرہ ہے اور اکثر ظاہر بین اس مقام پر گھبرا کر کہتے ہین کہ تھوڑا سا حق دبا رکہنا کسیکا
اسقدر وبال نہین رکہتا اور بالاجماع صغیرہ ہے تطفیف کو کیون کبیرہ مین گنا ہے اور اسپر سخت وعید فرمایا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ غصب ایک گناہ ہے
شریعت کی ٹھیرائی ہوئی صورتکا بدلنے والا نہین ہے اور یہ تطفیف ایک ظلم ہے عدل کی صورتمین تفصیل اسکی یہ ہے کہ تول اور ناپ کی چیزونکو
اللہ تعالی نے انصاف اور عدل کے قایم کرنیکے واسطے مقرر فرمایا ہے اور مخلوق کے معاملات کا مدار انہین دونون چیزون پر رکہا ہے پس ان دونون
کو وسیلہ ظلم کا قرار دینا ایسا ہے جیسے عبادتکو وسیلہ گناہ کا ٹھیرانا اور یہہ بہی ہے کہ تطفیف مین خیانت اور دغا اور مکر ہے کہ نفس کی خیانت پر دلالت کرتا
ہے برخلاف غصب کے دوسرے نہایت خست اور اوچھا پن مزاج کا ہے کہ ایک پیسا بہر دانونکے واسطے اپنے ایمانکو بیچتا ہے اور اللہ تعالے کے عدل
کو ظلم کی صورتمین نمودار کرتا ہے پس اس قسم کی باتونسے اس گناہ نے ایسی عظمت پیدا کی ہے کہ دوسرے صغیرہ گناہونمین نہین پائی جاتی ہر چند
کہ بعضے بزرگون سے منقول ہے کہ اپنے زمانے کے بادشاہون سے وعظ اور نصیحت کے وقت فرمایا ہے کہ تمکو کچھہ معلوم ہے کہ مطفف کے
حق مین کیا وعید وارد ہوا ہے تم جو لوگون کا مال بے تول کہاتے ہو تمہارا کیا حال ہونے والا ہے لیکن مراد اُن بزرگون کی یہ ہے کہ بادشاہ
کا ظلم بہی تطفیف کی مانند شریعت کے حکم کے برخلاف اور اُلٹا ہے کیونکہ قدرت سلطنت کی اُسکو اسواسطے دی ہے کہ قایم ہونا عدل کا
اور رفع ہونا ظلم کا ظہور پاوے پہر جو اس قدرت کو عدل کے میٹنے مین اور ظلم کے قایم کرنے مین خرچ کرین تو قلب موضوع کا اور خلاف مقصود
کا لازم آتا ہے غرضکہ بہر صورت اس قسم کے گناہون مین سوائے خلق اللہ کی حق تلفی کے تلبیس اور مکر اور رخنہ حکمت آلہی مین کرنا ہے اور
ظلم کو عدل کی صورتمین نمودار کرنا ایسا ہے جیسے قرآن درمیان مین دیکر دغا کرے پس ایسی ایسی خباثتین جمع ہونے کے سبب سے کبیرہ ہوا
ہے اور اسیطرح مسجد کو نجاستگاہ بنانا حرام ہے نہ غیر مسجد کو اور دین کے کام دنیا کی غرض کے واسطے اور لپنے کو صُلحا کی صورت سے نمودار
کرنے کے دا دا ابلیسی کی دنیا نہایت بد ہے کہلے بندون دنیا طلب کرنے اور ظاہر فسق و فجور کرنے سے اور جو تطفیف یعنے گہٹانا ناپ اور
تول مین کبہی بے پروائی کی راہ سے بہی ہوتا ہے چنانچہ بعضا شخص وارستہ مزاج ہوتا ہے لین دین مین چندان احتیاط نہین کرتا اور کم
تطفیف اپنا حق لینے مین مضائقہ نہین رکہتی لیکن دوسرےکے حق مین کرنا حرام اور ممنوع ہے مگر اسقدر شدت اور عذاب اُسکے واسطے نہین ہے کہ
اُسکے کرنیوالے پروائے کا لفظ کہا جاوے سو اس قسم کی تطفیف کے احتراز کے واسطے مطففونکو ایک دوسری علامت اور صفت سے موصوف فرمایا ہے
تاکہ معلوم ہو جاوے کہ کم کرنا اُنکا ناپ اور تول مین مزاج کی بے پروائی اور وارستگی کی راہ سے نہین ہے بلکہ کمال زیرکی اور ہوشیاری سے جان بوجہ کر یہ
کام کرتے ہین اور کمال حرص رکہتے ہین کیونکہ انکی صفت یہ ہے کہ **الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ** وہ گہٹانیوالے ناپ
اور تول کے جب ماپ کر لیتے ہین لوگونسے اپنا حق کہ اُنکے ذمے پر رکہتے ہین تو **يَسْتَوْفُونَ** پورا بہر لیتے ہین اور چاہتے ہین کہ ہمارے حق
مین سے ایک دانہ کم نہو بلکہ پورا کرنیکے بہانے سے تہوڑا سا اپنے حق سے زیادہ لے لیتے ہین اور تقریر کرتے ہین کہ ہمکو اپنا حق پورا آنا یقینی معلوم نہین
ہوا جب تک کہ تہوڑا سا زیادہ نہ لین اور جبکہ ناپ مین یہ حیلہ کرتے ہین اور اپنے حق سے زیادہ چاہتے ہین تو تول مین بطریق اَولےٰ پورا کرنے
کے بہانے سے زیادہ چاہتے ہین کیونکہ ناپ مین مسامحہ اور مساہلہ رائج ہے اور تول مین کہینچ اور تنگی بہید اسین یہہ ہے کہ ناپ چیزونکی طول اور
عرض سے علاقہ رکہتا ہے اور تول چیزونکی ثقل اور اعتماد سے سو جو چیزین کہ آدمی کا تعلق اُنکے ساتہ پوشاک اور سکونت کے سبب سے ہے جیسے
کپڑا اور زمین تو اُنمین پیمائش اور ناپ رائج ہے اور جو چیزین کہ آدمی کی باطنیہ قوتونسے علاقہ رکہتی ہین جیسے غذا یا دوا یا ایسے رکہتی ہین مثل سبعہ متطرقہ کے
یعنے وہ سات چیزین کہ بغیر اُنکے دنیا کا کام نہین چلتا جیسے سونا چاندی تانبہ لوہا وغیرہ کہ بہاری ہین کے سبب سے انکماز اجزا کا کہ بہنچ اور اکتناز اجزا کے سبب
اُنمین بقا کا طول پایا گیا اور طول بقا کے سبب سے اُنکی مالیت زیادہ ہوئی یعنے ہر شخص اُسکا خواہان ہوا اس سبب سے ان چیزون مین وزن
رایج ہوا سو یہی سبب ہے کہ جو چیزین پائی جاتی ہین اکثر خسیس ہوتی ہین اور جو تولی جاتی ہین وہ اکثر نفیس ہوتی ہین الا ماشاء اللہ الا نادرا

یعنے کبھی بعضی چیزونمین اس قاعدے کا عکس جاری ہوتا ہے اور جسیس چیزون مین تول اور بعضین مین ماپ جاری ہوتا ہے جیسے شلغم اور گاجر تولی جاتی ہین
اور کمخواب اور کناری ماپی جاتی ہین حاصل کلام کا یہ ہے اِس جگہہ پر فقط ماپ کے ذکر پر اکتفا کرنا اور دونو نکا ذکر نکرنا اِسکا یہی بہید ہے آور بعضے اذکیا نے کہا
ہے کہ اپنا حق لیتے وقت تول کی چیزون کی قسم سے ترازو بیچنے والے کے ہاتہ مین ہوتی ہے تول سے زیادہ لینا خریدار کا ممکن نہین کیونکہ ترازو کا
پلہ اگر دو دانے زیادہ پڑین تو جہک جاوے اور زیادتی ظاہر ہوجاوے اور ماپ کے لینے مین خریدار کو بہی البتہ کچہہ تہوڑا سا دخل ہوتا ہے کہ پیمانے
کو ذرا ہلاوے کہ چار دانے زیادہ سما جاوین یا کپڑے کو ذرا جہول دیدے کہ کچہہ زیادہ آجاوے تو ہوسکتا ہے برخلاف اپنا حق دینے کے وقت کہ ترازو
اور ماپ دونون اسی کے ہاتہہ مین ہین اسیواسطے اِس مقام پر دونون کو مذکور فرمایا ہے چنانچہ آگے آجاویگا انشاء اللہ تعالے اور لفظ علی کا اس مقام
پر اِس واسطے لائے ہین کہ ماپ کر لینا انکا لوگون سے اُنکے ضرر پہنچانے کے ارادے سے ہے نہ اُن سے فقط اپنا حق لینے کے ارادے سے
نہین تو اصل لغت مین اکتیال متعدی بمن کے ساتہ آتا ہے چنانچہ بولتے ہین اکتلت منک یعنے ماپ کر لیا مین نے تجہسے **وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ** اور جب ماپ کر دیتے ہین لوگون کو انکا حق یا تول کر اور لفظ کیل اور وزن کا عرب کے لغت مین جیسے
کہ ماپ اور تول لے کے معنون مین آیا ہے اُسیطرح سے ماپ دینے اور تول دینے کے معنون مین بہی آیا ہے پس حاجت اضمار کرنے لام کی لفظ مین ہُم
کے نہین جیسے کہ اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ مراد کالوا لہم او وزنوا لہم ہے کیونکہ ماپنے اور تولنے سے لوگونکا مال مُراد ہے نہ انکی ذات لیکن لام کو لفظ
مین سے حذف کر دیا ہے اسواسطے کہ لام اکثر نفع کے واسطے آتا ہے اور اِس مقام پر توہم نفع کا موجب تناقض کے توہم کا کلام مین ہوا جاتا ہے کیونکہ
منظور یہ بات ہے کہ وہ لوگ دینے کے وقت بہی ارادہ مخلوق کے ضرر کا کرتے ہین اور دونون کا موئین کیا ماپ اور کیا تول **يُخْسِرُوْنَ** ۝
گہٹاتے ہین لوگون کا حق اور اُن کو نقصان پہنچاتے ہین تہوڑا تہوڑا نکال نکال کر یہان پر سمجہہ لیا چاہیے کہ دین لین کے پورا بہر دینے
اور گہٹانے مین چار صورتین خیال مین آتی ہین اوّل تو یہ کہ دونون صورتون مین پورا بہر دے دوسرے یہکہ دونون صورتون مین گہٹاوے
تیسرے یہہ کہ دینے مین گہٹاوے اور لینے مین پورا بہر لے پس یہی صورت اس آیت مین مذکور ہے چوتہے یہ کہ دے پورا اور لے کم یہہ مرتبہ اعلی ہے
اور بڑے حوصلے والون کا کام ہے اور اُن پہلی دونو صورتون کو اس جہت سے یہان مذکور نہین فرمایا کہ اُن دونون صورتون مین بہی اگرچہ قبیح اور
حسرت موجود ہے لیکن پرلے درجے کی برائی نہین رکہتے ہین کہ اُن کے حال پر وائے کہا جاوے کیونکہ دینے کا نقصان لینے کے نقصان
کا بدلا ہوجاتا ہے اسیطرح سے زیادہ لینا زیادہ دینے کا معاوضہ ہے پس ایک صورت سے نیکی اور ایک صورت سے بدی بالکل گئی اور یہان پر
قیاس یہ ہے کہ حدیث شریف مین وارد ہوا ہے کہ لوگ قرض کے معاملہ مین چار قسم کے ہین ایک وہ شخص کہ اپنا قرض بہی لوگون سے سہولت
سے وصول کرتا ہے اور جو لوگون کا قرض اُسکے ذمے پر ہے اُسکو بہی بخوبی ادا کرتا ہے سو یہہ شخص سب سے بہتر ہے دُوسرا وہ شخص ہے کہ
لوگون کا قرض بہی کمال شدت اور ایذا سے ادا کرتا ہے اور اپنا قرض بہی لوگون سے کمال شدت اور بے مروتی سے وصول کرتا ہے
پس یہہ سب سے بدتر ہے تیسرا وہ شخص ہے کہ لوگون کا قرض تو بخوبی ادا کرتا ہے اور اپنا قرض شدت سے طلب کرتا ہے چوتہا وہ کہ لوگون کا
قرض خرابی سے ادا کرتا ہے اور اپنا قرض وصول کرنے مین نہایت نرمی اور آسانی کرتا ہے پس یہہ دونون قسمین میانہ ہین کہ ایک طرف کی
خوبی دوسری طرف کی بدی سے مقابل ہے تو صرف بدی سے بہتر ہے اور اسیطرح سے غصے کے مقدمے مین بہی لوگون کو چار
قسم فرمایا ہے اوّل قسم تو وہ ہے کہ جلد غصے ہو اور جلد راضی ہو دوسری قسم وہ ہے کہ دیر سے غصے ہو اور دیر سے راضی ہو یہ دونون قسمین میانہ
ہین تیسری قسم وہ ہے کہ جلد غصے ہو اور دیر سے راضی ہو یہہ سب قسم سے بدتر ہے چوتہی قسم وہ ہے کہ دیر سے غصے ہو اور جلد راضی ہو یہہ قسم سب سے بہتر ہے
آور جو مطففین کو انکے حال پر وائے کر کے ڈانٹ فرمائی تو اب ارشاد کرتے ہین کہ گویا یہ لوگ اس کام کے اختیار کرنے سے قیامت کے منکر ہین کیونکہ جو شخص
اعتقاد اس روز کا رکہتا ہے اسقدر تلف کرنے مین خلق اللہ کے حق کے خصوصاً ٹہگی اور مکر اور حیلے سے جرأت نہین کرتا اسیواسطے بطور استفہام

انکاری کے فرمایا اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِکَ کیا گمان نہین کرتے ہین یہ لوگ کہ عقل و شعور سے بھی دور ہین اور ظن کے لفظ مین کہ گمان کے معنون مین ہے یہ
آگاہی اِس بات کی طرف ہے کہ ہر عاقل اِس عقیدے کو یقین صادق سے جانتا ہے بلکہ ہر گہڑی اپنی آنکھون کے سامنے رکھتا ہے اور یہ لوگ گمان بھی
اِسکا نہین کرتے ہین اعتقاد تو کہان دوسرے اشارہ اِسطرف کو بھی ہے کہ اگر کسیکو اعتقاد کامل اُس دِنکا نہو تو فقط گمان بھی اِس قسم کی بُرائیون سے
بچنے کو کفایت کرتا ہے جیسے کہ مسافر راہ کے خطرے کے گمان پر بلکہ محض وہم پر بھی توشہ ساتھہ لے لیتے ہین اور بدرقہ طلب کرتے ہین اور یہہ احمق اِس
مضمونکا گمان بھی نہین رکھتے ہین کہ اَنَّهُمْ مَبْعُوثُونَ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ مقرر وہ زندہ کئے جاوینگے ایک بڑے دِن اور
بزرگی اُس دِنکی اِس سبب سے ہے کہ وہ دِن عدل قایم ہونے کا دِن ہے اور اللہ جل شانہ کے حق اور بندون کے حق اُس روز مخلوق سے طلب کئے
جاوینگے اور کمال سختی حق ڈبوتے والونپر کیجاویگی اور اُس روز کی بزرگی کے اسبابون سے ایک یہہ ہے کہ وہ دِن رسوائی کا ہے کیونکہ صفت اُسکی یہ ہے
يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ جسدن کہڑے ہونگے لوگ اگلے اور پچھلے حضور مین حضرت رب العالمین کے اور لفظ رب
العالمین کی یہانپر اسم ذات کے مقام پر لائے ہین تا کہ اشارہ ہو اِس بات کی طرف کہ عموم ربوبیت اُس ذات پاک کی چاہتی ہے کہ اپنے بندون کا حق پورا پہنچاوے
پس لوگون کے حق برباد کرنے والونکا کہڑا ہونا اُسکے حضور مین کمال ذلت اور رسوائی ہے اور اِس کہڑے ہونے کو بعضے مفسّرون نے مُردون کے زندہ ہونے
پر قیاس کیا ہے جیسے کہتے ہین کہ فلانا سوتے سے اُٹھا یعنے بیدار ہوا اور اصح یہہ ہے کہ حقیقی کہڑا ہونا مُراد ہے چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ہے
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لوگ قیامت کے دِن دنیا کے تین سو برس کے اندازے کے موافق حشر کے میدان مین کہڑے رہینگے اور اُنکے واسطے
کچھہ حکم ظہور مین نہ آویگا لیکن یہ اتنی بڑی مدت مسلمانکو ایسی تھوڑی معلوم ہوگی کہ گویا نماز سے فارغ ہوا اور صحیح مسلم مین روایت ہے مقداد بن الاسود کی
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تفسیر مین اِس آیت کے وارد ہے کہ يَقُومُ النَّاسُ فِي رَشْحِهِمْ إِلَى أَنْصَافِ آذَانِهِمْ یعنے لوگ پسینے مین کہڑے
ہونگے اور اُنکا پسینا اُنکے کانونکی لو تک پہنچیگا اور یہہ بھی صحیح مسلم اور دوسری صحاحون مین مروی ہے کہ قیامت کے روز آفتاب آدمیون کے سر سے
ایک کوس یا دو کوس کے فاصلے پر کہڑا ہوگا تو اُسکی گرمی سے لوگونکے بدن پگہلنے لگینگے اور پسینا بہنا شروع ہوگا لیکن ہر شخص کے بُرے عملون کے موافق
بعضے کے پسینا گردن تک پہنچیگا اور بعضے کے کان کی لو تک پہنچ کے لگام کی مانند منہہ مین رہیگا اور کسیکو گردن تک کسیکو سینے تک کسیکو کمر تک کسیکو زانو
تک کسیکو ٹخنون تک اور علی ہذا القیاس اور منقول ہے کہ ایک دِن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اِس سورت کو نماز مین شروع کیا جب اِس آیت پر پہنچے
تو کمال خوف سے رونے لگے یہانتک کہ بیتاب ہوکر گر پڑے اور اُسوقت کی نماز ادا نکر سکے كَلَّا یعنے ناپ اور تول کے کم کرنیوالونکو چاہئے کہ یہہ کام نکرین اور قیامت
کے دِن سے اور حضور مین کہڑے ہونے سے عادل زور آور سے بیخبر اور غافل نرہین کیونکہ ہر نیک و بدعمل اُنکا اُنکے اعمالنامون مین لکھا ہوا اُسکے دفتر کے متصدیون
کے سپرد ہے پھر جو کچھہ کہ مخلوق کے حق تلف کئے ہین موجب اُسی دفتر کے اِس روز اُنسے بازپرس ہوگی اور اگر پوچھین کہ اعمالنامے ہمارے بعد موت کے کس علامت سے معلوم
ہونگے اور کہان محفوظ رہینگے تو اُنکو جواب دیا جاتا ہے کہ إِنَّ كِتَابَ الْفُجَّارِ لَفِي سِجِّينٍ مقرر اعمالنامے بدکارون کے اور اُنکی اسم نویسی
سجّین کے دفتر مین ہے اور سجّین مبالغہ کا صیغہ ہے سجن سے کہ زندان کے معنون مین ہے بس جو وہ مقام کہ اِس دفتر کے اسم نویسی والے وہان رہتے ہین وہ ایک
مکان ہے نہایت تنگ اور تاریک اور دوزخیونکی ارواح کا قیدخانہ تو اُسی واسطے اِس دفتر کو اِس نام سے مسمّٰے کیا چنانچہ بیان اُسکا فرماتے ہین وَمَا
أَدْرَاكَ مَا سِجِّينٌ اور کیا بوجہا تو کہ کیا ہے سجّین كِتَابٌ مَرْقُومٌ ایک دفتر ہے لکھا ہوا اور علامت کیا ہوا حاصل اُسکا یہ
ہے کہ ایک دفتر ہے اُسمین نام ہر ایک دوزخی کا لکھا ہے جو بندون کے عمل کے لکھنے والے بعد اُن بدکارون کے مرنے اور عمل منقطع ہونے کے ہر شخص
کے عمل علیحدہ علیحدہ فردون مین لکھہ کر اُس دفترخانے مین جسکا نام سجّین ہے داخل کرتے ہین اور اِس دفتر پر ہر ایک دوزخی کے نام پر ایک علامت اور رقم بنا
دیتے ہین کہ اُسکے دیکھتے ہی معلوم ہو جاوے کہ یہہ شخص دوزخی ہے اور لغت مین رقم علامت کے معنون مین ہے کہ سوداگر لوگ تہانون
پر قیمت دریافت کرنے کے واسطے لکھہ دیتے ہین کہ اُسکو ہندی لغت مین آنک کہتے ہین اور بیان سجّین کا احادیث

ضعیف سے روایت مین کعب الاحبار کے یون آیا ہے کہ وہ دفتر ساتون زمینون کے تلے ہے اور وہان ایک سیاہ پتھر پڑا ہے کہ اُسکے نیچے ہر بُو اور دہوان نکلتا ہے اور جو ابلیس اور دوسرے شیطان باذ کار اور انوار سے بہاگتے مین تو وہان جاکر ٹہیرتے ہین بدکارون کی روح کو بعد قبض کرنے کے اول آسمان کی طرف لیجاتے ہین تو آسمان کے دربان اُسکے واسطے دروازہ نہین کہولتے اور آنے نہین دیتے پہر زمین پر لاتے ہین تو کوئی مکان اُسکو قبول نہین کرتا کہ اُس روح کو وہان رکہین آخر کو اُسکو ساتون زمینون کے تلے اُس پتہر کے نیچے رکہتے ہین اور جو فرشتے کہ اُس دفتر کے متصدی ہین اُسکا نام دفتر مین لکہہ لیتے ہین کہ فلانا فلانے کا بیٹا اِس تاریخ مین دنیا سے برزخ مین پہنچا اور یہہ عمل لایا اور فردین اُسکے اعمال کی روزنامچے کی کراماً کاتبین کے ہاتہہ سے لیکر اُس دفتر مین داخل کرتے ہین تاکہ قیامت کے دن وہ سب اُسکے آگے ہاتہہ مین دین اور بدکارونکی ارواح بہی اُسی مکان مین رہتی ہین اور طرح طرح سے عذاب کیجاتی ہین اور یہان پر علم معانی کے قاعدے کے موافق بہت سے سوال وارد ہوتے ہین کہ جواب طلب ہین اول یہہ کہ ذکر فجار کے دفتر کا خبر ابتدائی ہے کہ سُننے والے سمجھنے سے اِس خبر کے ناواقف تھے اور ہرگز سُنا نتہا اور علم معانی کا قاعدہ یہ ہے کہ کلام ابتدائی مین کہ سُننے والا اُس سے بیخبر ہو تو تاکید نہین لاتے پہر اِس کلام مین دو تاکیدین کسواسطے لائے ہین ایک تو اِنَّ دوسرا لام جواب اُسکا یہ ہے کہ اگرچہ سُننے والے فجار کے اعمال نامے کا دفتر ہونے سے سجّین مین بیخبر تھے لیکن ثابت کرنے سے اِس اثبات کے اصل دفتر اعمال کی لازم آتی ہے اور کافر کہ مجازات اور قیامت کے منکر ہین اُس دفتر سے کمال انکار رکہتے ہین تو موافق اُنکے انکار کے تاکید قوی لائے ہین چنانچہ کسی شخص کے روبرو کہ بالکل زید کے وجود سے منکر ہو کہین کہ اِنَّ فِیۡ الدَّار فلان اگرچہ سُننے والا اِس فلانے کا گہر نہ جانتا ہو اور اُسکا نام نہ سُنا ہو دوسرے یہ کہ جو ذکر سجّین کا اول گزر چکا تو مقام عہد کا ہوا پہر یون کہنا چاہیے تہا کہ و ما ادریٰک ما السجّین چنانچہ کَمَآ اَرۡسَلۡنَآ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ رَسُوۡلًا فَعَصٰی فِرۡعَوۡنُ الرَّسُوۡلَ مین کہا ہے جواب اُسکا یہ ہے کہ جو سُننے والے معنون ہے سجّین کے غافل تھے تو ذکر اُسکا ایسا ہے جیسے کہ ذکر ہوا پس مقام اعادہ کی تنکیر بہی مناسب معلوم ہوئی گو کہ یون فرمایا کہ کیا ہے تو سجّین مجہول کہ ابتک اُسکے معنے دریافت نہین کئے ہین برخلاف رسول کے لفظ کے کہ اُسکے معنے سُننے کے ساتھ ہی عربی زبانکے واقفکارون پر ظاہر ہو جاتے ہین پس اعادے کے مقام پر تعریف اُسکی مناسب پڑی اور اہل نظم بہی اِس مقام پر شبہہ کرتے ہین کہ ہر مقام پر نیکونکا ذکر بدونکے ذکر پر مقدم ہے اور نیکونکی شرافت اور بزرگی کے مناسب بہی یہی بات ہے کہ نیکونکا ذکر اول بیان کیا جاوے پہر یہان پر کسواسطے بدونکے دفتر کا ذکر مقدم فرمایا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ طرز کلام کا اِس سورہ کی ابتدا سے مطففین کے واسطے ہے کہ ایک قسم ہے بدکارونکی پس یہی مناسب ہے کہ اول بلا فصل اُنکے ذکر اُنکے واسطے بدکارونکے دفتر کا ذکر کیا جاوے نہین تو یہ مدعا بخوبی حاصل نہوتا اور فصل ساتہ اجنبی کے اِس مقام پر لازم آتی ہے اور رعایت مقام کی کہ شرافت کی رعایت سے ضرور تر اور جیسا ان نیا ہے اور جو اِس آیت مین حال بد مآل بدکارونکا مطلقاً مذکور ہوا اور پہلے گزر چکا ہے کہ کم کرنیوالے مخلوقات کے حق کے گمان قیامت کے ذکہ نہین کہتے اب بطور ترقی کے مذکور اِن لوگونکا کہ اعتقاد مین آخرت کے قصور کرتے ہین اور اُس سے انکار مطلق رکہتے ہین بیان فرماتے ہین تاکہ اِس مطففین کے گروہ کو بالخصوص سرزنش حاصل ہو **وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ** وائے اُس سعد کا اُس روز دفتر کو کہولکر ہر ایک کو اُسکے بُرے اعمالون پر مطلع کرینگے **لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ** منکرون کے حال کہ ہرگز اعتقاد اُس روز کا نہین رکہتے اور گمان کرتے ہین کہ لوگونکے حق اُنسے لئے نجاوینگے کیونکہ اُنکی صفت ہے **الَّذِیۡنَ یُکَذِّبُوۡنَ بِیَوۡمِ الدِّیۡنِ** یعنے منکرہ لوگ ہین کہ انکار کرتے ہین جزا کے دنکا حاصل یہہ ہے کہ انکار اُنکا فقط مخلوق کا حق پہیر دینے کے واسطے نہین ہے بلکہ جزا کے تمام کارخانونکے منکر ہین اور جزا کے دنکا انکار کرنا علامت بڑی قباحت کی ہے کیونکہ اعتقاد جزا کے دنکا ایمانکے تمام کاموئین عبادت ہون خواہ معاملات دخل رکہتا ہے **وَمَا یُکَذِّبُ بِہٖۤ** اور انکار نہین کرتا اُس روز کا **اِلَّا کُلُّ مُعۡتَدٍ اَثِیۡمٍ** مگر جس شخص نے کہ تجاوز حد سے کیا ہوگا کفر مین اور تجاوز حد سے گیا ہوگا فسق مین لیکن تجاوز حد سے کفر مین اِس جہت سے ہے کہ جو شخص کہ اُس روز کا منکر ہے گویا ربوبیت آلہی کی ہمیشگی کا اور اُسکی قدرت کا منکر ہے اپنی ذات پر اور یہ جانتا ہے کہ مرنے کے ساتہہ ہی مین اُسکی بندگی سے نکل جاؤنگا اور وہ میری

مالکی سے معزول ہوجاویگا جیسے دنیا کے مالک اور اُسکے دوسری بار زندہ کرنیکی قدرت کا بھی منکر ہے اور اُسکے عدل کا بھی منکر ہے کیونکہ دنیا میں حق مظلوم
کا ظالم سے نہیں لیا اگر اس روز بھی نہ لے تو راضی ظلم پر ہوا بس اِن عقیدونکے سبب سے مرتبے کفر کے تہ بتہ ہوکر حد سے صرف کفر کے زیادہ ہوجاتے
ہیں اور فسق میں تجاوز اس جہت سے کہ جب خوف اِسکا اُٹھ گیا تو گناہ پر دلیری کی اور یہ سمجھ لیا کہ نقد مزداریون کو موہوم جزا کے خوف سے چھوڑنا
کمال نادانی اور بیوقوفی ہے بس نفس امارہ کی خواہش کے موافق فسق و فجور میں پھنس جاتا ہے چنانچہ اثیم کا لفظ کہ مبالغہ ہے آثم کا اِسبات کی گواہی
دیتا ہے اور ایک جماعت نے مفسرون کے معتدی کو ظالم اور غاصب اور خلق اللہ کے حق تلف کرنیوالے پر حمل کیا ہے اور اثیم کو اس فاسق اور
گنہگار کے واسطے مقرر کیا ہے کہ اُسکے گناہ حق اللہ سے تعلق رکھتے ہیں جیسے زنا اور لواطت اور شراب پینا یا نماز روزہ ترک کرنا کیونکہ پہلا شر متعدی
ہے اور دوسرا گناہ محض اُسی کی جانکا وبال ہے غرضکہ منظور یہ ہے کہ تکذیب اور انکار جزا کا اُس شخص کا کام ہے کہ کسی مذہب اور مشرب پر مقید نہو
اور کن مگون سے کسی ملت اور دین سے کچھ علاقہ نرکھتا ہو اور عقلی دلیلون کو کہ اس مقصد پر قائم ہیں بسبب ذہن جانے کے گناہون میں اور
دوست نرکھنے سے بے قیدی اور الحاد کے اپنے آنکھ چرا دے بلکہ قرآن کی آیتین اور اخبار انبیا کے کہ معجزون قطعیہ سے تائید کئے گئے اور مضبوط
کئے گئے ہیں وہ بھی اُسکے ذہن میں تنبیہ اور عبرت پیدا نہیں کرتے کیونکہ **اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِ اٰیٰتُنَا** جب پڑھی جاتی ہیں
اُسپر آیتین ہماری کہ ہونے پر جزا کے دن کے اور بازخواست پر خلق اللہ کے حق کے اُس روز کے دلالت کرتی ہیں تو از راہ عناد کے **قَالَ**
اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ کہہ جاوے یہ بیان ہیں اگلون کی کہ لوگون کے خوف دلانے اور ڈرانے کو برے کامون سے بنائی گئی ہیں
کہ ظلم اور غصب سے مال خراب ہست اور دوسرا اسکے ظہور کرنے سے ہوا کچھ اصل نہیں کہ اُن پر یقین کیا جاہیئے **کَلَّا** یون نسمجھا چاہیئے اور یون کہنا چاہیئے
کچھ واقع ہونا جزا کا اور پھیر دینا اعضا کی طول و قصر میں [illegible] نقلیہ جلیہ اور شواہد نقلیہ صادقہ متواترہ سے ثابت ہے پھر اگر وہ شواہد تشفی منکرونکی خاطر کی نہیں
اور آنکھ [illegible] میں نہ ہون تو اُن شواہد اور دلائل کے قصور سے نہیں **بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ** بلکہ زنگ چھا گیا ہے اُنکے دلون
پر یہانتک کہ دلکا مونہہ سب سیاہ ہوگیا ہے **مَّا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ** وہ جو کسب کیا تھا دنیا میں اور کیفیت اسکے اس زنگ کے
پیدا ہونے کی دلون پر وہ جو روایت ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اور دوسرے صحابون سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مروی
ہے یہ ہے کہ جب بندہ ایک گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ داغ اُسکے دل پر پیدا ہوتا ہے اگر اُس نے توبہ کی تو آئینہ اُسکے دلکا صاف
اور روشن ہوجاتا ہے ورنہ وہ خال سیاہ اُسمین رہ جاتا ہے پھر جب دوسرا گناہ کیا تو ایک اور نقطہ پیدا ہوا اسیطرح سے ہر گناہ سبب پیدا
ہونے سیاہی کا ہوتا ہے یہانتک کہ تمام دل سیاہ ہوجاتا ہے اور اندھیری چھا جاتی ہے اور دل مانند آئینے کے ہے جتنا صاف ہوگا
اُتنی اُسمین صورت نمود کریگی اور جب زنگ آلودہ ہوگیا تو کوئی صورت اُسمین نقش پذیر نہیں ہوتی پس پیدا ہونا رین کا دل پر سچ بات سمجھنے
کی استعداد کے باطل ہونے کا سبب ہوتا ہے دلیل اور کشف سے اور ذکر دلیلونکا اور پیغمبرونکی صحبت کا نور اُسمین تاثیر نہیں کرتا اور حق کو باطل اور
باطل کو حق جانتا ہے اور برے کو اچھا اور اچھے کو برا سمجھتا ہے اور خال سیاہ پیدا ہونیکے معنی حدیث شریف میں وارد ہیں سو یہ ہیں کہ ہر فعل بد ایک ہیئت
ظلمانی لطیفے پر قلب کے پیدا کرتا ہے نہ یہ کہ اس گوشت کے لوتھڑے پر جو کلی کی صورت ہے زنگ آجاتا ہے کیونکہ یہ گوشت کا لوتھڑا قلب حقیقی نہیں ہے
کہ نیک و بد کامونکو اُسمین تاثیر ہو پس قلب حقیقی عبارت اُس لطیفے سے ہے کہ جسم بھی اُس سے تعلق رکھتا ہے جیسے بینائی اور شنوائی ایک نور ہے
کہ آنکھ اور کان سے تعلق رکھتی ہے اور یہان سمجھ لیا جاہیئے کہ حفص اور دوسرے قاری معتبر لام بل پر سکتہ کرتے ہیں اور لام کو رے کے حرف
میں موافق قاعدے کے ملا کے صاف ادغام نہیں کرتے اور ظاہر ہے کہ یہ طریقہ ادا کرنیکا مروی اور منقول جناب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوگا اور نزول وحی کا
اُسکے موافق ہوا ہوگا بس یہ امر ایک نکتے کو چاہتا ہے اور وہ نکتہ نہایت باریک ہے بغیر تمہید ایک مقدمے کے ذہن میں جمتا نہیں اول سمجھ لیا چاہیئے کہ ہر
لغت کے بلغا کا قاعدہ ہے کہ بعد بل یا لکنہ کے لفظ کے یا دوسرے کلمات اضراب کے ملاحظہ اختلاف اللغات اگر کسی چیز کو منکر کرتی ہیں [illegible] اسکا ذکر منظور ہے تو وقفہ اور سکتہ

نہین کرتے بلکہ بَل کے لفظ کو اُسکے مابعد کے ساتھہ متصل لاتے ہین اور اگر کراہت یا حقارت یا کسی اور مصلحت کے واسطے جو کچھہ کہ منظور ہو ذکر نہین کرتے
اور ایک دوسری چیز کہ اُس سے کمتر ہو اور آگاہ کرنے پر مطلب کے کافی ہو اُسکے عوض مذکور کرتے ہین اور وقفہ قلیلہ درمیان بَل اور اُسکے
مابعد کے لازم سمجھتے ہین اور رعایت اُس وقفہ کی نہایت ملاغت ہے چنانچہ ہر شخص کو اہل ملاغت سے اپنے لُغت مین بعد تجربہ اور قیاس کے
یہ معنے ظاہر ہوتے ہین اور جو یہہ مقدمہ بیان ہوچکا تو سمجھہ لیا چاہئے کہ جو بَل کے کلمے پر وقف لیسیر کہ عبارت ہے سکتہ سے یہان پر فرمایا تو
اِشارہ ہوا اس بات کی طرف کہ اِن کافرون کی حالت کہ آیات آلہی کے حق مین اگلے لوگون کی کہانیون کا گمان کرتے ہین ایک خراب قسم ہے کہ
ذکر اس حالت کا جیسا کہ چاہئے فہم مین اُن بندون کی کہ اپنے دلون کی بہی خبر نہین رکہتے تو دوسرون کے دلون کے احوال کو کیا پہنچینگے آنے کا نہین
لیکن ذکر زنگ کے پیدا ہونے کا کہ نظر صحیح اور کشف صریح کو مانع ہے اِس مقام پر کافی ہے اور سلنے والون کی فہم سے بہی نزدیک ہے کیونکہ پیدا ہونا زنگ
کا ظاہری آئینون مین دیکہتے ہین اور بسبب اس زنگ کے صورت کا نظر نہ آنا اُس آئینے مین جانتے ہین آلغرض کہ اِس آیت مین نہایت ڈرانا منظور
ہے اُس شخص کا کہ گناہ پر گناہ کئے جاتا ہے اور اِسکا علاج جلد توبہ اور ندامت اور استغفار سے نہین کرتا تو اُسکی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک
مریض تہوڑے سے بگڑنے کو طبیعت کے خیال مین نہین لاتا اور کہانے مین پینے مین بے اعتدالی کرتا ہے اور دوا دارو کی تدبیر نہین کرتا یہانتک
کہ فساد مزاج کا مستحکم ہوجاوے اور قابل علاج کے نہ رہے اور یہہ مرض باطنی ہے کہ سوائے اطبائے [illegible] کے کہ مراد انبیا اور اولیا ہین اِسکو
اور کوئی نہین جانتا اور علاج کر نہین سکتا اور بڑی قباحت یہہ ہے کہ یہہ مرض [illegible] سا کہ روح [illegible] ہے اور مانع نظر اور کشف کا
ہوتا ہے اسیطرح سے انبیا اولیا سے دور کرتا ہے اور ایک حجاب کثیف اطبائے روحانی [illegible] ہے پہر جب کہ طبیب کو نہ پہچانا
اور دجال کو مسیح جانا تو معالجہ محال ہوگیا اور نوبت یاس و حرمان کو پہنچی اعاذنا اللہ من ذلك اور کبہی زنگ آلودہ دلون والے کہین کہ ہمکو
بہت بہت ذکرون سے اور گناہون کے ترک سے تصفیہ اور صیقل کرنا دلکا کاہیکو چاہئے کیونکہ قیامت کے دن تجلی آلہی کی چمک سے خودبخود
یہہ زنگ دور ہوجاویگا اور صفائی کامل حاصل ہوگی جیسا کہ اُس روز کے معتقدونکا گمان ہے تو جواب مین کہنا چاہئے **كَلَّا** یون گمان کرنا
نچاہئے کہ اُنکے دلون کے زنگ نے فقط دنیا مین تاثیر کرکے اُنکو فہم حق سے اور معرفت سے آیات اللہ کے اور اعتقاد سے جزا کے دن کے روکا
رکہا ہے بلکہ تاثیر اِس زنگ کی قیامت کے دن اور زیادہ قوت پکڑیگی کیونکہ **إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَحْجُوبُونَ**
بے شک وہ اُسدن اپنے پروردگار سے محجوب ہونگے اور حجاب سے نور تجلی کے فائدہ مند ہونگے اور دیدار اُس کا نپاوینگے کیونکہ قاعدہ عقلی ہے
کہ نور بغیر نور کے نہ سکے دیکہنا اور جس طرح سے آنکہہ اُنکی دنیا مین کمال زنگ آلودگی سے دیکہنے اور تلاوت سے آیات آلہی کے اندہی تہی اسیطرح
بینائی اُنکی آخرت مین بسبب ظلمات ذاتیہ اور عرضیہ کے دیدار سے اللہ تعالےٰ کے اور ظاہر ہونے سے اُس ذات پاک کی تجلیون سے اندہی
ہوگی **شعر** ہر کہ امروز نہ بیند اثر قدرت دوست ٭ غالب آنست کہ فرداش نہ بیند دیدار ٭ اور جو محجوب ہونا دیدار سے پروردگار کے جزا کے دن کافرون
اور منکرون کی بدحالی کے مقام پر مذکور فرمایا تو دلیل صریح ہوئی اسبات پر کہ مُسلمان اُس روز دیدار سے اپنے پروردگار کے محجوب نہونگے اور اس لذت
و بہجت سے خوشوقت و شادان ہونگے اور اگر مسلمانون کو بہی یہ دولت نصیب نہو تو کافرون اور امنین اِس بات مین فرق نہو اور ذکر کرنا اِس صفت
کا کافرون کے حق مین نہایت نامناسب اور آئین بلاغت کے خلاف ہو معاذ اللہ کہ کلام آلہی کو کوئی اِس نوع کا سمجہے اور حضرت موسی علیٰ
نبینا و علیہ السلام کو کہ سوال رویت کا کیا تہا اُسکے جواب مین لَنْ تَرَانِيْ ارشاد ہوا تو منظور یہہ تہا کہ دنیا مین اللہ تعالیٰ کی دیدار کی طاقت اِن
آلات جسمیہ سے کہ فنا پذیر ہین نہ لا سکیگا نہ یہہ کہ آخرت مین بہی نہ دیکہیگا کیونکہ کلام آیندہ یعنے اِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرَانِيْ موقوف
ہونا رویت کا اوپر استقرار کے کرتا ہے اور سورۂ فرقان مین بہشت کے حق مین وارد ہے کہ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا و عند
حصول الشرط یجب حصول المشروط یعنے جب شرط پائے گئے تو مشروط ضرور پایا جائیگا یعنے آخرت مین اچہا

فائدہ [illegible] رویت

ایسا استقرار پایا جائیگا تو رویت بھی باریتعالی کی ضرور ہوگی اور احادیث متواتر المعنی سے ثابت ہے کہ تمام مومنین کو یہہ دولت نصیب ہوگی لیکن موافق اپنے
اعمالون کے اس نعمت مین بھی تفاوت کے ساتھ ہونگے عام مومنین کو جمعہ کے دن کہ آخرت مین اسکا نام یوم المزید ہوگا اس دولت سے سرفراز
فرماوینگے اور خاصون کو ہر روز دوبار صبح اور عصر کو اور اخص الخواص کو کہ جنت عدن کے رہنے والے ہین ہمیشہ قرب آنحضرات پاک کا اور انکشاف
تجلیات کا حاصل ہوگا چنانچہ حدیث صحیح مین وارد ہے کہ **ما بین القوم وبین ان ینظروا الی ربھم الا رداء الکبریاء**
علی وجھہ فی جنۃ عدن یعنے نہوگا درمیان قوم کے اور درمیان دیکھنے انکے پروردگار اپنے کو کوئی حجاب مگر چادر بزرگی کی اسکے منہ پر جنت
عدن مین اور وہ جو بزرگون سے منقول ہے کہ دیدار اللہ تعالی کا بے کیف و بلامقابلہ و مواجہہ ہوگا مخالف احادیث صحیحہ کے کہ انمین دیکھنا صورتون
کا فرمایا ہے نہین کیونکہ حشر کے میدانمین ساتھ صورت کے ہوگا اور بہشت مین داخل ہونے کے بعد بے صورت کے یا یہہ کہ بعضے اوقات
کیفیت اور مقابلے کے ساتھ ہوگا اور بعضے وقت مین بلاکیفیت اور بلامقابلے کے اور تحقیق یہہ ہے کہ اللہ تعالی کے دیدار کے وقت ماسوے
اللہ نظر سے محو ہو جاوینگے اور دنیا مین جو ہم کسی چیز کو دیکھتے ہین تو اسکے ساتھ دوسری چیزونکو بھی دیکھتے ہین اس سبب سے مقابلہ اور جہت
اور دوسری خصوصیات نظر عقل کو ملحوظ ہوتی ہین اور جو آنحضرات پاک کے ساتھ کوئی اور چیز اصلا نظر نہ آویگی تو لحاظ جہت اور مقابلہ اور دوسری
خصوصیات کا نظر عقل سے ساقط ہو جاویگا بلکہ جسوقت دنیا کے دیکھنے کی چیزونکو جو ہم دیکھتے ہین تو جو اسباب بینائی کے ہین وہ تو دیکھنے
کے کام مین مصروف ہوتے ہین اور دوسرے اسباب اور قوی اپنے اپنے کامون مین مشغول ہوتے ہین اور عقل اپنے کام مین اسواسطے تشخیص صورت
اور شکل اور رنگ اور مناسبت اعضا کی طول و قصر مین یا اور خصوصیات مین ہو سکتی ہے اور جسوقت کہ تمام جوارح اور اعضا رویت مین مصروف ہو جاوینگے
اور استغراق کلی حاصل ہو تو اسوقت تشخیص ان چیزون کی ہرگز ممکن نہین جیسے کہ دنیا مین کبھی کبھی فی الجملہ شرکت حواس وغیرہ کی دیکھنے سے بعضی
محبوب چیزون کے حاصل ہوتی ہے تو گویا کہ نمونہ اس حالت کا نمودار ہوتا ہے حالانکہ ابھی اس استغراق اور اس استغراق مین زمین و آسمان کا فرق ہے اور جو بیان
فرمایا کہ قیامت کے دن دلونکے زنگ کی تاثیر دیدار کی دولت سے کہ سب لذتون سے بڑی لذت ہے محروم رکھیگی تو گمان اسبات کا ہو کہ زنگ آلودہ دلون والے کہ مشغول
لذات جسمانی اور گرفتار حرص دنیاے نفسانی کے ہین اس محرومی دیدار اور بے نصیبی کو خیال مین نہ لاوینگے اور اسطرح کے عذاب کو آسان جانینگے تو اسواسطے بیان
فرماتے ہین کہ ان مردودونکے حق مین فقط اسیقدر حرمان و ہجران پر اکتفا نہوگی بلکہ **ثم انھم لصالوا الجحیم** پھر بعد اسبات کے تحقیق
یہ لوگ پیٹھینگے دہکتی آگ مین اور جلنا انکا اس آگ مین بسبب محروم ہونیکے دیدار کی لذت سے دونی تاثیر کریگا کیونکہ اگر دیدار کی لذت پاتے تو دوزخ کی
تکلیفونکو کہ وہ لذت آڑے آتی اور وہ تکلیفین یہان معلوم ہوتین سو منظور اسپر زیادتی عذاب کی ہے اسیواسطے فقط اس داخل ہونے پر دوزخ کے بھی انکے
حق مین اکتفا نکی بلکہ **ثم یقال ھذا الذی کنتم بہ تکذبون** پھر کہا جاویگا یہہ وہی چیز ہے جسکا تم انکار
کرتے تھے اور جھوٹ جانتے تھے تاکہ عذاب عقلی اور حسی دونون جمع ہو جاوین اور جسطرح سے انکا بدن دوزخ کی آگ مین جلتا ہے انکی جان بھی اس جھڑکی
اور خجالت سے کباب ہو جاوے اور جب فجار کی بدحالی کے بیان سے فارغ ہوئے تو گمان اسبات کا تھا کہ شاید یہہ واقع ہونیکا جزا کے اور مکافات کو قیامت کے دن بھی ایک
دفتر بدکارونکا کفایت کریگا اور امتیاز بدکارون اور نیکوکارون مین اسیقدر ہو جاویگا کہ اعمال بدکارون کے اسدن انکو دکھا کر حقوق خلق اللہ کے انسے پھروا دینگے
اور نیکوکارون سے کچھ بات چیت درمیان مین نہ آویگی اور وہ جو انہون نے حقوق خلق اور خالق کے ادا کئے تھے ظہور مین نہ آوینگے کیونکہ حقدار کا حق پہنچا دینے مین کچھ
احسان نہین ہوتا کہ اسکے بدلے متوقع جزا کے ہون بس اسکی جزا یہی بس ہے کہ سرزنش و عتاب و رنج و عقاب سے سلامت ہین سو اس گمان فاسد کو بطور جواب اسوال مقدر کے
دفع کرتے ہین اور حقیقت حال کی ارشاد فرماتے ہین کہ **کلا** یون سمجھنا چاہیے کہ مجازات اور مکافات سے بدکارونکے بھی روز قیامت کیجاویگی اور انکے مخالفونکو انکے جلانے
کیواسطے طرح طرح کی نعمتین اور سرخروئیان عنایت فرماوینگے بلکہ انکے مخالفونکو انکے سامنے قسم قسم کی نعمتون سے سرفراز کرینگے اور ان بدکارونکو انکے
سامنے ایک ٹھٹھا بناوینگے تاکہ بدلا انکی ہنسی ٹھٹھول کا کہ نیکوکارون سے دنیا مین کرتے تھے حاصل ہو کیونکہ **ان کتاب الابرار**

لَفِي عِلِّيِّينَ تحقیق نیکو کارون کے اعمال نامے اور انکی اسم نویسی البتہ علیین کے دفتر مین ہی اور علیین جمع علی کی ہی فعیل کے وزن پر کہ علو سے اشتقاق کیا ہے اور بموزن سجین کے ہے اور اس جمع کو نیکون کی ارواح کے مقام کا نام کیا ہے تاکہ دلالت کرے وسعت اور کشادگی پر اس مقام کی لیکن اعراب اسکا جمع کے اعراب کی مانند ہے کیونکہ جمع کی صورت پر ہے اگرچہ معنی اسکے مفرد ہین اور نکتہ مفرد ہونے مین سجین کے اور جمع ہونے مین علیین کے یہ ہے کہ جو معنے مین سجین کے ضیق اور تنگی اور ازدحام واقع ہی تو اسکے لفظ کو بھی مفرد اختیار فرمایا کیونکہ ایک مکان بہت سی مخلوق جمع ہونے کی حالت مین تنگ اور تاریک ہو جاتا ہی اور معنے مین علیین کے فراخی اور وسعت واقع ہی تو لفظ مین بھی اسکے جمع اختیار فرمائی گویا کہ یون ارشاد ہوا کہ مکان ہر نیک کی روح کا ایک مکان ہی بلند اور فراخ اور سمجھ لیا چاہیے کہ بلندی کو مکان کی فراخی اور وسعت اور مد نظر لازم ہی تو مقابلہ علیین کا سجین کے ساتھ باعتبار لغوی معنون کے بھی درست ہوا کیونکہ دونون کے درمیان مقابلہ بالعرض متحقق ہوا اور مقام علیین کا ساتون آسمانون کے اوپر ہے اور نیچا سرا اسکا سدرۃ المنتہی کے پاس ہی اور اوپر کا سرا اسکا عرش مجید کے نیچے پایے کے متصل ہی اور نیکونکی روحین قبض ہونیکے بعد وہان پہنچتی ہین اور مقربین یعنے انبیا علیہم السلام اور اولیا اللہ وہین رہتے ہین اور عوام صلحا کو بعد اسم نویسی کے اور اعمال نامون کے پہنچنے کے موافق مرتبے کے کسیکو آسمان دنیا مین اور کسیکو زمین و آسمان کے درمیان مین اور کسیکو چاہ زمزم مین رکھتے ہین اور ان ارواحونکو ایک علاقہ اپنی قبر سے بھی ہوتا ہے کہ آنے سے زیارت کرنیوالونکے اور اقربا اور دوستونکے مطلع ہوتے ہین اور روح کو قرب و بعد مکانی اس دریافت کو مانع نہین ہوتا اور مثال اسکی انسان کے وجود مین روح بصری ہی کہ ساتون آسمان کے ستارونکو کوئی کے اندر سے دیکھ سکتی ہی اور جو وہ مقام عقل مین نہ سمائے اسکا جاننا نہین سکتا جبتک کہ جناب الٰہی سے آگاہی نہو تو سبیل الٰہی تفسیر مین علیین کی بطور سوال و جواب کے ارشاد کرتے ہین **وَمَا أَدْرَاكَ مَا عِلِّيُّونَ** اور کیا بوجھا تو کہ کیا ہی علیین **كِتَابٌ مَرْقُومٌ** ایک دفتر ہی لکھا ہوا اور علامت کیا ہوا کہ جو شخص اسکو دیکھے تو جان لے کہ اس دفتر والے بہشتی ہین اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہی کہ وہ دفتر ایک مردہ زبرجد کی تختی پر لکھا ہی اور وہ تختی سید سے عرش معلّے کے لٹکتی ہی اور پایین اسکا سدرۃ المنتہی تک پہنچا ہی اور وہ دفتر اللہ تعالیٰ کے خاص بندے وہان لے جاتے ہی چنانچہ فرماتے ہین **يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ** حاضر رہتے ہین اور گواہ ہوتے ہین اس دفتر پر مقرب فرشتے کہ حاملان عرش اور خازنان کرسی ہین اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ مراد ہو کہ حاضر ہوتے ہین اس مقام عالیشان مین روح مقربونکی اہل کمال سے جیسے انبیا علیہم السلام اور اولیائے کرام اور ابرار کے حق مین اتنا فخر بھی بس ہی کہ انکے نام اس مقام مین لکھے جاوین اور اعمال حسنہ انکے اس دفتر والونکے مقبول اور پسندیدہ ہون اور یہان سمجھ لیا چاہیے کہ قرآن مین اہل نجات اور فلاح کو کئی سورتون مین دو قسم پر یاد فرمایا ہی کبھی ابرار اور مقربین ان دونونکا نام کہا ہی اور کبھی اصحاب الیمین اور سابقین فرمایا ہی اور اہل تحقیق ان دونون قسمونکی تحقیق مین اختلاف کرتے ہین بعضے کہتے ہین کہ سابقین اور مقربین صاحب محبت ذاتیہ کے ہین کہ محبت انکی اللہ تعالیٰ سے محض اسکی ذات واسطے تھی اور ابرار اور اصحاب الیمین وہ لوگ ہین کہ اللہ تعالیٰ سے محبت انعام کی توقع پر رکھتے تھے اور اسی قول کے قریب ہے وہ جو کہا ہی کہ مقربین اور سابقین فنا فی اللہ اور بقا باللہ والے ہین اور ابرار اور اصحاب الیمین وہ لوگ ہین کہ انوار اور طاعات اور اذکار سے منور ہوئے ہین اور انشراح صدر پیدا کیا ہی لیکن ہنوز مرتبہ بقا اور فنا کا حاصل نہین ہوا اور بعضے کہتے ہین کہ ہر نیک عمل کے واسطے دو حد مقرر ہین ایک سفلانی یعنے تلے کی اور ایک فوقانی یعنے اوپر کی پھر جس شخص نے ایک کام نیک کیا نہایت صدق و خلوص نیت سے اور سب اسکی شرطون و سنتون اور آدابونکی رعایت سے اور اس عمل کے ثمرات کو یعنے اسکے ثوابکو محفوظ رکھا بطلان اور حبط سے اور نقصان اجر سے اور ان سب باتونکی رعایت پر درجے کو کی یہانتک کہ حد فوقانی کو پہنچا یا تو وہ شخص مقربین مین سے ہی اور جو اس سے کمتر ہی اور ان باتون کی رعایت مین ورلے درجے مین ہی پہلے کی نسبت سے تو وہ ابرارون مین ہی اور اس تقریر سے ابرار اور مقربین کا جمع ہونا ایک شخص مین باعتبار بعض اعمالونکے سوائے بعض کے ہو سکتا ہے اور وہ جو لفظ سے ابرار و مقربین کے اور اصحاب الیمین اور سابقین اور جو سیاق سے ارشاد

فائدہ علیین کے بیان مین

فائدہ مقام علیین کے بیان مین

ارواحونکے ٹھہرنے کی جگہ مین اور علاقہ ارواح کا قبر سے

آلہی کے کہ وصف اُنکی اُن لوگون کے دیکھا گیا ہی جو سو ہوتا ہی سو یہ ہی کہ ابرار اور اصحاب الیمین ایک جماعت ہین کہ ادا کرنے مین حقوق خلق اور خالق کے اور
احسان کرنے مین لوگون سے اور اعمال نیک و پسندیدہ مین کوشش کرکے قوت ملکیہ کو قوت بہیمیہ و سبعیہ پر اپنی غالب کیا ہی اور مقربین و سابقین
ایک جماعت ہین کہ بطور جذب الٰہی کے ان صفتون اور اعمالون کے سبب سے اُنکے پردے باطنی اٹھہ گئے ہین اور شہود اتم یعنے حضوری پوری نصیب کی ہی
اور سلوک اُنکا ساتھ جذب کے منتہی ہو گیا ہی اور قرب حقیقی اپنے محبوب سے پیدا کیا ہی واللہ اعلم اور تحقیق حقیقت سجین و علیین کے مقام کی جس طور سے کہ بعضے
عارفون نے فرمائی ہی وہ یہ ہی کہ کمال نوع انسانی کا موافق وسعت معرفت اور اُسکی تنگی کے اور باعتبار تہذیب لطائف اور تحصیل انوار ملکیہ اور
مکدر لطائف اور لحوق ظلمات بہیمیہ و سبعیہ کے عرض عریض رکہتا ہی کہ کسی اور نوع مین اسقدر عرض عریض ممکن نہین اسیواسطے کسی شاعر نے
کہا ہی ؎ **ولم ارامثال الرجال تفاوتوا + الذی الفخر حتی عدّ الف بواحد** + پس کمال انسانی کی شکل کو مانند دائرہ وسیع کے خیال کیا چاہیے
کہ مرکز اسکا ادنی مراتب انسانیہ کا ہی اور اعلی اسکا برابر عرش محیط کے وسعت رکہتا ہی اور جو عالم غیب مین یہ شکل تخییل مثالی تحقق پیدا کی تو اُس اثر کے
محیط کا نام علیین ہوا اور اُسکے مرکز کا نام سجین اور مقرر ہی کہ جو دائرے کہ مرکز کے قریب ہوتے ہین وہ نہایت تنگ اور چہوٹے ہوتے ہین
اُن دائرون سے کہ محیط کے قریب ہین پس فجار کی انسانیت کے مرتبے درجہ بدرجہ مرکز کے نزدیک ہین اور ضیق اور تنگی مین مترقی اور ابرار کی انسانیت
کے مرتبے درجے بدرجے محیط کے قریب ہین اور وسعت اور فراخی مین ایک دوسرے سے زیادہ یہان تک کہ نوبت اعلی علیین کو پہنچے کہ مقام
مقربین اور سابقین کا ہی اور ابرار کو بہی تبعیت سے مقربین کی عبور روحانی اُس مقام پر حاصل ہوتا ہی لیکن رہنے کی جگہ اُنکی وہ مقام نہین یہ عبور
روحانی بعد جدا ہونے روح کے جسم سے ایک تاثیر کریگا کہ روح کو اُنکی اُس مقام پر لیجاوینگے کہ اس مقام کے رہنے والون کے پیرو و تابع ہینگے
اور جو احوال بیان کرنے سے ابرار کی ارواح کے کہ بعد قبض ہونے روح کے کیا معاملہ اُن سے گزریگا فارغ ہوئے تو اب اُنکے انجام کا حال
کہ قیامت کے دن کیا ہوگا بیان فرماتے ہین **اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ** تحقیق نیکوکار نعمتون مین ہونگے اور نعیم کا لفظ بہشت کی تمام موعود چیزون کو
شامل ہی حور اور قصور اور طعام اور شراب اور پوشاک اور سواری اور خادم خوبصورت اور مکان پاکیزہ اور دوسری جو جو نعمتین کہ وہان تیار ہین سبکو شامل
ہی اور علاوہ ان سب نعمتون کے ایک یہ ہی کہ اُنکو وہان پر سونے کے جڑاو تختون پر بٹہاوینگے اور ان تختون پر موتیون کے قبے کہڑے کیے جاوینگے
کہ جنتی اُنکے اندر بیٹہے سب کچھہ دیکہین اور اُنکو کوئی نہ دیکہے چنانچہ فرماتے ہین **عَلَی الْاَرَآئِکِ یَنْظُرُوْنَ** نیک لوگ سایہ دار
تختون پر بیٹہے دیکہتے ہین اور حدیث شریف مین وارد ہی کہ مومن کو بہشت مین سب نعمتون سے وہان کی بہرہ مند کرینگے برخلاف دنیا کے کہ حق تعالی یہان
نعمتین بعضے لوگونکو دیتا ہی مگر لطف اُن نعمتونکا اُنکو نصیب نہین ہوتا جیسے بادشاہ مریض یا ضعیف الباہ کہ ہرگز نفیس کہانون سے اور ستہری پاکیزہ باکرہ
عورتون کی صحبت سے کچھہ کیفیت نہین اٹہا سکتا اور یہ بہی حدیث صحیح مین وارد ہی کہ ادنی اور کم سے کم درجے کا وہ بہشتی ہوگا کہ اسکو دنیا کی برابر مکان نعمتون
سے بہرا ہوا ملیگا اور مفعول کو ینظرون کے تعمیم کے واسطے حذف فرمایا ہی تاکہ اپنی نعمتونکے دیکہنے کو جیسے حور و قصور اور انہار اور اشجار اور دوسرے بہشتیون کی
نعمتونکو اور عذاب و شدت دیکہنے کو دوزخیون کے بہی شامل ہو اور منظور یہ ہی کہ تخت سایہ دار انکو سیر عالم بہشت اور دوزخ کے حاجت اور مانع نہونگے برخلاف
دنیا کے تختون کے کہ وہ بیٹہنے والیکو سیر و تماشے سے مانع ہین اور اریکہ لغت مین اُس تخت کو کہتے ہین کہ اُسپر قبے کی مانند سائبان بنا ہوا و منقش پردون
اور مرصع جہالرون اور آویزون سے سجا ہو جسکو ہندی لغت مین چہپرکہٹ کہتے ہین اور عارفون نے کہا ہی کہ بہشت کے ارائک کہ نیکونکو نصیب ہونگے اور جابجا
قرآن مجید مین کمال مدح کے ساتہہ انکا ذکر آیا ہی سورہ مومنہ مین نیکون کے مقامات کے اسما اور القاب سے کہ دنیا مین انکا ہونا اُن مقامون مین انکی
اور عقل سے خلق کی پوشیدہ تہا اور وہ اس مقام پر ٹہہر کر تمام مرتبون کو وجود کے وہان سے سیر کرتے تہے **تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِهِمْ**
نَضْرَةَ النَّعِیْمِ معلوم کریگا تو اے دیکہنے والے چہرون مین اُنکے تازگی نعمتون کی حاصل یہ کہ دوزخیونکا حال دیکہنے سے کچہہ اُنکو ملال و غبار خاطر اور تغیر
چہرہ کا ظاہر نہوگا کیونکہ اپنے دشمنون کا اپنی آنکہونکے سامنے ذلیل ہونا تو اور بہی فرحت اور خوشی کی بات ہی اسیواسطے نشانیان سرور اور بہجت کی چہرون مین

انکے ہمیشہ نظر آوینگی **يُسْقَوْنَ مِن رَّحِيقٍ** پلائے جاوینگے خالص شراب کہ محبت الٰہی کا نمونہ ہے اور جو دنیا مین انکو اپنے دلمین جلوہ دیتی تھی اور
شراب کی مانند قوی اعضا اور جوارحون مین انکے سرایت کی تھی اور وہ محبت خالص محبت تھی کہ اسکے ساتھ ہوائے نفسانی اور ماسوی کی محبت کی آمیزش نہ تھی
اور شراب بہشتی کی نہرون اور چشمون مین جاری ہوگی جیسیکہ دوسری سورتو نمین مذکور ہے تو اس تعرفی شراب سے احتراز کیواسطے کہا ہے خاص جام بہشتی کا انکو
پہنچتا ہے ایک دوسری قید کو اسمین بڑہاتے ہین **مَّخْتُومٍ** یعنے وہ شراب خالص مہر کی گئی ہے اور عام شراب سے ممتاز وجدی ہے اور یہہ
مختوم ہونیمین اس شراب خالص کے کہ نمونہ محبت الٰہی کا ہے یہہ ہے کہ وہ محبت باوجود کمال غلو اور ہیجان کے کہ عشق کے مرتبے سے کوسون بڑہ گئی تھی تو بھی
شرع کی مہر سے مختوم تھی اور احکام الٰہی کی مہر کے نیچے محفوظ ہر گز بعتین و ہیہ مجرمہ اور شہوات نفسانیہ منہیہ اور نجاسات شیطانیہ اس محبت کیساتھ کچھ
آمیزش نہین رکھتی تہین اور عجائبات سے اس شراب مختوم کی ایک یہہ بات ہے کہ دنیا کی شراب کے شیشون کو بھی جو انکی حفاظت منظور ہوتی ہے تو مہر کردیتے ہین
لیکن جس چیز سے کہ مہر کرتے ہین تو وہ مٹی یا موم یا لاکھ وغیرہ ہوتی ہے اور انکو نکی مختوم شراب کا وصف یہہ ہے کہ **خِتَامُهُ مِسْكٌ ۚ**
یعنے جس چیز کی کہ اسپر مہر کی ہے وہ مشک ہے تاکہ خوشبو مشک کی شیشہ لیتے ہی دماغ مین بس جاوے اور دماغ کو خوش کردے اور جس مشک کی کہ اسپر مہر کی
جاویگی وہ نمونہ حکم شرع کا ہے ساتھ ان مباح چیزونکے کہ نیکو نکے دلون کی قوت دینے والین اور انکے خاطر کو خوش کرنیوالین اور انکے ذوق و شوق
کے بڑہانیوالین دنیا مین تھین **وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ** اور اسی قسم کی شراب مین کہ مذکور ہوا اور مثال اس قسم کی
نفیس شی کا ہی چاہیے کہ رغبت کرین رغبت کرنیوالے نہ ایک مٹھی جو یا گیہون مین کہ لوگون کا حق ناپ اور تول مین گھٹا کر لین کہ اسکو کچھ نسبت نہین
اور بعضے مفسرون نے ختام کو ختم اور انتہا کے معنے مین ٹہرایا ہے اور آیتیکے موافق اس حدیث شریف مین جو ابو الدرداء سے مرفوعًا ثابت ہوئی ہے وارد
کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پچھلی شراب بہشتیون کی مسک ہے اور اسکا ایک شراب کا نام ہے کہ سفید ہے جیسے چاندی کے پتر اگر کوئی دنیا کا
شخص اسمین ہاتھ ڈبو کر پھر نکالے تو تمام جاندار دنیا کے اسکی خوشبو سے مست ہوجاوین ظاہر یہہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس خالص شراب کو پچھلا پیالہ
بہشتیون کا وہی ہوگی ہواسطے اسکا نام مشک رکھا ہے کہ مشک جلاد و بوئین سے ہے کہ ہاضمی کا مددگار ہوتا ہے غذا کے ہضم کرنیمین اور منہ مین خوشبو
پیدا کرتا ہے اور بار دیگر جلد اشتہا پیدا کرتا ہے اور وہ شراب کہ بہشتیون کی شراب کی مجلس کا ختم اسپر ہوگا وہ بھی یہی کام کریگی اور جو بعضے اوقات شراب
مین کچھ ملانا بھی اہل مجلس کو منظور ہوتا ہے تو اسواسطے فرماتے ہین کہ شراب خالص کو جب چاہین گے کسی دوسری چیز سے ملا کر پئین تو یہی ہو سکیگا **وَ**
مِزَاجُهُ مِن تَسْنِيمٍ اور ملونی اسکی تسنیم ہوگی اور تسنیم لغت مین اس چیز کو کہتے ہین کہ شربت پر خوشبو یا ذائقے کے واسطے جیسے گلاب
یا بید مشک یا کیوڑا اور اسکے مانند ملاوین اور یہہ لفظ سنام سے ہے کہ اونٹ کے کوہان کے معنونمین ہے کیونکہ ایسی چیزونکے ڈالنے سے شراب کے برتن مین
بلبلے اٹھتے ہین کہ اونٹ کے کوہان کی مانند معلوم ہوتے ہین اور مراد تسنیم سے اس جگہ پر ایک چشمہ ہے بہشت مین کہ سب قسمونکی شراب سے بہتر اور لذیذ ہے
اور مقربین اور سابقین کو اس چشمے سے خالص پلاوینگے اور ابرار اور اصحاب الیمین کو بطور گلاب و بید مشک کے ملاکر دینگے اور بعضی روایات مین مروی ہے کہ تسنیم
برخلاف دوسرے چشمون کے ہوا مین جاری ہوگا نہ بہشت کی زمین پر اور بھید اسکا یہہ ہے کہ وہ چشمہ نمونہ محبت ذاتیہ الٰہیہ کا ہے کہ بے تعین محل اور صورت کے بلکہ بے
تقشّش حال اور صفت کے ارواح کو مقربین کی فریفتہ کر دیا ہے اور کہتے ہین کہ وہ چشمہ عرش کے نیچے سے ابلتا ہے اور مقربین کے مکانون کے سمتون مین بہتا ہے
چنانچہ اسکے حال مین ارشاد فرماتے ہین **عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ** یعنے مراد ہماری تسنیم سے چشمہ ہے کہ پیتے ہین اس سے مقرب
حاصل کلام کا یہہ ہے کہ مقرب لوگ اس چشمے کی شراب کو خالص پیتے ہین اور ابرار کو اس شراب سے بطور گلاب کے ملاکر دیتے ہین اسواسطے کہ مقرب شغل طرف سوی الٰہ نہین رکھتے
پہنچانا حق کی محبت کو غیر کی محبت مین ملایا نہین خلاف ابرار کے کہ محبت انکی اعمال اور صفتو نکے سبب سے تھی اور ابرار نعمت کے مذکور مین انکی شراب نوشی کا ذکر کر فرمایا ہے انکے نیکی کو بیان
فرماتے ہین اور تفصیل اسکی یہہ ہے کہ حق تعالی کو اس معاملہ کا کفار سے ہنسی ٹہٹھا کا کہ اسکے بندون سے دنیا مین کرتے تھے منظور ہوگا اور وہ خاص بندے خدا کے
بسبب کمال تمکین اور وقار کے اس بات کا بدلا لینے مین توقف کرینگے ناچار انکو ایسی شراب کے جام پلاکر سرشار کردینگے کہ انکی فرحت سے البتہ اس

تکمیل و رفتار مین کچھ فرق ہوجاویگا اور انتقام اپنے تمسخر اور ٹھٹول کا الٹے لینگے چنانچہ فرماتے ہین إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا ترجمہ جو لوگ گناہ کرتے تھے
دنیا مین جیسے انکار آیات الہی کا اور خلق کے حقوق کا اور کم کرنا ناپ اور تول مین كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ ہنسی ٹھٹول
کرتے تھے ان لوگون سے جو ایمان لائے تھے اور کہتے تھے کہ اس گروہ کو کیا خیال فاسد اس کے سر پڑا ہے کہ آنکھون دیکھتی لذتون کو خیالی لذتون کی توقع پر
چھوڑتے ہین اور فقط اتنی ہنسی پر بہی اکتفا نہین کرتے تھے بلکہ وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ يَتَغَامَزُونَ اور جب گذرتے تھے ان
مسلمانون پر تو آپسمین سینین مارتے تھے کہ یہہ گروہ وہی بیعقل و احمق ہین کہ اپنے کو نقد لذتون سے خیال بہشت کے جو موہوم ہے محروم رکھا ہے وَ
إِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمُ اور جب لوٹ کر جاتے تھے یہہ فریق اپنے گہر والون مین اور وہان پر جمع طرح طرح کی دنیاوی لذتون کا دیکھتے تھے جیسے عمدہ عمارتین
خوبصورت اور لڑکے مرغوب و لڑکیان محبوب اور فرش نفیس اور برتن تکلف اور کہانے لذیذ اور پانی سرد خوشبودار تو جانتے تھے کہ یہ چیزین ہمکو اسی عقیدے
سے حاصل ہوئی ہین کہ ہم جزا کے روز کا اعتقاد نہین رکہتے اور کچہہ خوف اور ڈر اس روز کا ہمارے دل مین نہین اور مسلمان نیکوکار ان لذتون
سے اسی سبب سے محروم ہین کہ توقع پر بہشت کی موہوم نعمتون کے اور خوف سے دوزخ کے خیالی عذابون کے ان نقد لذتون سے دست بردار
ہین تو مثال انکی ایسی ہے جیسے مجنون کہ اپنے خیال فاسد کے سبب سے غذاؤن لطیف فائدہ مند سے ڈرتا ہے اور پرہیز کرتا ہے انْقَلَبُوا
فَكِهِينَ پہرتے تھے باتین بناتے اور خوش طبعی کرتے وَإِذَا رَأَوْهُمْ اور جب دیکہتے تھے مسلمانون کو کہ اپنی جان کو مشقت مین ریاضت
اور عبادت کی گلاتے ہین اور اچہی پوشاک نہین پہنتے اور کہانا خشک بے مزہ کہاتے ہین اور گرمی کے دنون مین روزہ رکہتے ہین قَالُوا
إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَضَالُّونَ کہتے تھے کہ تحقیق یہہ لوگ البتہ راہ بہولے ہوئے ہین کہ موہوم لذتون کو موجود لذتون پر ترجیح دیتے ہین
اور بیجا اصل شفقتون کی کمالات حقیقی نام رکھا ہے وَمَا أُرْسِلُوا عَلَيْهِمْ حَافِظِينَ اور نہین بہیجے گئے ہین وہ کافر مسلمانون پر نگہبان
کہ انکو نیک راہ سے پہرنے نہین دین اور ہر مجلس اور مجمع مین انکا چرچا کرین اور طعن و تشنیع کرتے رہین اور یہہ کافر اس درجے کو اس کام مین تعدی کرتے ہین کہ اول تو سامنے
ہین اور بعد اسکے غمزے اور اشارے کرتے ہین بعد اسکے غائبانہ انکے اوپر پہبتیان بولتے ہین اسکے بعد منہ بمنہ گمراہ کہتے ہین اور وجہ ان چارون حالونکی اس ترتیب سے
بیان یہہ ہے کہ جب کسی شخص کو کسی شخص کی کوئی حرکت ناپسند آتی ہے تو اسپر حقارت کی راہ سے ہنستا ہے اور جب اسسے زیادہ نفرت ہوتی ہے تو اپنے ہمنشینون
کو بہی چشم و ابرو سے بتاتا ہے تاکہ اہانت اور حقارت کہ نہین اُس حرکت والے کی شریک ہون اور جب تنفر نہایت کو پہنچتا ہے تو غائبانہ بہی اُس حرکت والے پر
لطیفے اور پہبتیان کہتا ہے اور خوشطبعیان کرتا ہے تاکہ تحقیر اور اہانت کا حق ادا کرے اور جب بات تنفر سے بہی گذر گئی تو منہ بمنہ ساتھ حماقت اور جہالت
اور گمراہی کے نسبت کرتا ہے اسواسطے اس ترتیب کی ان آیتون مین رعایت رکھی ہے اور کافرون کے اس ظلم بیان کرنیکے بعد مسلمانون کو ارشاد ہوتا ہے کہ یہہ
ظلم بہی انکا رایگان نجاویگا بلکہ جزا کے روز اس قسم کے ظلم کا بہی انتقام لینگے فَالْيَوْمَ الَّذِينَ آمَنُوا سو آج کے دن کہ جزا کا روز ہے جو لوگ
کہ ایمان لائے تہے اور کمالات حقیقی کو ساتھ قوت ایمانی کے لذات نفسانی پر ترجیح دیکر اختیار کیا تھا مِنَ الْكُفَّارِ کافرون سے کہ کمالات کے منکر تہے
اور کمال کے حاصل کرنے کو دنیا کی فانی لذتون مین منحصر جانتے تہے يَضْحَكُونَ ہنستے ہین کہ یہہ لوگ کیا کوتہ اندیش اور احمق تہے کہ کس فانی
خسیس چیز کو کس نفیس باقی رہنے والی چیز پر ترجیح دی تہی اب دوزخ مین کس طرح سے عذاب مین اور طوق و زنجیر دوزخ مین جکڑے گئے ہین اور حدیث شریف
مین وارد ہے کہ کافرونکو دوزخ مین ایک دروازہ بہشت کی طرف کہول دینگے اور دوزخ کے دربان کہینگے کہ ہان جلدی آؤ بہشت مین وہ گرتے پڑتے طوق و زنجیر دوزخ مین جکڑے
ہوئے اُس دروازے کی طرف جاوینگے جب قریب پہنچینگے تو اُس دروازے کو بند کر دینگے اور دوسری طرف کا دروازہ کہولدینگے اور کہینگے اُس دروازے سے جاؤ تو اُس دروازے کی
طرف جانیکا ارادہ کرینگے اور آگ کے پہاڑون پر گرتے پڑتے گذرینگے جب نزدیک پہنچین گے تو اسکو بہی بند کر دینگے علی ہذا القیاس اُن کو دوزخ مین
ان حیلون سے سرگردان اور پریشان کرینگے اور مسلمان جب بہشت مین سے یہہ حالت انکی دیکہین گے تو ہنسین گے لیکن باوجود ایسے
برے حال دیکہنے کے کہ ہنسی کے سبب ہین انکو تمکین اور وقار مانع آوے گا اور حد سے ہنسی اور مسکرانیکی تجاوز نکرینگے اور کافرون کی

طرح سے کہ دنیا مین چشم و ابرو سے غمازی کرتے تھے اور عائبانہ پھبتیاں کہتے تھے اور منہ بگاڑ لیتے تھے یہ بات آنسے ہرگز ظہور مین آویگی بلکہ باوجود ایسا حال دیکھنے کے
کہ موجب کمال ہنسی کا ہے اور لوٹ جانیکا ہے چنانچہ اکثر لوگ اس قسم کے تماشون کیواسطے دوڑتے ہین اور دور دور جاتے ہین وہ لوگ اپنے مکانون سے جنبش نکرینگے
بلکہ **علی الارائک ینظرون** اپنے سایہ دار تختون پر بیٹھے دیکھتے ہین اور اسمین کمال تمکین اور وقار سے پوچھتے ہین **ھل ثوب**
الکفار ما کانوا یفعلون کیا سزا پائی انکافرون نے اپنے کامونکی عوض سکے جو دنیا مین کرتے تھے جیسے غمزے اور ٹھٹھے اور لطیفہ گوئی اور گمراہ نام کہنا

تمہید

سورۂ انشقاق

سورۂ انشقت مکی ہے اسمین پچیس آیتین اور ایک سو نو کلمے اور چار سو تیس حرف ہین اور ربط اس سورۃ کا سورۂ مطففین سے ابتدا سے انتہا تک ظاہر ہے کہ دونون
سورتون کے مضمون اور معنے قریب قریب ہین جیسا کہ اُس سورۃ مین **ویل للمطففین** و **ویل للمکذبین** واقع ہے اور اس سورۃ مین **یدعوا**
ثبورا اور اُس سورۃ مین **الا یظن اولئک انہم مبعوثون** اور اس سورۃ مین **انہ ظن ان لن یحور** اور اس سورۃ مین **یوم یقوم الناس لرب العلمین**
اور اس سورۃ مین **فملاقیہ** اور اُس سورۃ مین مذکور ہے کہ اعمال نیکو کی اور بد کی بعد انکے مرنیکے دفتر مین علیین و سجین کے داخل ہونگے اور اس سورۃ مین
بھی نیکون اور بدون کے اعمال نامونکا مذکور ہے کہ بعد حشر کے سیدھے یا اُلٹے ہاتھون مین دینگے اور اُس سورۃ مین تکذیب قرآن کی کہ کافر کرتے تھے اس عبارت
سے مذکور ہے **فاذا تتلی علیہ ایاتنا قال اساطیر الاولین** اور اس سورۃ مین اس عبارت سے مذکور ہے **واذا قرئ علیہم القرآن لا یسجدون**
اور اُس سورۃ مین **انہم لصالوا الجحیم** واقع ہے اور اس سورۃ مین **یصلی سعیرا** اور اُس سورۃ مین اہل نجات کے حق مین **تعرف فی وجوھہم**
نضرۃ النعیم واقع ہے اور یہ بھی ہے کہ **فالیوم الذین امنوا من الکفار یضحکون** اور اس سورۃ مین **وینقلب الی اھلہ مسرورا** اور اُس
سورۃ مین کافرون کے حق مین بہ نسبت مسلمانون کے مذکور ہے کہ **کانوا من الذین امنوا یضحکون واذا انقلبوا الی اھلھم انقلبوا فکھین**
اور اس سورۃ مین **انہ کان فی اھلہ مسرورا** اور علی ہذا القیاس مناسبت کلی بعد تامل کے ظاہر ہوتی ہے اور اس سورۃ کا نام سورۂ انشقت اور انشقاق
اس جہت سے رکھا ہے کہ اول مین اُسکے پھٹنا آسمانون کا حکم الٰہی سے قیامت کے دن مذکور ہے اور یہ واقعہ ایک بڑی حجت ہے آدمی پر کیونکہ جو آسمان کہ وجود
اس بڑے میں اور بلندی کے کہ رکھتا ہے اس امر شاق کو بحکم اپنے پروردگار کے بغیر توقع ثواب و خوف عذاب کے بجا لایا پھر آدمی کہ نہایت پست اور ذلیل ہے
اسانی سے کام کو اللہ تعالے کے کہ کچھ اتنا سخت اور بھاری نہین ہے باوجود ثواب کی توقع اور عذاب کے خوف کے کیون قبول نکرے اور بجا نلاوے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

س
ع

اذا السماء انشقت جس وقت آسمان پھٹ جاوے حضرت امیر المؤمنین مرتضی علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ پھٹنا آسمان کا کہکشان کی مقام سے
واقع ہوگا اور وجہ اُسکے پھٹنے کی اسوقت یہ ہے کہ فرشتے موکل دروازون پر آسمان کی کہ روزی رزق آتا ہے نیکو بندون کی اور وہ لیجاتے ہین اُنکے اعمال کے مقرر ہین
اپنے کام سے فراغت کرکے اُتر ینگے اور دوسرے فرشتے کہ رہنے والے آسمانون کے ہین معنین ہاندہکر گرداگرد محشر کے کہڑے ہو وینگے اور تجلی قہر الٰہی کی اُس روز عرش عظیم پر
غلبہ کرکے اُسکو نیچے کی جانب حرکت دیگی تو اس تجلی کے صدمے سے اور عرش ہلنے کے بوجھ سے آسمان کے اجزا پاش پاش ہو جاوینگے اور یہی ہے کہ منظور اُسکا خراب کرنا اس عالم کا اور
تعمیر کرنا دوسرے عالم کا ہے اور نئے مکان کی تعمیر بغیر پرانے مکان کی توڑے پھوڑے ہو نہین سکتی اور یہان سمجھ لینا چاہیے کہ آدمی دو چیز سے مرکب ہے روح اور جسم
مشابہ اسکی روحانیت کا آسمان ہے کیونکہ نفس ناطقہ اسکا نفوس سماوی سے ماخوذ ہے اور انسے کلی مشابہت رکھتا ہے اور روح ہوائی کہ مرکب نفس کی ساتھ ہے اور
تحصیل غیب ... امور سماوی ہے سو اسکا جوہر بھی آسمان کی جوہر سے مشابہت کلی رکھتا ہے کہ پھٹنے چرنے ٹوٹنے پھوٹنے کے قابل نہین ہے اور ہرچند کہ
اور بڑے بڑے صدمے اُٹھاتی ہے لیکن بالکل فنا نہین ہوتی انتہا اُسکی فنا کا یہ ہے کہ بدن سے جدا ہو جاتی ہے پھر بھی اور اُنکے ...

پاس محفوظ اور مامون رہتی ہی اور روح کی سعادت اور شقاوت کا سبب اُسکو عرف مین بخت کہتے ہین اور طالع کے ساتھہ بہی منسوب کرتے ہین تو یہ بہی اوضاع
حرکات آسمانی سے اور اُسکے ستارون سے ماخوذ ہی اور غذا روح کی اور اسکے مرضون کی دوا کہ شریعت اور طریقت ہی وہ بہی آسمان سے نازل ہی بس
انشقاق آسمان کا دلیل قوی اور برہان ظاہر ہی اسبات پر کہ آدمی کی روحانیت کو اطاعت اور امر سے اپنے پروردگار کے چارہ نہین ہی اسواسطے کہ معدن
اور کان اسکا کہ آسمان ہی باوجود اس عظمت اور بلندی کے کہ رکہتا ہی لیکن اللہ تعالی کی فرمانبرداری سے نکل نہین سکتا اور پہٹنا آسمان کا اس قدر بسبب ضعیف ہونے
اسکی بنیاد کے نہو گا جیسا کہ ٹوٹنا دنیا کی عمارتونکا اور اس جہان کی بنی ہوئی چیزونکا ہوتا ہی بلکہ اسکو کمال قوت اور متانت اور عظمت کی حالت مین کہ
رکہتا ہی حکم اللہ تعالی کا اُسکے پہٹ جانیکے واسطے پہنچا **وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا** اور کان رکہے اس آسمان نے اور فرمانبردار ہوگیا حکم ماننے کو
اپنے پروردگار کا اور قبول کرنے سے اس حکم کے کہ نہایت شاق تہا سر نہ پہیرا اور یہ فرمانبرداری کہ اُس سے واقع ہوئی سو اس قسم سے نہین ہے کہ اُسکی
عظمت اور بلندی کو مانع ہو بلکہ یہ تذلیل لائق اور سزاوار اُسکی عظمت کے تہی **وَحُقَّتْ** اور وہ آسمان لائق اُسکی تابعداری اور فرمانبرداری کے
تہا **وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ** اور جسوقت کہ زمین کہینچی جاویگی کہ لنبی اور چوڑی ہو جاوے اور اس حجم عظیم کے واسطے کہ ساتون آسمانونکے
فرشتے اور حاملان عرش و طرح طرح کی مخلوقات جن و انس و جانور اولین و آخرین کے سب اسوقت جمع ہونگے اور زمین پر کہڑے ہونگے کہ سکو گنجایش
کرے اور دوسرے کہینچنا زمین کا اس سبب سے بہی ہوگا کہ بلندی اور پستی اور غار زمین اور پہاڑ سب برابر ہو جاوینگے کہ کہڑے ہونیوالونکے واسطے نا
اونچا نیچا ہو اور کوئی چیز آپسمین ایک دوسرے کی آڑ اوٹ ہو اور ایک کا حال دوسرے پر ظاہر رہے جیسے کہ فرش اور بچہونون مین نظر آتا ہی کہ کہینچنے تانے
کے سبب سے دو فائدے معاً حاصل ہوتے ہین ایک تو وسعت اور فراخی دوسرے ہمواری اور جو زمین کہ منشا انسان کے جسم کا ہی اور اُسکا جزو غالب ہی اور
غذا اور مشقتین دوسری طرح کے بہی اُسکو زمین سے پہنچتے ہین بس فرمانبرداری اُسکی خدا تعالی کے حکم کو دلیل قوی ہی اسبات پر کہ آدمی اپنے
تمام اعضا اور رگ و ریشہ سے اپنے مطیع اور فرمانبردار حکم آلہی کا ہو **وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا** اور اُگل دیگی زمین کہینچنے کے سبب سے جو اُسمین ہے مُردون کے
اجزا اور خزانے اور دفینے اور کانین تا حشر آدمیون کا اُنکے تمام اجزا سے حاصل ہو اور مشقتین مین کی کہ اسپر جنگ جدال و ضرب قتال کرتے تہے اور ایک
دوسرے کی حق تلفی کرتے تہے کمال دلیل و بقدر اُنکی نظر و ہمین ظاہر ہون **وَتَخَلَّتْ** اور خالی ہو جاویگی زمین اُن چیزون سے جو اُس سے متعلق ہین اعمال کی
کے تاکہ جزا موافق اُسکے ٹہر جاوے اور زمین کو اس اُگل دینے اور خالی ہو جانے مین کچہہ عوض یا ضرر یا نفع دینا کسیکو منظور نہین بلکہ فرمان آلہی ہی کہ اسکا حکم کرنیکو
پہنچا ہی **وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ** اور کان رکہے زمین نے اپنے پروردگار کے حکم پر اور فرمانبردار ہوئی اور لائق بہی اس فرمانبرداری کے
تہی اور یہان پر سمجہہ لیا چاہیے کہ اکثر عوام گمان کرتے ہین کہ یہ آیت مکرر ہے اور حال یہ ہی کہ یہ بات یون نہین ہی بلکہ اول آسمان کے واسطے ہی اور
دوسری بار زمین کے واسطے تو ہرگز تکرار نہوئی اور جزا شرط کی محذوف ہی یعنے جو آسمان ایسا فرمانبردار ہو جاوے اور زمین ایسی تابعداری کرنے لگے تو آدمی
تجہہ پر الزام صریح لاحق ہوگا اور حجت قایم ہو جاویگی کہ تونے کسواسطے حکم اپنے پروردگار کا روح اور جسم سے قبول نکیا اور امر آلہی کی مخالفت مین عمر گذارے
چنانچہ الزام حجت کے بیان کرنیکے واسطے ظاہر کرکے فرماتے ہین **يٰاَيُّهَا الْاِنْسَانُ** اے آدمی تو کچہہ آسمان سے بڑا اور اونچا نہین ہے
اور نہ زمین سے زیادہ سخت کہ اپنے پروردگار کے حکم کو قبول نکرے اور اُسکے حکم کی اطاعت بجا نہ لاوے حالانکہ حکم اللہ تعالی کا تیرے حق مین بہت آسان ہے
اور اُن دونونکے حق مین شاق اور گران ہی اور اُن دونون نے باوجود گرانی اور سختی کے فرمانبرداری کی اور سر نہ پہیرا اور علاوہ اُسکے یہ بہی ہی جو حکم کہ آسمان و
زمین پر ہوگا سو اُسمین کچہہ عذاب و ثواب نہین اور جو حکم کہ تیرے حق مین آیا ہی اُسکے ساتہہ ثواب اور عذاب کی بہی توقع ہی کہ آسمان اور زمین کو
ہرگز اسکی امید نہین کیونکہ **اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ** بیشک تو کوشش کرنیوالا ہی کہ قرب حاصل کرے اپنے پروردگار کے
كَدْحًا کمال مشقت سے کیونکہ تجہکو استعداد وصول کی دی ہی اور اُسکی قوتین تیرے دماغ مین رکہی ہی برخلاف آسمان و زمین کے کہ نہ اُنمین استعداد
وصول کی ہی اور نہ اُنکو اُسکے حاصل کرنیکا خیال اور یہ وصول بوجود اور دیدار بے پردہ کہ اُسکی فکر حصول مین تو لگا ہی محض خیالی نہین ہی کہ دنیا مین

تو خوش ہو تجھا کرکے الکلاہ ۔ ہتیلا ہی جتیاسیند فرماتے ہین **فَمُلٰقِیۡهِ** پہر ملاقات کرنیوالا ہی تو اپنے پروردگار سے ۔ یہہ پردہ خیال ورا ورا کہ ، ورنہ بہر حجاب دیدار و
مثال کے پس تجھکو تابعداری اللہ تعالی کے امر کی اسقدر درکار ہی کہ کسی مخلوق کو اسقدر درکار نہین کیونکہ اس وقت عین ملاقات اور حضور کیے وقت شرمندگی نہ اٹھانے
اور ندامت نہ کھینچے کہ اس وقت قوت اور ضعف تیرا اسی مین قرب کے مرتبے کے حاصل کو نہین ظاہر ہوجاویگا اس طور سے **فَاَمَّا مَنۡ اُوۡتِیَ**
كِتٰبَهٗ پہر جس شخص کو دیا جاویگا نامۂ اعمال اسکا اپنے پروردگار کی ملاقات کیوقت کہ اس نامے مین سبھی تفصیل نیکی اور طاعت اور فرمان برداری سکے
حکمون کی لکھی ہی تاکہ بالکل ان چیزون کا جو اسکے شوق مین بجالایا تھا موجب اسکے سرور اور لذت کا ہو اور جانے کہ سبھی میری نہ کہا لگی **بِیَمِیۡنِهٖ**
سیدہے ہاتہ مین اسکے کہ علامت نجات اور رضامندی کی ہی کیونکہ سیدہا ہاتھ اکثر الٹے ہاتہ سے غالب ہا ہی اور اس شخص نے کہ اعمالات اللہ تعالی کے فرمانکی
کی تو اپنے نفس کی خواہش پر غالب آیا اور ایک قوت عظیم پیدا کی اور نیکیون نے اسکی بدیون پر غلبہ کیا **فَسَوۡفَ يُحَاسَبُ** پس بعد دینے اعمال
نامے کے سیدہے ہاتھ مین حساب کیا جاویگا برے کامون پر کہ مغلوب اور تہوڑے سے رہگئے تہے **حِسَابًا يَّسِيۡرًا** آسان حساب حدیث شریف مین ہی
کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ یا رسول اللہ حساب یسیر کیا ہی تب رسول اللہ نے فرمایا کہ حساب یسیر وہ ہی کہ بندے نامۂ اعمال اسکو دکہاوینگے
اور آواز آئیگی کہ ای میرے بندے مسلمان جو تونے بندگی کی سو مینے قبول کی اور جو تونے خطا کی سو مینے بخشدی اور کسی بات کے واسطے کہا نجاویگا
کہ جو باتین کہ نیکی تہین سو تونے کیون نکین اور جو کہ نیکی تھین سو کیون کین **فَاَمَّا مَنۡ نُوقِشَ الۡحِسَابَ عُذِّبَ** یعنے پہر جس شخص کے واسطے تکرار اور پوچھ
پاچھ ہوئی تو وہ شخص آفتین پڑا اسواسطے کہ اسوقت کوئی عذر گناہ کا نہین رکھتا ہے اور گناہ سے خالی نہین ہے اور یہہ بھی حدیث صحیح مین وارد ہی کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز فرماتے تہے کہ جس شخص سے حساب لیا جاویگا اسکو عذاب بہی ہوگا حضرت ام المومنین نے عرض کیا کہ خدا تعالی تو فرماتا ہی **فَسَوۡفَ**
يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيۡرًا اور اس آیت سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ بعضے آدمی حساب کے بعد نجات پاوینگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہہ حساب نہین ہی محض علوم کا دکہانا
ہی کہ تونے یہہ کچھ کیا اور ہمنے عفو کیا اور فلانے فلانے کام نہین کئے اور ہمنے درگذر کی لیکن مراد میری یہہ ہے کہ جس شخص کے واسطے پوری پوری
پوچھہ ہوگی تو وہ ہلاک ہوگا **وَّيَنۡقَلِبُ اِلٰٓى اَهۡلِهٖ مَسۡرُوۡرًا** اور پھریگا اپنی اہل کی طرف خوش ہوکر نہ اسکو خوف عذاب
کا ہوگا اور نہ خجالت جھڑکی اور غصے کی لاحق ہوگی بلکہ نجات کی خوشی اہل و عیال کے ملنے کی خوشی کے ساتھہ ملکر ایک عجیب راحت اسکو نصیب ہوگی
کہ کوئی کیفیت برابری اسکی کر نہین سکتی اور مراد اہل خانہ سے اسکی حورین ہین اور دنیا کی عورتین جو اسکے نکاح مین تہین اور بہشت مین ملینگی اور دوسرے
ناتے رشتہ والے کہ حشر مین اسکے حساب کتاب کی اطلاع کے واسطے منتظر کہڑے ہونگے اور یہان سے معلوم ہوا کہ حق تعالی بندے مین دو غم جمع نہین
کرتا جو کوئی کہ دنیا مین دین کا غم کریگا تو اس روز خوش ہوگا اور لفظ سوف کا کہ دلالت تراخی اور تاخیر پر کرتا ہی اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ اول اعمال
نامے نیکی کے اسکو دکہا کر خوشوقت کرینگے اور بہت سی مہلت کے بعد اسکو بدیون پر اطلاع دینگے تاکہ اول ہی بار بدیون پر اطلاع دینے سے شرمندہ ہو
اور پشیمانی نہ اٹہاوے **وَاَمَّا مَنۡ اُوۡتِیَ كِتٰبَهٗ** اور جو شخص کہ دیا جاوے اعمال نامہ اپنا الٹے ہاتہ مین اور یہہ علامت ہلاکت اور عذاب کی
ہے کیونکہ الٹا ہاتہ بہت ضعیف ہے سیدہے ہاتہ سے اور اس شخص نے ضعیف جانب کو اپنی کہ خواہش نفس تہی قوی جانب پر اپنی کہ
فرمان برداری اللہ تعالی کی ہے مقدم رکھا تھا پس قوی کو ضعیف اور ضعیف کو قوی کیا تھا اور معاملے کی صورت کو الٹا کردیا تھا اسی واسطے
اعمال نامے کو اسکے الٹے ہاتہ مین دینگے لیکن سامنے سے نہ دینگے بلکہ الٹے ہاتہ کو اسکے پیچھے باندہ دینگے اور اعمال نامے کو اسکے اسی ہاتہ مین دینگے
وَرَآءَ ظَهۡرِهٖ پیچھے سے اسکی پیٹہہ کے **فَسَوۡفَ يَدۡعُوۡا ثُبُوۡرًا** پہر آگے پکاریگا موت کو یعنے آرزو کریگا کہ کسی طرح
موت آجاوے اور مجھکو ہلاک کر ڈالے کہ اس اپنے برے کامونکی جزا سے خلاصی پاؤن اور لفظ سوف کا کہ دلالت تاخیر پر کرتا ہی اسیواسطے ہی لائے ہین
کہ اسکو اپنی موت خوب طرح سے بعد عمر کی جمع خرچ کے مطالعہ کے ظاہر ہوجاویگی اول بار مین اپنے نیک و بد اعمال کو دیکھکے خیال کریگا
کہ شاید میری نیکیان میری برائیون پر غالب آوین اور مین نجات پاؤن اور یہہ مطالعہ اور برابر کرنا حساب کا ایک مہلت چاہتا ہے

اور رہا سورۂ حاقہ اور دوسری سورتون مین مذکور ہے کہ بعضون کو اعمالنامے سیدہے ہاتہہ مین اور بعضون کو اُلٹی ہاتہہ مین دینگے سو اس بات سے کچہہ خلاف
نہین کہ پیٹہہ کے پیچہے سے دینگے جیسے کہ یہان مذکور ہے کیونکہ اعمالنامے کا دینا اُلٹے ہاتہہ مین اسی طور سے ہوگا کہ پیٹہہ کے پیچہے سے دین گے اور
جو بعضے علماء نے تفسیر مین ذکر کیا ہے کہ آدمی اُس روز تین قسم پر ہونگے ایک نجات والے انکو اعمالنامے سیدہے ہاتہہ مین دینگے اور دوسرے ہلاک
ابدی والے اُنکو اُلٹے ہاتہہ مین دینگے اور تیسرے عذاب والے جنکو بعد عذاب کے نجات ہوگی سیدہے ہاتہہ مین پیٹہہ کیطرف سے دین گے یا ہلاک ابدی والون
کو اُلٹے ہاتہہ مین پیٹہہ کے پیچہے سے دین گے اور اہل نجات کو بائین ہاتہہ مین سامنے سے بس یہہ قول مطابق قرآن و حدیث کے نہین ہے
محض احتمال ہے کیونکہ اہل شمال اور اہل ظہر دونون کے حق مین جو وعیدین کہ آئی ہین ایک دوسرے کے قریب ہین نجات اور خلاص پر دلالت نہین
کرتین باوجود اسبات کے کہ بعضی حدیثون مین تصریح اعمالنامون کے دینے کی اسی طور سے روایت ہے کہ بیان کی گئی واللہ اعلم اور جو اس شخص
کا حال کہ اپنے دوزخی ہونے کی علامت اپنے اعمالنامے سے جو اُسکی پیٹہہ کیطرف سے دیا جائیگا دریافت کریگا اور واویلا مچاویگا اور واموت اور ہلاکت کی خواہش
کریگا بیان فرمایا اب ارشاد ہوتا ہے کہ اسقدر جزع اور فزع اور اضطراب اور بیقراری اور بیتابی پر اُسکی اکتفا نہوگا بلکہ وہ چیز جس سے وہ ڈرا ہے واقع ہوگی **وَيَصْلٰى**
سَعِيرًا اور پیٹہیگا دہکتی آگ مین **اِنَّهٗ كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا** تحقیق کہ وہ تہا اپنے گہر والون مین دنیا مین خوش اور بیغم کہ دنیا کا غم رکہتا
تہا نہ آخرت کا اور کفر اور گناہ سے بہی نہین ڈرتا تہا اور اللہ تعالی کی رضامندی کی جانب کی اصلا رعایت نہین کرتا تہا اور یہان سے معلوم ہوا کہ دنیا کی خوشی
کے پیچہے آخرت کا غم لگا ہے چنانچہ دوسری جائے پر فرمایا ہے **فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا** اور جو شخص کہ اس دنیا مین دُکہہ اور غم آخرت کا رکہتا ہوگا تو
اُسکے مآل کا یہہ حال ہے کہ ہمیشہ کی خوشی اُسکو حاصل ہوگی اور یہان پر سمجہہ لیا چاہئے کہ خوشی دنیا کی وہی بُری ہے کہ غفلت اور رفاہیت اور آسودگی
سے پیدا ہو اور جو خوشی کہ بسبب راضی ہونیکے حکم آلہی پر یا واسطے حاصل ہونے مراتب علیہ دینیہ کے ہو تو عین محمود اور سراسر نافع ہے چنانچہ سورۂ یونس مین
فرمایا ہے **قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا** اور یہان مذکور اُسی خوشی اور نعمتون کا ہے کہ نہایت غفلت سے دنیا مین حاصل تہین چنانچہ صاف
فرماتے ہین **اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ** یہہ تمام خوشی اُس کافر کو اسواسطے تہی کہ وہ گمان کرتا تہا کہ ہرگز پہر اینجا ویگا عالم ارواح کیطرف اور
اپنے اعمالون کا حساب نہ دیگا اسواسطے کہ جسوقت دنیا کی خوشی کے واسطے آخرت کا غم یاد آتا ہے یا اپنی روح کا جانا عالم ارواح مین اور اپنے عملونکا بدلا پانا قیامت
مین یاد آتا ہے اور اسپر یقین ہوتا ہے تو وہ خوشی بالکل نیست و نابود ہو جاتی ہے اور اسیواسطے کہا گیا ہے **س** مرا در منزل جانان چہ امن و عیش چون ہر دم
جرس فریاد میدارد کہ بربندید محملہا ؛ اور یہی مضمون ہے اس شعر کا **س** عشرت امروز بی اندیشۂ فردا خوش است ✚ فکر شنبہ تلخ دارد جمعۂ اطفال را ؛ اور ثابت کرنیکو
حشر اور نشر کے اور جزا اور حساب کے اور رد کرنیکو اُسکے گمان کے فرماتے ہین **بَلٰى** یون نہین ہے جیسا کہ اُسنے گمان کیا ہے بلکہ پہر جانا اُسکا عالم ارواح کیطرف پہر وہان سے
حشر و نشر کے عالم مین پہر حساب کے میدان مین پہر وزن اعمال کے مقام پر پہر مجازات کے محل مین کہ بہشت و دوزخ ہے ضروری ہے اور دلیل اُسکی یہہ ہے **اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ**
بِهٖ بَصِيْرًا تحقیق پروردگار اسکا اسکو دیکہتا تہا ابتدائی پیدائش سے انتہائی موت تک کہ روح اُسکی کہان سے آئی ہے اور بدن اُسکا کس چیز سے بنا ہے پہر کیا مقام
اور کیا عمل کیا ہے اور دلمین کونسی چیز قایم ہے اور زبان سے اُسکی کیا نکلا اور ہاتہہ سے اُسکے کیا ہوا اور بعد موت کے روح اُسکی کہان گئی اور بدن اسکا کس کس مکانون مین بکہرا
ہے پہر جو آدمی کے حال سے اسقدر واقف ہو تو البتہ اُسکو مہمل نہین چہوڑیگا اور اُسکے کئے کا بدلا پورا دیگا اور روح کو اُسکے بدن کے اجزا سے جمع کریگا پس گمان اسکا محض
بیجا ہے کچہہ حاجت قسم کی نہین اُسکے باطل کرنے مین اور اگر کسیکو اس عجیب حالت کے سُننے سے کہ بعد موت کے ہوگی اور وارد ہونے مین ان حادثون کے کہ بعد
جدا ہونے روح کے بدن سے واقع ہوتے ہین کچہہ شک اور تردد ہو تو **فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ** پہر سوگند کہاتا ہون مین شفق کی اور شفق نام ہے ایک
سرخی کا کہ آفتاب ڈوبنے کے بعد کنارون پر مغرب کے نظر آتی ہے اور اُسکے باقی رہنے تک مغرب کی نماز کا وقت باقی ہے چنانچہ امام شافعی اور صاحبین کا مذہب
یہی ہے اور اسی پر فتوی ہے اور بعضی روایتون مین حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ شفق نام ہے ایک سفیدی کا کہ سرخی چلنیکے بعد پیدا ہوتی ہے اور دیر تک
رہتی ہے لیکن صحیح یہہ ہے کہ حضرت امام اعظم نے اس مذہب سے رجوع کی ہے اور عرب کے لوگ شفق کو اپنے شعرون مین اور محاورون مین تشبیہ سُرخی کے ساتہہ دیتے ہین تو یہہ دلیل

ف
مسئلہ شرعی

صریح ہے اسبات پر کہ مُراد شفق سے سُرخی ہے نہ سفیدی آور وُہ جو بعضے علمانے کہا ہے کہ اوّل رنگی سُرخی کنارے مشرق کے کسی مقدمے مین روزہ ہویا نماز معتبر نہین بلکہ معتبر سفیدی ہے کہ اُسکو صبح صادق کہتے ہین تو چاہیئے کہ مغرب کی نماز کا وقت صبح کی نماز کے وقت کے برعکس ہو کہ ابتدا اُسکی آفتاب کے غروب سے ہے اور انتہا اُسکی طلوع آفتاب ہے پس جواب اُسکا یہہ ہے کہ وُہ وقت یعنے فجر کا نور کے ظہور کا وقت ہے اندہیرے مین اور ابتدا نور کے ظہور کی صبح صادق کے طلوع سے ہے کہ سفیدی اُسکی عام و خاص کو نظر آتی ہے اور جو اوّل سے رات کے اندہیرے مین تہی اور یہ وقت یعنے مغرب کا اندہیرے کے پہیلنے کا وقت ہے نور پر کہ پہلے سے اِسمین تہا اور بعد جانے سُرخ شفق کے کچہہ امتیاز اندہیرے مین خاص عام کی نظر مین نہین رہتا ہے اور اسوقت آفتاب کا اثر بالکل جاتا رہتا ہے تو اِسوقت کا ٹہیرانا یعنے مغرب کا سُرخی کے جانے پر نہایت مُناسب ہے آور ٹہیرانا اُسوقت کا یعنے صبح کا سفیدی کے آنے پر مناسب ہے آور فرق دونون وقتون کے درمیان مین یہ سبب مقدم ہونے اندہیرے کے ہے نور پر بالعکس کیونکہ حکمت کا قاعدہ ہے کہ انفعال حاسہ باجدالضدین موجب سُرعت و قوّت احساس کا دوسری ضد سے ہوتا ہے اور اثر اُس ضعف کی ضد کا محسوس ہوتا ہے واللہ اعلم

وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ اور قسم ہے رات کی اور اُس چیز کی جسکو جمع کرتی ہے رات آدمیو نسے ہون یا جانورو نسے کیونکہ جاندارون کی ہمیشہ یہ عادت ہے کہ دنکو تلاش معاش کے واسطے اپنے مکانون سے نکلتے ہین اور ہر شخص ایک طرف کو جاتا ہے اور منتشر ہو جاتے ہین اور جب رات ہوتی ہے تو سارے اقربا اور متعلق اُسکے ایک گہر مین جمع ہوتے ہین اور ایک مکان پر رات گزارتے ہین پس گویا رات جامع المتفرقین ہے آور اسیواسطے نیک بد کام جو اخفا اور پوشیدگی سے تعلق رکہتے ہین جیسے حلقے ذکر اللہ کے اور جماعتین تراویح کی اور مجلس رقص کی اور شراب پینا وغیرہ سب رات مین ہوتے ہین اور اُنکے واسطے جمع ہونا متحقق ہوتا ہے وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ اور قسم کہاتا ہون مین چاند کی جب نور اُسکا پُورا ہوتا ہے اور شام سے صبح تک رات کے اندہیری کو دور کرتا ہے اور بُرائی کے چہپانیکو اُٹہا دیتا ہے آور یہ تینون چیزین یعنے شفق اور اندہیری رات اور روشن چاند نمونہ ہے تینون حالتونکا کہ آدمی پر بعد موت کے گویا کہ نمونہ ہے آفتاب زندگی کے غروب کا ظاہر ہوتا ہے آول جو حالت کہ بعد جدا ہونے روح کے بدن سے ہوگی تو اُسمین کچہہ اثر پہلی زندگی کا اور اُلفت بدن کی تعلق کی اور دوسرے اپنے جنس کے آشنا دوستونکی اُلفت باقی رہیگی اور وہ وقت گویا برزخ ہے دُنیا کی زندگانی اور استغراق قبر کے عالم مین کہ کچہہ اِسطرف سے اور کچہہ اُسطرف سے علاقہ رکہتا ہے وہ وقت بعینہ مانند شفق کے وقت کے ہے کہ ہنوز تصرفات مخلوقات کی اور آمد و شد اُنکی منقطع نہین ہوئی اور جاندار سب بیدار او دیکہتے بہالتے چلتے پہرتے ہین اور دنکے باقی رہے کاموںمین مشغول ہین اور یہ حالت حالت ہے انکشاف کی اور خرابے برزخ کی جو نیکیون سے اور بدیو نسے کیا تہا اور مدد زندونکی مُردونکو اِس حالت مین جلد پہنچتی ہے اور مُردے ایسے وقت مین اسطرف کی مدد کے منتظر ہوتے ہین اور یُون گمان کرتے ہین کہ گویا ابہی ہم جیتے ہین اسیواسطے حدیث شریف مین قبر کے احوال مین وارد ہے کہ مسلمان آدمی وہان کہتا ہے کہ دَعُوْنِيْ اُصَلِّيْ چہوڑو مجہکو کہ مین نماز پڑہون اور یہہ بہی وارد ہے کہ مردہ اِس حالتمین غریق کی مانند ہے کہ انتظار فریاد پہنچنے والے کا رکہتا ہے اور صدقے اور دعائین اور فاتحہ اسوقت اُسکے بہت کام آتی ہین اور اسیواسطے اکثر لوگ ایکسال تک علی الخصوص ایک چلّے تک موتکے بعد اِس قسم کے کامونمین کوشش اور سعی کرتے ہین اور مُردے کی روح بہی موتکے قریب کے دنونمین خوابمین اور عالم مثال مین زندون سے ملاقات کرتی ہے اور اپنا حال بیان کرتی ہے دُوسری وہ حالت ہے کہ بعد قطع ہونے دنیا کی زندگانی کے علاقونکے بالکلیہ ظاہر ہوتی ہے اور استغراق عظیم دیکہنے سے اُن کیفیتونکے جو دنیا مین کمایا تہا نیکی اور بدی سے اُسکو حاصل ہوتا ہے اور قوائے مدرکہ اور متصرفہ اُسکے اِس عالم ہی سے ایک سخت ٹوٹکر اُس عالم کیطرف متوجہ ہو جاتے ہین اور حس و حرکت معنوی اُسکی اِس جہان سے مطلقاً بیکار ہو جاتی ہے اور یہ حالت مانند رات کے اندہیرے کے ہے کہ بعد زائل ہونے شفق کے ہجوم کرتی ہے اور لوگونکو خواب اور معطل ہو جانا حواس اور حرکتونکا لاحق ہو جاتا ہے اور مالوفات اور مکسوبات بدن کے نسے مطلقاً غافل ہو جاتا ہے لیکن وہ مالوفات اور مکسوبات ظاہر بدن سے انتقال کرکے باطن مین مدنکے جمع ہوتے ہین اور روح اُنکو نگار نگ صور تونمین مطالعہ کرتی ہے اور متلذذ اور متألم ہوتی ہے یعنے خوش ہوتی ہے اچہائی کو دیکہکر اور رنجیدہ ہوتی ہے بُرائی کو دیکہکر اور یہ حالت عام مُردون کی ہے آور بعضے خاص اولیاء اللہ جنکو اللہ تعالےٰ نے محض اپنے بندونکی ہدایت اور

اور ارشاد کے واسطے پیدا کیا ہے انکو اِس حالت مین بہی اِس عالم کے تصرف کا حکم ہوتا ہے اور اسطرف متوجہ ہونے سے اُنکے اِستغراق مین کمال وسعت مدارک کے سبب سے کچہہ خلل واقع نہین ہوتا اور وہ اِستغراق اسطرف کے متوجہ ہونے کو منع بہی نہین کرتا اور اُویسی لوگ باطنی کمالون کو انہی سے حاصل کرتے ہین اور حاجتمند اور غرض والے اپنے اڑے کامونکی کشادگی کا سبب اُنسے پوچہتے ہین اور اُنکے کہنے پر چلنے سے اپنا مطلب پاتے ہین اور انکا حال اسوقت مین اِس مصرع کے مضمون پر گواہی دیتا ہے ؎ من آیم بجان گر تو آئی بتن ✦ تیسری ایک اور حالت ہے کہ بعد حشر اور نشر کے ظاہر ہوگی اور وہ مانند چودہوین رات کے چاند کے ہے کہ پردیکو اندہیرے کے دور کرکے نیک و بد کو اُنکے طرح طرح کے اظہار سے جلوہ گر کریگی اور ہر شخص اپنے نفع اور ضرر کی چیزین اور دوست اور دشمن اور زہر اور تریاق مین امتیاز کرلیگا اور یہی حالت ہے اعمال نامونکے دینے کی اور نیک و بد عملونکے ظہور کی رنگا رنگ صورتون سے اور اعمالون کے تولنے کی اور نیکی اور بدی کے حسابکی اور دوسرے بہت سے کامونکی اور اِس حالت کی انتہا ایک اور زندگانی ہے کہ اتم اور اکمل اِس جہانکی زندگی سے ہے لیکن جو وہ زندگانی تغیر اور تبدیل نہین رکہتی اور یکسان ہمیشہ قایم اور برقرار ہے اسیواسطے کچہہ مثال اُسکے واسطے نہین ہے کہ مقام پر قسم کے لائی جاوے بلکہ وہ زندگانی اِس قسم کی بہی نہین ہے کہ اُسکے احوال اور صفات متغیر ہوتے رہین یعنے کبہی کچہہ اور کبہی کچہہ تاکہ بیان کی مقام پر وہ حالتین بیان کیجاوین اسیواسطے انہی تین قسم پر اکتفا فرماکر اِس مضمون کو کہ اثبات اسکا منظور ہے ارشاد فرماتے ہین لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ البتہ تم سبکو چڑہنا ہے کہنڈ پر کہنڈ یعنے پہلے بعد جانے کے اِس دنیا سے ایک حال مین ہوگے کہ اُسکو رجوع الی اللہ سمجہو گے بعد اُسکے اِس حالت سے گذر کر ایک دوسری حالت کو پہنچوگے تو جانوگے کہ حالت رجوع کی یہی ہے اور اگلی حالت اِس حالت کی تمہید تہی اور علی ہذا القیاس یہانتک کہ بہشت مین یا دوزخ مین جا ٹہروگے اور سفر تمہارا تمام ہوجاویگا بعد اسکے سدا رہا کروگے اور جو گزرنا اِن حالتونمین قطع منازل اور طے مراحل کے مشابہ تہا اسواسطے رکوب کا لفظ کہ معنی مین سوار ہونیکے ہے اِس مقام پر استعمال فرمایا اور جو یہ حرکت یعنے دنیا سے آخرتکو جانا حرکت صعودی ہے یعنے اِس خاکدان پست سے عالم بالاکی رفعت کو جاتے ہین اُسکی حالتون اور منزلونکو طبقا عن طبق ارشاد فرمایا ہے کیونکہ طبقا عن طبق تہ بتہ چیز کو کہتے ہین چنانچہ سات طبق آسمان مشہور ہین اور عمارت کے طبقے بہی عرف مین ایسے ہین اور جو اِن انتقالونکی دلیلین ہر دن اور رات مین اور ہر مہینے اور برس مین آنکہون ہر خاص و عام کے جلوہ گر مین ایمان نلانے سے کافرون کے اور انکو یقین نکرنے سے واقع ہونیکو اِن حالتون کے بعد موت کے تعجب فرماکر ارشاد کرتے ہین فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ بس کیا ہوگیا ہے اِن کافرون کو کہ باوجود اس بیان واضح اور روشن مثالون کے ایمان نہین لاتے اور یقین نہین کرتے کہ ہمکو بعد موت کے بہی کسی طرف رجوع ہوتا ہے اور سفر درپیش ہے اور اُس سفر کا غم نہین کہاتے اور توشہ اُسکے واسطے نہین اُٹہاتے اور نقصان اور نفع سے اس عالم کے کہ منتہا اس سفر کا ہے کچہہ خبر نہین ہوتے اور بعضے مفسرون نے لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ کو دوسرے معنون پر حمل کیا ہے کہ اِس مقام پر چندان مناسبت نہین رکہتے اگرچہ مرواقعی ہے اور وہ یہہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کو خطاب ہے اور مراد توبیخ و تشنیع ہے یعنے تم بہی اختیار کروگے ایک ایک طبقے کو گناہون سے بعد ایک طبقے کے اگلی اُمتون کی طرح سے مکروہات صغیرہ اور کبیرہ اور طرح طرح کے الحاد اور بدعتین کہ اگلون نے کی تہین تم بہی کروگے چنانچہ حدیث صحیح مین وارد ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے حق مین فرمایا ہے کہ تم بہی اپنے اگلونکی پیروی کروگے بالشت بالشت سے اور گز گز سے یعنے اگر اگلے لوگ ایک گز راہ حق سے دور رہے تہے تم مین سے بہی بعضے لوگ اسیقدر حق راہ سے دور رہین گے اور اگلے لوگ ایک بالشت دور رہے ہونگے تو تم مین سے بہی ایک گروہ اِسیقدر دور رہین گے یہانتک کہ اگر اگلی اُمتون مین کوئی ایسا ہوا ہوگا کہ اُسنے اپنی ماسے زنا کہلے بندون کیا ہوگا تو تم مین سے بہی بعضے شخص کرینگے اور اگر کوئی اگلون مین سے کوہ کے سوراخ مین گہسا ہوگا تو تم مین سے بہی کوئی اُس سوراخ مین گہسے گا اور یہہ بہی حدیث صحیح مین ہے کہ تمہارا حال بہی ادا کرنے مین حق اللہ اور حق خلق کے اور جہٹلانے مین پیغمبرون کے اور کتاب اور قیامت کے اور دوسرے گناہون کے کرنے مین بعینہٖ اگلی امتون کے مطابق اور موافق ہے جیسے کہ ایک جوتی دوسری جوتی کے برابر ہوتی ہے کہ جَو بہر کا بہی دونون مین تفاوت

نہین ہے بلکہ تم کتنی چیزین زیادہ کروگے کہ انکی مشقتین و چیزین ہین نہ تہین جیسے بیچنا احرار کا یعنے ایسے شخص کا کہ جسکا غلام ہونا ثابت نہین ہوا ہے
بیچنا اور اسکی قیمت کہانا اور انہین مین سے ہے سحر بازی یعنے مساحقہ عورت کا عورت کے ساتھ یعنے چپٹی لڑنا اور انہین مین سے ہے قتل کرنا اپنے پیغمبر کی اولاد کو جسپر
ایمان لائے اور باوجود ایمانداری کے دعوے کے ایسی بات کسی امت مین نہین ہوئی کا فرون نے ہرچند کہ اپنے پیغمبرونکو قتل کیا ہے اور ایذا دی ہے لیکن کفر کی حالت
مین ایسا کسی نے نہین کیا کہ دعوی ایمان کا کرین اور یہہ کام کرین اور بعضے قاریون نے لَتَرْكَبُنَّ کی بے کو زبر سے پڑہا ہے اور اس صورت مین مفسرون نے
معنے اس کے اس طور سے لکہے ہین کہ خطاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے اور مراد معراج کا وعدہ ہے کہ البتہ براق پر سوار ہو کر ساتھ طبق
آسمانون پر ایک بعد دوسرے کے گذرینگا اور یہہ معنی بہی سیاق اور سباق سے آیتون کے ہرگز مناسبت نہین رکہتے بلکہ بے کے زبر کی حالت مین بہی خطاب ہر
نبی کو عام ہے جیسے پیش کی حالت مین سب بنی آدم کو خطاب تہا غرض کہ ظاہر معنے وہی ہین جو اول بیان کئے گئے اور مدعا کافرون کا دانستہ ہے کہ آخرت
کے سفر کی وقتانیونکو جان بوجہہ کے اس سفر کا انکار کرتے ہین اور جو جو معاملے کہ وہان ہونیوالے ہین انپر ایمان نہین لاتے اور اگر انکی عقل خود بخود ان
حالتون کو دریافت نہین کر سکتے تہے تو انکو لازم تہا کہ قرآن سنے بیان سے فائدہ اٹہاتے یعنے قرآن سنکر اسپر عمل کرتے اور اسکو سچ جانتے لیکن اس قدر
ایمان لانے سے آخرت پر انکار اور دوری ہے کہ قرآن مین بہی ان مضمونون کو سنکر فرمانبرداری نہین کرتے **وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ**
اور جب پڑہا جاتا ہے انپر قرآن تو اسکی عبارت کو کہ سراسر اعجاز ہے سنکر متحیر ہو جاتے ہین لیکن عاجزی اور تذلل نہین کرتے اور جس وقت کہ مسلمان اپنا عجز ظاہر
کرنے کو سجدہ کرتے ہین تو یہ لوگ **لَا يَسْجُدُوْنَ** سجدہ نہین کرتے حالانکہ سجدہ کرنا اللہ تعالے کو جسنے اس طرح کا قرآن فصیح اور بلیغ اتارا کہ
کوئی ایک صورت اسکے برابر بنا نہین سکتا ہے کسی آئین اور مذہب مین منع نہین اور فقط نافرمانی اور سجدہ نکرنے پر اکتفا نہین کرتے ہین **بَلِ الَّذِيْنَ**
كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ بلکہ جو لوگ کہ کافر ہین جہٹلاتے ہین قرآن کو اور ہرچند کہ زبان سے نہین کہتے لیکن حق تعالے اونکے اس انکار کو
جو دل مین رکہتے ہین جانتا ہے **وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ** اور اللہ خوب جانتا ہے جو دل کے برتن مین کرتے ہین اپنے جو کچہہ کہ
باطن مین انکے سوائے تکذیب اور انکار کے مخالفت اللہ کے امرون کی اور نافرمان برداری اسکے حکمونکی اور خوشی اور شادمانی دنیا کی زندگانی پر اور اس گمان پر
کہ آخرت کا سفر ہمکو درپیش نہین اور محبت گناہون اور شہوتون کی راہ اور مکر و حیلے کرنے پیغمبرون سے دل انکے لبالب بہرا ہوا ہے سو اللہ تعالی سے پوشیدہ
نہین اور فقط یہی نہین ہے بلکہ اشارہ اسبات کی طرف ہے کہ وہ نادان کوتہ اندیش ان قبیح چیزونکو کمال احتیاط سے اپنے اندر کے باسن مین نگاہ رکہتے ہین لیکن احتیاج
کے وقت جب اس باسن سے یہ موذیات نکلینگے تب یہ جانینگے کہ ہم کیا جوڑتے کہ اندہیری راتین کالے ناگ کو پہولون کا گجرا سمجہہ کر گلے مین پہنا چاہتے
کسی نے کہا ہے **شعر** بوقت صبح شود ہمچو روز معلومت ✝ کہ باکہ باختہ عشق در شب دیجور ✝ لیکن جو یہ بلا ان برائیون کو نیکی جانتے ہین اور
آیندہ کے نفع کے واسطے زر و جوہر کے مانند کمال احتیاط سے جان کے برتن مین رکہتے ہین نہ مٹی تانبے کے برتن مین پس تجہکو بہی چاہئے کہ انکے
باطل اعتقاد کے موافق ہنسی ٹہٹہے کی بات چیت کر **فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ** پس خوشخبری دے انکو دکہہ کی مار کی انکے فرحت
اور شادمانی پر دنیا کے اور بشارت کا لفظ اس مقام پر استعارہ ٹہٹہول کا ہے واسطے ڈرانے اور خوف دلانے کے **اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا**
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یعنے انکے سب لوگون کو عذاب الیم کا وعدہ دے مگر ان لوگون کو کہ ایمان لاوین اور اچہے کام کرین اور کفر اور گناہ
کو اپنے اس عمل نیک کے سبب سے محو کرین پہر جو ایسا کرین انپر ہرگز عذاب نہین ہے نہ الیم نہ غیر الیم بلکہ **لَهُمْ اَجْرٌ** انکے واسطے نیگ ہے ایمان اور انکے
نیک عمل پر اور باز رہنے پر کفر اور گناہ سے اور وہ نیگ **غَيْرُ مَمْنُوْنٍ** بے انتہا ہے ہرگز تمام ہونے والا نہین ہرچند کہ انکا ایمان خواب اور غفلت کے
وقت منقطع ہو جاتا تہا اور نیک عمل انکا بسبب مرض اور شغل اور سفر اور موت کے بہی موقوف ہو جاتا تہا لیکن رحمت آلہی نے اس غیر دائمی ایمان کو حکم
دائمی ایمان کا دیا اور اس منقطع عمل کو استمراری قرار دیا اور نعمت سدا رہنے والی عوض مین اسکے امداد فرمائی اور یہہ سورت سجدے کی سورتون مین سے ہے
بعد لا یسجدون کی آیت کے سجدہ ہے اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ نے ترک کرنے پر سجدے کے مذمت اور عتاب جو اس جا ہے پروارد ہوا ہے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ سجدہ تلاوت

واجب ہے اسواسطے کہ ترک سنت پر مذمت اور عتاب نہین آتا ہی اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سجدۂ تلاوتکا سنت ہے جواب اسکا یہ ہے کہ مراد سجدے
سے اس جلسے پر خضوع اور انقیاد ہے اور ارادہ فرض نماز کے سجدے کے واسطے ہے نہ سجدۂ تلاوت کا لیکن اس جواب مین خدشہ ہے کیونکہ
اگر یہی مراد ہوتی تو سجدۂ تلاوت اس جا بہی پر مسنون کسواسطے ہوتا حالانکہ حدیث صحیح مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ اس سورے کو عشا
کی نماز مین پڑہا ہے اور اس مقام پر سجدہ کیا ہے اور مقتدیون اور سُننے والون نے بہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتہہ سجدہ کیا ہے
چنانچہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بہی اس جماعت مین داخل تہے اور ظاہر ہے کہ جب اُن کافرون کی جو سجدہ نہین کرتے اس آیت مین مذمت
فرمائی تو البتہ مسلمان کو لازم ہے کہ کافرون کی مخالفت کی جہت سے سجدہ کرے اور تمام سجدے کی آیتین جو قرآن مین ہین یا تو اُن آیتون مین
برائی کافرون کی ہے بسبب سجدہ نکرنیکے یا مدح مسلمانون کی ہے اور فرشتون کی ہے بسبب سجدہ کرنیکے لیکن ملازمت اس جانب سے ہے یعنے جو سجدہ کہ
قرآن مین ہے اس قسم کی آیتو مین ہے نہ اسکے برعکس کیونکہ قرآن مین بہت سی جا ہے پر اس قسم کی آیتین آئی ہین کہ اُنمین سجدہ نہین ہے اسیواسطے
کہا ہے کہ آیتین سجدہ کی توقیفی ہین یعنی شارع کی مقرر کی ہوئی ہین نہ قیاسی کہ جہان اس قسم کا مضمون پائیے وہان سجدہ کیجیے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال والیہ المرجع والمآل

سُوْرَةُ الْبُرُوْجِ

سورہ بروج مکی ہے اسمین بائیس آیتین اور ایک سو نو کلمے اور چار سو تیس حرف ہین اور ربط اس سورے کا سورۂ انشقاق سے یہہ ہے کہ ابتدا مین اُسکے ذکر
آسمان کے پہٹنے کا ہے قیامت کے دن اور اس سورے مین ذکر ہے آسمان کے حصے کرنیکا دنیا مین بارہ جگہہ برابر کہ ہر ایک جُدا جُدا حکم رکہتا ہے اور
اور اخیر مین اُس سورے کے بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ واقع ہے اور انتہا مین اس سورے کے بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ
وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ ہے اور یہ دونون مضمون آپسمین ظاہر اتحاد رکہتے ہین اور درمیان مین اس سورے کی حال بہشتیون اور دوزخیونکا مذکور ہے جیسے کہ درمیان مین اس
سورے کے مذکور ہے پس دونون سورتونکو آپسمین کمال مناسبت حاصل ہوئی اور اس سورے کے نازل ہونیکا سبب یہہ تہا کہ مکے کے کافر مسلمانونکو بسبب اسلام لانیکے طرح طرح کے رنج
اذیت پہنچاتے تہے اور مسلمان یہہ قصہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے تہے اور جناب رسالتمآب ارشاد فرماتے تہے کہ ایک وقت ایسا آویگا کہ تمکو حق تعالی اُن
لوگون سے بدلا لینے کی طاقت بخشیگا اور جو کچہہ کہ یہ تمہارے ساتہ کرتے ہین ایسا ہی تم انکے ساتہ کروگے کافرون نے جو یہہ ماجرا سُنا تو طعن اور ٹہٹہول شروع
کیا کہ یہ ذلیل مفلس کیا حقیقت رکہتے ہین کہ ہمسے بدلا لے سکینگے اگر ہماری عزت اور اُنکی ذلت حق تعالی کے نزدیک ثابت نہوتی تو ہمکو کیون اُنپر غالب کرتا
پس معلوم ہوا کہ ہر وقت اور ہر آن انعام الٰہی ہمارے ہی نصیب ہے اور ذلت اور عجز اور خواری اُنکے نصیب ہے کافرون کی اس بات کے جواب مین یہہ سورت نازل
فرمائی اور مطلع مین اس سورت کے سوگند آسمان کی کہائی ہے کہ جو بارہ برج رکہتا ہے اور ہر برج سبب ہے عالم اور اہل عالم کے انقلاب کا اور بہت سی چیزین
ہین کہ ایک برج کی تاثیر کے سبب سے عزیز ہوتی ہین اور وہی دوسرے برج کی تاثیر سے ذلیل اور بیقدر ہو جاتی ہین چنانچہ پوشاکین شال اور پوستین وغیرہ
گرمی کے دنون مین اور ٹہنڈا پانی اور لطیف شربت اور برف جاڑون مین یہان سے اس انقلاب کو اپنے دل مین خوب سمجہین اور بوجہین اور اپنی عزت پر
مغرور نہون اور ذلت پر مسلمانون کے طعن اور استہزا نکرین کہ ہر سال اختلاف موسم کے وقت اس انقلاب کو دیکہتے ہین اور یہان سے معلوم ہوا
کہ اس سورے کا نام سورۃ البروج اسی مناسبت کے واسطے رکہا ہے کہ منظور اس سورت مین بیان نیکی اور بدبختی کے پہرنے اور پلٹنے کا ہے اور سعادت اور نحوست
کے بدلنے کا تاکہ معلوم ہوجاوے کہ جو شخص کہ مسلمان کو ایذا اور رنج پہونچاتا ہے اور نہایت قوت اور غلبہ رکہتا ہے ہو سکتا ہے کہ انتقام مین گرفتار ہو اور خراب ہو
اور زیادہ تر اور مشہور تر اسباب نیکبختی اور بدبختی کی لیاقت کے نزدیک عوام کے کہ ہر سال اُسکو دیکہتے ہین اور جانتے ہین آسمان کے بارہ برج
ہین اسیواسطے قمری مہینے کو اس حق مین اعتبار نہین فرمایا ہے کہ اُنکے اختلاف کے سبب سے انقلاب عالم مین نظر نہین آتا اور یہی سبب ہے کہ مہینے
قمری ہر موسم مین آتے ہین اور حکم اس موسم کا پکڑتے ہین اور خود بہی بسبب بدلنے برجون کے احکام کے انقلاب قبول کرتے ہین

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

س ع

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الۡبُرُوۡجِ قسم کہاتا ہون مین آسمان برجون والے کی کہ ہر برج نیکی اور بدی اور سعادت اور نحوست مین جدا حکم رکہتا ہے اور باوجود حکمون کے اختلاف کے تعاقب اور دوران کرتا ہے اور چند روز حکم اُسکا عالم مین جاری ہوتا ہے پہر زائل ہوجاتا ہے وہی حکم پہر آتا ہے سو کسی شخص کے واسطے یون اعتماد کرنا سچا ہے کہ یہ حالت خاص اسیکی واسطے ہے ہرگز زنہار نصیب نہوگی کیونکہ ہوسکتا ہے کہ یہ حالت موجودہ معدوم ہوجاوے اور وہ حالت معدومہ لوٹ آوے اور حقیقت برجونکی یہ ہے کہ آفتاب کی گردش کے سبب سے آسمان مین ایک دائرہ پیدا ہوتا ہے اُسکو دائرۃ البروج کہتے ہین اور آفتاب اُسکو ایکسال کی مدت مین تمام طے کرتا ہے اور جب اِس دائرے کو بارہ حصون پر برابر تقسیم کرین تو بارہ حصے ہونگے ہر حصے کو بُرج کہتے ہین اور سب ملکے بارہ بُرج پیدا ہوتے ہین اور وجہ اِس دائرے کی تقسیم ہونے کی بارہ حصے پر نہ اِس سے کم نہ زیادہ کہ جناب الٰہی سے دلونمین تمام بنی آدم کے القا ہوا ہے اور تمام طائفے ہنود اور فارسیون اور یونانیون اور عربیون اور فرنگیون اور دوسری قومون کے اسی بات پر متفق ہین سو یہ ہے کہ جو مدت ہے آفتاب کے ہونیکی ہر ربع مین ارباع فلک سے اِسکا فصل نام رکہا ہے کہ ہوا اور خاصیت اُن فصلون کی مخالف ایک دوسرے کے ہے جیسے ربیع اور خریف اور گرمی اور جاڑے اور ہر فصل کو ابتدا و بیچ اور انتہا ہے کہ حکم اس فصل کا ان حالتون مین ساتھ قوت اور ضعف کے بدلتا ہے تو آسمان اِسیواسطے بارہ قسم پر تقسیم کیا گیا اور ہر قسم کا بُرج نام رکہا ہے اور آفتاب کو بہی ایک دورے کامل کی مدت مین بارہ مرتبے چاند سے ملنے کا اتفاق ہوتا ہے اور یہے دونون آسمان مین ایک مکان پر اکہٹے ہوتے ہین اور ہر بار جمع ہونا چاند کا آخر تک یہی قمری مہینا ہے اِسیواسطے آسمانکو موافق گنتی جمع ہونے شمس اور قمر کے بارہ حصے مقرر کیا ہے اور ہر قسم کو بُرج مقرر کیا ہے اور ہر برج کا موافق اِس صورت کے کہ جمع ہونے سے تارونکے اس برج مین پیدا ہوئی ہے نام رکہا ہے جیسے حمل اور ثور اور جوزا اور سرطان اور اسد اور سنبلہ اور میزان اور عقرب اور قوس اور جدی اور دلو اور حوت اور ہر ایک کو اِن برجونسے آفتابکی حرکت کے دنونکی مانند تیس ۳۰ حصون پر تقسیم کیا ہے اور ہر قسم یعنے ہر حصہ کا اُن برجونسے درجہ نام رکہا ہے اور ہر درجے کو ساٹھ ۶۰ جگہہ بانٹا ہے اور ہر حصے کا نام دقیقہ رکہا ہے کہ ہندی لغت مین اتنی دیر کو گھڑی کہتے ہین اور دقیقے کو ساٹھہ قسم پر تقسیم کرکے ثانیہ نام رکہا ہے کہ ہندی لغت مین اُسکو پل کہتے ہیں [illegible] علیٰ ہذا القیاس [illegible] بارہ برج اپنی صورت اور احکام مین نہایت اختلاف رکہتے ہین پس حمل بکری کے بچے کی صورت ہے کہ منہ مغرب کی طرف اور دم مشرق کی طرف [illegible] ہوئے کسکو دیکہہ رہا ہے اور جو ستارے کہ اسکی صورت مین واقع ہین تیئیس ۲۳ ستارے ہین اور پانچ تارے دوسرے بہی اسکی صورت سے تعلق رکہتے ہین گو کہ صورت [illegible] اور ثور بیل کی صورت ہے کہ سر اسکا مشرق کی طرف ہے اور دُم اسکی مغرب کی طرف ہے اور صورت اُسکی بتیس ۳۲ تارون سے مرکب ہے اور دوسرے تارے بہی مانند عین الثور اور ثریا کے کہ انگور کے خوشے کی مانند ہے اور دوسرے بہی اسکی صورت سے تعلق رکہتے ہین اگرچہ صورت سے خارج ہین اور جوزا دو آدمیونکی صورت پر ہے ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے کہ سر اُنکے شمال اور مشرق کی طرف ہین اور پانون اُنکے جنوب اور مغرب کی طرف ہین اور اٹھارہ ۱۸ تارے اس برج کی صورت مین واقع ہین اور سات تارے دوسرے خارج ہین کہ اُنہین سے ذراع اور نثرہ بہی ہین اور سرطان ایک جانور کی صورت پر ہے کہ معروف اور مشہور ہے کہ فارسی مین اُسکو خرچنگ کہتے ہین اور ہندی مین کیکڑا اور نو ۹ ستارونسے اِسکی صورت مرکب ہے اور اسد شیر کی صورت پر ہے کہ ستائیس ۲۷ تارونسے مرکب ہے اور دوسرے تارے جیسے قلب الاسد اور زبرہ بہی اُس سے تعلق رکہتے ہین اور سنبلہ ایک عورت کی صورت پر ہے کہ ایک خوشہ اُسکے ہاتھ مین ہے سر اسکا اسد کے پیچہے ہے اور پانون اُسکے میزان کی طرف ہین چھبیس ۲۶ تارونسے مرکب ہے اور دوسرے تارے بہی اُس سے تعلق رکہتے ہین اور اُسکے ہاتھ کے پاس جس ہاتھ مین خوشہ ہے ایک تارہ ہے جسکا نام سماک اعزل ہے اور میزان ترازو کی صورت ہے آٹھ ۸ تارونسے مرکب ہے اور عقرب بچھو کی صورت ہے مرکب ہے اکیس ۲۱ تارون سے اور قلب العقرب اور اکلیل اور دوسرے تارے بہی اُس سے تعلق رکہتے ہین اور قوس ایک مرد کی صورت ہے

فائدہ [illegible]

تیر و کمان ہاتھ مین اکتیس[31] تارون سے مرکب ہے اور جدی کی صورت بکرے کے بچے کی ہے مرکب ہے اٹھائیس[28] تارون سے اور سعد ذابح بھی اسی سے تعلق رکھتا ہے اور دلو بھی
ایک مرد کی صورت ہے کہ ڈول کو کنوین سے نکال کے ہاتھ مین پکڑ کے اسکو اوندہا کئے ہوئے پانی اسکا زمین پر گرتا ہے اور صورت اسکی بیالیس[42] تارون سے مرکب ہے
اور حوت کی شکل دو مچھلیون کی سی ہے کہ آپسمین دونون پیٹھ اور پیٹ ملائے ہوئے پڑی ہین ایک کو انمین سے سمک مقدم کہتے ہین کہ جنوب کی طرف ہے اور صورت
ان دونون مچھلیون کی چونتیس[34] تارون سے مرکب ہے یہ بیان ہے برجونکی صورتون کے اختلاف کا لیکن بیان اُن برجون کے احکام کے اختلاف کا بس
یہ ہے کہ حمل مریخ کا گھر ہے اور وبال زہرہ کا اور شرف آفتاب کا انیسوین[19] درجے مین ہے اور ہبوط زحل کا اور حمل کو برج مذکر اور نہاری اور حار یابس اور صفراوی
اور برج منقلب اور ربیعی اور شمالی کہتے ہین اور ثور زہرہ کا گھر ہے اور وبال مریخ کا اور شرف قمر کا اُسکے تیسرے درجے مین ہے اور اسکو مؤنث اور لیلی اور سرد
خشک اور سوداوی اور ثابت گنتے ہین اور جوزا عطارد کا گھر ہے اور وبال مشتری کا اور شرف راس کا اور ہبوط ذنب کا اور اسکو مذکر اور نہاری اور گرم تر اور
دموی اور ذوجسدین گنتے ہین اور سرطان قمر کا گھر ہے اور وبال زحل کا اور شرف مشتری کا اور ہبوط مریخ کا اور مؤنث و لیلی اور برج منقلب ہے اور اسد
سورج کا گھر ہے اور وبال زحل کا اور اسمین شرف اور ہبوط نہین ہے اور ثابت ہے اور مذکر اور نہاری اور حار یابس اور صفراوی ہے اور سنبلہ عطارد کا
گھر ہے اور شرف بھی عطارد کا اور وبال مشتری کا اور ہبوط زہرہ اور ذوجسدین کا اور مؤنث اور لیلی اور سرد و خشک سوداوی ہے اور میزان زہرہ کا گھر ہے
اور وبال مریخ کا اور شرف زحل کا اور ہبوط آفتاب کا اور برج منقلب ہے اور مذکر اور نہاری اور گرم تر اور دموی بھی اور عقرب مریخ کا گھر ہے اور وبال زہرہ
کا اور ہبوط قمر کا اور برج ثابت اور مؤنث اور سرد تر بلغمی ہے اور قوس مشتری کا گھر ہے اور وبال عطارد کا اور شرف ذنب کا اور ہبوط راس اور ذوجسدین
کا اور مذکر اور نہاری اور گرم اور خشک اور صفراوی ہے اور جدی زحل کا گھر ہے اور وبال قمر کا اور شرف مریخ کا اور ہبوط مشتری کا اور برج منقلب
اور مؤنث ہے اور دلو زحل کا گھر ہے اور وبال آفتاب کا اور کسی ستارے کو اُس سے شرف اور ہبوط نہین ہے اور برج ثابت ہے اور ہوائی اور
گرم تر اور مذکر اور نہاری ہے اور حوت مشتری کا گھر ہے اور وبال عطارد کا اور اسکے ہبوط کا اور شرف زہرہ کا اور مؤنث اور لیلی اور سرد اور تر اور بلغمی اور
ذوجسدین ہے حاصل کلام کا ظاہر خواص اور احکام سے ان برجونکے کہ بہ نسبت عوام کے ذہنون کے ظاہر اور روشن ہے سو اختلاف فصلون کا ہے کہ اُنکے
ضمن مین عزت اور ذلت تمام عالم مین تعاقب اور تبادل کرتی ہے اور ہر سال یہ انقلاب ظاہر ہوتا ہے پھر دوسرے برس اُسی طور سے عزت مفقود اور ذلت
معدوم پھر عود کرتی ہے تو یہ دلیل صریح ہے حالات کی تبدیل پر اور انقلاب عزت کا ذلت سے اور ذلت کا عزت سے اور جو اس قسم کے انقلاب کو کہ ہمیشہ
نظر مین عام و خاص کے مشہور اور محسوس ہے ثابت فرمایا اب ایک قسم اور واسطے بیان کرنے ایک بڑے انقلاب کے کہ واقع ہونیوالا ہے اور عام و خاص کی
نظر سے مستور اور مخفی ہے اور عقل کسی عاقل کی خود بخود بغیر نور نبوت کے مدد کے اُسکو معلوم نہین کر سکتی ہے یاد فرماتے ہین **وَالْيَوْمِ الْمَوْعُودِ**
اور قسم کہاتا ہون مین اُس دن کی کہ وعدہ کیا گیا ہے جزا دینے کے واسطے اور اُسمین ایک بڑا تغیر اور تبدل ظاہر ہوگا کہ آسمان اور
آسمان کے برج اور زمین سب اُس روز الٹ پلٹ ہو جاوینگے اور ایک عالم دوسرا اُس روز پیدا ہوگا اور اِس عالم کے
عزت دارون کو اُس روز کمال ذلت ہوگی اور ذلیلون کو اِس عالم کے اُس عالم مین کمال عزت حاصل ہوگی اور جو وہ روز
جزا کے واسطے مقرر ہے تو پہنچانے مین جزا کے تین چیزین ضرور ہین اول مستحق جزا کا ہونا دوسرے حاکم کا ہونا کہ ہر شخص کو اُسکے موافق
بدلا دیوے تیسرے اُس کام کا ہونا نیکی اور بدی سے کہ موافق اُسکے جزا دی جاوے اسواسطے بیان کرنے کو ان تینون چیزون
کے کہ اُس روز جمع ہونگی دو قسمین اور یاد فرمائین **وَشَاهِدٍ** اور قسم کہاتا ہون مین ہر حاضر ہونے والے کی جنس سے آدمیون
کی اور جنون کی اور فرشتون کی کہ اِس روز ایک جائے پر حاضر ہونگے اور ایک جماعت عظیم کہ ہرگز اُسکے مانند خیال مین نہین سماتی
ترتیب پاوے گی اور بسبب اس اجتماع کے مقدمہ جزا کا درست ہوگا کہ مدعی اور مدعا علیہ اور گواہ سب محکمہ مین موجود ہین **وَمَشْهُودٍ**
اور قسم کہاتا ہون مین اُس چیز کی کہ اُسکے پاس حاضر ہونگے اور وہ چیز بھی کئی صورتین رکھتی ہے اول عمل نیک اور بد کہ بمجرد اُٹھنے کے گور سے

اور زندہ ہونگے نمودار ہونگے اور ہر شخص کے ہمراہ ہونگے دو سرے فرشتے کہ رنگا رنگ صورتون سے تعظیم اور تعذیب کے واسطے آدمی کے ظاہر ہونے اور فرشتے ساتون
آسمان کے اور حاملان عرش اور لکھنے والے اعمال کے سب بیحجاب آدمی کو نظر آوینگے تیسرے نامے اعمال کے ہر شخص کو دینگے کہ مطالعہ کرے چوتھے اعمالون کا وزن کرنے کو
حاضر ہونگے میزان کے کھل جاویگا پانچوین تجلی آلہی کہ حاکم اُس روز کا ہے بے پردہ نمایان ہوجاویگی چھٹی بہشت اور دوزخ کہ اس جہان مین پوشیدہ اور مخفی ہین
ساتھ لباس اور آرایش کے اور ہول اور شدتون کے جلوہ کرینگے اور بسبب ظاہر ہونے ان چھہ چیزون کے ایک انقلاب عجیب آدمی کی جان اور بدن بلکہ تمام
عالم مین نمودار ہوگا اور تفسیر مین شاہد اور مشہود کے بہت اختلاف ہے اور وہ جو اس جگہہ مذکور ہوا وہ صحابہ کرام کے معتبرون سے منقول ہے جیسے عبد اللہ بن
عباس اور حضرت امام حسن اور ضحاک اور مجاہد اور ابن المسیب رضی اللہ عنہم لیکن معالم التنزیل مین بغوی سے اور دوسری حدیث کے معتبر کتابون سے
ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی روایت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ مراد شاہد سے جمعہ کا دن ہے کہ ہر شہر اور ہر مسجد کہ اسمین جمعہ پڑھا جاتا
ہے برکتین اُس روز کی حاضر ہوتی ہین اور مراد مشہود سے عرفے کا دن ہے کہ حاجی دور دور کے ملکون سے حج کے انوار حاصل کرنیکو اُس روز
ایک خاص مکان مین جمع ہوتے ہین پس گویا وہ دن اس مکان مین سکونت رکھتا ہے کہ لوگ اُسکے مشتاق ہو کر اُسکے پاس آتے ہین اور
وجہ نکرہ ہونے شاہد اور مشہود کے برخلاف اگلی قسمون کے کہ معرّف ساتھہ لام کے ہین یہی ہے کہ جمعہ کا دن اور عرفے کا دن ایک فرد مین منحصر
نہین مکرر وارد ہوتے ہین برخلاف قیامت کے دن کے اور آسمان اور برجون کے کہ غیر مکرر واقع ہوئے ہین اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ
خیر یوم طلعت فیہ الشمس یوم الجمعۃ فیہ خلق آدم وفیہ ادخل الجنۃ وفیہ اھبط منھا وفیہ تقوم الساعۃ وفیہ تاب اللہ علی آدم
یعنے بہتر دن جسمین سورج نکلا جمعہ کا دن ہے اسی دن پیدا کئے گئے آدم علیہ السلام اور اسی دن داخل کئے گئے جنت مین اور اسی دن نکالے
گئے تھے اور اسی دن قیامت قایم ہوگی اور اسی دن توبہ قبول کی اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ السلام کی اور یہہ بھی وارد ہے کہ جمعہ کے دنمین ایک ساعت ہے کہ اگر بندہ
مسلمان اس ساعت کو ساتھ دعا اور التجا کے جناب آلہی مین مطلب حاصل ہونیکے واسطے اچھی طرح گزارے تو مطلب اُسکا حاصل ہوجاوے اور یہہ بھی وارد ہے
اکثروا الصّلوٰۃ علیّ یوم الجمعۃ بہت بھیجو مجھہ پر درود جمعہ کے دن کہ وہ دن متبرک ہے اور یہہ بھی حدیث شریف مین ہے کہ حق تعالےٰ عرفہ کے روز فرشتون
کو فرماتا ہے کہ دیکھو میرے بندونکو کہ کیسی دھولونمین اٹے ہوئے بال بکھرے ہوئے کہان کہان سے میرے گھر کا حج کرنے کو آئے ہین گواہ ہو کہ مین نے
اُنکو بخش دیا اور اُس روز شیطان عام مغفرت آلہی کو دیکھہ کر واویلا مچاتا ہے اور خاک سر پر اُڑاتا ہے اور اُس دن کا روزہ دو سال اگلے اور دو سال
پچھلے گناہون کی کفارت ہے اور یہہ بھی حدیث شریف مین آیا ہے کہ ہفتے کے دنونمین بہتر دن جمعے کا ہے اور سال کے دنونمین بہتر دن عرفے
کا ہے یعنے نوین ذیحجہ کی اور اگر دونون جمع ہون تو نور علےٰ نور ہو جاوے اور ان دونون دنونمین بھی ایک طرح کا انقلاب ہے کیونکہ جمعے کا دن
ہماری شریعت مین ہفتے کی ابتدا ہے اور عرفے کا دن سال کی عبادتونکا انتہا ہے بسبب ادا کرنے عبادت کبرےٰ کے کہ حج ہے خانہ کعبہ کا اور
بعضے مفسرون نے کہا ہے کہ جو دن کہ اُسمین اجتماع عظیم واقع ہو اور بہت سے لوگ حاصل کرنے کو برکت کے یا سرانجام پہنچانے کو کسی مہم کے
حاضر ہون تو وہ دن مشہود ہے اور حاضر ہونے والے اُس روز کے شاہد اور بموجب اس تقریر کے مشہود جمعہ کا دن ہے اور عرفہ اور عیدین کا اور ترویہ
کا دن یعنے آٹھوین ذی حجہ کی اور دوسرے دن اجتماعون کے اور ایک گروہ نے تفسیر والون سے شاہد اور مشہود کو شہود سے جو معنون مین حضور
کے ہین نہین پکڑا بلکہ شہادت کے جو معنے مین گواہی کے ہے اختیار کیا ہے اس تقدیر پر شاہد اور مشہود بہت سی چیزین ہین اول تو ذات
حضرت حق کی جیسے سالم بن عبد اللہ نے کہا کہ شاہد خدا ہے اور مشہود خلق کفیٰ باللہ شھیدًا اور سعید بن جبیر نے کہا کہ شاہد خدا ہے
اور مشہود یہ توحید شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ دوسرے یہہ کہ شاہد پیغمبر ہین اور مشہود علیہ ہے قول اللہ تعالےٰ کا فَکَیْفَ
اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ بِشَھِیْدٍ تیسرے یہہ کہ شاہد عملون کے لکھنے والے ہین اور مشہود مکلفین جیسے قول ہے اللہ تعالےٰ
کا وَجَآءَتْ کُلُّ نَفْسٍ مَّعَھَا سَآئِقٌ وَّشَھِیْدٌ چوتھے یہہ کہ شاہد آدمی کے اعضا ہین اور مشہود علیہ آدمی جیسے قول ہے اللہ تعالےٰ کا یَوْمَ تَشْھَدُ

عَلَیْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ پانچوین یہہ شاہد رات اور دن ہین اور مشہود بہ بنی آدم کے اعمال جیسے حسن بصری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ
مامن یوم الا ینادی انی یوم جدید وانی علی ما یعمل فیّ شہید چہٹے یہہ کہ شاہد آسمان و زمین ہین کہ ہر قطعہ آسمان کا جو چیز کہ اُسکے نیچے واقع
واقع ہوئی ہے نیکی اور بدی سے بیان کریگا اور ہر ٹکڑا زمین کا جو کچہہ اُسپر واقع ہوا ہے نیکی سے یا بدی سے قیامت کے دن گواہی دیگا اور مشہود بہ وہ نیک و بد
کام ہین کہ آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر واقع ہوتے ہین ساتوین یہہ کہ شاہد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہے اور مشہود علیہ دوسری اُمتین
قولہ تعالے وکذٰلک جعلناکم اُمۃً وسطًا لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا آٹہوین یہہ کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ
نے کہا ہے کہ شاہد تمام ممکنات ہین اور مشہود ذات پاک واجب الوجود کی کہ ہر ذرہ ذرات سے عالم کے وجود بر ذات اور صفات حق تعالے کی گواہ ہے اور
موافق اسی تفسیر کے ہے اصطلاح اہل کلام کی کہ قیاس غائب کا شاہد پر درست ہنین اور دلیل پکڑنا ساتہہ شاہد کے اوپر غائب کے ہوسکتا ہے نوین یہہ کہ شاہد
حجر اسود ہے اور مشہود لہ حجاج کیونکہ حدیث صحیح مین وارد ہے کہ الحجر الاسود یمین اللہ فی الارض یجیٔ یوم القیمۃ لہ عینان یبصر بہما ولسان
ینطق بہ یشہد علی من استلمہ بحق اور حضرات صوفیہ نے یہہ فرمایا ہے کہ مقام مین جلا کے شاہد حق ہے اور مشہود خلق اور استجلا کے مقام پر شاہد
خلق ہے اور مشہود حق تہہ تقدیر یہ چیزین کہ مذکور ہوئی ہین بسبب شرافت اور عظمت کے کہ رکہتی ہین قابل قسم کہانیکے ہین اور فی الجملہ دلالت انقلاب
پر احوال کے بہی کرتی ہین اور موافق بعضے معانی کے تنکیر اور ابہام بہی مناسب اُنکے ہے اور معین کرنے مین اِن قسمون کے جواب کے مفسرون کو
بڑا اختلاف ہے بعضے کہتے ہین کہ جواب اِن قسمونکا قتل اصحاب الاخدود ہے مقدر ماننے سے لام اور قد کے اور بعضون نے کہا ہے کہ یہہ کلام
تقدیم اور تاخیر بنایا گیا ہے یعنے قتل اصحاب الاخدود والسماء ذات البروج اور ابن مسعود اور قتادہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ جواب
اِن قسمونکا ان بطش ربک لشدید اور درمیان مین اُنکے جو کہ مذکور ہے حکم جملہ معترضہ کا رکہتا ہے اور کشاف والے اور تہوڑے سے متقدمین نے
یون اختیار کیا ہے کہ جواب قسم کا محذوف ہے یعنے لعن من یؤذی المؤمنین لایمانہم کما لعن اصحاب الاخدود اور اصح یہہ ہے کہ
جواب قسم کا ان الذین فتنوا المؤمنین ہے اور قتل اصحاب الاخدود بطور گواہی کے اس مضمون پر بعد اِن چارون قسمون کے ذکر
مین لائے ہین کہ دلائل عقلیہ ساتہہ دلائل نقلیہ کے ملکر کمال قوت سے اثبات مطلب کا کرین اور یہہ بہی ہے کہ اِن قسمون سے انقلاب عالم
کا اور انتقام ظالم سے دنیا مین دائرہ نحوست کے آنے کے وقت اور وعدہ دیے گئے دنین بعد قایم ہونے شاہدون کے اور اظہار مشہود بہ کے
مطلقًا ثابت ہوتا ہے اور اس قصے سے بالخصوص مسلمان بندون کی مدد اللہ تعالے کیطرف سے معلوم ہوتی ہے پس لانا اس قصے کا واسطے
تمام کرنے تقریب سخن کے اور تنزیل عام کے اوپر خاص کے ہے کہ تقدیر مطالب مین اُس سے ناچاری ہے یعنے مقدر ماننے مین مطلب کے ضرور
ہے گویا یون فرماتے ہین کہ انتقام مسلمانونکا ظالمون سے کیا دنیا مین کیا آخرت مین بعد لانے گواہون کے اور ثابت ہونے حق کے ضرور
ہونیوالا ہے جیسے قبل اسکے واقع ہوچکا ہے کہ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ قتل عام کئے گئے خندق والے کہ طول مین چالیس
چالیس گز اور عرض مین بارہ بارہ گز کہودی تہین تا کہ مسلمانون کو اُن خندقون مین ڈالین اور عذاب کرین اور وہ خندق ایسی گرم ہوئی اور تپی تہین
کما النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ تمام وہ خندق ایک آگ تہی شعلہ والی یا بہت سی لکڑیون والی کہ اُنہین جلا کر نہایت گرم کیا تہا اور
حدیث شریف مین ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تلاوت مین اس سورے کے اس آیت کو پہنچتے تہے فرماتے تہے کہ اعوذ باللہ من جہد
البلاء اور یہہ قتل عام کہ خندق والون کو واقع ہوا بدلا تہا جلد اور سریع کہ بسبب بہڑکنے آگ کے اور اُسکے چنگاریون کے بعد ڈالنے مسلمانون
کے اُنہین فی الفور ہلاک ہوئے اور فرصت گہر تک پہر جانے کی نپائی اسواسطے کہ یہہ انتقام اُسوقت واقع ہوا کہ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ
جسوقت کہ وے خندق والے اس آگ پر بیٹہے تہے قبل اسکے کہ کرسیون سے اُٹہین اور گہر کو جاوین جل گئے اور تہوڑی سی فرصت بہی نپائی اور اس قسم کا
بدلا جلد اور سریع لینا بیشتر عالم کی نظر و نمین موجب عبرت کا ہوتا ہے اور فی الواقع اس جماعت نے ظلم مین کمال تمرد کو زیادتی کی تہی کہ ایسی جلد سزا کو پہنچے کیونکہ

دوسرے ظالم جو کسی پر ظلم کرتے ہین اپنے روبرو مار دہاڑ نہین کرتے بلکہ پیادونکو یا قید خانے والونکو حکم کر دیتے ہین تاکہ گنہگارون کو سزا پہنچاوین تاکہ بر خلاف مروت سکے اور خلاف رقت جنسیت کے واقع نہو **وَهُمْ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ** اور یہ ظالم کہ صاحب خندق سکے تہے جو کچہہ کہ ایمان والون سے کرتے تہے خود اپنے حضور مین کرتے تہے آورہ یہان سمجہہ لیا چاہیئے کہ قصہ اصحاب خندق کا کہ دین ایمان کے سبب سے لوگون کو اس آگ بہری خندق مین ڈالا ہے اور خود بہی جلد اسیوقت انتقام مین گرفتار ہو کر گندہ دوزخ ہوئے چار بستیون مین کہ قریب حجاز کے ملک کے ہین واقع ہوا ہے تو یون معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت سے یہ چارون قصے مراد ہون اور منظور اہل مکہ کو ڈرانا ہے تاکہ ان قصون سے کہ ان پر بہی ظاہر ہین عبرت پکڑین اور مسلمانون کے ایذا دینے مین زیادتی نکرین پہلا قصہ جو شام کے ملک مین واقع ہوا کیفیت اسکی حدیث صحیح مین کہ مسلم اور دوسرے صحاح مین ہے صہیب رومی رضی اللہ عنہ کی روایت سے وارد ہے سو یہ ہے کہ اُس ملک مین ایک بادشاہ تہا بڑا جلیل القدر اور اُسکے یہان ایک جادوگر تہا کہ جادو کے فن مین کمال مہارت رکہتا تہا اور اس بادشاہ کی سلطنت گویا اُسی کے سبب سے قایم تہی جو دشمن کہ ارادہ اُسکے ملک کا کرتا وہ جادوگر اُسکو جادو سے ہلاک کر دیتا تہا کچہہ لڑنے بہڑنے کی بہی حاجت نہوتی تہی اور جب کبہی ارکان اور امرا اُس مملکت کے بادشاہ سے اُسکی نالایق حرکتون کے سبب سے بد دل اور رنجیدہ ہوتے تو یہ جادوگر جادو کے زور سے اُنکو رجوع کر دیتا تہا اور اسی طرح سے ہر امر مین سحر اُسکا کام کرتا تہا یہانتک کہ وہ جادوگر بوڑہا اور اپنی زندگی سے ناامید ہوا تب بادشاہ سے عرض کی کہ مین بوڑہا ہو گیا اور قریب ہے کہ اس جہان فانی سے رخصت ہوا چاہتا ہون اب کوئی لڑکا خوب عاقل اور ہوشیار اپنے غلامون مین سے میرے سپرد کرو تاکہ اُسکو سحر کا علم تعلیم کرون کہ بعد میرے کاروبار تمہاری مملکت کا وہ لڑکا درست کرتا رہے بادشاہ نے ایک غلام ہوشیار اپنے غلامون مین سے تجویز کر کے اُسکو حکم کیا کہ صبح سے شام تک ساحر کے پاس حاضر رہا کر اور جادو کا فن سیکہہ اُس لڑکے نے روز آنا جانا جادوگر کے گہر شروع کیا اور جادو سیکہنے لگا اتفاقاً ایک روز راستے مین کیا دیکہتا ہے کہ بہت سے آدمی ایک دروازے سے نکلتے ہین پوچہا کہ اس گہر مین کون ہے کہ لوگ اُسکے پاس جاتے ہین کسی نے کہا کہ یہان ایک راہب ہے یعنے عابد کہ دنیا کو ترک کر کے خدا کی طرف مشغول ہے یہہ سنکر وہ لڑکا بہی اس راہب کے مکان مین آیا اور اُسکے حضور مین بیٹہا اور اُسکی باتین سنین اُس لڑکے کو بہی راہب کے کلام کا اُسکے دلمین اثر ہو گیا یہانتک نوبت پہنچی کہ جب بادشاہ کے دولتخانے سے ساحر کے گہر کو جاتا تو راستے مین راہب کے پاس بیٹہتا تہا اور جو کبہی راہب کے پاس بیٹہہ جاتا تو جادوگر اُسکو نہایت غصہ اور تنبیہ کرتا کہ دیر کیون کی وہ لڑکا کہتا کہ مجہکو گہر مین دیر لگی آخر ساحر نے یہ ماجرا بادشاہ کے حضور مین عرض کیا بادشاہ نے نہایت تقید فرمائی کہ یہہ لڑکا بہت سویرے ساحر کے پاس جایا کرے لوگون نے عرض کی کہ یہہ لڑکا یہان سے تو صبحدم جاتا ہے اگر دیر کرتا ہے تو راہ مین کرتا ہے پس بادشاہ اور ساحر دونون نے یہہ خبر سنکر لڑکے کو دہمکایا کہ خبردار پہر ایسی دیر نکرنا لیکن یہ خیال کیا کہ شاید راستے مین لڑکون کے ساتہ کہیل کود مین لگجاتا ہے اسواسطے دیر ہو جاتی ہے یہانتک کہ ایک روز یہ لڑکا راہب کے گہر سے بادشاہ کے دولتخانے کی طرف آتا تہا ناگاہ کیا دیکہتا ہے کہ راستے مین ایک بڑا اژدہا پڑا ہے اور راستہ بند ہے اِدہر کے لوگ اِدہر اٹکے ہین اور اُدہر کے لوگ اُدہر ٹہٹہکے ہین لڑکے نے اپنے دلمین کہا آج امتحان کرتا ہون کہ ساحر کی صحبت بہتر ہے یا راہب کی پس یہ کہکر ایک پتہر اُٹہایا اور کہا اے بار خدایا اگر دین اور مذہب گوشہ نشین کا بہتر ہے سحر اور ساحری سے تو اس اژدہے کو مار ڈال تاکہ لوگ خلاص ہو جاوین اور اُس پتہر کو اژدہے کیطرف پہینکا اُس پتہر کے پہنچتے ہی وہ اژدہا ہلاک ہو گیا لوگ اس معاملے کو دیکہکر پکار اُٹہے کہ یہ لڑکا جادوگری کے کمال کو پہنچا رفتہ رفتہ یہ خبر گوشہ نشین کو پہنچی تو اُسنے خلوت مین لڑکے سے کہا کہ اے لڑکے تجہکو خدا تعالی نے بزرگ کیا اور تیرا رتبہ اللہ تعالی کے نزدیک بڑا عالی ہوگا اسکو مین خوب جانتا ہون لیکن تو ایک بلا مین مبتلا ہوگا خبردار مجہکو نہ بتانا لڑکے نے گوشہ نشین سے قول و اقرار کیا کہ مین ہرگز تیرا نام نہ لونگا اور تجہکو نہ بتاؤنگا تو خاطر جمع رکہہ پہر لڑکے کو حق تعالی نے برکت سے گوشہ نشین کی صحبت کی اور انجیل مقدس کی تلاوت کی برکت سے کہ اُسنے تعلیم لی تہی اور دین عیسوی کے اتباع کی برکت سے کہ اُس زمانے مین حقیت اسی دین مین منحصر تہی ولایت عظمی کے مرتبہ کو پہنچا یہانتک کہ کوڑہی اور مادرزاد اندہے اُسکے ہاتہہ کی برکت سے اچہے ہو جاتے تہے اور بہت سے مریض کہ طبیب اُنکے معالجے سے عاجز ہو جاتے تہے اس لڑکے کی دعا سے تندرست ہو جاتے تہے اتفاقاً بادشاہ کے ایک مصاحب

تعلق جادوگرون سے کی … کی ابتداء

کی آنکھین جاتی رہی تہین اور اندہے پنے کے سبب سے بادشاہ کی مصاحبت چھوٹ گئی تہی جب اُس لڑکے کی شُہرت اُسکے کانین پہنچی تو اُسکے پاس آیا اور کچھ ہدیہ او نذر
اُسکے واسطے لایا اور کہنے لگا کہ مجہپر بہی توجہ فرما اور شفا بخش اُس لڑکے نے کہا کہ مین کیا چیز ہون کہ شفا دون شفا اللہ تعالی کے ہاتہ مین ہے اگر تو اللہ تعالی پر ایمان لاوے
اور بتون کو چہوڑ دے اور بادشاہ کو اپنا پروردگار نجانے تو مین جناب آلہی مین دعا کرونگا کہ تجہکو شفا نصیب ہو وہ اندہا اُسی مجلس مین مشرف بایمان ہوا اور دعا سے
اُس لڑکے کی فی الفور اچہا ہوگیا اور موافق معمول کے بادشاہ کی مجلس مین حاضر ہوا بادشاہ نہایت متعجب ہوا اور کہنے لگا کہ اطبا اور کحال تمہاری سرکار کے تیری آنکہون کے
معالجے سے عاجز ہوگئے تہے اب تو کس طور سے اچہا ہوا اُسنے کہا پروردگار نے میرے بے وساطت غیر کے مجہکو بینا کیا بادشاہ نے فرمایا کہ میرے سوائے پروردگار تیرا
کون ہے مصاحب نے کہا کہ پروردگار میرا اور پروردگار تمہارا اللہ تعالی کی ذات پاک ہے جسنے مجہکو اور تجہکو اور سب خلق کو پیدا کیا ہے بادشاہ غصے ہوا اور اُسکو مارنا
شروع کی کہ یہ عقیدہ تو نے کس سے سیکہا جب مار کوٹ نہایت ہونے لگی تو گہبرا کر اُس لڑکے کا نام بتا دیا بادشاہ نے لڑکے کو اپنے حضور مین بُلایا اور کہنے لگا کہ
تجہکو میری پرورش سے اور میرے ساحر کی برکت سے فیض حاصل ہوا ہے کہ اندہونکو انکہیارا اور ہر مرض کو شفا دیتا ہے یہ کیا کفران نعمت ہے کہ میری پرورش کو کنارے
کر دیا اور پروردگار اپنا دوسرے کو ٹہیرایا لڑکے نے کہا کہ شفا نہ میرے ہاتہ مین ہے نہ آپکے نہ ساحر کے محض اللہ تعالی کی قدرت پر موقوف ہے بادشاہ نے فرمایا کہ اِس لڑکے
کو خوب عذاب کرو اور کہا یہ لڑکا جو ساحر سے غائب رہتا تہا معلوم ہوا کہ دوسری جگہہ جاتا تہا اور وہانسے اس عقیدے کو سیکہا ہے ساحر بہی اس بات کے سُننے سے
گہبراتا ہوا بادشاہ کے حضور مین پہنچا اور عرض کی کہ یہ لڑکا ایک مدت سے میرے پاس نہین آتا معلوم نہین کہ یہ کہان جاتا ہے اور سرکاری لوگون نے بہی عرض کیا
کہ یہ لڑکا یہانسے تو صبح سے جاتا ہے نہین معلوم کہ کہان رہتا ہے بادشاہ نے فرمایا کہ اسکو طرح طرح سے عذاب کر کے پوچہو کہ یہ عقیدہ کہانسے سیکہا ہے
وہ لڑکا نہایت عذاب سے بیقرار ہوگیا اور نام اُس گوشہ نشین کا بتلا دیا بادشاہ نے اُس گوشہ نشین کو بُلا کر اُسکے روبرو کہا کہ اگر تو اپنے دین سے نہ پہریگا
تو یہ آرا تیرے اوپر پہریگا راہب نے کہا کہ مین ہرگز اِس دین حق سے پہرنے والا نہین آگے جو تیری مرضی ہو سو کر بادشاہ نے فرمایا کہ اسکو آرے سے چیر
ڈالو پس موافق حکم کے فی الفور اُسکو چیر کر ڈالدیا پہر اُس مصاحب کو سمجہانے لگے کہ اس راہب کے دین سے پہر جا اور توبہ کر اُسنے بہی قبول نکیا آخر اُسکو بہی
اِسیطرح ہلاک کیا پہر اِس لڑکے کو لائے اور بادشاہ نے کہا کہ سزا ان دونو کی دیکہی اگر تجہکو اپنی زندگی منظور ہے تو اس دین سے تبرا کر لڑکے نے بہی انکار کیا پہر
بادشاہ نے اپنے کئی مصاحبونکو حکم کیا کہ اِسکو فلانے پہاڑ پر لیجا کر اُسکی چوٹی پر کہڑا کرو اور اسکو خوب سمجہاؤ اگر یہ سمجہہ گیا تو اسکو بڑا امیر کرونگا اور اپنا مصاحب بناؤنگا
اور اگر باز نہ آوے تو اُسکو وہانسے ڈہکیل دینا کہ بند بند اُسکا پاش پاش ہو جاوے لڑکے کو جب اُس پہاڑ کی چوٹی پر لیگئے تو لڑکے نے جناب آلہی مین عرض کی کہ یا رب
تو کسی طرح مجہکو اِنکے شر سے بچا اُسیوقت پہاڑ مین ایک زلزلہ پیدا ہوا اور سارے مصاحب بادشاہ کے پہاڑ کے تلے گر پڑکے پُرزے پُرزے ہو گئے اور وہ لڑکا
صحیح و سلامت گہر کو آیا بادشاہ نے پوچہا کہ تیرے رفیق کیا ہوے غلام نے عرض کی کہ اُسی خدا نے جسکا دین مینے قبول کیا ہے اُنکی آفت سے مجہکو بچالیا
بادشاہ اور زیادہ غصے ہوا اور دوسرے مصاحبون کو حکم کیا کہ اس لڑکے کو ایک کشتی مین سوار کر کے دریا کے اندر لیجاؤ اگر یہ لڑکا اس دین اپنے سے توبہ کرے
تو بہتر ورنہ اسکو دریا مین پہینک دینا جب اِس لڑکے کو لیکر دریا کے بیچ مین پہنچے اور اُسکو مرتد ہونیکی ترغیب دینے لگے تو اُس غلام نے پہر جناب آلہی مین عرض
کی کہ بار خدایا مجہکو شر سے اِس گروہ کے بچالے فی الفور کشتی اُلٹ گئی اور بادشاہ کے مصاحب سب کے سب غرق ہوگئے اور غلام صحیح و سلامت نکل کے بادشاہ
حضور مین گیا بادشاہ نے پوچہا پہر کیا کر کے آیا غلام نے تمام قصہ بیان کیا بادشاہ سنکر متعجب مین رہ گیا غلام نے عرض کی کہ اگر بادشاہ کو اِس بندے
کا قتل منظور ہے تو بغیر ایک حیلے کے نہو سکیگا بادشاہ نے کہا وہ کیا ہے غلام نے عرض کی کہ وہ حیلہ یہ ہے کہ اِس شہر کے سب لوگون کو
شہر کے باہر ایک میدان مین جمع کرو اور مجہکو سولی پر چڑہا کر ایک تیر اپنے ترکش سے نکالو اور اُسکی سوفار کو کمان کی زہ پر رکہکر اِس افسون کو پڑہنا
بسم اللہ رب الغلام یعنے نام سے اللہ کے جو رب ہے غلام کا پہر اُس تیر سے مجہکو مارو تو مین اُس سے مرجاؤنگا بادشاہ نے ویساہی کیا اور اِس تیر کو غلام کے
مارا جب وہ تیر غلام کی جاکر کنپٹی مین لگا تو غلام نے اپنا ہاتہ اُسپر رکہا اور کہا کہ مین نے اپنا مطلب پایا کہ اپنے پروردگار کے نام پر ذبح ہوا پس ایک شور مخلوق
سے اُٹہا کہ آمنا برب الغلام آمنا برب الغلام یعنے ایمان لائے ہم پروردگار پر غلام کے ایمان لائے ہم پروردگار پر غلام کے

یہہ بات سنکر مصاحبون نے بادشاہ سے عرض کی کہ ایسا تعین بڑی خرابی پیدا ہوئی جس بات سے ہم ڈرتے تہے وہی پیش آئی کیونکہ سب شہر والون نے خوب سمجھ لیا کہ اس غلام کا پروردگار نہایت زبردست اور قدروالا ہے اور تم اُس سے ضعیف اور زیردست ہو کیونکہ جب تک کہ اس غلام کے پروردگار کا نام نہ لیا تب تک اس غلام کے مارنے پر قادر نہوے بادشاہ یہہ بات سنکر کمال غصے مین آیا اور شرمندگی سے جہنجلا کر کہنے لگا کہ شہر کے کوچون کے کنارون پر خندقین کہودو اور بادشاہ اور تمام اعیان دولت خندق پر حاضر ہوے اور کرسیان بچہائے ہوے اُس عذاب کا تماشا کرتے تہے یہان تک کہ ایک عورت کو پکڑ لائے اُسکے بغل مین ایک دودہ پیتا بچہ تہا چاہا کہ اُس عورت کو بہی آگ مین ڈالین وہ عورت آگ مین گرنے سے ڈری اور جہجک کر پیچہے ہٹی بادشاہ نے کہا کہ اِس عورت کو مہلت دو شاید کہ اپنے دین سے پہر جاوے اور وہ دودہ پیتا لڑکا جو اُسکی گود مین تہا آواز بلند سے کہ ہر خاص و عام نے سُنا کہنے لگا کہ ای مادان یہہ کیا کرتی ہے صبر کر کہ تو سچے دین پر ہے بسم اللہ کر کے اسمین بیٹہ جا کہ یہہ آگ تجہہ پر گلزار ہوجاویگی وہ عورت یہہ بات سُنتے ہی بیدہڑک بچے سمیت آگ مین کود پڑی اور وہ آگ یکبارگی ایسی بہڑکی کہ بادشاہ اور اُسکے مصاحبون کو کہ کرسیون پر بیٹہے تماشا دیکہتے تہے اتنی فرصت ندی کہ بہاگ جاوین سبکو وہین جلا کر خاک کر دیا اور ہر خندق پر اُسی قسم سے آگ بہڑکی اور اکثر شہر والون کو کہ بادشاہ کی تبعیت مین تہے اور مسلمانون کی ایذا اور جلانے مین مشغول تہے سبکو جلا کر فنا کر دیا اور ربیع بن انس نے کہا ہے کہ حق تعالے اُن مسلمانون کی جان کو کہ اُس آگ مین ڈالے جاتے تہے قبل اسکے کہ آگ کی گرمی اُنکے بدن تک پہنچے اُنکی جان قبض کر لیتا تہا اور بہشت مین داخل کرتا تہا اور اِس قصے مین ایک باریک نکتہ ہے کہ حضرت شیخ اکبر اور اُنکے پیرو اسبات کی طرف گئے ہین وہ یہہ ہے کہ قتل غلام کا بادشاہ کے ہاتہہ سے مکافات دنیوی کے واسطے تہا کہ راہب سے قول قرار کر کے اُس سے پہر گیا تہا و الا بادشاہ اُس غلام پر دستیاب نہوتا اور مکافات دنیوی کا ایک کارخانہ ہے سوائے مجازات اُخروی کے کارخانے کے کیونکہ مکافات دنیوی اس قسم کی صورتون مین موجب عتاب اور نارضامندی حضور خداوندی سے نہین ہوتی بلکہ اہل کمال کی ترقی کا باعث ہوجاتی ہے بخلاف مجازات اُخروی کے چنانچہ سید الشہدا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ کو بسبب مارنے اُنہون حضرت امیر المومنین مرتضی علی کرم اللہ وجہہ کے بسبب اُنکے پیٹ چاک کرنے اور اُنکے کلیجے کے کباب کرنے سے کیا کچہہ واقع ہوا کہ خود بہی شہید ہوے اور کافرون نے اُنکے سینے کو چاک کر کے جگر کو نکالکر چابہ ڈالا اور تفصیل اس مقام پُر اسرار کی فتوحات مین موجود ہے دوسرا قصہ وہ ہے جو نجران کی سرزمین مین ہوا اور وہ شہر یمن کے ملک مین واقع ہے کیفیت اُسکی یہہ ہے کہ ایک شخص مسلمانون مین سے کہ اُسوقت مین مسلمان انجیل ہی کے تابعدار تہے ایک شخص کے مکان پر آکر نوکر ہوا اور رات دن اُسکے دروازے پر ہشیار رہتا تہا جس کلام کا حکم ہو بجا لاوُن اس مسلمان شخص کو انجیل مقدس یاد تہی ہمیشہ اُسکو پڑہا کرتا تہا اس شخص کی بیٹی جسکا یہ نوکر تہا ایسا نظر آیا کہ انجیل پڑہنے کے وقت ایک نور عظیم اسکے سینے سے نکلتا ہے اور عالم مین پہیل جاتا ہے لڑکی نے اپنے باپ کے سامنے اِس عجائبات کا مذکور کیا تو اُسکے باپ نے بہی اُسکی انجیل پڑہنے کے وقت سوراخ سے دیکہا کہ فی الواقع ایک نور عظیم ظاہر ہوتا ہے اِس نوکر سے پوچہا کہ یہہ کیا کلام ہے اور کیا اُسکی تاثیر ہے کہ تجہسے سنتے ہین اور دیکہتے ہین وہ مسلمان وہان کے بادشاہ کافر کے خوف سے اور رئیسون کے ڈر سے اِس بہید کو چہپاتا تہا لیکن وہ گہروالا اُسکا پیچہا نہ چہوڑتا تہا اور تنگ کرتا تہا یہانتک کہ لاچار ہوکر احوال دین اسلام کا اور انجیل مقدس کا اُس سے بیان کیا پس وہ شخص اور اُسکی بیٹی فی الفور مسلمان ہوگئی اور انجیل کو پڑہکر اُسکی تلاوت مین مشغول رہتی تہی رفتہ رفتہ یہہ بات اس شہر مین مشہور ہوئی تو اسّی آدمی دوسرے مرد اور عورتون سے شرف اسلام سے مشرف ہوئے یہانتک کہ یوسف ذی نواس حمیری کا بیٹا کہ بادشاہ اس شہر کا تہا اور بت پرستی مین مستغرق تہا یہہ بات سنکر اُن سب مسلمانونکو کہ نوے آدمی تہے اپنے حضور مین بلایا اور ایک خندق کہدوائی اور خوب آگ سے دہکائی اور حکم دیا کہ تم لوگ اگر عیسے علیہ السلام کے دین سے نہ پہروگے تو تمکو آگ مین پہونک دونگا اُس جماعت مین بہی ایک عورت تہی بچے والی کہ دودہ پیتا بچہ اُسکی گود مین تہا اُس دودہ کے بچے نے آواز بلند سے کہا ہان بسم اللہ اس آگ مین گہسو کہ بدلا اس آگ کا بہشت ہے سدا رہنے کو پہر بعد اُسکے کہ مسلمان ہلاک ہوچکے تو بادشاہ اور اُسکے مصاحب خندق کے پاس کرسیون پر بیٹہے تہے کہ یکایک اس آگ کے شعلے ایسے بہڑکے کہ اُن سبکو جلا کر خاک کر دیا اور یہہ قصہ حضرت عیسے علیہ السلام کے آسمان پر اٹہہ جانیکے بعد واقع ہوا تہا اور اُس روز سے نجران کے لوگون نے دین نصرانی کو حق جانکر قبول کیا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک اُسی دین پر تہے اور سردار اُنکے کہ سید اور عاقب

وغیرہ تہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کو مدینہ منورہ مین آکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حال مین بحث اور تکرار کی تہی اور آیت مباہلی کی انہی کے جواب مین نازل
ہوئی تہی تیسرا قصہ فارس کی زمین مین واقع ہوا تہا کیفیت اسکی حضرت امیر المومنین مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ آپ فرماتی تہی کہ مجوسی بہی اصل مین
کتاب آسمانی رکہتے تہے اور ایک پیغمبر کے دین کے تابع تہے اور شراب انکی دین مین اسقدر کہ بیہوش نکرے بدن کے نفع کے واسطے حلال تہی ایک روز مجوسیونکے
بادشاہ نے شراب بہت پی اور اس مستی کی حالتمین اپنی بہن سے صحبت کی جب ہوش مین آیا تو نہایت نادم اور پشیمان ہوا اور اپنی بہن سے تدبیر اس عار کی کہ اسکو
لگ گئی پوچہی بہن نے کہا تدبیر اسکی یہہ ہے کہ تو دعوی بہن کے حلال ہونیکا کر اور کہہ کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد مین بہن بہائی کا نکاح ہوتا تہا نہین ہے
اسی وضع پر قایم ہون بادشاہ نے لوگونکو جمع کرکے اس مذہب اور مسئلہ کو بیان کیا لوگون نے ہرگز قبول نکیا پہر بادشاہ کی بہن نے کہا کہ انکو کوڑون سے مارو
اسنے اسیطور کیا لیکن لوگون نے قبول نکیا پہر اسکی بہن نے کہا کہ انکی گردنین مار اسنے ویسا ہی کیا لیکن لوگون نے اسپر بہی قبول نکیا پہر اسنے کہا کہ خندقین
کہدوا اور انمین ایندہن بہروا کر آگ دلوا دی جب آگ خوب دہکا وے تو حکم کر کہ جو کوئی اس مسئلہ سے انکار کرے اسکو اس آگ مین پہینک دو قدرت
الٰہی سے عین لوگونکے جلانیکی حالت مین خود بہی جل گیا اس روز سے مجوس کے مذہب مین آتش پرستی اور بہن کا حلال جاننا رایج ہوا چوتہا قصہ تفسیر زاہدی مین
منقول ہے کہ بنی اسرائیل مین ایک شہر مسلمانونکا تہا اسمین قحط پڑا تو مسلمان اس شہر کے غول کے غول حبش کیطرف بہاگ گئی حبش کے لوگ کہ کافر تہے اپنے
بادشاہ سے عرض کی کہ اگر یہہ مسلمان قحط کے مارے ہوئے اس شہر مین آوینگے تو خلقکی بہیر تنگی ہو جاویگی اور ہمارے پر بہی قحط پڑ جاویگا بادشاہ نے حکم دیا تو شہر کے
دروازے پر ایک خندق کہودی اور اسکو آگ سے بہرا اور بادشاہ خود بہی اپنا تخت بچہا کر وہان بیٹہا اور ایک بڑا بت ہاتہی کے برابر وہان کہڑا کیا اور شہر مین منادی
پہروا دی کہ ان غریب الوطنون اور باہر کے آئے ہوؤن سے جو کوئی اس بت کو سجدہ نکرے تو اسکو اس آگ مین جہونک دو اتفاقاً ایک مسکین عورت کو کہ بچہ اسکی
گود مین تہا پکڑ لائے اور کہنے لگے کہ اس بت کو سجدہ کر اسنے کہا معاذ اللہ بادشاہ نے خفا ہوکر کہا کہ اسکے بچے کو اس سے چہین کے آگمین ڈالدو جب بچہ کو اس سے
چہین کے آگ مین ڈالدیا تو وہ ماں نہایت بیقرار ہوگئی تب اس بچہ نے آگ کے اندر سے آواز دی کہ ای ماں کچہہ خوف نکر بیدہڑک چلی آ کہ یہہ آگ نہین ہے پہول ہے
اس عورت نے ہاتہہ اٹہاکر جناب باری مین دعا کی کہ یا رب تو دیکہتا ہے اور جانتا ہے تیرے روبرو حاجت بیان کرنیکی نہین فی الفور اس آگ سے ایک شعلہ جدا ہوا
گز کا اونچا اٹہا اور ان سب کافرونکے پاس قنات کی مانند ہوکے سبکو گہیر لیا اور ایک ایک کو جلا دیا پہر جب اشارہ اجمالی سے کہ ان چارون قصون مین منظور تہا
فارغ ہو چکے اور بیان کر چکے کہ ان ظالمون سے دنیا مین بدلا ہاتہون ہاتہہ بلا مہلت واقع ہوا اور انکا کام الٹا ہوگیا یعنے جو آگ مسلمانون کی جلانیکے واسطے تیار
کی تہی اسمین آپ ہی جلگئے اب جو ایسی ہاتہون ہاتہہ بدلا لینی کے خلاف عادت ہے بیان فرماتی ہین **وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ** بدلا نہ لینی تہی یہہ کافر ظالم مسلمانو
سے **إِلَّا أَن يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ** مگر اسبات کا کہ ایمان لائی تہے اللہ پر اور صیغہ مستقبل کا اس جہت سے لائی ہین کہ مطلب کافرونکا مسلمانون سے ایمان
پر رہنا استقبال کے زمانے مین تہا اور انکے ثابت رہنے اور صبر کرنے پر انکو عذاب کرتے تہے نہ ایمان ماضی کے ترک کے واسطے اور اس عبارت سے
معلوم ہوا کہ کسی وجہ کی ان کافرونکو مسلمانون سے عداوت نہ تہی مگر ایمان کی جہت سے پس اس جہت سے عداوت مسلمانون کی عداوت ایمان کی ہوئی
برخلاف اور کافرون کے کہ باوجود مسلمانون کی ایذا دینے کے سالہا سال انکی مہلت پائی اور پاتے ہین کیونکہ عداوت انکی فقط ایمان کی جہت سے نہین بلکہ طمع
ریاست کی اور اسباب مال وجاہ کی بہی اسمین ملی ہوتی ہے اور ان لوگون کو عداوت خالص ایمان کے واسطے تہی اور جس ایمان سے دشمنی کہتی تہے وہی ایمان
صحیح تہا کیونکہ متعلق اس ذات پاک کے ساتہ تہا جو ان صفتون کے ساتہہ موصوف ہے **الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ**
وَالْأَرْضِ وہ اللہ کہ غالب ہے سب خوبیون سراہا گیا اور وہ ذات پاک ہے کہ اسیکے واسطے ہے بادشاہت آسمانون اور زمین
کی اور ہر صفت ان تینون صفتون مین سے اسی بات کو چاہتی ہے کہ ایمان اسی پر لانا چاہئیے کہ وہ اپنے سب ماسوا پر غالب ہے اور
کسیکی عزت اسکی عزت کو نہین پہونچتی تو اسپر ایمان لانا بہی عزت اور افتخار کا سبب ہوا اور جو وہ محمود ہے تو شکر اسکا دل اور زبان اور
اعضا سے واجب ہوا اور اظہار ایمان کا فرض و لازم ہوا اور جو اسیکے واسطے بادشاہت ہے آسمانونکی اور زمین کی ہو یکین تو اسکے مخالفون سے ڈرنا

جایز نہوا اور یہ تینون صفتین مذکورہ جیسی موجب اظہار کرنی ایمان کی ہین اسی طرحسی باعث ہین جلد بدلا لینی کے کیونکہ بدلا لینا دشمنون سے موجب عزت کا ہی نہین تو ذلت پہونچتی ہے اور مقتضائی محمودیت کا بہی انتقام لینا دشمنون سے ہے کیونکہ مخالفون سے بدلا نہ لینے والی کو بہی تعریف نہین کرتے ہین مگر عفو کی صورتمین سو عفو کفار پر جایز نہین اور بادشاہت بہی موجب انتقام کی ہے دشمنون سے والا دشمن دلیر ہوجاوین اور بادشاہت کے کارخانے مین خلل واقع ہوجاوے اور اگر باوجود ان صفتون کے کوئی انتقام لینا چہوڑدے تو ضرور رعایا کی حال سے بیخبر ہے کہ دشمنونکی دشمنی کو اور دوستونکی دوستی کو نہین جانتا یا دشمنون کی ایذا رسانی سے کہ اسکی دوستی کے سبب سے اسکے دوستون کو پہنچاتے ہین بیخبر ہے یا محمول کسی اور اسباب پر کرتا ہے اور خدا ہی تعالی اس بیخبری سے پاک ہے کیونکہ **وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ شَہِیۡدٌ** اور اللہ ہر چیز پر خبردار ہے اور جب کافر ایمانداروں سے ایمان کی جہت سی عداوت کرنے لگے اور انتقام سے اللہ تعالی کے غافل ہوئی تو گویا عزت اور بادشاہت اور خبرداری اور محمودیت اس جناب کی کو انکار کیا تو حکمتین اللہ تعالی کی ان باعثون کے جمع ہونیکی سبب سے تعجیل انتقام کو تقاضا فرماتی ہین چنانچہ خندق والون کے قصتون مین نمود ہوا اور جو دلیل ایک فرد خاص مین صحیح ہوئی تو قیاس کلی کا اسپر درست آیا چنانچہ فرماتے ہین **اِنَّ الَّذِیۡنَ فَتَنُوا الۡمُؤۡمِنِیۡنَ** تحقیق جو لوگ کہ ایذا دیتے تہے ایماندار مردونکو ایمانکی عداوت کے سبب سے **وَالۡمُؤۡمِنٰتِ** اور ایماندار عورتونکو اگرچہ انکا ایمان بسبب عمل کے نقصان کے اور ہوا اور ہوس کے غلبہ کے ضعیف اور ناقص ہے لیکن وہ ضعف بسبب بے کسی اور عجز کے رکہتے ہین مقابلے اور دفع سے بدلا ہوجاتا ہے **ثُمَّ لَمۡ یَتُوۡبُوۡا** پہر باوجود مہلت اور فرصت کے اس ظلم سے توبہ نکی اور اسی شغل مین مرگئے اور اگر توبہ کر لیتے تو ہرچند کہ حق العباد کی جہت سی انسے پرسش ہوتی اور معذب ہوتی لیکن ہمیشگی اسپر نہوتی کیونکہ عداوت ایمانی اور حق اللہ کی تلف کرنیکا الزام سی چہوٹ جاتے اور اسی آیت سے دلیل پکڑی ہے کہ جو کوئی کہ مسلمان کو عمداً مارے اور پہر توبہ کرے تو توبہ اسکی مقبول ہے لیکن اس استدلال مین بحث ہی کیونکہ مسلمانکا قتل عمداً اگر کفر کی حالت مین ہوگیا ہے تو بالاجماع توبہ اسکی مقبول ہے کسیکا اختلاف اسمین نہین ہے اور اس آیت مین مراد کافر ہین کہ ایمان کے واسطے مسلمانونکو مارتے اور ایذا دیتے **فَلَہُمۡ عَذَابُ جَہَنَّمَ** پہر انکے واسطے عذاب ہے دوزخ کا اور اسمین طرح طرح کی ایذائین ہین سو وہ ساری دکہ اور ایذائین انہین کے کام مین منصرف ہونگی **وَلَہُمۡ** اور انکے واسطے ہے اور ظالمون سے علاوہ **عَذَابُ الۡحَرِیۡقِ** عذاب جلن کا کہ تن من انکا اسمین گرفتار ہوگا جیسے ایمان والون کے دلون کو جور وجفا سے جلایا تہا اور بعضے مفسرون نے کہا ہی کہ عذاب جلن کا قبر مین ہوگا دوزخ کے عذاب سے پہلے اور بعضون نے جلنے پر خندق والون کے کہ پہرک سے شعلون کے جلے ہین حمل کیا ہی اور جو ظالمونکا حال سننے سے کہ ایمان دارونکو ایمان کی جہت سے ایذا دیتے تہے سننے والی کا ایک رنج پیدا ہوا کہ وہ ایمان والی کہ ظالمونکی بلا مین گرفتار تہے اور جانین انکی ایمان کے سبب سے برباد ہوئین نہین معلوم کہ بدلا اسکا قیامت کے دن کیا پاوینگے تو اس انتظار کے دفع کے واسطے نئے سرسے ایمان والونکا حال بیان کرنا ضرور پڑا اور جو یہ بیان ایک نئی بات ہے سامع کے انتظار کی تسکین کے واسطے کچہ مقصود اصلی اس حکایت کا نہ تہا تو اسی واسطے حرف عطف کا ترک فرماکے ارشاد کرتے ہین **اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا** تحقیق جو لوگ کہ ایمان لائے اور ایمان پر ثابت رہے اور باوجود ظالمونکے ایذا اور تکلیف کے صبر کیا **وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ** اور کام کئے اچہے کہ سبہی کام ایسی حالت مین بڑی پونجی ہے جیسا بلا پر صبر کرنا اور قضا پر راضی رہنا اور اللہ تعالی کی طرف کو اختیار کرنا ماسوا پر **لَہُمۡ جَنّٰتٌ** انکے واسطے باغ تیار ہین کہ دنیا کی بلاؤن کے بدلی مین ملینگے پس دنیا کا عذاب انکے حق مین ایسا ہے کہ کسیکو اسکے محبوب کے رو برو اسکے محبت کے واسطے ایذا دین کہ وہ ایذا اسکو عین راحت ہوجاتی ہے **تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ** بہتے ہین انکے درختون کے تلے نہرین طرح طرح کی شہد اور دودہ اور پانی اور شراب کے بدلے ہین اس لہو اور پسینے کے کہ کافرون کے ظلم کے سبب سے بہا تہا **ذٰلِکَ الۡفَوۡزُ الۡکَبِیۡرُ** یہہ بڑی مراد ملنی ہے کیونکہ دنیا کی مرادین ملنا فانی ہین اور یہ مرادین باقی کہ ہرگز فنا ہونیوالی نہین اور یہ بہی ہے کہ مطالب دنیوی کے حاصل ہونے مین رضامندی محبوب حقیقی کی مشکوک اور نامعلوم ہے اور ان آخرت کی لذتون مین یقینی اور قطعی ہے اب یہان ایک سوال باقی رہا کہ جواب طلب ہے اور وہ یہہ ہے کہ کافرون کی جزا کے بیان مین حرف فائی جزائیہ کا لائے اور فلھم عذاب جھنم ارشاد فرمایا ہے اور مسلمانونکی جزا کے بیان مین اس حرف کو ترک کر دیا اور لھم جنات ارشاد کیا اسمین کیا نکتہ ہے جواب اسکا یہہ ہے کہ ثواب آخرت کا محض اللہ تعالی کا فضل ہے عمل پر موقوف نہین جیسے نابالغ لڑکا

یا جو شخص کہ بلوغ کے وقت سے مجنون ہو گیا یا جو شخص کہ پہاڑ کی چوٹی پر بالغ ہوا اور طریقہ اسلام سے واقف ہی نہوا اور توفیق عبادت اور طاعت کی بھی نپائی
ایسے سب آخرت مین بغیر عمل اور طاعت کی ثواب پاوینگے بخلاف دوزخ کے عذاب کے کہ بغیر فسق کے یا کفر کے نہوگا کیونکہ عذاب عدل کو چاہتا ہے اور
عدل بغیر سبب کے مدہ نہین سکتا تو ان دونون چیزون کے فرق کے واسطے کہ فضل اور عدل ہے اس جا پر سبب اور تعقیب کی تصریح فرما کر ف کا حرف لائے ہین
اور یہان حذف کیا ہے اور جو معاملہ حق تعالے کا ان ظالمون سے کہ بسبب ایمان کے مسلمانون کی ایذا کے درپے ہوتی ہین اور ان مظلومونکی کہ ایمان
کے واسطے تحمل جفا کا کرتے ہین دنیا اور آخرت مین بیان فرمایا تو یہہ مطلب ثابت ہوا کہ **اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ** تحقیق کہ پکڑ تیرے
رب کی بہت سخت ہے کیونکہ اور ونکی پکڑ زور سے یا زاری سے یا صبر یا شفاعت سے خلاصی ممکن ہے اور عذاب سے اللہ تعالے کے کسی طور سے ممکن نہین اور دوسری وجہ
یہہ بھی کہ دوسرونکی پکڑ کے نہایت یہہ ہے کہ ہلاک کر دینا پھر بعد موت اور ہلاک کے مقدور نہین رکہتے کہ ایذا دے سکین کیونکہ اُنکی طاقت نہین کہ مردے کو
جلاوین بخلاف اللہ تعالی کے کہ مرنے اور خاک ہونیکے بعد بھی اسکے دست قدرت سے خلاصی ممکن نہین وہ قادر ہے کہ جلاوے پھر زندہ کرے پھر جلاوے
اسیطرح ابدالآباد تک عذاب مین گرفتار رکہے اسواسطے کہ **اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ** تحقیق وہی ایسا ہے کہ اول بھی پیدا کرتا ہے
اور بعد فنا کے بھی پھر پیدا کرتا ہے **وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ** اور وہ اللہ تعالی باوجود اس صفت قہاری اور گرفت گیری کے اپنے
مسلمان بندون پر بخشش کرنیوالا ہے اور دوست رکہنے والا کہ دوستی کی شدت کے سبب سے گناہ اپنے دوستون کے بخشتا ہے اور عیبون کو
اُنکے چھپاتا ہے اور دوستون اور دشمنون سے اسکا ایسا معاملہ کیون نہو کہ وہ اللہ تعالی **ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ** صاحب ہے
جہان کی سلطنت کے تخت کا اور بزرگی اُسکی قدیم ہے اور مجد عرب کے لغت مین خاندانی اور موروثی بزرگی کو کہتے ہین اور جو قدیم اور دوام موروثی بزرگی
کو لازم ہے تو یہان مراد قدیم بزرگی رکہی ہے اور قدیم السلطنت بادشاہونکی عادت ہے کہ اپنے دوستون اور دشمنون سے اسیطرح معاملہ خوشی اور ناخوشی
کا فرماتے ہین نہین تو اُنکی سلطنت کے قدم مین خلل واقع ہو جاوے اور باوجود اسبات کے اور بادشاہون سے ایک چیز مین ممتاز ہے کہ کسی بادشاہ کو متصور نہین اور
وہ چیز یہہ ہے **فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ** کر ہی ڈالتا ہے جو چاہتا ہے جب ارادہ اُسکا کسی چیز کو متعلق ہوتا ہے پھر اُسمین امکان مخالفت کا نہین بخلاف اور بادشاہون
کے کہ بہت سی چیزین چاہتے ہین اور میسر نہین ہوتین پس تم ہی شہنشاہ سی ہر وقت اور ہر آن ڈرنا چاہیے اور اُسکی رحمت کے امیدوار رہنا یہان پر ایک سوال جواب
طلب یہہ ہے کہ پہلے صفتون مین جیسے الغفور اور الودود اور ذو العرش المجید مین لام تعریف کا یا اضافت معرف باللام کیطرف واقع ہی اور اس صفت مین کہ فعال لما
یرید ہے تنکیر کو اختیار کیا ہے اسمین کیا نکتہ ہے جواب اسکا یہہ ہے کہ فعال لما یرید مشابہ مضاف کے ہے یا طالعاً جبلاً کی قبیل سے اور شبہ مضاف کا حکم مضاف کا رکہتا ہے حاجت
تعریف کی نہین اور مبالغہ کے صیغہ کو اور صیغہ فاعل لما یرید کی اسواسطے اختیار کیا ہی تا کہ اشارہ ہو کثرت پر مرادونکی اور کثرت حق تعالی کے مفعولونکی جیسے کہ واقع بھی حاصل
کلام یہہ ہے کہ ان صفات متضادہ متخالفۃ الآثار سے منظور یہہ بات ہے کہ اُس پاک سے بعید نہین کہ کبھی معاملہ مہربانی اور مغفرت اور دوستی کا بندونسے کرے اور کبھی سخت پکڑ مین
پکڑے بلکہ اُس پاک سے ہو سکتا ہی کہ انعام اور انتقام کو حق مین ایک فرقہ کے اور ایک آدمی کے اوقات مختلفہ مین جمع کرے کہ انعام پر حق تعالی کے کیا ایک قسمتی اپنے حال پر مغرور
ہو مغرور ہو نا نہ چاہیے اور انتقام سے اُس منتقم عادل کے بیخوف اور بیدھڑک نہ رہنی چاہیے فرماتی ہین **هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ** کیا پہنچی ہے تجھکو
بات اُن لشکرون کی کہ ایکمدت تک دروازہ انعام کا اُنپر کہلا تہا اور ہرطرف سے طرح طرح کی نعمتین انکو پہنچتی تہین پھر کیسا کچھ انتقام اُنسے لیا اور سبب اُنکی خرابی اور بد بختی کے
یہی ذلیل اور قلیل لوگ ہوئے کہ انعام آلہی کے زور کے سبب سے اُن لوگونکو کمال ذلت اور خواری سے رکہتے تہے اور وہ لشکر **فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ** فرعون والے اور ثمود
کی قوم تہی پس فرعونیون کو ایک مدت تک حکومت اور نعمت دیکے بنی اسرائیل پر کمال تسلط دیا تہا کہ سارے نیچ اور پوچ کام بیگار پکڑ کے اُنسے کراتے تہے
پھر تمام مال اور ملک اُنکا چند روز کے عرصے مین اُنہین بنی اسرائیل کو دلوایا اور اُن فرعونیون کو اُنکے آنکہون کے دیکہتے دریائے قلزم مین غرق کر دیا اور ثمود
کی قوم کو اول تو نہایت قدرت اور قوت عنایت فرمائے یہانتک کہ ایکہزار سات سو بستیان تمام سنگین عمارات کین آباد کی تہین اور حضرت صالح
علی نبینا وعلیہ السلام کو اور ضعیف مسلمانون کو اونٹنی کی بابت کیا کیا کچھہ تذلیل اور ہتک کرتے تہے وہ سب کے سب ایک کڑک مین ہلاک

ہوگئے اور وہاں کچھ بدبخت اور اشرار کو حضرت صالح علیہ السلام کی بددعا سے اللہ نے ہلاک کر دیا پس ایسے قصے عاقلون کی عبرت کے واسطے کفایت کرتے ہین تاکہ اللہ تعالی کے انعام پر مغرور نہو جاوین اور انتقام سے اُسکے ڈرتے رہین لیکن کافر ان قصون سے عبرت نہین پکڑتے ہین اور غرور اور بیخوفی مین گرفتار ہین **بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ تَكْذِیْبٍ** بلکہ جو لوگ کہ کافر ہین سو ان قصون کے انکار کے درپے ہین اور کہتے ہین کہ ایسے قصے اس قسم کے ہین کہ اہل تواریخ نے لوگون کے تعجب کرنے کو بنائے ہین اور کتابون مین لکھہ دیے ہین اور یہہ نہین جانتے کہ قطع نظر ان قصون سے اللہ تعالی کی قدرت ہر شخص کو ہر وقت بے پردہ نمایان ہے اور اگر اپنے ہی حال مین غور کرین تو دیکھین کہ آدمی کا دم کہ زندگانی انسان کی اسی سے تعلق رکھتی ہے وہ بھی اُسی کے ہاتھہ مین ہے **وَّ اللّٰهُ مِنْ وَّرَآىٕهِمْ مُّحِیْطٌ** اور اللہ تعالی آگے پیچھے سے اُنکے گھیرے ہی کہ اُنکے زمانے سے پہلے بھی بہت سی سرکشونکو ہلاک کیا اور اُنکے زمانے کے بعد بھی بہتونکو ہلاک کریگا پس انکار ایسے قصونکا کہ اسطرح کے قصے ہر وقت مین نمودار ہین بیجا ہے اور لفظ ورا کا اصل لغت مین اس چیز کے معنون مین ہے کہ کوئی شخص اس چیز کو چھپاوے یا وہ چیز کسی شخص کو چھپاوے اسی واسطے اس لفظ کو آگے اور پیچھے دونون کے معنون مین استعمال کرتے ہین اور اس آیت مین بطور اشتراک معنوی کے یا بعموم مجاز کے دونون معنونکو شامل ہے باوجود اس بات کے یہ قصے اس قسم سے بھی نہین ہین کہ فقط اہل تاریخ نے انکو ذکر کیا ہے **بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ** بلکہ یہہ قصہ قرآن قدیم ہے کہ اس قصے کے ہونے سے پہلے لکھہ گیا تھا **فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ** ایک تختے مین کہ شیاطین اور جن اور انسان کے دخل سے باہر اور محفوظ ہے اسمین کوئی تصرف نہین کر سکتا کہ زیادہ اور کم اور تحریف اور الحاق کر دے پس اس قسم کے محفوظ چیز مین احتمال جھوٹھہ اور ملاوٹ کا کرنا مقتضائے عقل کے خلاف ہے اور بغوی معالم مین ابن عباس رضی اللہ عنہ کی سند کے ساتھ لایا ہے کہ لوح محفوظ سفید موتی کی ہے طول اُسکا جیسے زمین سے آسمان اور عرض اُسکا جیسے مشرق سے مغرب اور کنارون پر اُسکے یاقوت جڑے ہین اور دونون دفتیان اُسکی یاقوت سرخ کی ہین اور نور کے قلم سے کلام قدیم اُسمین لکھا ہے سر اُس تختی کا عرش سے معلق ہے اور نیچے کی طرف اسکے ایک معزز فرشتے کی گود مین رکھی ہے اور وہ عرش عظیم کی سیدھی طرف کھڑا ہے اور سرے پر لوح کے یہہ عبارت واقع ہے لا الہ الا اللہ وحدہ دینہ الاسلام و محمدا عبدہ و رسولہ فمن اٰمن باللہ عز وجل وصدق بوعدہ واتبع رسولہ ادخلہ الجنۃ اللھم اجعلنا منھم ؕ

لوح محفوظ کا بیان

سورۃ الطارق

تمہید

سورہ طارق مکی ہے اُسمین اُنیس آیتین اور اکسٹھہ کلمے اور دو سو انتالیس حرف ہین اور ربط اس سورے کا سورہ بروج سے بسبب مناسبت کلام کے ہے کہ ابتدا مین دونون قسم کے ساتھ آسمان سے اور برجون کے اور ستارون کے واقع ہے اور انتہا مین بھی دونون کے بیان محافظت الٰہی کا غیب کے چیزون کو جیسے لوح محفوظ اور آسمان اور آدمی کی جان سو ایسے چیزین ظاہر مین کچھہ حاجت بیان کی نہین اور اس سورے کا نام سورہ طارق اسواسطے رکھا کہ طارق عرب کے لغت مین پاس میہمان کو کہتے ہین جو رات کے وقت آوے اور جو حادثہ کہ رات کو نمود ہو اسکو بھی طارق کہتے ہین اسیواسطے حدیث مین وارد ہی کہ نعوذ باللہ من طوارق اللیل پناہ لیتا ہون مین اللہ کی اس شر سے کہ رات کو اچانک آ پڑے کیونکہ دفع کرنا ایسی آفت کا مشکل پڑتا ہے اور عرب کے اشعار مین معشوق کے خیال کو بھی کہ بار بار عاشق کے دل مین گذرتا ہے طارق کہا ہی کیونکہ معشوق کے خیال کا آنا اکثر فراغت کے وقت مین ہوتا ہے اور بڑی فراغت کا وقت رات ہے اور حدیث شریف مین مسافر کو منع فرمایا ہی کہ طروق کرے یعنے یکایک رات کے وقت گہر مین نہ چلا آوے جبتک کہ اُسکے گھر والی بن سنور کے درست نہو لین کہ اسکو بگڑے حال مین دیکھکے نفرت نہو جاوے اور اس سورے مین مراد طارق سے آسمان کے تارے ہین اور سب تارے اس صفت مین برابر ہین اسواسطے کہ رات کو نظر آتے ہین اور دنکو غائب ہو جاتے ہین اور بعضے علماؤن کی نزدیک یہان زحل مراد ہی کیونکہ سب تارون سے اونچا ہے اور اُسکی شعاع ساتون آسمانون کی مٹائی کو سوراخ کرکے زمین پر پڑتی ہے پس کمال ظہور ثاقبیت کا اُسمین پایا جاتا ہے اور بعضون کے نزدیک ثریا مراد ہے کہ بسبب جمع ہونے روشنی تارون کے اُسمین چمک زیادہ پائی جاتی ہے اور اکثر علما اس بات پر ہین کہ مراد جنس ہے اور ہر ستارہ اُسمین داخل ہے کیونکہ ہر ستارہ تین صفتین رکھتا ہے اول تو یہہ کہ ہر ستارہ اپنے شعاع سے

تارے کے

تاریکی کو دفع کرتا ہی دوسرے یہہ کہ تعیین طرف کا یعنی راہ کا مشرق کی طرف ہو یا مغرب کیطرف ہر مسافر کو تری کا ہو یا خشکی کا اِستے معلوم ہوتا ہی تیسرے یہہ کہ سبب
ہی آسمان کی محافظت کا شیاطین کے شر سے اور اُسکے دو سبب ہین اوّل تو یہہ کہ شیاطین دُخانی مادے سے پیدا ہوئے ہین اور ظلمت اور تیرگی کو بالطبع دوست
رکھتے ہین اور روشنی سے بھاگتے ہین چنانچہ تجربہ کیا ہوا ہے کہ اکثر غلبہ اُنکا اندھیرے مین اور اندھیرے مکان مین ہوتا ہی اور جس مکان مین چراغ اور شمع ہوتی
ہے وہان اُنکا دخل کم ہوتا ہی پس آسمان کو ان نورانی قندیلون سے روشن کیا تاکہ روشن ہونے سے آسمانون کے کہ محض شفاف ہین شیطان چندہیا کر بھاگ جاوین
دوسرے یہہ کہ فرشتے شعاع سے ستارون کی گیند بناکر شیاطین کو مارتے ہین جیسے توپ کے گولے سے دشمنون کو مارتے ہین اور محافظت آسمان کی تارون
سے ایسی ہی ہے جیسے محافظت قلعون کی ہوتی ہی توپون سے کہ برجون اور فصیلون پر چڑہی ہوتی ہین لیکن فرق اسقدر ہی کہ تارون کو اور اُن گولون کو کہ فرشتے
اُن تارون کی شعاعون سے تیار کرکے شیاطینونکو مارتے ہین دونون کو عرب کی لغت مین نجم اور کوکب اور ہندی مین تارا کہتے ہین اور توپ کے گولے کو
توپ نہین کہتے اور قرآن مجید مین ستارون کے ان فائدون کو جابجا مذکور فرمایا ہی اور یہے تینون وصف کہ ہر ستارہ مین موجود ہین اس قسم مین
منظور ہین کیونکہ جس مضمون کی کہ اس قسم سے تاکید فرمائی ہی یہہ ہی کہ آدمی کی جان ہرچند کہ تکلیف اور محنتون مین گرفتار ہوتی ہی لیکن اللہ تعالی
کی نگہبانی کے سبب سے ٹوٹنے اور فنا ہونے سے محفوظ ہی اور اسیواسطے حدیث شریف مین وارد ہے کہ اِنَّمَا خُلِقْتُمْ لِلْاَبَدِ یعنے جان آدمیکی حقیقت مین آدمی
عبارت اُسی سے ہی ابدی ہی ہرگز فنا ہونیوالی نہین اور وہ جو عرف مین مشہور ہے کہ موت جان کو ہلاک کرتی ہی محض مجازی ہی موت کا نہایت کام یہہ ہے
کہ جان کو بدن سے جدا کردیتی ہی اور بدن بسبب نہونے مربی اور نگہبان کے بیکس ہوکر بکہر جاتا ہی ورنہ جان کو ہرگز فنا نہین ہے اور ثابت ہونا عالم برزخ
کا اور ہونا حشر اور نشر کا موقوف اسی مسئلے پر ہی اور اس سورۃ مین ہی معاد اسی طرح سے ثابت کیا ہی اور تفصیل اس اجمال کی یہہ ہی کہ آدمی دو چیز سے
مرکب ہے جان اور بدن اور جزء اعظم اُسکا جان ہی کہ تبدل و تغیر کو اسمین دخل نہین اور بدن مانند لباس کے ہی جب تک کہ ماں کے پیٹ مین تہا تو اور رنگ تہا پہر
جب ماں کے پیٹ سے نکلا تو آخر لڑکپن تک کچہہ اور ہی رنگ رکہتا ہی اور جوانی اور بڑہاپے مین کچہہ اور ہی اختلاف ہوتا ہی پس جزء اعظم اسکا کہ جان ہی اور شعور اور
ادراک اور لذت اور دکہہ کو دریافت کرنا اسیکا خاصہ ہی جو فنا کو قبول نہین کرتی اور ہاتہون مین نگہبانون کے کہ حضور سے جناب کبریا کی اُنپر مقرر ہین
مقید رہتی ہی تو جسم ہونے مین بدن کے اور دوبارہ بنا دینے مین اُسکے اسی صورت اور شکل پر کون سا تعجب باقی رہا کہ اسیطرح کا معاملہ شروع پیدائش سے
اخر عمر تک ہمیشہ نظر آتا ہی اور جو دلیل جان کی محافظت کی ساتہہ معین ہونے نگہبانون آسمان کے طفیل سے ستارون کے ہی نہایت ثابت کرنے مین اس مطلب کے قسم
کی اور ستارون کی یاد فرمائی اور اس سورۃ کا ستارے کے نام پر نام رکہا کہ منشر ثابت ہونا مطلب کا اُسی کی محافظت کی ملاحظے سے ہی یہان پر سمجہہ لیا جاے کہ نام
سورۃ کا سبب نزول پر دلالت کرتا ہی اصحاب پر کہ مراد طارق سے ٹوٹنے والا تارا ہی جسکو شہاب کہتے ہین اور حقیقت مین شیطانون کو آسمان تک جانے سے روکنے والا وہی ہی کہ
شیطان کی راہ کو بند کرتا ہی اور اُسکو جلا دیتا ہی اگرچہ توپ کے گولے کی مانند شعاع سے جڑے ہوئے ستارون سے پیدا ہوتا ہی پس بہتر یہہ ہی کہ طارق شہاب پر
حمل کیا جاوے اور سبب اس سورۃ کے نازل ہونیکا یہہ تہا کہ ابو طالب حضرت کے چچا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکہنے کو آپکے مکان پر تشریف لائے اور آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے کہانا اُنکے روبرو رکہا کہ دودہہ اور روٹی تہی پہر دونون کہانے لگے اُسوقت ایک تارا آسمان سے ٹوٹا اس قدر زمین سے نزدیک ہوا کہ تمام گہر اُسکی
روشنی سے بہر گیا اور ابو طالب کی آنکہین چندہیا گئین اور گہبرا کر ہاتہہ کہانے سے کہینچ لیا اور اُٹہہ کہڑا ہوا اور پوچہنے لگا کہ یہہ کیا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ یہہ تارا ہی کہ فرشتے آسمان کی محافظت کیلئے شیاطینون پر اُسکو اوپر سے پہینکتے ہین اور یہہ ایک علامت ہی اللہ تعالی کی قدرت کی علامتون سے ابو طالب متعجب
ہوکر خاموش بیٹہہ گیا اتنے مین حضرت جبرئیل علیہ السلام اس سورۃ کو لائے اور اس سورۃ مین اشارہ اسبات کی طرف ہوا کہ ان چیزون کے دیکہنے سے عقاید
حقہ پر دین اسلام کے مضبوط ہونا چاہیے اور اُسکو بیفائدہ چہوڑ دینا نچاہیے کیونکہ یہہ معاملہ بڑی دلیل ہی اوپر صحیح حشر و نشر اور معاد کے اسواسطے کہ آسمان باوجود
اپنی عظمت اور بلندی کے یہان تک کہ ہاتہہ کسی کا اس تک پہنچ نہین سکتا تب بہی محافظت الہی کا محتاج ہی اور صورت اسکی محافظت کی اس وضع پر ظاہر ہوتی
کہ ٹوٹے ہوئی تارون سے آسمان کے ایک ستارہ دوڑنے والا پیدا ہوتا ہی کہ شیطانونکو سد راہ ہوتا ہی اور بہگاتا ہی سو آدمی کی جان کہ نہایت

ناتوان ہی کس طور سی بغیر اللہ تعالیٰ کی محافظت کے ایسی مصیبتون اور حادثون کی کشمکش مین باقی اور سلامت رہ سکیگی پس جب یہہ بات ثابت ہوئی کہ آدمی کی جان اللہ تعالیٰ کی قبض و تصرف مین ہے زندگی مین ہو خواہ بعد موت کے تو پس یہین سے سمجھ لیا چاہیے کہ بعد موت کے نعمتین اور تکلیفین جان کی اللہ تعالیٰ کے دست قدرت مین ہین باقی رہا حال بدن کا سو اسکو بھی ساتھہ تامل اور فکر کے قابل پھر پیدا ہونیکی سمجھا چاہیے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالسَّمَاۗءِ وَالطَّارِقِ قسم کہاتا ہون مین آسمان کی اور اُس تاریکی کہ رات کے وقت نمودار ہوتا ہی اور جو اس ستارہ مین کہ رات کے وقت دوڑتا پھرتا ہی لوگون کو اسمین بڑا تردد ہی بعضے تو یون کہتے ہین کہ دہوان زمین سے اٹھہ کر آسمان کی طرف جاتا ہی جب کرۂ نار کے متصل پہنچتا ہی تو بسبب دہنیت کے کہ اسمین باقی ہی جل اٹھتا ہی پھر اگر لطیف ہے تو جلد محو ہو جاتا ہی اور اگر غلیظ ہی تو کئی روز تک بطور نیزے کے یا دم دار ستارے کی طرح یا کسی اور صورت سے رہتا ہی اور بعضے یون کہتے ہین کہ آسمان قمر کے نیچے آگ کا کرہ ہی اور اس کرہ سے کبھی حرکت کی زیادتی سے ایک شعلہ کہ بسبب جسم نوجشعاع ستارون کے گرم مزاج کے کسی درجہ مین درجون آسمان سے حاصل ہوتا ہی اور اُس شعلہ سے کوئی چیز مثل چنگاری کے جدا ہو کے نیچے آتی ہی اور دخانی طبقے مین کہ درمیان کرۂ آگ اور ہوا صرف کے ہی وہ چیز نمودہ ہوتی ہی تو دوڑتے ستارہ کی طرح نظر آتی ہی اور جب طبقہ زمہریر کو پہنچتی ہی تو جم جاتی ہی اور نظر سے غائب ہو جاتی ہے اور ان دونون باتون مین بہت سی بحثین ہین کیون کہ جو نور کہ اس دوڑتے تارون مین نظر آتا ہے اُسکو ہرگز آگ کے شعلہ سے کہ دہوین کے ساتھہ روشن ہوتا ہی مشابہت معلوم نہین ہوتی بلکہ نور اس تارے کا کمال مشابہت نور آسمانی سے رکہتا ہی چنانچہ ظاہر نظر آتا ہی اور دوسرے یہہ بھی ہے کہ حرکت کی جہت اس ستارہ کی موقوف تحت اور فوق پر نہین ہے تا کہ دہوین چڑھنے والیکے شعلے پر یا انگارے گرنے والے پر حمل کیا جاوے اکثر اوقات داہنے سی بائین طرف اور بائین سی داہنی طرف دوڑتا ہے پس صریح معلوم ہوتا ہے کہ حرکت اُسکی طبعی نہین بلکہ کوئی زبردست ارادے اور اختیار والا اسکو دوڑاتا ہی پس وہم کرنیوالون تردد والون کے بطور سوال و جواب کے ارشاد فرماتے ہین وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ اور کیا جانتا ہے تو کہ کیا ہی وہ ستارہ رات کا نمودار النَّجْمُ الثَّاقِبُ ایک تارہ ہی کہ شیطانون کی انکھون مین چمک چوندکر دیتا ہی اور کبھی اس شعلے سی کہ اسمین سے پیدا ہوتا ہے انکو جلا دیتا ہی اور شیطانون کو اُسکی شعاع کے زور سی ایسی حالت ہو جاتی ہی جیسے چمگادڑ کی سورج کی چمک سے اور جب کہ طارق کی حقیقت بیان کرنی سے فارغ ہوئے تو اب اس مضمون کو جسکی قسم کہائی ہی یاد فرماتی ہین اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ کوئی جان نہین چہوٹی ہو خواہ بڑی نیک ہو خواہ بد مگر کہ اسپر ایک نگہبان ہے اللہ تعالیٰ کیطرف سے کہ اسکو حادثون کی سختی مین اور صدمون مین فنا نہین ہونے دیتا یہان یہ سمجھا چاہیے کہ داروغہ آدمی کی جان کی محافظت کا کہ فنا ہو جاوے ایک فرشتہ ہی حضرت اسرافیل کے لشکر کا اور کام اسکا یہہ ہے کہ جان کو درمیان دو نفخون کے صور مین داخل کر دیگا اور آدمی کی اور کامون کے واسطے نگہبان بہت ہین کہ نوبت بنوبت رات دن چوکی پہرہ کرتے ہین جب تک کہ تقدیر الٰہی اسکی تکلیف کیواسطے متوجہ ہو پہر جب مقدر وقت تکلیف کا آجاتا ہی تو وے لوگ دستبردار ہو جاتے ہین اور تقدیر الٰہی کو سونپ دیتے ہین اور حدیث شریف مین وارد ہے وكل بالمؤمنين مائة وستون ملكا يذبون عنه كما يذب عن قصعة العسل الذباب ولو وكل العبد الى نفسه طرفة عين لاختطفته الشياطين عضوا عضوا یعنے مقرر کئے گئے ہین ہر مسلمان پر ایکسو ساٹھہ فرشتے کہ ہانکتے ہین اُسے شیطانون کو جیسے شہد کے پیالے سے مکہیون کو ہانکتے ہین اور اگر بندیکو بندے پر ایک پلک مارنے برابر چہوڑدین تو شیطان اُسکی بوٹی بوٹی توڑکے لیجاوین اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمانون پر اور آدمیون سے زیادہ نگہبان ہین کیونکہ ایمان کے سبب سے اسکے دشمن بہت ہین کہ اُتنے دشمن اور کافرون کے نہین ہین اور نگہبان کہ مومن اور کافر دونون سے نگاہ رکہتے ہین انکا ذکر سورۂ رعد مین ہے کہ له معقبات من بين يديه ومن خلفه يحفظونه من امر الله اور بیان ہر شخص کی جان کے نگہبانون کا سورۂ انعام مین مذکور ہے وهو القاهر فوق عباده ويرسل عليكم حفظة حتى اذا جاء احدكم الموت توفته رسلنا وهم لا يفرطون اور دوسرے فرشتے کہ آدمیون کے اور بد اعمال لکہنے کے واسطے مقرر ہین انکا مذکور سورۂ اذا السماء انفطرت مین

ہے یعنے ان علیکم لحافظین کراما کاتبین اور جو فرشتہ کہ صرف اور لفظ پر آدمی کے مقرر ہے اور اسکو گنتا ہے اور لکہتا اُسکا ذکر سورۂ قاف مین ہے یعنے
ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید غرض کہ یہان بیان جان کی محافظت کر نیکا ہے کہ یہہ امر سب کے واسطے اور کبہی اس محافظت مین قصور
نہین ہوتا اور جو آدمی کو بحث معاد کا اور باقی رہنا اُسکی جان کا اور محفوظ رہنا اُسکے نفس کا قبل موت کے اور بعد موت کے معلوم ہو چکا اور سمجہہ چکا کہ
میری جان کہ حقیقت مین ذات میری وہی ہے اور بدن اُسکے لباس کی مانند ہے سو وہ جان مالک حقیقی کے قبضۂ تصرف مین ہے تو اب اُسکو اعتقاد کرنے مین معاد
کے واقع ہونیکے اور سچ جاننے مین حشر اور نشر کے کچہہ تردد نرہا مگر استبعاد کی جہت سے بدن کے اعادہ مین کہ اجزا اسکے بعد موت کے نہایت متفرق اور پراگندہ ہو جاتے
ہین کچہہ زمین کی خاک مین ملکر منیست و نابود ہو جاتے ہین اور کچہہ حیوانات کا طعمہ ہو جاتے ہین پہر وہ حیوانات ملکون مین جا کر مرتے ہین اور خاک مین مل
جاتے ہین اور بعضے ملک سے دوسرے ملک کو اور ایک جنگل سے دوسرے جنگل کو اُڑ جاتے ہین پہر ان منتشر اجزا ون کو جمع کرنا اور پہچاننا کہ یہہ جز فلانے کے بدن کا ہے اور
یہہ جز فلانے کے بدن کا یہہ ایک کام ہے کہ عقل ظاہر بین کو نہایت دشوار معلوم ہوتا ہے اور اسی سبب سے کسی کہنے والے نے کہا ہے ہندی کا دوہرہ ع بات جہر تے پون
کہین سن سے بنکے راے ہ اب کے بچہڑے نا ملین دور پڑینگے جاے ہ ناچار اس تعجب کے دفع ہونے کے واسطے ایک راہ اُسکو اور بتاتے ہین کہ فلینظر
الانسان مم خلق پس دیکہے آدمی کہ کس چیز سے بنایا گیا ہے اور مادہ اسکی خلقت کا کہان کہان سے جمع کر کے لائے ہین تفصیل اسکی یہہ ہے کہ نطفہ
آدمی کا خلاصہ ہے لہو کا کہ غذا سے حاصل ہوتا ہے اور غذا یا اُگنے والی چیزون سے ہے یا جاندار چیز سے سو اگر اُگنے والی چیز سے ہے تو اُسکی بہت قسمین ہین جیسے اناج اور
ساگ اور ترکاری اور میوے اور مصالح گرم اور سرد اور سوا اُسکے بہت سی چیزین ہین اور جو حیوانی ہے تو اسکی بہی کئی قسمین ہین جیسے گوشت اور دہی اور
دودہ اور گہی اور چربی اور بیضہ اور سوا اسکے اور طب کے علم مین مقرر ہے کہ غذاے صالح کے کہانے کے بعد جب بہتر ساعتین گذرتی ہین تو منی پیدا ہوتی ہے
پس آدمی کو اپنی ہر روز کی غذا مین غور کرنا چاہئے جیسے چاولوں کہ کہانسے آئے ہین کس قطعہ زمین مین کس کہیت مین کس گانون مین پہر وہ گانون کس پرگنے
مین اور وہ پرگنہ کس سرکار مین اور وہ سرکار کس صوبہ مین اور وہ صوبہ کون سی مملکت مین متعلق ہے جہان ان چاولون کو بویا تہا اور بنجارون کو کس ارادے
پر اسباب کا مستعد کیا اس ملک سے اونٹون یا بیلون پر لاد کر اس بازار مین لائین اور مجہہ بیچارے کے ہاتہہ بیچین اور مجہکو انہین سے کہانا نصیب ہوا اور اسی قیاس پر
حال تمام ضروریات کو اپنی غذا کے جانین اور پوچہے کہ میرے ماباپ کو بہی اسیطرح سے غذائین طرح طرح کی دور دور کے ملکون سے جمع کر کے کہلائین تہین تو نطفہ میرا ان کے
بدن مین پیدا ہوا تہا اور مجہکو اس نطفے سے بنایا پہر جو شخص کہ ہر روز کی غذا مین اس قدر اجزاے متفرقہ کو جمع کرتا ہے کہ اگر ان سب کو ایک جاے پر اکٹہا کرین تو آدمی کے
بدن کے اندازے سے ہزارون درجے زیادہ ہو پہر اُسے کیا بعید ہے کہ چالیس برس کے عرصے مین کہ دونون نفخون کے درمیان مین ہے تمام اجزا کو بدن کے کہ بلاشبہہ اس مقدار
سے کمتر ہین متفرق مکانون دور و دراز سے جمع کر کے صورت گوشت اور پوست کی پہنا دے پہر بعد اُسکے غذا کو نطفہ کر کے کہان سے کہان کو پہنچاتے ہین اور راہ مین
اس نطفے کی کون کون سی ہڈیان بڑی بڑی سخت کہ آدمی کے بدن مین پہاڑون کی مانند حائل ہین پہر باوجود اسباب کے اس نطفے کو کس تدبیر سے دماغ
سے کہینچ لے احلیل کو یعنے پیشاب کے مقام کو پہنچاتے ہین پہر اس راہ سے رحم کے اندر کس طور سے پہنچتا ہے چنانچہ فرماتے ہین خلق من ماء دافق
پیدا کیا گیا ہے آدمی اُچہلتے پانی سے اور وہ پانی مرد اور عورت کا نطفہ ہے کہ رحم مین خلط ہو کر یکسان ہو جاتا ہے ہر چند کہ دفق یعنے اُچہلنا مرد کی منی کا خاصہ ہے
لیکن جو بعد مل جانے کے دونون ایک ہو جاتے ہین تو مرد کی منی کی صفت کو بسبب غالب ہونیکے ان دونون مین اطلاق فرمایا اور بعضے طبیب
اسبات کے قائل ہین کہ عورت کی منی بہی رحم مین اُچہلتی ہے لیکن رحم کے گہرے پن کے سبب سے معلوم نہین ہوتی چنانچہ تہر تہرا اُٹہنا عورت کا انزال کے وقت اسبات پہ
گواہ ہے پس اُس غذا کو نطفے ہو جانے سے منیت کے درجہ تک صورت پانی کی بخشنا دلیل صریح ہے کہ بدلنا صورتونکا یعنے ایک صورت کو دوسری صورت پر کر دینا قدرت الٰہی
کے روبرو بہت آسان کام ہے یخرج من بین الصلب والترائب نکلتا ہے وہ اُچہلتا پانی درمیان سے پیٹہہ کے اور سینے کی ہڈیون کے
کیونکہ مادہ منی کا اول دماغ سے نزول کرتا ہے اور ان رگون مین کہ دونون کانون کے پیچہے ہین وہان سے گذر کر نخاع مین آتا ہے اور مقام نخاع کا درمیان مین پیٹہہ
اور سینے کے ہے پہر مرد کے مادہ پیٹہہ کے منکون کی راہ سے گذر کر گردون مین آتا ہے وہانسے خصیون مین وہانسے ذکر کی رگ مین ہو کر رحم مین گرتا ہے اور عورت کے سینے کی طرف سے یعنے سینے کی

ف دونون نفخون کے درمیان مین چالیس برس کا عرصہ ہے

پانی کے گذرنے کا بیان ہے کہ کس کس طور سے اس قسم کی سخت راہ سے کہ دونون طرف ایسی بڑی بڑی ہڈیان ہین اسکو روانہ کرتے ہین اور اسکے سفر کے انتہا کو پہنچا دیتے
ہین نہ یہہ کہ مادہ منی کا پیٹھ ہین یا سینے کی ہڈیون مین پیدا ہوتا ہے والا طب کے قاعدے کے مخالف ہو کیونکہ انکے نزدیک منی تمام اعضا سے ل جاتی ہے اسیواسطے اولاد مین
مشابہت ماباپ کی ہر عضو مین پائی جاتی ہے اور وہ مادہ دماغ مین جمع ہوتا ہے اور وہان سے رگون کے راستے سے جو کانون کے پیچھے ہین اُترتا ہے آور جب آدمی
کو بقا اپنی جان کی حضرت حق کے قبضے مین معلوم ہو چکی اور کیفیت اپنی تمام غذا ے متفرقہ کی اور اپنے ہونیکے مادیکے ابتداے خلقت مین اور بدلنا اوسکا ایک
صورت سے دوسری صورت مین اور گذرنا اسکا ایک جاے سے دوسری جاے کو بہی ظاہر ہو چکا پہر پیدایش اور معاش کو بہی اپنی خوب معلوم کر لیا تو اب
اگر آخرت کو بہی انہی دونون حالتون پر قیاس کرلے گا تو اُسکے نزدیک یقینی ثابت ہو جاویگا کہ اِنَّهٗ عَلٰی رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ تحقیق کہ اللہ
تعالی خالق آدمی کا ہے اس طور سے کہ البتہ وہ پہیر لانے پر اُسکے قادر اور توانا ہے آور حدیث شریف مین وارد ہے کہ جب اللہ تعالی لوگون کے زندہ کرنیکا ارادہ
کریگا تو ایک مینہہ عرش عظیم سے نازل کریگا اُسکا پانی خاصیت مرد کی منی کی رکہتا ہوگا آور قوت جماو کی اسکے اندر ودیعت لینے امانت رکہی ہے کہ مردیکے بدن کے
اجزا کو زندگی کے قبول کرنیکا مستعد کرے اور تعلق ارواح کا اُن کے ساتہہ صحیح ہو جاویگا لیکن اس بار کا پہیر لانا موقوف ہے ایک دقت پر کہ بیان اسوقت کا اس
آیت مین ہے يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ جسدن ظاہر کیے جاوینگے بہید آور تحقیق اس مقام کی یہہ ہے کہ آدمی پر دنیا مین احکام بدن کے غالب ہین اور احکام روح
کے مغلوب اسیواسطے اپنی روح کے اوصاف کو صنعت اور تکلف سے دبا چہپا سکتا ہے یہان تک ہرگز اثر اسکا بدن پر ظاہر نہین ہونے دیتا جیسے کہ لوگ نامردی اور بخل
اور دوسری بری خصلتونکو اپنی صنعت اور تکلف سے پوشیدہ رکہتے ہین اور اثر اضطراب اور گہبراہٹ کا چہرے پر ظاہر نہین ہونے دیتے آور قیامت کے دن حکم روح کا غالب
ہو جاویگا اور جو سیاہی کہ روح کے جوہر مین مخفی تہی چہرے کی سیاہی بنکر ظاہر ہوگی اور جوارح اعضا مین منتشر ہین کامون پر اُن اعضا کے گواہی دینگے اور تمام
اوصاف باطن کے ظاہر ہو جاوینگے آور جو پہیر لانا آدمی کا جزا دینے کے واسطے ہے تو ضرور اسوقت پر موقوف ہونا چاہیے اور پہلے اسسے پہیر لانا حکمت کے خلاف ہے اور سرائر لغت مین
چہپی چیزونکو کہتے ہین اور یہان پر شامل ہے عقائد باطلہ کو اور فاسد نیتونکو اور نیک اور بد عملون کی نشانیون کو گو کہ آدمی کی روح مین سما جاتی ہین اور مانند اچہے
بُرے رنگ کے روح کے چہرے پر نمودار ہوتے ہین آور بعضے مفسرون نے کہا ہے کہ مراد سرائر سے پوشیدہ گناہ اور مکر اور حیلے ہین کہ دنیا مین اُنکے چہپانیکے واسطے کوشش
کرتے تہے آور بعضون نے کہا ہے کہ مراد اُنسے وہ فرائض ہین کہ ادا کرنا اور نکرنا انکا محض آدمی کے ظاہر کرنے پر موقوف ہے دوسرے کو اسپر اطلاع ممکن نہین جیسے نماز روزہ
وضو غسل جنابت کا اور ادا کرنا زکوۃ کا اور دوسرے واجبات سے کہ درمیان مین اللہ تعالی کے اور بندیکے واقع ہین دوسرے آدمیون کو مطالبہ اسکا نہین پہنچتا اور ادا کرنا
اُسکا دوسرون سے تعلق نہین رکہتا مثلا اگر کوئی شخص بے روزے والا ظاہر کرے کہ مین روزہ دار ہون یا جنب ظاہر کرے کہ مین نے غسل کیا یا کوئی بے وضو کہے کہ مجہکو وضو ہے
یا جو شخص کہ زکوۃ نہین دیتا اور کہتا ہے کہ مین زکوۃ دیتا ہون تو فقط اُسیکے اس کہے پر چہوڑ دینا چاہیے اور اُس سے تعرض نکیا جاے آور تحقیق یہہ بات ہے
کہ لفظ سرائر کا ان چیزون سے عام ہے اور سبکو شامل ہے فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ پہر نہوگی آدمی کو اس روز کچہہ قوت کہ اپنے کامونکو ظاہر نکرے اور بہید دن
کو چہپا رکہے جیسے کہ دنیا مین قوت روکنے چہپانے کی رکہتا تہا کہ خوف اور گہبراہٹ کے وقت اپنے کو تہامتا تہا اور باوجود مار دہاڑ کے اپنی چوری بدکاری کا
اقرار نکرتا تہا وَّلَا نَاصِرٍ اور نہوگا کوئی مددگار کہ باوجود ظاہر ہونے قصور کے اُسکی سزا موقوف کردے جیسے دنیا مین یار دوست باوجود ثابت ہونے تقصیرون
کے ہڑپ جاتے ہین اور سزا نہین دیکہے دیتے آور جو دنیا مین طریقہ نجات کا سزا سے وقت ثابت ہونے گناہون اور تقصیرون کے انہی دو طریقون مین منحصر ہے اس طور سے
کہ کمال قوت سے اسکو چہپا ہوا اور پوشیدہ رکہے اور کسیطرح ثابت نہونے دے یا باوجود اظہار کے مدد سے رفیقون اور مددگارونکی بدی سے اسکی محفوظ رہے ان
دونون طریقونکو اس دن بالکل نیست و نابود کر دینگے تاکہ سزا دینے مین جو قابل سزا کے ہے قصور واقع نہو نہین تو وہ دن بہی دنیا کے دنکی طرح سے درہم برہم
ہو جاوے اور روز فصل نرہے آور جب کہ ان آیتون مین دو مضمون مذکور ہوئے اول تو یہہ کہ دوسری بار پیدا کرنا آدمیکا روح اور جسد کے ساتہہ مقدور اللہ تعالی
کا ہے دوسرے یہہ کہ قیامت کا دن سرائر اور پوشیدگی کے ظہور کا دن ہے کہ چہپے بہید نفس کے اس روز ظہور کرینگے اور حیلے اور تدبیر سے

پہر لانا انکا ممکن ہوگا اب ثابت کرنیکو اِن دونون مضمونون کے دو دلیلین دوسری قسم کی صورت سے مذکور فرمائی ہین **وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ**
اور قسم کہاتا ہون مین آسمان چکر مارنیوالے کی کہ ہمیشہ حرکت دَوریہ مین اپنی وضع متروک کو پہر عود کرتا ہی اور ہر دورے مین رات و دن کے ہر جزو کا اُسکا اپنی وضع متروک کو رجوع کرتا ہے
بعضے ستارے سال مین بعضے مہینے مین بعضے اُس سے زیادہ مین اپنی وضع متروک کو رجوع کرتے ہین پس رجوع ہونا انسان کی روح کا اپنی حالت متروک کی طرف اور
اپنے بدن قدیم کی تدبیر کے واسطے کیا بعید ہے کیونکہ اسی طور سے ہر رات و دن مین حرکت دَوریہ فلک کی نظر آتی ہے **وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ**
اور قسم ہے زمین دراڑ کہانے والی کی کہ اُسکے پہٹنے سے طرح طرح کی نباتات اُسکے اندر سے ظہور کرتی ہین اور چشمے جاری ہوتے ہین اور زر و جواہر معدنون سے نکلتے
ہین پس قیامت کے دن ظاہر ہونا اسرار مودعہ کا یعنے امانت کا جو نفس انسانی مین ہے کچہہ بعید نرہا کیونکہ زمین کو جو خزان کے دنون مین دیکہئے تو سارے
نباتات اُسمین پوشیدہ اور مخفی ہوتے ہین پہر جب موسم بہار کا پہنچتا ہے اور مینہہ کا پانی اِس زمین کے اجزا مین ملتا ہے اور اسکو نرم کر دیتا ہے پہر تمام
چہپی چیزین اسکی ظاہر اور نمود ہوتی ہین پس یہی حالت نفس کی ہوگی جب اُسپر روح کا فیضان ہوگا عالم آخرت مین اور بعضے مفسرون نے رجع کو مینہہ
پر قیاس کیا ہے اور کہتے ہین کہ بخارات زمین اور دریا کے اوپر چڑہتے ہین جب طبقۂ زمہریر کے متصل پہنچتے ہین تو پانی ہو کر برستے ہین پس اِس تفسیر سے
بہی بخارات کے مادّے کا اپنے مکان اصلی کیطرف رجوع ثابت ہوا اور یہ دلیل انسان کے رجوع ہونے کی ہے عالم روحانی کیطرف کہ مقر یعنے ٹہکانا اصلی اسکا تہا اور
اسباب سے پہلا مضمون ثابت ہوتا ہی **اِنَّهٗ** تحقیق یہ بات کہ حق تعالی پہر لانے پر انسان کے قادر ہے اور پہر لانا اسکا موقوف ہے اسرار ظاہر ہونے کے وقت پر کہ وہ
قیامت کا دن ہے **لَقَوْلٌ فَصْلٌ** البتہ یہ بات کہلی دو ٹوک ہے کچہہ شبہہ اسمین نہین **وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ** اور نہین ہے یہ بات ٹہٹہی
کی کہ دلیل قوی نرکہتی ہو اور بطور خیال کے دلمین گذرے ہو یا شعرا کے مبالغون کی طرح کچہہ اصل نرکہتی ہو جیسے کفار کہتے ہین کہ وعدہ وعید پیغمبرون کے بعث
اور جزا کے دن سے ایسے ہین جیسے لڑکون کو فرضی ناموسی ڈراتے ہین کہ شوخی نکرین اسیطرح سے پیغمبر بہی اپنی ڈراتے ہین کہ دستور عالم کا فاسد نہو جائے اور رسمین
اور اعمال قبیح رایج نہون پس از راہ عقلمندی کے وعدہ اور وعید اور ترغیب و ترہیب کرتے ہین اور حقیقت مین ایسے چیزین کچہہ بہی نہین ہین اور انکا محال ہونا ثابت
کرنیکو کافر حجتین اور شبہے بیان کرتے ہین چنانچہ حق تعالی نے فرمایا ہے **اِنَّهُمْ** تحقیق یے کافر قرآن کو کلام فصل نہین جانتے بلکہ ہزل سمجہتے ہین **يَكِيْدُوْنَ**
كَيْدًا کرتے ہین ایک داؤ یعنے قرآن کے مضمون کے دفع کرنیکو شبہے پیدا کرتے ہین اور کہتے ہین کہ یہ باتین عقل کے خلاف ہین تا عام لوگون کے نزدیک ہزل ہونا
اسکا ثابت ہو جاوے **وَاَكِيْدُ كَيْدًا** اور مین بہی اُنکے مقابلے مین داؤ کرتا ہون بطور مکر کے تاکہ کلام فصل ہونا اسکا مدلل اور واضح ہونا اسکا عام و خاص کے نزدیک
ظاہر ہو جاوے کیونکہ جسوقت کہ کافر واقع ہونے مین جزا اور حشر اور نشر کے شک و شبہے لاتے تہے تو جواب اسکا ساتہہ تفصیل اور دلیلون کے جزا اور حشر و نشر کے مقدمے مین
صاف صاف نازل ہوتا تہا یہانتک کہ مجمل باتین مفصل ہو گئین اور کسیطرح کا شک و شبہہ اسمین نرہا تو شبہے اُنکے سبب ہوئے زیادتی ثبوت مطلب اور وضوح مقصد کے اور وے
اسبات سے بیخبر اور غافل رہے اور یہی حقیقت ہے کید کی کہ بیخبر حریف کو ملزم کر دے اور اُسکے مطلب کا نقیض یعنے اُلٹا ثابت ہو جاوے اور ہر چند کہ حق تعالی قادر ہی کہ اثبات
مطلب کا عین ہوشیاری اور خبرداری کی حالت مین کر دے لیکن بیخبری کی حالت کے الزام دینے مین کمال خجالت اور ذلت اُنکی منظور ہوئی کیونکہ وے لوگ بہی ذلت
اور خجالت دینے مین اُسکے رسولون کے ارادہ کرتے تہے اور جب معلوم ہوا کہ ہونا کافرونکا اِسوقت مین کہ وقت نزول وحی کا اور اوایل اسلام کا تہا اور طرح طرح
کے شبہے لانا انکا اسلام کے عقیدون مین گویا دلایل اسلام کی ترقی کا موجب تہا اور جبتک کہ وہ زندہ ہین اور شبہے لاتے ہین تو گویا اسلام کی دلیلون کی ترقی مین کوشش
کرتے ہین اِس سبب سے کہ حقیقت کار سے بیخبر ہین پس یہ عین منفعت اور اسرار حکمت ہی تو ہلاکت کی دعا کرنا اُنکے واسطے اس وقت مناسب نہ تہا اگرچہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم تنگ دلی کے سبب سے چاہتے تہے کہ جلد ہلاک ہون اسیواسطے ارشاد ہوا **فَمَهِّلِ الْكَافِرِيْنَ** پس
مُہلت دے کافرون کو اور جلدی اُن کی بد دعا مین نہ کر کہ اُن کے شبہے کرنے کے سبب سے نزول وحی کا اور جواب شبہون کا پے در پے پہنچتا ہے
اور حقایق شریعت اور دین کے اور احوال حشر اور نشر کے کماحقہ تحقیق اور واضح ہوئے جاتے ہین اور بعد اُسکے ظہور دین کا خوب متحقق
ہو جاوے اور الزام اور حجت اور دفع شبہہ کا اپنی نہایت کو پہنچے تو اُس وقت تجہکو جہاد اور قتال پر مامور کرینگے اور تیرے ہاتہون سے

انکو ہلاک کرینگے اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا فرصت دی انکو تھوڑی دنوں کہ وے دن ابتدائے بعثت سے قریب چودہ برس کے تھے اور اس عرصے مین جو شبہ کہ انکی خاطر مین گذرتا تہا کرتے تہے اور جواب اسکا پاتے تہے بعد اسکے کوئی شبہ انکے دل مین نرہا تو عناد اور شرارت انکی ظاہر ہوگئی اور قابل سیاست اور تنبیہ کے ہوے اور اتنی مدت کی مہلت دینے مین نکتہ یہ ہے کہ یہ مقدار آدمی کے سن بلوغ کا ہے کہ جب اس عمر کو پہنچتا ہی تو عقل اور بدن اسکا کامل ہوجاتا ہے اور قابل سیاست اور جزا کے ہوتا ہے پس ابتداے بعثت مین گویا عرب کے کافر حکم لڑکے کا رکہتے تہے کہ آہستہ آہستہ تعلیم اور سمجہانا شریعت کے حکمون کا اور تامل کرنا اسکے دلائل مین اور جاننا بہلائی برائی دین کے قاعدون کی انکو منظور تہی اور دکہانا معجزون اور آیات بینات کا اس مقدمے مین کفایت کرتا تہا جب کہ اس مدت تک بہی بعضی انمین سے صلاح پذیر نہوئے تو باوجود پرورش کامل کے محتاج تادیب اور تعزیر کے ہوے تو پس حکم جہاد اور قتال کا نازل ہوا +

جہاد و قتال کا حکم نازل ہونے کی وجہ

سورۃ الاعلیٰ

تمہید

سورۂ اعلیٰ مکی ہے اور اسمین انیس ۱۹ آیتین اور بہتر ۷۲ کلمے اور دو سو اکہتر ۲۷۱ حرف ہین اور وجہ اسکے ربط کی سورۂ طارق سے یہ ہے کہ اس سورے مین بیان فرمایا ہے کہ نفس انسانی کے واسطے نگہبان مقرر ہین اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اس سورے مین یہ مذکور ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے نفس کا اللہ تعالیٰ خود حافظ و نگہبان ہے اس بات سے کہ علوم غیبی کی وحی کو فراموش کرین اور اس سورے مین انسان کی کیفیت کی ابتدا کا بیان ہے کہ نطفہ اسکا کہان سے آتا ہے اور کہان کو جاتا ہے اور اس سورے مین اسکی خلقت کی انتہا کا بیان ہے کہ بعد تربیت کے کیا صورت پکڑتی ہے اور اس سورے مین قرآن مجید کے اوصاف مذکور ہین کہ اپنی ذات سے وہ کلام اعجاز نظام کیا کچہہ مرتبہ رکہتا ہے اور اس سورے مین بہی اوصاف قرآن مجید کے بیان ہین بہ نسبت آدمیون کے کہ عمل کرنا اسپر موجب نجات کا ہے اور پہرانا اس سے ہلاکت کا سبب ہے اور ان مضمونون کو جو کچہہ کہ آپسمین ربط ہے سو پوشیدہ نہین ہے اور اس سورے کا نام سورۂ اعلیٰ اسواسطے رکہا ہے کہ اول مین اسکے یہ نام اسمار الٰہی مین سے مذکور ہے اور حقیقت اس نام کی دلالت کرتی ہے اس بات پر اللہ تعالیٰ مرجع ہے ہر کمال کا ابتدا مین بہی اس کمال کے اور انتہا مین بہی اس کمال کے کیونکہ عالی ہونا مرتبے کا منحصر ہے دو قسم مین ایک قسم علو بدایت کا ہے یعنے کمال وہانسے شروع ہوتا ہے اور دوسرا قسم علو نہایت کا کہ کمال وہان انتہا کو پہنچتا ہے اور جو کہ دونون قسمونکو جامع ہے وہ اعلیٰ ہے اور جو حق تعالیٰ کو اس نام سے مذکور فرمایا تو معلوم ہوا کہ اسکے بخشے ہوے کمالات کو ہرگز نقصان نہین آتا ہے والا علو مرتبے مین اسکے ابتدا مین یا انتہا مین قصور لازم آوے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فوراً ذکر سے اس نام کے تسلی خاطر کے حاصل ہوا اور جو دغدغہ کہ خاطر مبارک مین آتا تہا بالکل زائل ہوجاوے اور اس سورے کے نازل ہونے کا سبب اس طور سے بیان کیا ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بڑی بڑی سورتین نازل ہونا شروع ہوئین اور بے حد و بے حساب غیب کیطرف سے جبرئیل علیہ السلام کے واسطے سے علوم نازل ہونا شروع ہوے تو خاطر مبارک مین آپ کے یہ دغدغہ خلجان کرتا تہا کہ مین تو اُمّی محض ہون یاد رکہنا ان الفاظون اور معنون کا بغیر لکہنے اور کتابت کرنے کے مجہ سے کیا ہوسکیگا مبادا بہت سی چیزین اس مین سے بہول جاؤن اور رسالت کے مقدمے مین نقصان واقع ہوجاوے پس حق تعالیٰ نے انکی خاطر مبارک تسلی کے واسطے یہ سورت نازل فرمائی اور اس سورے مین خوشخبری دی کہ جناب خداوندی خود تیری استادی فرماوے گی اور تجہکو سبق بہولنے کا خطرہ ہرگز نجانا چاہیے کرنا اور اسی واسطے حدیث شریف مین وارد ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس سورے کو بہت دوست رکہتے تہے اور وتر کی پہلی رکعت مین اور جمعہ کی پہلی رکعت مین اس سورے کو اکثر پڑہتے تہے اور سلف کے لوگ بہی اکثر تہجد کی نماز مین اس سورے کو پڑہتے تہے اور اسکے برکت سے بیدار رہتے تہے اور عقبہ بن عامر رضے اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ نازل ہوئی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس تسبیح کو اپنے رکوع مین مقرر کرو یعنے رکوع مین سبحان ربی العظیم کہو اور جب آیت سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى نازل ہوئی تو فرمایا کہ اس تسبیح کو اپنے سجدے مین بجالاؤ یعنے سجدے مین سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى کہا کرو اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بہی منقول ہے کہ جو شخص سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى پڑہے تو چاہیے کہ اسکے ساتہ ہی سبحان ربی الاعلیٰ کہے تا کہ فرمان برداری امر الٰہی کی ادا ہوجاوے

ع

س
ع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى پاک سمجھ نام کو اپنے پروردگار کے کہ سب اونچون سے اونچا ہے اس جگہ پر جان لیا چاہیے کہ پاک جاننا نام کا
اکثر مفسرین کے نزدیک کنایہ ہے پاک جاننے سے ذات کے کیونکہ عرب کا قاعدہ ہے کہ تعظیم اور ادب کے مقام پر ذات کو نام کے ساتھ تعبیر کرتے ہین چنانچہ عرف
مین مشہور ہی کہ بادشاہون امیرون کے حضور مین عرض کرتے ہین کہ حضور کے نام سے یہ کام ہوا اور فلانا قلعہ فتح ہوا پس اگر سبح ربک فرماتے تو یہ رعایت تعظیم
اور ادب کی حاصل نہوتی دوسرے یہ کہ ذات پاک حق تعالی کی سوائے حق تعالی کے کوئی نہین جانتا پس پاک جاننا اسکی ذات کا یہی ہے کہ ناقص اور بیہودے
نامون کو اُسکے ذات پاک کی طرف نسبت نکرے اور حق تعالی کی ذات پاک کو جاننے کے معنے جسقدر کہ شریعت مین وارد ہوئے ہین اجمال کے طور سے سمجھ لیجیے کہ حق تعالے
کی ذات ہماری عقل اور وہم اور ادراک سے برتر ہے اور کوئی نالایق صفت اور نقصان اور عیب اُسکے جاہ و جلال کے سراپردونکے گرد نہین پہنچتے اور تفصیل سے بھی
سمجھ لیا چاہیے کہ وہ ذات پاک نہ جوہر ہے نہ جسم نہ عرض اور کل اور بعض کو اُسمین گنجائش نہین اور صورت اور جہت اور حد اور نہایت اور مکان اور مجلس کی قید
ہرگز اُسکو لاحق نہین ہوتی ہین اور نہ کوئی چیز اُس سے مشابہت رکھتی ہے اور نہ وہ کسی چیز سے مشابہت رکھتا ہے پس مثل اور شریک سے اور جورو بچون سے اور کہانے اور
پینے سے اور جو چیزین کہ حدوث انکو لازم ہی یا موجب زوال اور فنا کی ہین وہ ذات پاک اُن سب چیزون سے پاک اور مبرا ہی اور ایک گروہ نے مفسرون کے کہا ہے کہ جیسے اللہ تعالے
کی ذات کو پاک جاننا فرض ہے اسی طرح سے اُسکے پاک نامونکی بھی تعظیم اور عزت واجب ہے پس اس آیت مین کسواسطے اُسکے نامون کا پاک رکھنا مراد ہوا اور اللہ تعالے
کے نامونکو پاک رکھنے کے معنے یہ ہین کہ اُسکے نام کو ایسی چیز پر جو نقصان اور عیب پر دلالت کرتی ہو نہ لین اور اُسکے نام کو اُسکے غیر پر جاری نکرین اور
ذکر اُس جناب پاک کے نامونکا تعظیم اور طہارت اور حضور قلب اور کمال توجہ سے بجا لاوین تاکہ تصفیہ قلب کا حاصل ہو اور جو پہلی بات ہی اور ظاہر یہ بات ہے کہ اعلی
رب کی صفت ہے کیونکہ آگے کی صفتین جیسے اَلَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی اور سوا اسکے سب رب کی صفتین ہین نہ اسم کی اور بعضے صوفیہ کرام نے فرمایا ہے کہ اعلی صفت اسم کی
اور وہ اشارہ ہے ایک مسئلہ کیطرف تصوف کے مسئلون سے کیونکہ اہل تصوف کے نزدیک مخلوقات الہی سے ہر مخلوق کا ایک رب ہے اسمائے الہیہ سے کہ اُس مخلوق کے تعین کا مبدا اور
اسکے کمال کی نہایت کا مرجع اور اُسکے سفر کا منتہی ہے اور روح محمد علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کہ سب مخلوقات سے اکمل ہے رب اُسکا اسم اعلی ہے اور وہ عبارت ہے
اس ذات سے جو جامع ہے سب کمال کی صفتونکی اور معنے اس اسم کی تسبیح کے یہ ہین کہ ماسوی حق سے تجرد کر اور نظر کرنے سے غیر کیطرف اپنے کو بچا تاکہ تیری ذات پر
کمالات حقانیہ سب اُسکے بخشش فرماوین کہ استعداد تام قبول کرنیکو کمالات الہی کے سوائے ذات محمدی کے کسی مخلوق کو حاصل نہین ہے اور تسبیح ہر چیز کی کہ اُس چیز کے ساتھ
خاص ہے وہ تسبیح ایک اسم کی ہے اسمائے الہی سے کہ وہ اسم مربی اس چیز کا ہے اور مرجع اس چیز کے کمال کا حاصل کلام کا یہ ہے کہ لانا اس اسم کا اس مقام
اس فائدے کے واسطے ہے کہ جو کمال کہ تجھ مین ظاہر ہوا ہے اسمین اسکا خوف نکر کہ کبھی اسمین نقصان اور خلل پیدا ہو یگا کیونکہ تیرا پروردگار وہی ہے اعلی کہ مبدا اور مرجع ہر کمال کا ہے
اور ہر چیز کو اسکے لایق کمال کے درجے کو پہنچا دیتا ہے اور اُسکی کام تکمیل اور ترتیب مین ناتمام نہین رہتے چنانچہ گواہی دینے کو اس مطلب کے اور ثابت کرنے کو اس
بات کے کہ اللہ تعالی مبدا اور مرجع ہر کمال کا ہے تین صفتین دوسری یاد فرماتے ہین کہ اَلَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی یعنے پروردگار تیرا وہ ذات
ہے کہ پیدا کیا ہر چیز کو پھر پورا کیا اور معتدل بنایا حاصل یہ ہے کہ پیدایش کو ہر چیز کے باعتبار خواص اور منفعتون اور اُن فائدون کے کہ جو اس چیز سے منظور ہین
کمال کے درجے کو پہنچایا ہے اور ایک خاص مزاج کہ ان کمالون کو قبول کرے اور وہی منفعتین اور فائدے اُس سے ظاہر ہون اُسکو بخشا ہے چنانچہ جو شخص
حیوانات کی قسمون کو انسان اور ہاتھی سے لیکر مچھر اور پسو تک غور کرے اور اسی طرح سے نباتات اور معادن کو دھیان کرے تو یقین جان لے کہ ہر چیز
اس چیز کے فائدے اور منفعتین حاصل ہونے کا اسباب عنایت فرمایا ہے وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی اور تیرا پروردگار وہ ذات پاک
ہے کہ اندازہ فرمایا ہے ہر شخص کے واسطے ایک کمال کو پھر راہ بتائی ہے اُسکو اپنے کمالات حاصل کرنیکی یہانتک کہ بچے کو ماکے پیٹ مین پیٹ سے

باہر نکلنے کی راہ الہام فرماتا ہے اور پیٹ کے نکلنے کے ساتھ ہی دودھ پینا اور رونے سے اپنا حال ظاہر کرنا اسکو الہام ہوتا ہے اور ہر نر کو مادہ پر جست کرنا اور پانیمین تیرنا اور
کوئے باولی کا پہچاننا اور دوسرے معاش کے کامون کی مصلحتین غیب سے تلقین ہوتی ہین اور شہد کی مکہی کو مہندسی کے فن مین کامل کیا ہے کہ عجیب طرح کا گہر
بناتی ہے پہر اسمین سے شہد نکالتی ہے اور کہتے ہین کہ سانپ جاڑون مین ہوا کی سردی سے اندہا ہوجاتا ہے پہر جب بہار کے دن آتے ہین تو سونف
کے درخت کی طرف جاتا ہے اور اپنی آنکہون کو اسکے پتون پر ملتا ہے یہانتک کہ اسکی آنکہین روشن ہوجاتی ہین اور جو کچھ کہ امورات جانورون اور حشرات
کو معاش کے اسباب حاصل کرنے مین اور توالد اور تناسل اور دوسرے امورات ضروری کے واسطے الہام ہوتے ہین سو یہ سب احوال کتاب عجائب المخلوقات
مین خوب تفصیل سے لکہے ہین اور حکما نے کہا ہے کہ ہر مزاج مستعد ایک قوت خاص کا ہے اور ہر قوت قابل ایک کام معین کے ہے اور تقدیر اسی سے
عبارت ہے کہ اجزا کو جسم کے اس طور سے بناوین کہ ایک قوت کے قبول کرنے پر مستعد ہووے اور ہدایت عبارت ہے اس قوت کے فیض دینے سے
تاکہ مصدر اس کام معین کا ہوجاوے اور ان دونون تصرفون سے صلاحیت عالم کی منتظم ہے **وَالَّذِي أَخْرَجَ الْمَرْعَىٰ** اور
پروردگار تیرا وہ ذات ہے کہ اپنی قدرت سے ایسی چیز نکالی ہے کہ اسکو جانور چرتے ہین جیسے گہاس کہ بہایم اور وحوش اسکو کہاتے ہین اور طرح طرح کے
پہول اور ریحان کہ شہد کی مکہی اور شکرخورہ اور دوسرے پرندے اسکو غذا کرتے ہین اور طرح طرح کی کہیتیان اور میوے اور پہل کہ آدمی اور بعضے جانور
اسکے کہانے سے فائدہ مند ہوتے ہین **فَجَعَلَهُ غُثَاءً أَحْوَىٰ** پہر کر ڈالا اسکو کہیتی کو خشک سیاہ کہ جاڑے کی خشکی اور سردی
کے سبب سے رطوبت اور طراوت اسکی جاتی رہتی ہے اور خشک اور سیاہ ہوکر ذخیرہ کرنے کے کام مین آتی ہے کہ ناپائی کے وقت مین کام آوے اور ان
پر سمجہ لیا چاہئے کہ اسبات کے ثابت کرنے کو کہ پروردگار عالم سب اونچون سے اونچا ہے اور مرجع ہر کمال کی ابتدا اور انتہا کا ہے ان تینون صفتون کو
اختیار فرمایا ہے اور نکتہ اسکا یہ ہے کہ تمام عالم مین کمال تین قسم سے باہر نہین ہین کیونکہ ہر شئے کا کمال یا اپنی ذات مین ہے یا غیر کے نفع کے واسطے اور کمال
ذاتی یا باعتبار جسم اور ظاہر کے ہے یا باعتبار روح اور باطن کے پس کمال ذاتی کے ثابت کرنے کو کہ تعلق جسم و ظاہر سے رکہتا ہے **الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّىٰ** لایا
گیا اسواسطے کہ پیدا کرنے مین ہر چیز کے رعایت جسم کے اعتدال کی اور مناسبت اعضا کی اور برابر کرنا ہاتہ کا ہاتہ سے اور کان کان سے اور آنکہہ کا آنکہہ سے
اور پانون کا پانون سے کمال زیب و زینت کے ساتہہ ظاہر اور موجود ہے اور ثابت کرنیکو کمال ذاتی کے کہ روح سے تعلق رکہتا ہے **وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَىٰ** لایا
گیا کیونکہ ارواحون کے استعداد کے اندازے کو مختلف کرنا پہر موافق استعداد کے راہ دکہانا تاکہ اس کمال کو کہ اسکی استعداد کے لائق ہے حاصل کرے یہ بہی
آنکہون کے روبرو نظر آتا ہے اور ثابت کرنیکو اس کمال کے کہ غیر کے نفع سے تعلق رکہتا ہے **وَالَّذِي أَخْرَجَ الْمَرْعَىٰ فَجَعَلَهُ غُثَاءً أَحْوَىٰ** لایا گیا کیونکہ
پیدا کرنا جانورون کی گہاس کا اور آدمیون کی غذا کا اور طرح طرح کی خوشبویون کا اور لباسون اور دواؤن اور زہرون کا اور ایک وقت معین تک
انکو رطوبتون اور طراوتون سے بڑہانا اور بعد اسکے خشکی اور سردی کے مسلط کرنے سے زیادتی رطوبتون کو انسے دور کرڈالنا تاکہ مدتون رہنے سے سڑنے نہ پاوین
اور ذخیرہ ہوسکین ایک دلیل قوی ہے ابتدا اور انتہا پر اس کمال کے اور جو معلوم ہوا کہ حق تعالی رب الاعلی ہے کہ مرجع ہر کمال کا ہے ابتدا مین بہی اور انتہا مین بہی
اور تجہکو اسکے نام کی تسبیح سے بڑی مناسبت اس جناب سے حاصل ہوئی ہے اب اپنے کمال کے نقصان سے اندیشہ نہ کر کیونکہ **سَنُقْرِئُكَ** ہم آپ
تجہکو پڑہاوینگے قرآن اور بے انتہا علم تجہکو تعلیم کرینگے کہ اسی قرآن سے نکلتے ہین اور تصفیہ اپنے قلب کا اس تسبیح سے کر تا زنگ آلودہ نہو جاوے **فَلَا**
تَنسَىٰ پہر ہرگز نہ بہولیگا تو اسواسطے کہ تیری استعداد تصفیہ قلب کے سبب سے کمال کو پہنچ گئی اور کوئی زنگ غیب کے فیض کو حجاب نہو سکیگا **إِلَّا مَا**
شَاءَ اللَّهُ یعنے کسی چیز کو علوم غیب سے جو تیری استعداد کے لائق ہے اور میثاق کے دن جو استعدادون کے تقسیم کا وقت تہا تیرے حصہ مین
پہنچی ہے ہرگز نہ بہولیگا مگر وہ جو اللہ تعالی نے چاہا ہے اور حکمت اسکی نے تقاضا فرمایا ہے کہ تیرے دل سے اس جہان مین بہول جاوے
تاکہ قیامت کے دن مقام محمود کے حاصل ہونے کے واسطے ذخیرہ ہووے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ مقام محمود مین
اس طرح کی حمد و ثنا اللہ تعالے تعلیم فرماویگا کہ اس وقت مجہکو یاد نہین ہے اور بے شبہ وہ محامد استعداد مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے

داخل تھے اور عالم روحانی مین التفات اجمالی ان عددون پر رکہتے تھے گویا کہ اس دنیا مین ایک حکمت کے واسطے انکو بہلا دیا تہا اور بعضی قرآن کی آیتین سینۂ مبارک سے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محو ہو گئین تہین اور بہول گئین تہین وہ بہی ماشاء اللہ مین داخل ہین کیونکہ بہلانا بہی ایک طرح کا منسوخ کرنا ہے چنانچہ سورۂ بقر مین فرمایا ہے
ما ننسخ من آیۃ او ننسہا نأت بخیر منہا او مثلہا لیکن اتنا سمجھ لینا چاہیئے کہ بہلا دینا اسوقت علامت منسوخ ہونیکی ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے سینۂ مبارک سے اور ساری امت کے قاریون کے دل سے محو ہو جاوے والا حدیث صحیح مین وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایکبار نماز کی
قرأت مین ایک آیت چہوڑ گئے پہر بعد نماز کے ابی بن کعب سے پوچہا کہ مین اس سورت مین کوئی آیت چہوڑ گیا ابی رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ ہان فلانی آیت
رہ گئی فرمایا کہ مجہکو بتائی کیون نہین ابی رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ مین سمجہا کہ یہہ آیت منسوخ ہو گئی فرمایا کہ نہین مین ہی بہول گیا تہا اور اگر منسوخ
ہوتی تو تمکو خبر کر دیتا **انہ یعلم الجہر وما یخفی** تحقیق وہ اللہ تعالی جانتا ہے ان کمالونکو جو تجہہ مین ظاہر ہین اور جلوہ گر اور سرادق
اعلی اسکو دیکہتا ہے اور جانتا ہے انکو جو کہ ہنوز تیری استعداد کی تہہ مین پوشیدہ ہین اور اپنے وقت پر مصلحت کے موافق پوشیدگی سے فعل کیطرف ظہور
کرینگے اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے استادی سے تسلی بخشی تاکہ حفظ قرآن سے انکا دل فارغ ہو اور جان لین کہ یہہ پودہ بیشک اور شجرہ پہلنے
والا ہے اور یہہ بات اصلاح کی نہین جیسے دوسرے انسانون کے استاد کسی شخص کی تعلیم کے درپے ہوتے ہین اور وہ شخص بعضے عارضون کے سبب سے ناقص
رہجاتا ہے تو اب دوسرے علمون کی حفاظت سے بہی انکی خاطر جمع فرماتے ہین **ونیسرک للیسری** اور آسان کردینگے ہم تجہہ پر آسانی کی راہ
چلنا کہ اللہ کیطرف کے راستون مین سے بہت نزدیک کا راستا ہے معرفت مین بہی اور عبادت مین بہی اور ملک و ملت کی سیاست مین بہی الغرض جو علم کہ ان تینون
چیزون سے متعلق ہین فوارہ کی مانند تیرے دل سے جوش مارینگے اور ان علمون کے حاصل کرنیمین کچہہ محنت اور مشقت بہی نہ کہینچیگا اور کسی کتاب اور دستور العمل اور مرشد اور استاد کا
بہی محتاج نہوگا پہر جب حقیقت مین بات یون ہے تو تجہکو یاد کرنیمین قرآن اور دوسرے علمون کے مبالغہ اور کوشش ضرور نہین ہے بلکہ تجہکو چاہیئے کہ دوسرونکو انکے
بہولے ہوئے علم یاد دلاوے اور کامل ہونیسے کامل کرنیکی طرف رجوع کرے کہ ہمنے تجہکو محض امت کی تکمیل کی محنت اور رنج کے واسطے بہیجا اور تیری تکمیل ہمارے
ذمے ہے چنانچہ فرماتے ہین **فذکر ان نفعت الذکری** پہر یاد دلا اگر نفع کرے یاد دلانا اور نصیحت کرنا تاکہ تیرا کمال متعدی ہو جاوے
اور ہزارون آدمی تیرے رنگ مین رنگ جاوین یہان پر ایک سوال ہے جو اب طلب اکثر مفسر اسے رنج و تاب مین ہین وہ یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
منصب تذکیر اور وعظ اور پند دینا ہے خواہ کوئی قبول کرے یا نکرے پہر اس شرط کو کسواسطے بڑہایا ہے یہان تک کہ بعضے مفسرون نے کہا ہے کہ مراد الہی یہہ ہے
فذکر ان نفعت الذکری وان لم تنفع پس ایک قرینے کو محذوف رکہا ہے چنانچہ رب المشارق اور سرابیل تقیکم الحر مین بیان ہے اور دوسرے جواب
بہی اسی قیاس سے ذکر کئے ہین اور تحقیق مقام کی یہہ ہے کہ تذکیر اور موعظت اور پند دینا یہہ سب مشروط ہین قبولیت کے ظن کے ساتہہ اور منصب آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کا تذکیر اور وعظ ہر شخص کا نہین ہے یہان حکم الہی کا پہنچانا اور ڈرانا اللہ تعالی کے عذاب سے تاکہ الزام حجت کا ہو اور عذر جہل و نادانی کا نہ رہے تا
بہ نسبت ہر شخص کے ضرور ہے لیکن اسکو تذکیر اور موعظہ نہین کہتے ہین اور سورۂ غاشیہ مین قول صریح بہی ہے کہ الا من تولی وکفر استثنا ہے فذکر سے تو آخر
صراحۃً بہی شرط بوجہی جاتی ہے اور یہہ بات بہی ہو سکتی ہے کہ یہہ شرط امر کی تاکید کے لیئے ہے تذکیر کے واسطے یعنے اگر کسیکو تذکیر نفع کرے تو تجہکو تذکیر کرنا
چاہیئے اور یقین ہے کہ تذکیر البتہ عالم مین کسیکو نفع کریگی گو ہر کسیکو نفع نکرے پس گویا معلق ہونا ایک شے کا ایسی چیز پر ہوا جسکا واقع ہونا ضروری ہے
کہ یہہ امر موجب تاکید کا ہے چنانچہ حدیث صحیح مین ہے کہ قد کان فیما قبلکم من الامم محدثون فان یک فی امتی احد
فانہ عمر اور یہان پر دو سوال دوسرے بہی تفسیر عزیزی مین بیان کرتے ہین سو دو سوال مع جواب لکہے جاتے ہین اول تو یہہ ہے کہ معلق کرنا
کسی شرط پر اس شخص کے واسطے جائز ہے جسکو کام کے انجام کی خبر نہو اور اللہ تعالی تو علام الغیوب ہے اسکے کلام مین تعلیق کے کیا معنی
ہونگے اسکا جواب یہہ ہے کہ انبیا کی دعوت اور مبعوث ہونا سب ظاہر کی چیزون کے واسطے ہے پوشیدہ چیزون کے واسطے نہین ہے سوا اسکے
حضرت موسی علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام پر انکی حرکتون مین کہ ظاہر مین بری تہین اور باطن مین اچہی گرفت فرمائی اور حضرت موسی

علیہ السلام کو بھی فرعون سے ہمکلام ہونے مین ارشاد ہوا کہ فَقُوْلَا لَہٗ قَوْلًا لَّیِّنًا لَّعَلَّہٗ یَتَذَکَّرُ اَوْ یَخْشٰی یعنے فرعون سے کلام نرم کرو شاید
وہ نصیحت قبول کرے یا خدا سے ڈرے حالانکہ علم الٰہی مین مقرر تہا کہ وہ نصیحت قبول نکریگا اور حق تعالیٰ سے نڈریگا دوسرے یہ کہ وعظ کا نام
تذکیر کسواسطے رکہا حالانکہ عرب کے لغت مین تذکیر کے معنے یاد دلانے کے ہین اور یاد دلانا اُس چیز مین ہوتا ہی کہ اول سے معلوم ہو لیکن فی الحال بہول
گئی ہو جواب اُسکا یہ ہی کہ دین کی خوبی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت اور توحید اُس ذات پاک کی عقلون مین بنی آدم کی موافق اصل جبلت کے گڑہی
ہوئی ہی چنانچہ فرمایا ہی فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا پس گویا ہر شخص کی ذات مین دین کے کامون کا علم حاصل تہا لیکن بسبب پیدا ہونے
سوانع کے بہول گیا تہا اب وعظ اور نصیحت پیغمبرونکی اُس بہولے ہوئے علم کو یاد دلانیکے واسطے ہی اسیواسطے بعضے عقلا نے کہا ہے کہ ارواح
بنی آدم کی اُن چیزونکو کہ جاننا اُنکا ضرور ہے بدن کے تعلق سے پہلے جانتی ہین جو اِس دنیا مین آئین اور بدنکی تدبیر مین مشغول ہو گئین تو وہ سب بہول
گئین جیسے کمال بڈہاپے کی حالتین کہ تدبیر بدنکی مشکل پڑجاتی ہی تو پہلی یاد باتین بہول جاتی ہین پس انکو بہی معلوم باتین جو بہول گئی ہین انبیا اور
واعظ یاد دلاتے ہین چنانچہ اس حدیث سے کہ اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَۃٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْہَا ائْتَلَفَ وَمَا تَنَاکَرَ مِنْہَا اخْتَلَفَ یعنے سب روحین مثل
لشکر کے ہین اکٹہا کی گئین جسمین پہچان ہانکی ہے اُس سے دنیا مین آپسمین محبت ہوتی ہے اور جسمین پہچان نہین اُنمین محبت نہین ہوتی یہی بات
نکلتی ہی اور افلاطون حکیم سے بہی منقول ہی کہ اپنے شاگردونسے کہتا تہا انی لست اُعلمکم ما کنتم تجہلون ولکنی اُذکرکم ما کنتم تعلمون بیشک
مین تمکو نہین سکہلاتا جو تمکو نہین معلوم ہے ولیکن یاد دلاتا ہون جو تمکو تم جانتے تہے اور جو بیان فرمایا کہ تمکو خلق اللہ کے نفع کے واسطے تذکیر
کرنا چاہیے اب بیان اُس شخص کا جسکو پیغمبر کی تذکیر سے فائدہ ہوگا فرماتے ہین سَیَذَّکَّرُ مَنْ یَّخْشٰی اب سمجہہ جاویگا جسکو اللہ کا ڈر ہی چند کہ
تجکو علی العموم نصیحت کرنا فرض ہے لیکن ہر شخص کو اُس سے فائدہ نہوگا بلکہ نفع اُسکا استعداد کی شرط کے ساتہ مشروط ہی اسیواسطے کہا گیا ہی سیت اصل استعداد و شرط نصیحت
است ہر دو چون کور است عینک لعبت است * اور علامت خدا کے خوف کی انکا رسم ہو اور دلکا نرم رکہنا جانکا بیہودہ اور پوچ باتون سے مصاحبون کے تاکہ نورانیت اور
صفائی روح کی ظلمت اور کدورت سے بدل جاوے اور ہر نیکی کی شعاع سے روشنی قبول کرتی رہے اور بعضے مفسرین نے اس آیت کے معنے یون کہے ہین کہ بار بار نصیحت کر اگر ایکبار
نصیحت نے نفع کیا ہو کیونکہ جلد وہی ہوتی نصیحت یکر یگا جو کہ ایکہی بار نصیحت کر نہین سمجہا سو ڈرا ایسے ہین جنکو متعدد ہونا مشکل ہی بالکل جاتا رہا اور علامت بہی اُس
شخص کی کہ اُسکو نصیحت نفع کرے بیان ہو گئی اور تفعیل کا باب تکرار کے معنو پر دلالت کرتا ہی ان معنونکے ساتہ نہایت مناسب ہو گیا واللہ اعلم اور جب فائدہ
لینے والونکی نصیحت کے بیان سے فارغ ہوئے تو اب فائدہ نہ لینے والونکا بیان فرماتے ہین وَیَتَجَنَّبُہَا الْاَشْقٰی اور کنارہ کریگا اِس نصیحت
سے وہ شخص جو بڑا بدبخت ہے اور حقیقت مین وہ شخص وہ ہے کہ کچہہ خدا کا خوف نہین رکہتا ہے اور عداوت اور عناد کی راہ سے کفر کرتا ہے پس
حقیقت کلام کی اسطرح سے تہی کہ ویتجنبہا من لا یخشی لیکن اس بات کی آگاہی کے واسطے کہ جو شخص کہ خدا کا خوف نہین رکہتا ہی نہایت بدبخت ہے
اسواسطے اشقی کو من لا یخشی کی جائے برلائے ہین اب یہان پر سمجہہ لیا چاہئے کہ آدمی کی شقاوت یہ ہے کہ عمل اور اعتقاد اُسکا درست نہو اور جسکا عمل نادرست ہے
اور اعتقاد درست ہے وہ بہی شقی ہی لیکن جو شخص کہ اعتقاد بہی فاسد رکہتا ہو وہ اُس سے بہی زیادہ بدبخت ہے پہر اگر کوئی قصور اُسکے اعتقاد مین جہل بسیط کے سبب سے یا تو
ہو اور تقلید کرنے سے کسی مذہب کی ظاہر باطل سے تو اسکو ممکن ہے کہ نصیحت سے اور مرشد کے سمجہانے سے راہ پر آجاوے اور جو شخص کہ اسکا اعتقاد بسبب عناد کے نادرست کر رکہا ہو
و دانستہ انکار حق کا کرتا ہے اور ایک بڑا حجاب کثیف اُسکی استعداد کے آئینے پر پیدا ہوا ہے کہ ہرگز تعلیم سے معلم کے اور ارشاد سے مرشد کے اصلاح اُسکی ممکن نہین ہی
ہے اور بدبختی کی نہایت کو پہنچا ہو وَمَا تُغْنِی الْاٰیٰتُ وَالنُّذُرُ اُسی کی شان مین ہے اور اس آیت مین جو اشقی ہے وہی ہے اور انجام اُسکے کام کا یہ ہے
اَلَّذِیْ یَصْلَی النَّارَ الْکُبْرٰی یعنے یہ شخص وہ ہے جو داخل ہوگا بڑی آگ مین کہ اُسکا وصف سورہ واللیل مین جس جگہ کہ فرمایا ہے فانذرتکم
نارا تلظی اور وہ ایک آگ ہے نیچے کے طبقے مین دوزخ کے کہ ساتوان حصہ ہے اور فرعون والے اور ابن ملک سے منافق اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے منکر اُسی طبقے
مین ہونگے اور دوسرے طبقونکی آگ سے سوزش مین بہت تیز ہے اور ہر چند کہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ نارکم ہذہ جزء من سبعین جزءا من نار جہنم

ف دین کی اچھی اور عبادت اور توحید عقلی ہی حق اور عقل مین سما گیا ہی

فائدہ دنیا کی آگ دوزخ کی آگ سے ستر درجہ کم ہے

دیکھیں مثل اترھا یعنے یہ دنیا کی آگ ستر وان حصہ ہے دوزخ کی آگ سے گرمی مین یعنی دوزخ کی آگ کی اصل بہ نسبت دنیا کی آگ کی بہت بڑی اور بزرگ ہے ۔ اسیواسطے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ نار کبریٰ جہنم کی آگ ہے اور نار صغریٰ دنیا کی آگ ہے لیکن جو آگ کہ اُسکے درکے نیچے ہے بہ نسبت دوسرے درکون کی آگ جہنم کی آگ کا حکم رکہتی ہے دنیا کی آگ کی نسبت پس آتش کبریٰ حقیقت مین وہی آگ ہے اور سبب اُس آگ کی گرمی کی زیادتی کا بہ نسبت دوسری آگون کے اس مثال سے سمجہہ لیا چاہئے کہ دنیا کی آگ سرد ملک مین عین سردی کے موسم مین برف پڑنیکی حالت مین سردی کے کام مین مشغول ہونیکے وقت جیسے ملاحی اور سقائی علی الخصوص بڑہاپے مین اور مزاج بہی سرد ہو جیسے بوڑہا بلغمی مزاج اس قدر سوزش رکہتی ہے کہ اُسکا تحمل بدن پر نہین ہو سکتا پہر وہی آگ گرم ملک مین عین دوپہر کے وقت گرمی کے موسم مین گرمی کے کام مین مشغول ہونیکے وقت جیسے باورچی گری اور نانبائی علی الخصوص جوان صفراوی مزاج کو کہ روزہ دار بہی ہو اور تپ بہی چڑہی ہو تو قیاس کیا چاہئے کہ کتنا تفاوت رکہتی ہے بس اسی قیاس پر تفاوت اُس آگ کی گرمی کا دوسری آگونکی گرمی سے قیاس کر لیا چاہئے والعیاذ باللہ من کل اصناف النار اور جو دنیا مین ہر مصیبت کہ آدمی کو پیش آتی ہے نہایت اسکی یہ ہے کہ موت کو پہنچا دیتی ہے اور موت موجب خلاصی اور راحت کا اُس مصیبت سے ہو جاتی ہے اور اس بدبخت کو راحت سے بہی محروم رکہا ہے کہ باوجود ایسی گرمی کی شدت کے ہلاک نہین ہوتا ہے چنانچہ فرماتے ہین **ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا** پہر باوجود اسقدر عذابکی شدت کے اور دراز ہونے مدت کے نہ مریگا اُس آگ مین کہ بسبب مرنیکے جسم اسکا اس بلا سے علیحدہ ہو جاوے اور روح اسکی اس دکہہ سے نجات پاوے کیونکہ بنیاد اُس عالم کی بدنونکی ایسی نہین کہ روح اُس سے جدا ہو سکے اور بہید اسمین یہ ہے کہ احکام روح کے اُس عالم مین بدن پر غالب ہونگے اور بدن حکم روح کا پیدا کرینگے اور روح کا معدوم ہونا محال ہے اسیواسطے دنیا مین ہر چند کہ سختین سخت اور مصیبتین بے انتہا پیش آتی ہین لیکن روح فنا نہین ہوتی بلکہ نہایت بیقراری اور دکہہ سے بدنکو چہوڑ کر چلی جاتی ہے اور جو بدن حکم ارواح کا پیدا کرینگے تو مرنا ترکیب کا بہی اُنسے غیر ممکن ہوگا **وَلَا يَحْيَىٰ** اور نہ جیئے گا کیونکہ اسکی روح ہمیشہ دکہہ اور عذاب مین ہے یہانتک کہ موت کی آرزو کرینگے اور موت نہ آویگی اور اس قسم کی زندگانی حقیقت مین زندگانی نہین ہے ؎ عمر جز خوش گزرد زندگی خضر کم ست ور نباخوش گزرد نیم نفس بسیار ست • پس پوست انکی بدنکا آگ کی تاثیر سے جل جاویگا پہر روح کے غلبے کے سبب سے آناً فاناً دوسرا نیا طرح پیدا ہوگا تاکہ اُسمین ایذا اور دکہہ زیادہ ہو چنانچہ زخم پر انگور آنیکے بعد دنیا مین تجربہ مین آچکا اور جو آیت سیذکر من یخشیٰ مین بیان اُس شخص کا جو تذکیر سے پیغمبر کے فائدہ مند ہوتا ہے کیا گیا تو فرماتے ہین کہ خوف آلہی کا ہونا آدمی کے دلمین سننے سے پند اور نصیحت بزرگونکی ابتداہی کمال کی اور نہایت کمال کی دوسری چیز ہے اعتماد کرنا فقط خوف ہونے پر سچا نہین کیونکہ اگر وہ خوف بجلی کے خیال کی مانند آیا اور چلا گیا تو کچہ کام آنیوالا نہین جبتک کہ دلمین جم نہ جاوے اور ہر عضو کو بُرے کامون سے بند نکرے اور اچہے کامون پر قایم نکرے پہر جب ایسا ہو گیا تو اُسوقت قابل اعتبار کے ہوگا اور سبب ہے گا رستگاری کا **قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّىٰ** تحقیق مراد کو پہنچا جو پاک ہوا اور پاکی کی کئی قسمین ہین اول دلکی پاکی کفر اور شرک سے اور بُرے عقیدون سے اور بُری خُو سے اور بد اخلاق سے جیسے جل یعنے بد باطنی اور حقد یعنی کینہ اور دغا بازی اور حسد اور تکبر اور سوا اُسکے جو اسطرح کی چیزین ہین دوسرے بدنکی پاکی اور کپڑونکی نجاستون سے جیسے پیپ اور لہو اور پیشاب اور پاخانہ اور منی اور مذی اور سوا اُسکے تیسرے پاکی بدنکی حدث اور جنابت سے وضو اور غسل کے ساتہ چوتہی پاکی بدنکی پیدا ہونے والی چیزون سے جیسے ناف کے نیچے کے بال اور بغل کے اور ناخن اور بدنکا میل اور سوا اُسکے اور اگر کسیکی داڑہی یا سر کے بال لنبے ہون تو ہر ہفتے مین جمعہ کے دن اُن بالونکو دہونا اور کنگہی کرنا اور عطر ملنا سنت موکدہ ہے پانچوین مال کی پاکی کرنا زکوٰۃ اور صدقات کے دینے سے اور سود کا مال ملجانے سے بچانا اور دوسرے طرح کے حرام مالون سے جیسے جوا اور زنا کی اُجرت اور سنگہیان لگانے کی اُجرت یا نجس چیزونکی تجارت سے حاصل ہو جیسے کچے چمڑے اور ذبح کی اُجرت اور دوسرے کام کہ اُنمین نجاست ہاتہہ مین بہر جاوے **وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ** پہر بعد کمال طہارت کے لیا اپنے پروردگار کا نام تکبیر تحریمہ مین جو شروع نماز مین ہے اور قرات اور تسبیح اور تشہد مین اور حاضر رکہنا دلکا درمیان نماز کے اور زبان اور دل سے یاد کرنا سوائے نماز کے وقتون کے کیونکہ ذکر سبب ہے استعداد کی صفائی کا اور کمالات کی زیادتی کا اور جسقدر کہ ذکر مین نام پروردگار کا بہت لیا جاتا ہے اسیقدر معرفت کا درخت بڑہتا ہے **فَصَلَّىٰ** پہر نماز پڑہی اور

ف پاکی کی قسمونکا بیان

جس قدر کہ کو دل اور زبان سے کرتا ہی اسکو جوارح سے یعنے ہاتھ پیر وغیرہ سے ملا کر ایک صورت ظاہر بنائی اور دل اور زبان اور جوارح یعنے ہاتھ پیر وغیرہ کی موافقت
کمال مرتبہ منعم حقیقی کی نعمتون کا شکر حاصل کرے حضرت مولٰنا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہی کہ اس آیت مین اشارہ ہی سلوک کی منزلون کیطرف
کہ اول اسکے توجہ ہی اور بعد اسکے تزکیہ اور تصفیہ نفس کا ہی یعنے پاک و صاف کرنا دور کرنیسے بری صفتون کے اور حاصل کرنیسے نیک صفتون کے اور بعد
اسکے ہمیشگی ذکر لسانی اور قلبی اور روحی اور سری کی ہی اور بعد اسکے پہنچنا ہی مشاہدات کے مقام کو پس قد افلح من تزکی اشارہ ہی اول مرتبہ کیطرف اور
ذکر اسم ربہ اشارہ ہی ذکر قلبی کے ہمیشہ ہونیکی طرف اور فصلی اشارہ ہی مشاہدہ کا مرتبہ حاصل ہونیکی طرف کہ الصلوۃ معراج المؤمنین کے یہی معنی
اور حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہی کہ جو کوئی صدقہ فطر کا ادا کرے اور عیدگاہ کے رستے مین بہی تکبیرین کہتا جاوے اور عیدگاہ مین پہنچنے کے بعد
بہی کہے اور عید کی نماز پڑہے تو مین امیدوار ہون کہ اس آیت کی بشارت مین داخل ہوگا پس تزکی کا لفظ اس جگہ یعنی زکوۃ سے ماخوذ ہی اور صدقہ فطر کا واجب ہی
یا فرض حکم زکوۃ کا رکہتا ہی یعنی یہہ لفظ اشارہ صدقہ فطر کے دینے کی طرف ہوا اور ذکر اسم ربہ اشارہ ہی عید کی تکبیرون کی طرف اور فصلی اشارہ ہی
عید کی نماز کی طرف پس مقصود حضرت امیر المومنین کا اس تفسیر سے یہہ ہی کہ ہر جگہہ قرآن مین زکوۃ کا ذکر نماز کے بعد آیا ہی اور یہان یہہ جو نماز پر بلکہ ذکر پر بہی مقدم
مقدم کیا ہی تو ضرور کوئی خاص صورت مراد ہی کہ اسمین یہہ تینون کام ترتیب سے واقع ہون اور وہ صورت شرع مین سوائے اس صورت کے نہین ہی اور اکثر
فقہا نے ان تینون سے شرطین اور ارکان نماز کے مراد رکہے ہین اور کہتے ہین کہ تزکی اشارہ ہی طہارت کی طرف خواہ وضو ہو اور غسل خواہ تیمم اور ذکر اسم
ربہ اشارہ ہی تکبیر تحریمہ کیطرف اور فصلی اشارہ ہی نماز ادا کرنیکی طرف اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے موافق اس تفسیر کے دو مسئلے فقہ کے
مسئلون سے اس آیت سے نکالے ہین انمین سے ایک تو یہہ ہی کہ تحریمہ باندہنے کے وقت بالخصوص اللہ اکبر کا لفظ کہنا لازم نہین ہی جو چیز کہ خدا کا ذکر ہو سکے
کفایت کرتی ہی جیسے الرحمن اعظم یا لا الہ الا اللہ یا سبحان اللہ مگر جو ذکر کہ ملا ہوا غرض اور حاجت سے ہو شروع نماز کا اس سے جائز نہین جیسے اللہم اغفر لی
کیونکہ ذکر خالص نہین ہی اور انمین سے یہہ بہی ہی کہ تکبیر تحریمہ انکے نزدیک نماز کی شرط ہی رکن نہین ہی یعنے نماز مین داخل نہین کیونکہ فصلی کو ذکر اسم ربہ
کے بعد حرف عطف کے ساتھ لائے ہین کہ معطوف و معطوف علیہ کی مغایرت پر دلالت کرتا ہی اور اسی مذہب سے یہہ بات بہی نکلتی ہی کہ اکثر نماز کی شرطین جیسے
طہارت اور ستر عورت اور رو بقبلہ ہونا اگر تکبیر تحریمہ کے وقت کسیکو حاصل نہوا اور بلا فصل بعد اسکے حاصل ہو جاوے تو نماز اسکی درست ہی اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہین
کہ تکبیر تحریمہ بہی نماز مین داخل ہی اسواسطے کہ انکے نزدیک وہ قیام کی حالتمین واقع ہوتی ہی اور قیام نماز کا رکن ہی اور جو ارکان کہ بطور وضع کے مقرر ہوئے ہین وہ بہی نماز کے
ارکان ہی ہین پس سب شرطین نماز کی انکے مذہب پر تکبیر تحریمہ کی حالتمین ضرور چاہیئے اور جو ان آیتون مین فرمایا کہ حاصل ہونا کمال کا اور فلاح کا ان سب پر موقوف
تطہیر اور ذکر اور نماز پر ہی یہہ خدا کے خوف کا پہل ہی تو مقام اسباب کا تہا کہ کافر بطریق شبہہ کے ذکر کرین کہ ہمکو باوجود کمال عقل و دانش کے کسواسطے خوبی ان اعمالون اور
اعمالون کی معلوم نہین ہوتی اور سبب ہمارا اس سبب کا حاصل کرنیکو فلاح کے کسواسطے ہماری نظرون سے پوشیدہ اور مخفی رکہا ہی جواب مین اسکے فرماتے ہین کہ تم
سب لوگ بسبب شقاوت ازلی کے ان چیزون کے کمال کو نہین جانتے ہو **بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا** بلکہ اختیار کرتے ہو تم
دنیا کی زندگانی کو آخرت پر اور دنیا ایک سبزہ زار سے بڑہکر نہین ہی اور انجام اسکا سو کبہی گہاس کی طرح سے سیاہ ہو جاتا ہی اور جانی بوجہی لذتون مین
دنیا کی اور حاصل کرنین نام و جاہ کے کمال کو منحصر جانتے ہو حالانکہ دنیا کی زندگانی ہرگز اس قابل نہین کہ آخرت کی زندگانی پر ترجیح دیجاوے کیونکہ **وَالْاٰخِرَۃُ
خَیْرٌ** اور آخرت سبکی سب اسمین نیکی ہی بدی کو اسمین گنجایش نہین بخلاف دنیا کی زندگانی کے کہ ہر چند نعمت اور جاہ و حشمت سے گذاری جاوے لیکن اسمین رنج اور
فکر اور غم اسکو لازم ہی اور کوئی نعمت دنیا کی نظر نہین آتی مگر ایک کہ او ضعف اور کہلانا اسکے پیچہے لگا ہی اور اگر بالفرض دنیا بہی نیک ہوتی اور کسی طرح شر اور بدی
اسمین گنجایش نکرے اگرچہ یہہ فرض محال ہی پہر بہی دنیا اس قابل نہین ہی کہ آخرت پر ترجیح دی جاوے کیونکہ آخر دنیا فانی ہی اور آخرت باقی چنانچہ فرماتے ہین
وَّاَبْقٰی اور آخرت بہت باقی ہی دنیا سے کیونکہ دنیا کی بقا ہر چند کہ دراز و طویل ہو لیکن فنا اسکے پیچہے لگی ہی اور آخرت کی بقا کو فنا کا کہٹکا ہی نہین اسواسطے کہا
ہی ۵ حاصل دنیا زکہن تا بنوہ چون گذرندہ است نیرزد بجوہ غرض دنیا سے یہی ہی کہ اسکو آخرت کا وسیلہ کرین ۲ الدنیا مزرعۃ الآخرۃ یعنے دنیا کہیتی

ہی آخرت کی

ہی آخرت کی چنانچہ عقلانے کہا ہی کہ دنیا کو جلتے گہری کی طرح سمجہ جہان تک ہو سکے اُسمین سے باہر نکال ؎ حافظا عمر عزیز ست غنیمت دانش * گوئی خیری کسی تواند بہ بہر از سید انش * نکتہ فہمون نے کہا ہی کہ اس کلام اعجاز نظام مین باوجود کمال اقتصار کے دو دلیلین قوی باطل کرنے پر دنیا کی ترجیح کے آخرت پر مذکور ہین یعنے ایک تو خیر ہونا اور دوسرے باقی رہنا اسواسطے کہ عاقل ہرگز ادنی کو اعلی کے بدلے مین نہ لیگا اسی طرح سے فانی کو باقی کے بدلے اختیار نکریگا بس ترجیح دنیا کی آخرت پر تاجرون کی مقتضائے عقل کے بہی خلاف ہے کہ بادشاہون و امیرون اور علما اور حکماسے بہت کم عقل رکہتے ہین اور جو مضمون کو کہ ترجیح دنیا کی آخرت پر چاہیے اور دلکو دنیا سے نہ لگایا چاہیے مقتضائے نفوس بنی آدم کے خلاف دیکہا کہ انکی جبلت میں محبت دنیا کی او منہ پہرانا آخرت سے ودیعت ہے یعنے ایسا ہی اور ہرگز آخرت کی ترجیح کو وہم بہی انکا باور نہین کرتا لاچار واسطے ثابت کرنے اس مطلب کے اگلی کتابون کی سند سے کہ عالم کے فرقون کے نزدیک علی الخصوص عرب کے ملک کے رہنے والون پاس مسلم الثبوت تہین لاکر فرماتے ہین **اِنَّ هٰذَا** تحقیق یہہ مضمون کہ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى سے یہانتک مذکور ہوا **لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی** البتہ اگلی کتابون مین بہی مذکور ہے اور کسی وقت مین یہہ مضمون منسوخ اور بدلا نہین گیا **صُحُفِ اِبْرٰهِیْمَ وَ مُوْسٰی** صحیفون مین حضرت ابراہیم اور حضرت موسی علیہما السلام کے کہ انپر آسمان سے نازل ہوتے تہے یعنی یہہ ان قاعدہ کلیون سے دین او شریعت کے ہے کہ کسی پیغمبر کے زمانہ مین منسوخ نہین ہوے اور انکار انکا گویا علوم نظریہ کا انکار ہے کہ سوفسطائیون کا کام ہی اور کشاف مین مذکور ہے اور بعضی حدیث کی کتابون مین بہی سند ضعیف سے دیکہنے مین آیا ہے کہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچہا کہ اللہ تعالی کی طرف سے کتنی کتابین نازل ہوئی ہین آپنے فرمایا کہ ایکسو چار کتابین حضرت آدم پر دس صحیفے اور حضرت شیث علیہ السلام پر پچاس صحیفے اور حضرت ادریس علیہ السلام پر تیس اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر دس صحیفے اور توریت اور انجیل و زبور اور فرقان اور طیبی کشاف کے حاشیہ مین ایکسو چودہ لایا ہی اور ان سب مین دس صحیفے سوائے توریت کے موسی علیہ السلام پر زیادہ کہتے ہین واللہ اعلم ۔ لیکن یہودیون کی زبانی سننے مین نہین آیا کہ حضرت موسی علیہ السلام پر سوائے توریت کے دس صحیفے دوسرے بہی نازل ہوئے ہین اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے تو موجود ہین انمین طرح طرح کے وعظ اور نصیحتین ہین چنانچہ انمین سے ایک ہی ینبغی للعاقل ان یکون حافظا للسانہ عارفا بزمانہ مقبلا علی شانہ یعنے عاقل کو چاہیے کہ اپنی زبان کو نگاہ رکہے اور اپنے زمانہ کو پہچانے اور اپنے کام پر بالکل مصروف ہو جاوے

سُوْرَةُ الْغَاشِيَةِ

یہہ سورہ مکی ہی اسمین چہبیس آیتین او بہتر کلمے اور ایکسو اکیانوے حرف ہین اور حدیث صحیح مین مکرر آیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر نماز دن مین خصوصا جمعہ کی نماز مین اور عشا کی اس سورہ کو سبح اسم ربک الاعلی کی سورت کے ساتہہ دونون رکعتون مین جمع فرماتے تہے بس ربط اس سورہ کا سبح اسم کی سورت کے ساتہہ اشارہ نبوی سے ثابت ہوا اسیواسطے صحابہ کرام نے قرآن جمع کرنیکے وقت اس سورہ کو پیچہے سبح اسم کی سورت کے رکہا ہی اور تامل کرنیسے بہت سی جہین ربط کی ظاہر ہین بہی نظر آتی ہین چنانچہ انمین سے ایک یہی کہ اس سورہ مین فذکر انما انت مذکر ہی اور اُس سورہ مین فذکر ان نفعت الذکری ہی اور اس سورہ مین تصلی نارا حامیۃ اور اس سورت مین یصلی النار الکبری واقع ہی اور خلاصہ اس سورت کا اس مضمون سے ہے کہ دنیا کی زندگانی کو اختیار کرنا برا ہی اور آخرت ہر صورت سے بہتر ہی اور اس سورہ مین تفصیل ان لوگون کے حال کی ہی کہ دنیا کی لذتون مین مشغول ہین اور آخرت کو بہلا دیا ہی اور ان لوگون کا حال ہی کہ دنیا مین آخرت کی زندگی کے واسطے مستعد ہین ... اور تفصیل آخرت کی خوبی کی بہی ہی کہ طرح طرح کی نعمتین ... اور سب باقی غیر فانی ہین بس گویا اثبات مین یہہ سورت تمامی اس سورت کی ہی گو کہ بندوبست مین کلام کے مشابہت کم ہو اور اس سورہ کو سورہ غاشیہ اسواسطے کہتے ہین کہ غاشیہ نام قیامت کا ہی اور اولمین اس سورت کے ہول سے قیامت کے ڈرانا ہی اور ڈرانا قیامت کے حالات سے بڑا مقصود قرآن کا ہے *

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَةِ کیا پہنچی تجہکو قیامت کی خبر کہ لوگون پر چہا جاویگی اور غاشیہ عرب کی لغت مین

اس چیز کو کہتے ہین جو چہپا لیتی ہے اسیواسطے زین پوش کو غاشیہ کہتے ہین اور قیامت کا حادثہ کئی چیزونکو چہپا دیگا اول ہوش کو کہ بسبب شدت ہول کے
پوشیدہ ہوجاویگا دوسرے بدنکو سب طرف سے یعنے اوپر اور نیچے آگے اور پیچہے داہنے اور بائین سے اُسروز عذاب چہپا ویگا چنانچہ دوسری جگہ پر فرمایا ہے یوم
یغشٰہم العذاب من فوقہم ومن تحت ارجلہم وتغشٰی وجوہہم النار تیسرے نیک کامون کو کافرونکو چہپا دیگی اور مسلمانونکے بہی برے کامون کو
چہپا دیگی اول کو حبط کے طور سے اور دوسرونکو عفو سے اور غرض اس پوچہنے سے کہ تجہکو کچہہ قیامت کی خبر پہنچی ہے یہ ہے کہ سُننے والا کمال توجہ سے کان
دہرنے کے ملتفت ہوجاوے اور آیندہ کی باتکو حضور دل سے سُنے چنانچہ بعد اس پوچہنے کے اور جتلانیکے معاملہ اس دن کا لوگونسے بیان فرماتے ہین **وُجُوْہٌ**
یَّوْمَئِذٍ خَاشِعَۃٌ کتنے مُنہ اُس روز ذلیل اور خوار ہونگے ہرچند کہ ذلت اور خواری صفت چہرہ والونکی ہے لیکن جو آثار ذلت اور خواری کے اکثر چہرونپر
ظاہر ہوتے ہین لوگو یا ذلت اور خواری صفت چہرونکی ہے اور عرب کا قاعدہ ہے کہ ذات سے شخص کے منہہ اور گردن اور سر کے ساتہ تعبیر کرتے ہین کیونکہ
یے اعضا ہر شخص کی ذات کے بقا کا سبب ہین پس گویا قایم مقام ذات کے ہین اور وے چہرے اُن لوگونکے چہرے ہونگے کہ دنیا مین کبہی خوف
اور جہکنا اور فروتنی اور ذلت اور خواری دین کے مقدمون مین اپنے اوپر پسند نکرتے تہے اور رنج اور مشقت دینی سے استراحت ڈہونڈہتے تہے اور
صورت آرائی اور تن پروری مین مشغول اور حریص تہے اسیواسطے لذیذ طعام کہانا اور ٹہنڈے شربتونکا پینا اور استعمال عطریات کا کرنا اُنکا مقصد تہا دنیا
سے سو اُسدن بدلے مین اس تکاسل اور تن پروری کے اُنکو ذلت اور خواری مین گرفتار کرینگے اور اگر خوف اور فروتنی دنیا مین دین کے مقدمون مین اور
اللہ تعالےٰ کی عبادتونمین اُنکو نصیب ہوتی تو بڑے بڑے درجے ثواب کے پاتے لیکن تکلیف کے کامونسے اپنی تن پروری کے سبب سے دل چراتے تہے چنانچہ اسکے
بدلے مین اُسروز تکلیف اعمال شاقہ کی اُنکو دینگے اور رنج بیحساب اور بے ثواب اُنکو ملیگا چنانچہ فرماتے ہین **عَامِلَۃٌ** یعنے وہ چہرے اسروز کام کرینگے کہ اُن سب مین
سے ایک یہ ہے کہ کمال محنت اور ذلت سے چڑہنا ہوگا آگ کے پہاڑون پر جو دوزخ مین ہین اور انہین مین سے ہے کہ طوق اور زنجیرین آگ کی گردن اور پانونمین
پہنکر پہرینگے اور انہین مین سے ہے کہ دوزخ کی آگ مین دہنس جانا جیسے اونٹ دلدل مین غوطے کہاتا ہے اور تفصیل اس اعمال شاقہ کی جو اُس روز واقع
ہونگے دوسری سورتونمین مذکور ہے جیسے سارہقہ صعودا خذوہ فغلوہ ثم الجحیم صلوہ ثم فی سلسلۃ ذرعہا سبعون ذراعا فاسلکوہ ویوم
یدعون الی نار جہنم دعا وسیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیمۃ اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ مانع زکوٰۃ کو چاندی سونے کے تختونسے آگ مین گرم کرکے داغ دینگے پیشانی اور پہلو
اور پیٹہ پر اور جو لوگ کہ چارپایے رکہتے تہے اور حق تعالےٰ کا حق اُن چارپایونمین سے ادا نہین کرتے تہے تو وے لوگ قیامت کے میدان مین چت لٹائی جاوینگے اور اُن
جانورونکو حکم ہوگا کہ اُنکو روندین اور تصویر بنانیوالونکو تکلیف دینگے کہ اپنی بنائی ہوئی تصویرونمین جان ڈالو اور اُن لوگونکو کہ جہوٹے خواب بناتے ہین حکم ہوگا کہ دو جَو مین
گرہ لگاؤ اور جو لوگ کہ حق بات سے خاموش رہے آگ کی لگامین اُنکے منہہ مین ڈالینگے اور علی ہذا القیاس **نَّاصِبَۃٌ** وہ چہرے اُس روز ان اعمال کے سبب سے
دکہہ اُٹہاوینگے کیونکہ کام بہاری کہ توقع پر ثواب اور تحسین کے نہو تو محض رنج ہے اور بعضے مفسرین نے کہا ہے کہ عمل اور رنج دونون دنیا ہی مین ہین اور مراد اُن چہرون
سے چہرے ریاضت کرنیوالونکے ہنود اور یہود اور نصاریٰ اور دوسرے باطل دینونکے ہین کہ دنیا مین شاق عمل خدا کے واسطے کرتے ہین اور محض رنج اُٹہاتے ہین کیونکہ ریاضتین
اُنکی اپنے وقت کے پیغمبر کی تکذیب اور انکار کے سبب سے بیفایدہ اور اکارت ہین اور بعضی مفسرون نے کہا ہے کہ عمل دنیا مین اور رنج آخرت مین مراد ہے اور وہ چہرے چہرے عیاشون اور
دولتمندون اور مال وجاہ کے طالبونکے ہین کہ حاصل کرنے کو ان مطلبونکے دنیا مین بڑی بڑی محنتین اور مشقتین کرتے تہے آخرت مین بدل اُن تکلیفونکا
رنج بیہودہ اور مشقتین بیفایدہ حاصل ہونگی بلکہ فقط اُس رنج بیہودہ پر اکتفا نہوگی کچہہ اور بہی اُسکے ساتہ زیادہ کیا جاویگا کہ اس آیت مین اسکا بیان ہے **تَصْلٰی**
نَارًا حَامِیَۃً پیٹہینگے دہکتی آگ مین بدلے مین اسبات کے کہ خدا سے غافل ہوکر مرادات مکانونمین اور حضانونمین رہا کرتے تہے اور بیان اُس
آگ کی گرمی کا حدیث شریف مین یون وارد ہے کہ ایک ہزار برس تک وہ آگ پہونکی گئی تو سفید ہوگئی پہر ہزار برس پہونکی گئی تو سرخ ہوگئی پہر ہزار برس پہونکی گئی تو سیاہ ہوگئی اب بہی سیاہ
پر ہے اور جب گرمی دوزخ کی ہوا کی اُنکے اندرونمین نہایت تشنگی پیدا کریگی بے اختیار پیاس پیاس پکارینگے کہ شاید پانی پینے سے یہ پیاس دفع ہوجاوے
تو اُسوقت **تُسْقٰی مِنْ عَیْنٍ اٰنِیَۃٍ** پلائے جاوینگے پانی ایک کہولتے چشمے سے کہ جسکے پیتے ہی اُنکے ہونٹہہ کباب ہوجاوینگے اور انتین

انکی ٹکڑے ٹکڑے ہوکر گر پڑینگی پہر فوراً درست ہوجاوینگی اور اسیطور سے عذاب مین گرفتار ہونگے اور یہ مہمانی انکی عوض مین شربتون اور پہنچتون کے ہے جو گلاب اور کیوڑے سے ملا کے برف مین ٹہنڈا کر کے پیتے تہے اور جب دوزخ کی لوگون کی گرمی اور اس پانی کی گرمی پیٹ مین انکے جمع ہوکر بہوک کی آگ کو بہڑکاوینگے تو ایکہزار برس بہوک کا عذاب انپر مسلط ہوگا اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ یہہ بہوک کا عذاب اکیلا دوزخیونکو دوزخ کے سارے عذابون کے برابر معلوم ہوگا پہر بہت سی داد بیداد کے بعد دوزخ کے پیادون کو حکم ہوگا کہ انکو کچہہ کہلاؤ لیکن **لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ** نہین ہے انکے واسطے وہان کوئی کہانا کہ عوض ان میٹہے سلونے مسمن دو پیازے چٹ پٹے چاشنی دارونکے کہ دنیا مین لذتون اور فربہ ہونیکو اور رنگ روپ نکلنے کے واسطے تناول کرتے تہے اور صبح سے شام تک فرمائشون مین طرح طرح کے کہانونکی بکاولون اور باورچیون کو رہتی تہی **إِلَّا مِنْ ضَرِيعٍ** مگر ضریع کے قسم سے اور ضریع نام ہے ایک گہاس کا کہ اکثر پانی کے کنارے پر ہوتی ہے اور جبتک کہ سبز رہتی ہے تو اسکو شبرق کہتے ہین اور اونٹونکے چارے کے کام مین آتی ہے اور جب خشک ہوجاتی ہے تو اسکو ضریع کہتے ہین اور زہر قاتل ہوجاتی ہے اور کوئی جانور اسکو نہین کہاتا اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ وہانکے ضریع کو یہانکے ضریع پر قیاس نکیا چاہئے کیونکہ وہ ایک چیز ہے آگ کے اندر کہ چہبنے مین جیسے کانٹا اور کڑوائی مین ایلوے سے زیادہ اور بدبو مین مردار سے بدتر اور گرمی مین آگ سے بڑہکر ہے اور وجہ اسکی یہہ ہے کہ جیسے کہ دنیا مین جوہر خاک اور آب کا طبیعتون پر یہان کے حیوانات اور نباتات کے غالب ہے اسیطرح سے دوزخ مین جوہر ناری طبیعتون پر وہانکے حیوانات اور نباتات کے غالب ہے بس حیوانات اور نباتات وہانکے ظاہر صورت مین حیوانات اور نباتات سے دنیا کے مشابہت رکہتے ہین اسواسطے کہ اسی نام سے وہ بہی پکارے جاتے ہین والا معنی مین مادہ انکا جوہر آگ کا ہے اور ہر چیز مین وہانکے سوزش اور ناریت موجود ہے اور جو مقصود کہانا کہانے کا خالی ان تین چیزون سے نہین ہوتا ہے یا تو لذت یا تو موٹا کرنا بدنکا یا دفع کرنا بہوک کا سو ذکر کرنے سے ضریع کے اور اسکے وصفونکے جو حدیث شریف مین وارد ہین لذت تو کوسون نزدیک نہین پہٹکتی اب باقی رہین دو چیزین دوسری کہ بعضے وقت بدمزہ کہانے سے بہی کچہہ مقصود ہوتے ہین اسکی بہی نفی فرماتے ہین کہ **لَا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِي مِنْ جُوعٍ** نہ موٹا کرے بدنکو اور نہ کام آوے بہوک مین اور فائدے کہانے کے یہی تین چیزین ہین اور جو کہانا ان تین چیزون سے خالی ہے تو گویا کہ طعام نہین کیونکہ اگر موٹا کرتا بدنکو تو بہی دوزخیونکو فائدہ ملتا کہ ایک قوت اُس سے حاصل کرتے اور سہنا عذاب کا اس قوت کے سبب سے انپر آسان ہوجاتا اور اگر بہوک کو دفع کرتا تو بہی البتہ ایک طرح کا فائدہ ہوتا کہ بہوک کے عذاب سے رہائی پاتے سو یہ کوئی فائدہ وہانکے کہانے مین نہین ہے باقی رہے یہان دو سوال جواب طلب اول یہ کہ وجود نباتات کا آگ مین ممکن نہین کیونکہ دہوپ گرمی کے موسم کی اکثر درختون کو جلا دیتی ہے تو آگ کی گرمی کا کیا حال ہوگا خصوصاً دوزخ کی آگ جواب اسکا یہ ہے کہ وجود انسانکے بدنکا اور اور وجود سانپ اور بچہونکا جو اُس آگ مین مسلم ہے تو وجود مین نباتات کے کیا تعجب ہے اور علاوہ یہ کہ بعضے نباتات ہین شدت مین آفتاب کی گرمی کے بڑہتے ہین اور سبز اور ہرے رہتے ہین جیسے گہر یا جواسا اور علی ہذا القیاس بہت سے درخت گرمیونکے موسم مین بڑہتے ہین پہر کیا بعید ہے کہ وہانکی آگ مین بہی اسی طرح کی تاثیر ودیعت ہو کہ بعضی نباتات کو بڑہاوے اور سرسبز کرے علی الخصوص جبکہ جوہر آتشی اصل طبیعت پر اُن نباتات کے غالب ہے جیسے از راہ تمثیل کے گرمی سے آگ کے مدد پاوین جیسے سمندر کیڑا دنیا کی آگ سے دوسرے یہ کہ اس آیت مین دوزخیونکا کہانا فقط ضریع پر منحصر کیا ہے کہ سوا اسکے انکو وہان دوسرا کہانا نہ ملیگا حالانکہ دوسری آیت مین دوسرا کہانا بہی دوزخیونکے واسطے مذکور فرمایا ہے انہین سے زقوم بہی ہے کہ اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ طَعَامُ الْاَثِیْمِ اور انہین سے ایک غسلین ہے وَلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِیْنٍ ۝ جواب اسکا یہ ہے کہ دوزخ کے بہت سے طبقے ہین بعضے طبقے مین فقط یہی کہانا ہوگا اسکے سوا اور کچہہ نہ ملیگا وجوہ یومئذ خاشعة سے مراد اسی طبقے والے ہون تو بس کچہہ اشکال باقی نرہا اور بعضے مفسرین نے کہا ہے کہ مراد من ضریع سے خصوصیت ضریع کی نہین بلکہ جو کچہہ ضریع کی جنس سے ہی بے لذتی اور تلخی اور بدبو اور موٹا نکرنے اور بہوک کے دفع نکرنے مین وہ سب ضریع مین داخل ہے یہانتک کہ بعضے مفسرین نے ضریع کو فعیل جو فعل کے معنی مین ہے جیسے اور مریع مقرر کیا ہے اور معنے اسکے یون کہے ہین کہ جو طعام کہ سبب ضراعت اور خواری اور طبیعت کی بدمزگی کا ہو وہ ضریع ہے اور اس صورت مین بہی اشکال دفع ہوجاتا ہے

جب کہ احوال بیان کرنے سے دوزخیون کے کھانے اور پینے کے اور رہنے کی جائے کے فارغ ہوئے تو اب جنتیون کے کھانے پینے رہنے کی جائے اور اسباب اور
سامان کا بیان فرماتے ہین اور جو بیان بہشتیون کے حال کا ہی تفصیل اُس اجمالی کی ہی جو حدیث الغاشیہ مین مذکور ہوا ہے حرف عطف کا یہان نہ کرنا
بخلاف سورۂ قیامت کے کہ وہان حرف عطف کے ساتھ مذکور فرمایا ہی کیونکہ وہان تفصیل مجمل کی نہین ہے کیونکہ پہلے اجمال نہین گذرا ہی **وُجُوهٌ
يَوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ** کتنے منہ اُس روز خوش منظر اور نازک اندام ہونگے اسواسطے کہ علامتین ذلت اور خواری اور خوف اور دہشت اور
رنج اور محنت کی چہرون مین اُنکی تاثیر نکرینگی کیونکہ اُن چہرون والون نے دنیا مین بہت سی تکلیفین اُس روز کی سختی کی آسانی کے واسطے اٹھائی تھین اور محنتین اور
مشقتین حق تعالی کی خوشنودی کیواسطے اپنی جان اور تن پر گوارا رکھتے تھے چنانچہ فرماتے ہین **لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ** اپنی کوشش سے اُس روز خوش
وخرم رہینگے کہ وہ کوشش ہماری ٹھکانے لگی اور اچھا پہل ملا **فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ** وہ چہرے ایک باغ مین ہونگے کہ بلندی اور اسبب اس بلندی کے
ہول قیامت کا اور دوسری موذی چیزونکا وہان نہ پہنچیگا اور دوزخ کی بہاپ وہان اثر نہوگا بلکہ **لَّا تَسْمَعُ فِيهَا لَاغِيَةً** نہ سنینگے وہان بیہودہ
بات جیسے کہ گالی گفتار اور ذلت کی بات ہو یا یہہ کہ فریاد اور الغیاث دوزخیون کا کہ محض بیہودہ ہی وہان نہ پہنچیگا تاکہ عیش اُنکا مکدر نہوجاے اور یہہ صفت
بہشتیون کو مقابلہ مین تَصْلَىٰ نَارًا حَامِيَةً کے دی ہی اور مقابلے مین کہولتے چشمے کے اُنکو **فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ** اُس باغ مین چشمہ ہی
کہ پانی اُسکا بہتا ہی اور برف سے ٹھنڈا اور شہد سے میٹھا ہی اور مقابلہ مین دوزخیون کی ذلت اور خواری کے اُنکو **فِيهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ** اُنکو اس باغ مین
تخت ہین اونچے تاکہ کمال عزت سے اُسپر بیٹھین اور مقابلے مین دوزخیون کی محنت اور رنج کے اور بخبر کھانے پینے کے اُنکو **وَأَكْوَابٌ مَّوْضُوعَةٌ**
اور کوزے ترتیب سے چنے ہونگے اُنہین تختون پر بیٹھے جبکہ خواہش کھانے یا پینے کی جیسے شراب اور دودہ اور شہد کی اُنکو ہوگی تو بن مانگے اُٹھا کے پین گے
کھانے کے اور اسباب کی حاجت ہوگی کہ تختون سے اُتریں اور محنت کرین اور اُنکے فرش کے واسطے اُس بہشت مین **وَنَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ** اور مسند
اور توشکین برابر بطور صف کے بچھی ہونگی تاکہ جس مسند اور توشک پہ چاہین لیٹین اور تکیے لگا دین اور اُنکے مکانو مین **وَزَرَابِيُّ مَبْثُوثَةٌ** اور قالین
بچھے بکہرے پڑے تاکہ جس مکان مین چاہین بچھا دین پھر جبکہ حال دوزخیون اور بہشتیون کا تفصیل سے اس سورۃ مین مذکور ہوا تو کافر بطور طعن اور ٹھٹھون کے کہتے تھے کہ
اس پیغمبر کے کلام مین تناقض پایا جاتا ہی کیونکہ دوزخیون کے رہنے کی جگہہ اور کھانا اور پینا اُنکا اس طور سے بیان کرتا ہی اور یہہ بھی کہتا ہی کہ اُس عذاب شدید سے دوزخی مرتے
ہی نہین اور ابدالآباد تک زندہ رہینگے حالانکہ آدمی اور جانور ونکو اس قسم کے عذاب مین ایک لمحہ زندگی بسر لیجانا محال ہی اور بہشتیون کی تعریف مین کہتا ہی کہ
اونچے اونچے تختون پر بیٹھے ہونگے اور مشقت اور رنج کسیطرح اُنکو نہ پہنچے حالانکہ بار بار اُترنا چڑہنا اونچے اونچے تختون سے یہہ بھی تو مشقت ہے اور یہہ بھی کہتا ہی کہ وہان کوزے
پانی اور شراب کے بہرے دہرے ہونگے اور [illegible] بھی بچھے ہونگے حالانکہ جو بیٹھنے کے تخت ہوتے ہین اُنمین اسقدر گنجایش کہان ہوتی ہی اور دوسرے یہہ کہ اگر وہ کوزے
ڈہل جاوین تو تمام فرش بہیگ جاوے اور قابل بیٹھنے کے نرہے حق تعالی نے انکے اُس ٹھٹھول اور طعن کے جواب مین یہہ آیت بہیجی اور حاصل جواب کا یہہ ہی کہ نمونہ بہشتیون
اور دوزخیون کا عالم مین موجود ہی اور صورت بہی بہشت اور دوزخ کی نمودار ہی پہر کسواسطے بہشتیون اور دوزخیون کے احوال کا اور بہشت اور دوزخ کی صفتونکا انکار
کرتے ہو اور اُن چیزونمین جو تمہارے سامنے موجود ہین کیون تامل نہین کرتے اور وہ چار چیزین ہین اول جانور دوسرے نباتات تیسرے بسائط علویہ آسمان ہی چوتہا
معادن ہین سے پہاڑ ہین چوتہا بسائط سفلیہ سے زمین ہی پس اول کی تذکرہ فرماتے ہین **أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ** کیا نظر
نہین کرتے اونٹون کی طرف کہ کیسے پیدا کئے گئے ہین اور پیدایش ہین اونکے نمونے جنتیون کے اور دوزخیون کے دونون کے جو ہین بذات اور معاش مین باہمی مشابہت
دوزخیون سے رکھتا ہی اور فوائد اور منفعتون مین مناسبت بہشتیون سے لیکن مشابہت دوزخیون سے اپنی ذات اور معاش مین جو رکھتا ہی سو اس جہت سے ہی کہ باوجود اس ڈیل
ڈول کے اس تیز کو دلیل اور خوار ہے کہ ایک بچہ بلکہ چوہا اُسکی مہار پکڑلے تو جہان چاہیے وہان لیجاوے اور جب چاہے بٹھلاوے پہاڑ کے جہان چاہے ہانکے اور یہہ ذلت اُسکے چہرے
خشونت کے سبب سے ہی کہ اُسکی ناک چہید کے نکیل ڈالتے ہین پس اُسکے سبب سے ذلیل اور تابعدار رہتا ہی اور اکثر اُسکے رہنے کی جگہہ گرم اور ریگستان ہوتی ہی کہ تو اونکے چلنے سے لو اور
کی گرمی سے گویا کہ آگ بہڑکتی ہی اور مدتون تک یہہ جانور پیاسا رہتا ہی اور اگر پانی میسر ہوتا ہی بالکل گرم کہ دہوپ کی شدت سے گرم ہوجاتا ہے اور پہر آگ اُسکی

بڑے بڑے پہاڑ ہین جب کوئی غنیم آیا یا زمین مین پانی اور گھاس کا قحط ہوتا تو بھاگ کر پہاڑون پر چلے جاتے تھے اور وہان فراغت سے گزران کرتے تھے
چنانچہ کسی شاعر نے بطور فخر کے کہا ہے ؎ لنا جبل یحتله من یجیره + منیع یرد الطرف وهو کلیل بہر حال احتیاج اس قسم کے لوگون کو بلکہ تمام بنی آدم کو تاج
سے فقیر تک طرف زمین کے ہوتی ہے کیونکہ محل گھاس اور چارہ کا اور مکان زراعت اور میوے کا اور مقام سکونت اور عمارت کا اور زر اور جواہر کے
معدنون کا ہے بس یہ چارون چیزین ہمیشہ وہان کے رہنے والون کے خیال مین رہتی ہین اور مقصود مثال سے حاضر کرنا خیالیہ صورتون اور محسوسات کا ہے کیونکہ
ان صورتون سے کھوج مضمون معقولہ کا ملے اور جو چیز کہ جلد خیال مین آوے مثال دینا ایسی چیز کی نہایت مفید ہے اور کمال بلاغت کا ایسی مثال کے بیان
کرنے مین ہے اور محققون نے کہا ہے کہ قرآن مجید مین اپنی نعمتون کے یاد دلانے کے مقام پر ذکر دلیلون وحدت ذات کا اور کمال صفاتون خود مختاری
کا بیان فرمایا ہے تاکہ حرص اور شہوت مین نہ جا پڑے اور دنیا کی زینتین مد نظر نہو جاوین والا جو غرض کہ اس تمثیل سے ہے بیفائدہ ہو جاوے اور لوگ
بسبب ذکر کرنے خواہشون اور ریجھ کی چیزون کے اسی خیال مین جا پڑین اور مقصود کو نہ پہنچین اسی طرح عجیب و غریب چیزین کہ جو بنی آدم کی صنعت کے
سبب سے ظاہر ہوئی ہین اور نمود پکڑی ہین وہ بھی قابل استدلال کے نہ تھین کہ مبادا ان عجائبات کو ارادے اور اختیار سے بنی آدم کے تصور کر کے حکمت
اور قدرت انکی حوالہ کرین اور مطلب کو پہنچنے سے محروم رہین ناچار جو چیز کہ ہر شخص کو حاصل ہے اور ہرگز موجب طمع اور حرص کی نہین ہو سکتی اور حسن و جمال طبعی
رکھتی ہے اس کلام پاک مین ایسی چیزین تمثیل کے واسطے جابجا اختیار کی ہے اسیواسطے کہین نہین فرمایا کہ کارخانون مین بادشاہون کے اور سامانون امیرون کے
فکر کرو یا خوبصورت امردون یا حسین عورتون کو غور سے دیکھو اور یہان سے یعنے ان چیزون کے دیکھنے سے صانع کی حکمت دریافت کرو اور بعضی علما سطحت کے
لفظ کو کہ زمین کے حق مین وارد ہوئی ہے استدلال اسبات کا گردانا ہے کہ زمین کی شکل گردسی نہین لیکن یہ استدلال نہایت ضعیف ہے کیونکہ زمین حقیقت مین گول
گردسی رکھتی ہے لیکن بسبب بڑے پن کے معلوم نہین ہوتی اور بسبب دریافت نہونے بلندی اور پستی اسکے اجزا متلاصقہ یعنی باہم چسپیدگی سے مسطح معلوم
ہوتے ہین اور کلام وہم اور خیال لوگون سے ہے کہ گرویت اسقدر بڑے جسم کے دریافت نہین کر سکتے اور جب کافرون کے طعن اور استبعاد کے جواب سے کہ حق مین
بہشت اور دوزخ کے اور احوال مین بہشتیون اور دوزخیون کے کرتے تھے فارغ ہوئے تو گویا مقام اسبات کا ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کمال عناد اور سرکشی ان کافرون
کی دیکھکر ایسا نہو کہ پند و نصیحت کرنا موقوف کرین اور اس تمام وعظ اور نصیحت کو بیفائدہ سمجھین اسواسطے تاکید اس امر کی منظور ہوئی اور تسلی انکی خاطر مبارک
کی ضرور پڑی تو ارشاد فرماتے ہین فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ پس نصیحت کر نہین ہے تو مگر نصیحت کرنے والا یعنے جو ان چارون چیزون
کو کہ نزدیک ہر ادنی اور اعلے کے انمین سے حاضر اور موجود ہین مانند آخرت کے کامون کے معلوم کیا تو نے اور دلیل قوی بہشت اور دوزخ کے احوال پر پائی
تو انکے طعن اور استبعاد کے لفظون سے کہ سوا جھگڑے کے کچھ اور نہین ہے تنگدل نہو اور اپنا کام کہ تذکیر اور پند ہے کر تارہ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ
نہین ہے تو انپر اتالیق اور داروغہ کہ ہرگز انکو حق کی راہ سے بے راہ ہونے دے اور دلون مین انکے حق بانکو زور سے ڈالدے کیونکہ یہ کام مقلب القلوب اور دلون کے
مالک کا ہے بشر کا مقدور نہین إِلَّا مَنْ تَوَلَّى وَكَفَرَ یعنے سبکو بار بار نصیحت اور پند کر مگر اس شخص کو کہ جسنے مونہہ پھیرا تیری نصیحت سے
اور کفر اختیار کیا اور انکار تیری رسالت کا کیا اسکو بار بار نصیحت کرنا تجہپر فرض نہین ایکبار پہنچا دینا احکام الٰہی کا اور عذاب سرمدی سے ڈرا دینا بس
تہا سو اس سے تو فارغ ہو چکا اب معاملہ اسکا خدا سے ہے فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ پس عذاب کریگا اسکو اللہ تعالے وہ عذاب
کہ بہت بڑا ہے دوسرے گنہگارون کے عذاب سے جنہون نے کفر نہین کیا اور اسلام سے مونہہ نہین پھیرا کیونکہ وہ سدا کا عذاب ہے اور ایماندار ہرچند کہ گناہ
[illegible] اور بے توبہ مرین تو بھی اس عذاب دردناک سے یعنے ہمیشگی کے عذاب سے محفوظ رہینگے اور اگر یہ کافر عناد کرنیوالے عذاب کے
[illegible] کے غائب ہے یعنے بشر کی عقل اسکو دریافت نہین کر سکتی اور سوائے بنی آدم کے مارے ہاتھ کے اور عذاب
[illegible] إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ مقرر ہماری ہی طرف ہے پھر آنا انکا بعد مرنے کے سوچ ہر شخص کی دنیا
سے حواس کے غائب ہو جاتی ہے [illegible] طرف کہ مالک اس عالم کا سوائے جناب باری کے کوئی نہین

جاتا ہے **ثم ان علینا حسابہم** پھر تحقیق ہمارے ہی اوپر ہے حساب انکے گناہ صغیرہ اور کبیرہ اور انواع کفر اور عناد کا کہ موافق اسکے جزا اور سزا دینگے پھر جو شخص روگردانی اور کفر میں سخت ہے اور زیادہ تکلیف اور عذاب بھی اُسپر زیادہ ہے والعیاذ باللہ منہ پس ان الینا ایابہم کی آیت میں اشارہ برزخ کے احوال کی طرف ہے کہ بعد موت کے بلا فاصلہ درپیش آنیوالا ہے اور آیت میں ثم ان علینا حسابہم کی اشارہ ہے قیامت کے دن کے معاملے کی طرف کہ بعد مدت دراز کے ظاہر ہوگا اور اسیواسطے کلمہ ثم کا کہ دلالت تراخی اور مہلت دراز پر کرتا ہے سرے پر اس آیت کے وارد فرمایا ہے

سورۃ الفجر

تمہید

یہہ سورت مکی ہے اسمین تیس آیتین اور ایک سو ستئیس کلمے اور پانچ سو ستانوے حرف ہین اور اسکے ربط کی وجہ ہل اتٰک سے یہہ ہے کہ اُس سورہ مین بھی قیامت اور بہشت اور دوزخ اور ثواب اور عذاب کا ذکر ہے اور آدمیون کے دو قسم ہو جانے کا بہشتی اور دوزخی اور ظاہر ہونا بُرائی اور بھلائی کی نشانیونکا چہرون پر اور اس سورہ مین بھی اسی مضمون کا بیان ہے اور اُس سورہ مین لسعیہا راضیۃ بھلائی والون کے حق مین فرمایا ہے اور اس سورہ مین راضیۃ مرضیۃ اور اُس سورہ مین فیعذبہ اللہ العذاب الاکبر کافرون کے حق مین ارشاد ہوا ہے اور اس سورہ مین فیومئذ لا یعذب عذابہ احد ارشاد ہوا اور یہہ دونون مضمون آپسمین قریب ہین اور نازل ہونا اس سورہ کا دفع کرنیکو ایک شبہے کے ہوا ہے جو اکثر ملحدون اور زندیقون کے خیال مین گذرتا ہے اور اس شبہہ پر مقابلہ انبیاؤن اور واعظون سے کرتے ہین اور حاصل اس شبہے کا یہہ ہے کہ حق تعالیٰ کو بندون کے نہ گناہ کی پرواہ ہے نہ نیکی کی اور یہہ جو انبیا اور واعظ کہتے ہین کہ دنیا کی پیدائش کے بعد از سرنو ایک اَور عالم پیدا ہوگا کہ حشر اور نشر اور سوال اور جواب اور بدلا دینا آئین ہوگا سو اس بات کی کچھ اصل نہین ہے کہ اللہ تعالیٰ بنی آدم کے سب بُرے بھلے کامون سے خبردار ہے اور ہر شخص کو اُسکے کام کی سزا اور جزا دینے پر بھی قادر ہے اگر طاعتون سے خوش ہوتا اور گناہون سے ناخوش تو کس واسطے نیکون کو نعمتون سے نوازش نہین کرتا اور بدکارونکو گناہون کے بدلے عذاب مین گرفتار نہین کرتا پس تاخیر کرنا جزا دینے مین اور انتظار کرنا قیامت کے دن کا یا تو اسواسطے ہے کہ اب اسکو آدمیون کی نیکی بدی کے کامون پر اطلاع نہین ہے یا اس سبب سے ہے کہ اسوقت بدلا دینے کی طاقت نہین رکھتا اور یہہ دونون باتین اُسکی ذات پاک کی طرف متصور نہین ہو سکتی ہین پس معلوم ہوا کہ بدلا نیک اور بد کا اُسکو منظور نہین ہے اور جو کچھہ کرتا ہے سو اسی دنیا مین کرتا ہے مگر بے پرواہی کے طور سے کسیکو دولت دنیا حشمت دیکر معزز اور مکرم کر دیتا ہے اور کسیکو دکھہ درد محنت مشقت مین ڈال کے ذلیل کرتا ہے سو جواب اس شبہہ کا یہہ ہے کہ حق تعالیٰ با وجود اپنے کمال علم اور قدرت کے حکیم مطلق بھی ہے اور حکمت اُسکی چاہتی ہے کہ ہر شخص کی سزا اور جزا پہنچانے کے واسطے قیامت کا انتظار کیا چاہیئے اور تفصیل اس اجمال کی یہہ ہے کہ آدمی کے تین حال ہین اول تو دنیا کا حال کہ یہین طرح طرح کی حاجتون مین گرفتار ہے اور ہر قسم کے علاقے قرابت اور دوستی اور ہمسائگی کہ مخلوق سے رکھتا ہے اور تکلف طاعت اور بندگی کا بھی ہے اور مشغول ہے آخرت کا توشہ حاصل کرنے مین اور اپنی اصل پونجی کے بڑھانے مین نفعون اور فائدون سے دوسرا حال برزخ کا ہے کہ مرنے کے بعد وہان رہتا ہے اور ان شغلون سے فارغ ہوتا ہے لیکن جو کچھہ کہ بھائی بند یا آشنا شاگرد مرید اپنی طرف سے یا اُسکے کہنے سے اُسکے واسطے دنیا مین کرتے ہین اُسکا ثواب اُسکو ملتا ہے اور اُسکے نامۂ اعمال مین لکھا جاتا ہے گویا کہ بھی وہ خود دار العمل یعنی دنیا مین ہے اور یہہ بھی ہے کہ برزخ مین جیسے رہا حصار روکا کہ دنیا مین اُسنے طرح طرح کے معاملے نیکی اور بدی کے کیئے تھے ممکن نہین اسواسطے کہ ہر شخص کی موت اپنے وقت پر مقرر ہے ... کرنا معاملونکا بغیر حاضر ہونے حصہ داروں کے عدالت کے خلاف ہے تیسرا حال آخرت کا کہ ہرگز کسیطرح کا عمل اور کسیطرح کا شغل وہان نہوگا اور بنی نوع اور اُسکے اجداد اور نسب وہان حاضر ہونگے اور جو کچھہ کہ اُسنے خود کیا تھا یا دوسرون نے اُسکے واسطے اُسکے کہنے سننے سے کیا تھا سب اُسکو پہنچ چکا اور ختم ہو گیا اب آئندہ کو کسی اور چیز کے آنیکی ... بسبب منقطع ہونے نوع انسانی کے نرہی پس حکمت ہرگز اس بات کو تقاضا نہین کرتی ہے کہ اُسکو دنیا کے حال مین سزا دیجاوے اسواسطے کہ وہ ابھی کام مین مشغول ہے اور اُسکے عمر کی مدت تک اُسکی پونجی کے قائم مقام ہے ہنوز بالکل اُسکے ہاتھہ مین نہین آئی ہے اور اپنی گذری ہوئی عمر کے منافع کو برابر نہین کیا ہے اگر اُسکو اس حال مین جزا اور سزا مین گرفتار کرین تو وہ جواب مین البتہ کہیگا کہ ابھی مجھکو فرصت دینا چاہیئے کہ مین اپنی عمر پوری کرلون اور جو جو تقصیرین کہ ...

کہ جیسے بدلے جوانی مین وہ نا تجربگی مین ہو گئی ہین انکا بدلا آخر عمر مین ادا کرون اور تجار و لکا بہی یہی معمول ہی کہ جب کسی گماشتہ کو تجارت کے واسطے کسی طرف بہیجتے ہین تو اسکو مہلت دیتے ہین کہ چند مدت اپنی راے کے موافق لین دین کرے اور اگر ایک معاملہ مین کچہہ کہو بیٹہا اور نقصان کیا تو بہی نہین لیتے کہ شاید دوسرے سودے مین کمالیگا اسیطرح سے عالم برزخ مین بہی جزا دینا حکمت کے خلاف ہے اسواسطے کہ ابہی نیکیان اور نتیجے ہر آدمی کے عملون کے بنی نوع کے باقی رہنے کے سبب سے اسکو چلے آتے ہین بس گویا کہ ابہی خرچ جمع اسکا برابر نہین ہوا اور حق کے لینے دینے والے بہی ابہی جمع نہین ہوے ہین کہ معلوم ہووے کہ اسکا حق کسپر ہے اور اسپر کسکا حق ہے اور کونسا حق دار اپنا حق معاف کرتا ہے اور کونسا طلب کرتا ہے پس چار و نا چار بدلا لینے کیواسطے قائم ہونا آخرت کا مقرر ہوا اور اس وقت کے آنے تک حق تعالی بندون کے خیر و شر کے اعمالون کو دیکہتا ہے سو یہہ ہرگز غفلت نہین ہے اور ان ربك لبالمرصاد کے یہی معنے ہین اور اسی مضمون کو اس سورہ مین کئی قسمون کے ساتہہ تاکید سے ارشاد کیا ہے اور اس سورے کا نام سورۃ الفجر اسواسطے رکہا ہے کہ اول قسم فجر کی کہائی ہے اور فجر کمال مشابہت رکہتی ہے قیامت کے دن سے کہ تمام رات لوگ اسکے آنیکا انتظار کرتے ہین اور جب فجر ہوتی ہے تو گویا ایسا ہوتا ہے کہ مرنیکے بعد پہر جی اٹہے اور بازار اور رستے اور دربار لوگون سے بہر جاتے ہین اور جن کامون کے انتظار مین تمام شب گذاری تہی وہ کام سرانجام کو پہنچے اور جو ان قسمون مین بیان ہے انتظار کرنے کا کامون کے واسطے کہ یہہ ہر انسان کی عادت ہے اور فجر سے بات کے ثابت کرنیکی اول دلیل ہے تو اس سورہ کو اسی نام سے موسوم کیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

س
نصف
ع

وَالْفَجْرِ قسم کہاتا ہون مین فجر کے وقت کی کہ اکثر لوگ اپنے کام کاج کرنیکے واسطے اسکا انتظار کرتے ہین اور باوجود کام کی ضرورت کے فجر کے آنیکے واسطے تاخیر کرتے ہین بلکہ جانور اپنے گہونسلون مین رزق کی تلاش کیواسطے بہوکے پیاسے اسکا انتظار کرتے ہین اور چرنیوالے جانور بہی چرنے جانیکو اسکے منتظر رہتے ہین اور درباری لوگ اپنی عرض اور معروض کے واسطے اور محکمے والے اپنے جہگڑے قصے فیصلہ کرنیکو اور اہل حرفہ اور بازاری لوگ اپنے کاروبار کیواسطے اور کہیتی کرنیوالے جوتنے بونیکو اور مسافر چلنے کے لیے اسکے منتظر رہتے ہین اور جو کام کہ روشنی اور اجالے سے متعلق ہین وہ سب فجر کے ہونے پر موقوف ہین اور بعضی فجرونکو اور بہی زیادہ خصوصیتین ہین کہ بہت سی مخلوق اپنے اوقات اسکے انتظار مین کاٹتی ہی جیسے عرفے کے اور نحر کے روز کی فجر حاجیون کے واسطے کہ تمام سال اس دن کی آرزو مین گذارتے ہین اور مہینون اور برسونکی راہ طے کرکے چلکر اس دن کے واسطے اس متبرک مکان مین اپنے تئین پہنچاتے ہین اور صبح کی نماز بہی اسیوقت مین ہے اور جو فرشتے کہ بندون کی محافظت کیواسطے مقرر ہین اور صبح اور شام اپنی اپنی باری کرتے جاتے ہین اسوقت وہ دونون چوکیان آنے اور جانیکی جمع ہوتی ہین وہ اسوقت کی نماز کا انتظار کرتی ہین اسیواسطے حدیث شریف مین آیا ہے کہ من صلی صلوۃ الفجر فہو فی ذمۃ اللہ یعنے جس شخص نے پڑہی نماز فجر کی تو اسدن اللہ کے ذمے مین داخل ہوا اور سورہ اسری مین واقع ہوا ہے ان قرآن الفجر کان مشہودا یعنے فجر کی قرات حضور مین ہوتی ہے اور حدیث شریف مین اسکی تفسیر فرمائی ہے کہ رات اور دن کے فرشتے اسوقت حاضر ہوتے ہین اور انکی حضوری کے سبب سے زیادتی برکات اور انوار کی ہوتی ہے حاصل کلام کا یہہ ہے کہ جو کچہہ انتظار مخلوق کو اپنے کاروبار مین فجر کے آنیکا ہوتا ہے تو ظاہر ہے کہ دردمند تمام رات اس امید پر دکہہ درد سے گذارتے ہین کہ صبح کو طبیب کے پاس جا کر اپنا حال بیان کرینگے اور اسکی دوا پوچہینگے اور فقیر اور مسکین تمام رات بہوکے پیٹ کے گذارتے ہین اس توقع پر کہ صبح کو امیرون دنیا دارونکے دروازون پر جا کر کچہہ مانگ وینگے اور اپنے بچے بالونکے ساتہہ اوقات بسری کرینگے اسیطرح سارے بنی آدم اپنی حاجتونکو صبح کے نکلنے پر موقوف رکہتے ہین پس یہ کرنا کامونمین باوجود ضرورت اور قدرت کے ایکوقت کے انتظار کیواسطے کہ حکمت الہی نے اسوقت کو اس کام کے واسطے مقرر کیا ہے انسانکی عادت ہے تو اسی قیاس پر جزا کے مقدمہ کی تاخیر کو قیامت کے آنیکے انتظار پر سمجہہ لینا چاہیے **وَلَيَالٍ عَشْرٍ** اور قسم کہاتا ہون مین ان دس راتون کی کہ بہت بزرگ و متبرک ہین کہ لوگ تمام سال انکے انتظار مین گذارتے ہین اور کاروبار کو انکے آنے پر موقوف رکہتے ہین اور وہ دس راتین تین قسم پر ہین اول تو دس راتین ذی الحجہ کے مہینے کی اول کی کہ سب حاجی لوگ اطراف و جوانب سے ان دس راتون مین مکہ معظمہ کے شہر مین یا اسکے گرد و نواح مین حج و طواف کے بجالانے کو جمع ہوتے ہین اور ابتدا جمع ہونے کی

ع

شب اول سے ہوتی ہے اور انتہا اُسکی دسوین رات کو ہوتی ہے اور حدیث شریف مین آیا ہی کہ دو نو نہین ہے کوئی دن اس سے کہ اُسمین عمل صالح اور بہتر اور افضل ہو ذی حجہ کے دس دنون سے کہ ہر روزہ اُن دس روز کے روزون مین سے ایک برس کے برابر ہے ثواب مین اور عبادت ہر رات کی اُن راتون مین سے شب قدر کی عبادت سے دو چند گنی ہے دوسرا رمضان مبارک کے آخر کا دہا کہ عابد لوگ اعتکاف کی سنت ادا کرنیکو اور لیلۃ القدر کے برکات حاصل کرنیکو تمام سال اُسکے انتظار مین کاٹتے ہین اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ جبتک دہا داخل ہوتا تہا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گہر کو چہوڑ کر جیت باندہ کے مسجد مین اعتکاف بیٹہتے تہے اور اپنے اہل و عیال کو شب بیداری مین اپنے ساتہ شریک رکہتے تہے اور محنت اور کوشش پرلے درجے کی کرتے تہے تیسرا محرم کے اول کا دہا کہ شہدا کربلا کی کربت اور غربت کے دن ہین اور صبر اور رنج کہ اللہ تعالی کی راہ مین کہینچا ہے اُسکا ثواب اُنکی ارواح مقدس پر اُس دہے مین نازل ہوتا ہے اور بدعتی لوگ جہالت کی راہ سے قایم کرنیکو رسومات غم اور الم کے جیسے سینہ زنی اور کتاب خوانی اور تصویر سازی اور نوبت نوازی کے واسطے تمام سال انتظار اُس دہے کا کرتے ہین اور بعضے مفسرون نے اُن دس راتونکو تمام سال مین سے متفرق لیا ہے کہتے ہین کہ پانچ راتین طاق رمضان مبارک کے آخر دہے کی کہ اُنمین مظنہ لیلۃ القدر کی برکات کا ہے اور ایک رات عید الفطر کی اور ایک عرفے کی اور ایک عید النحر کی اور ایک معراج کی رات یعنے ستائیسوین رجب کی اور ایک شب برات کی مراد ہین واللہ اعلم اور یہی جاننا لائق ہے یہ سمجہ لینا چاہئے کہ ہر قسم کو اس سورۃ مین معرف باللام لائے ہین اور لیال عشر کو منکر فرمایا ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ ان دس راتونکی تعظیم کا سبب پوشیدہ تہا اسواسطے نکرہ لائے تاکہ تنکیر اُن دس راتونکی تعظیم پر دلالت کرے برخلاف دوسری قسمونکے کہ اُنکی عظمت کی وجہ ظاہر اور ہویدا ہے اور یہ بہی ہے کہ لیال عشر کا احتمال چار طور پر ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ہے واسطے فائدہ ابہام اور شیوع کے انکو نکرہ فرمایا ہے کہ سب احتمالونکی گنجایش ہو سکے **وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ** اور قسم ہے جفت اور طاق کی کہ شامل اور محیط ہے تمام عددون کو اسواسطے کہ کوئی عدد ان دو قسمون سے باہر نہین ہو سکتا اور تمام معدودات کو بلکہ جمیع موجودات کو شامل ہے اور انسان کو جیسے وقت کا انتظار کرنا اپنے کاروبار کے واسطے جبلی اور پیدایشی ہے اسی طرح سے جفت اور طاق عددون کا بہی اپنے معاملات اور لین دین مین جبلی اور پیدایشی ہے جیسے کہ حاملہ کو وضع حمل مین نو مہینے کا انتظار کہینچنا چاہئے کہ طاق ہے اور بچے کے دودہ چہڑانے مین دو برس کا انتظار کرنا چاہئے کہ جفت ہے اور مکتب مین بٹہلانے کو لڑکے کے انتظار چار برس کا اور نماز کے سکہانے کے واسطے سات برس کا اور روزے کی تعلیم کے واسطے دس برس کا اور بلوغ اور نکاح کے واسطے پندرہ ۱۵ برس کا انتظار چاہئے کرنا اور اسیطرح سے مہینون کی تاریخون مین کاروبار کے واسطے جفت اور طاق کا انتظار کرتے ہین اور شمسی سال کے پورا کرنے کو انتظار بارہ برجون کا اور قمری سال کے واسطے انتظار بارہ مہینون کا کرتے ہین اور ہفتہ پورا کرنے کو انتظار سات روز کا اور تمام کرنے مین مہینے کے انتظار تیس ۳۰ یا اُنتیس ۲۹ روز کا اور دوگانہ اور چہارگانہ نمازون مین ابتدائے تکبیر سے سلام پہیرنے تک انتظار دو یا چار رکعت کا ہوتا ہے اور سہ گانی نماز مین انتظار تین رکعت کا کرتے ہین اور اسیطرح سے تمام امور شرعیہ اور عرفیہ مین انتظار جفت اور طاق کا معمول اور مروج ہے اور بعضے مفسرون نے کہا ہے کہ مراد جفت سے خلق ہے اسواسطے کہ ہر چیز کو مخلوقات کی دوسری چیز کے ساتہ ذکر کرتے ہین اور شریک کردیتے ہین جیسے آسمان اور زمین جنگل اور دریا رات اندہیرا اور اُجالا اور نر اور مادہ اور مراد طاق سے حضرت حق کی ذات پاک ہے کہ کوئی چیز اُسکے برابر نہین اور بعضون نے کہا ہے کہ مراد شفع سے خلق کی صفات ہین کہ متناقض اور اضداد سے ملی ہوئی ہین جیسے علم اور جہل اور قدرت اور عجز اور حیات اور موت اور عزت اور ذلت اور قوت اور ضعف اور وتر سے مراد صفات حق کی ہین کہ وجود ہے بے عدم اور قدرت ہے بغیر عجز کے اور علم ہے بغیر جہل کے اور حیات ہے بغیر موت کے اور عزت ہے بغیر ذلت کے اور قوت ہے بغیر ضعف کے اور بعضے مفسرون نے کہا ہے کہ شفع سے مراد دوگانی نماز اور وتر سے مراد سہ گانی نماز ہے اور یہ تفسیر عمران بن حصین کی روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور بعضون نے کہا ہے کہ مراد جفت سے جنت کے درجے اور آٹہ دروازے ہین اور طاق سے مراد دوزخ کے ساتون طبقے اور اُسکے دروازے ہین اور بعضون نے کہا ہے کہ جفت بارہ ۱۲ برج ہین اور طاق سات ستارے سیارے کہ اُنکے پہرنے سے اُن برجون مین طرح طرح کی وضعین اور قسم قسم کی تغیرین عالم مین نمودار ہوتی ہین اور بعضون نے کہا ہے کہ جفت سے وہ چاند ہے کہ پورے تیس روز مین نکلتا ہے اور طاق سے مراد وہ چاند ہے کہ اُنتیس روز مین نمود ہوتا ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ مراد جفت سے

دو سجدے ہین ہر رکعت مین اور مراد طاق سے ایک رکوع ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ مراد جفت سے وہ بارہ چشمے ہین کہ موسیٰ علیہ السلام کے لاٹھی کے مارنے
سے ایک پتھر مین سے جاری ہوتے تھے اور مراد طاق سے وہ دونون معجزے ہین کہ فرعون کے مقابلہ مین ظاہر کئے تھے اور قرآن مجید مین بھی اشارہ ہے
ولقد اتینا موسیٰ تسع آیات بینات اور ابو سعید خدری نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ مراد جفت سے عید قربان کا روز ہے کہ دسوین
ذیحجہ کی ہے اور طاق سے مراد عرفے کا روز ہے کہ نوین ذیحجہ کی ہے اور یہ تفسیر لیال عشر سے بہت مناسبت رکھتی ہے **وَالَّيْلِ إِذَا يَسْرِ**
اور قسم کہاتا ہون مین رات کی جس وقت کہ اسکی اندھیری سرایت کرتی ہے عالم مین کہ وہ وقت بھی اُن لوگون کے انتظار کا ہے کہ جنکا کاروبار پردہ پوشی سے
علاقہ رکہتا ہے خواہ نیک ہو خواہ بد جیسے عبادت شب بیدارونکی اور عقد نکاح اور چورونکی چوری کرنا اور ناچنے والونکا ناچنا اور عیاشونکا عیش کرنا اور جادوگرون
کا جادو کرنا اور طلسم کرنا شعبدہ بازونکا اور تماشا کرنا تیلیونکا پس اِن پانچ قسمون سے ثابت ہوا کہ انتظار وقت اور مدت کا باوجود جمع ہونے اسباب اور ارادون
اور خواہشون کے کرتے ہین اور یہ ازروے حکمت کے انسان کی جبلت کے موافق ہے کہ ہر نیک اور بد کام مین وقت کی رعایت کرتے ہین اور جسے صاحب عقل
کو تھوڑی سی فکر کرنے سے اِن چیزونمین معلوم ہوجاتا ہے کہ جزا کے تاخیر کرنے مین قیامت کے روز کیا کیا حکمتین اور فائدے ہین اور اسیواسطے ارشاد ہوتا ہے
هَلْ فِي ذَٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِي حِجْرٍ کیا ہے اُن چیزونمین جو بیان ہوئین کوئی قسم کہ کفایت کرے عقل والے کو گویا ہر قسم اِن پانچون قسمونمین
سے عقل والے کو ثابت کرنے مین اسبات کے کافی ہے کہ حق تعالیٰ قیامت کے وقت کا منتظر ہے ہر نیک و بد کی جزا اور سزا دینے کو اور اگر کم فہمون کو کچھ تعجب
آتا ہو تو شاید اِس بات پر آتا ہو کہ اُس روز اگلے پچھلے سب جمع ہونگے اور ایک دن مین ہر ہر شخص کو جزا اور سزا دینا ایک مشکل امر ہے کیونکہ اگر سارے حشر
کی مخلوق اکٹھی ہون اور مقابلہ پر آجاوین تو اُس وقت سزا دینا اُنکو ہرگز ممکن نہو سکے اسیواسطے بادشاہون نے انبوہ کثیر کے تنبیہ دینے سے حکمت کی
رو سے کنارہ کیا ہے اور حیلون اور تدبیرون سے اول اُنکی جمعیت کو بکہیر دیا ہے جب اُنکا زور کم ہوگیا ہے تب حسب دلخواہ جو منظور رہا ہے کیا ہے پس اگر کار
مجازات کا بھی ہر ایک گنہگار پر جُدا جُدا جاری کیا جاتا تو اِس اندیشے کا کھٹکا ہوتا سو حق تعالیٰ نے درمیان مین اِن قسمون کے جو مذکور ہوئین اور اُس مضمون کے
جسپر قسمین کہائین ہین کہ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ہے بطور جملہ معترضہ کے تین قصے اپنے مجازات کے جو دنیا مین واقع ہوئے ہین کہ اُنمین بڑی بڑی مخلوق تہی کہ جو
نہایت قوت اور شوکت رکہتے تہے ادنیٰ اسباب سے ہلاکت کے نیست و نابود کر دیا پس اُسکی قدرت کے آگے بڑی مخلوقون زورآور کو سزا دینا کچھ مشکل نسمجھا چاہیے
اور حق تعالیٰ کی قدرت کو ذوی الاقتدار بادشاہونکی قدرت پر قیاس نہ کیا چاہیے کہ اسکی اُسے کچھ نسبت نہین رکہتے ہین اور اِس مقام پر تین قصونکے اختیار کرنیکی وجہ
یہ ہے کہ اگر ایک کام خلاف قیاس کسی سے ایکبار وقوع مین آوے تو لوگ اُسکو اتفاقات سے سمجھتے ہین اور جو مکرر سہ کرر واقع ہووے تو معلوم کر جاتے ہین کہ یہ کام اِس
شخص کے روبرو نہایت آسان اور سُبک ہے اور یسر اصل مین یسری تہا یا کو حذف کر دیا اور کسرے کو اُسپر دلیل رکہا کہتے ہین کہ ایک شخص نے اخفش
نحوی سے اِس یے کے ساقط کرنیکی وجہ پوچھی اخفش نے کہا کہ جب تک برس بہر میری خدمت نکریگا تب تک مین تجھکو اُسکی اسقاط کی وجہ نہ سکہاونگا
پہر ایک برس کی خدمت کے بعد یون بیان کیا کہ یسری مشتق سری سے ہے کہ شب روی کے معنے ہین اور شب روی رات کے چلنے والونکی صفت ہے رات کی صفت
نہین لیکن مجاز کے طور پر رات کی صفت کر دیا ہے اسواسطے کہ وقت شب رویکا ہے اور عربکی اصطلاح مین اسناد فعل کی ظرف زمان اور مکانکی بطور مجاز کے بہت
مستعمل ہے چنانچہ کہا کرتے ہین لیلہ قائم ونہارہ صائم اور جو معنے مین یسری کے تغیر واقع ہوا تو چاہا کہ اُسکے لفظ مین بھی تغیر کرین کہ لفظ مطابق معنی کے ہوجاوے
یہ ہے جو کچھ کہ اخفش سے اِس باب مین منقول ہے لیکن یہ بات موقوف ہے دو مقدمونپر ایک تو یہ کہ یسری سری سے مشتق ہے سو یہ لازم نہین بلکہ ظاہر یہ بات ہے
کہ مشتق سرایت سے ہے کہ مطابق والیل اذا سجی اور والیل اذا یغشی کے ہوجاوے دوسرے یہ کہ اگر مشتق سری سے ہووے تو صفت رات کے چلنے والون کی ہو نہ
رات کی صفت اور یہ بھی کچھ لازم نہین ہے بلکہ ظاہر یہ بات ہے کہ شب روی کے معنے چہوڑ مطلق چلنا مراد ہو چنانچہ والیل اذا ادبر مین ہے یا شب روی
استعارہ ہے رات کے چلنے سے اسواسطے کہ رات کا چلنا اور چلنا رات مین دونون مناسب ہین آپسمین یعنے مطلب دونون کا ایک ہے بلکہ اگر خوب
غور اور تامل کر کے دیکہئے تو شب روی یعنے چلنا رات کا بھی صفت رات کی ہو سکتا ہے اسواسطے کہ حقیقت مین رات نام ہے زمین کے سایے کے عکس کا کہ

آفتاب کے مقابلے مین حرکت کرتا ہی اور بسبب منطبق ہونے اس عکس کے قاعدے کے کسی افق پر افق شب سے وہ افق آتا ہی اور وہ مخروط ہمیشہ حرکت مین ہے لیکن نسبت
ہر افق کے حرکت اسکی رات کو ساتہہ اس افق کے ہوتی ہے تو اولی یہی ہی کہ وجہ اسکے ساقط ہونیکی ساتہہ رعایت مشابہت پہلی آیتون ہی سورے کے سواے اسکے
اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ کیا نہین دیکہا تو نے کیا کیا تیرے پروردگار نے اور دیکہنا یہان پر جاننے کے معنو مین ہی اسواسطے کہ یہہ قصہ
اس قدر معروف و مشہور تہا کہ جاننا اسکا گویا دیکہنا ہی اور لفظ ربک کا اس تمام سورے مین اور دو ہی سورون مین ذات پاک کے نام کی جاے پر
مستعمل ہوا ہے اور اس لفظ کے اختیار کرنیکی وجہ اس مقام پر اور دوسرے مقامون پر یہ ہے کہ ربوبیت کہ متوجہ اس پیغمبر جلیل القدر کی طرف ہے جامع ہے
اور ربوبیت جامع عدل و انصاف قایم کرنا چاہتی ہی اور عدل و انصاف چاہتا ہی بے انصاف اور سرکشون کی ہلاکت اور تباہی کو **بِعَادٍ اِرَمَ**
ذَاتِ الْعِمَادِ عاد کے فرقے سے کہ ارم کے رہنے والے تہے اور وہ ارم بستی لیتے لنبے ستونون والی تہی اور عماد جمع ہی عمد کی جیسے
جبال جمع جبل اور یہان پر سمجہہ لیا چاہیئے کہ عاد دو فرقون کا نام ہے ایک تو عاد اولی کہ انکو عاد قدیمہ بہی کہتے ہین اور وہ اولاد مین عاد بن عوص بن
ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کی تہے اور انکو عاد ارم بہی کہتے ہین کہ ارم انکا دادا تہا اور شہر ارم کو بہی اپنے دادا کے نام پر نام رکہا تہا اور وطن انکا
عدن کے متصل تہا اور دوسرے عاد وہ اور شخص کی اولاد ہین کہ اسکا نام بہی عاد تہا اور انہین عاد اولی مین کا تہا کہ احقاف کی زمین مین متصل حضرموت
کے وطن اختیار کیا تہا اور اسکی اولاد اس ملک مین بہت پہیل گئی تہی اور انکا یعنے عاد دوم کا قصہ اپنے پیغمبر کے ساتہہ کہ حضرت صالح علیہ السلام تہے
قرآن مجید مین مکرر وارد ہی چنانچہ اپنے مقام پر مذکور ہے اور عاد اولی کا قصہ قرآن مجید مین دو جا سے زیادہ نہین آیا سو وہ بہی اجمال کے طور پر
ایک تو اس جاے پر اور دوسرے سورہ نجم مین کہ اہلک عادا الاولی اسکی طرف اشارہ ہی الغرض انکا قصہ جسقدر کہ تفسیرون مین اس آیت کی کفایت کرے
لکہا جاتا ہی کہ حق تعالی نے اس فرقے کو قد و قامت اور قوت بے حساب عنایت فرمائی تہی اور زمانے کے سب لوگون سے اس بات مین ممتاز تہے کم سے کم قد کا
آدمی انمین بارہ گز کا ہوتا تہا اور ہر شخص انمین کا بڑے بڑے پتہرونکو جو بہت لوگ اٹہا نہ سکین ایک ہاتہہ سے اٹہا کر پہینک دیتا تہا اور تمام یمن کے ملک اپنے
زور اور قوت کے سبب سے قابض و متصرف تہے یہانتک کہ اسمین دو بادشاہ عظیم القدر پیدا ہوے ایک تو شدید اور دوسرا شداد اور یہہ دونو بادشاہ تمام روے زمین
پر متصرف ہوے تہے اور لشکر اور خزانے بے نہایت جمع کئے تہے لیکن شداد نے اپنے بہائی شدید کے مرنیکے بعد سلطنت کو کمال رونق اور عروج بخشا تہا کہ چار سو
کتنی بادشاہ اسکے مطیع اور فرمانبردار تہے اور کسی روے زمین کے بادشاہ کو طاقت اسکے مقابلے کی نہ تہی پس اس غرور اور تکبر کے سبب سے دعوی خدائی کا کیا تو خدا نے
اور عالمون نے اس زمانے کے کہ علم و عمل انبیا و انکا بطور میراث کے رکہتے تہے اس ملعون کو پند اور نصیحت کے طور پر حق تعالی کے خوف اور اسکی عبادت کیطرف رغبت دلانے لگے
اسنے کہا کہ دولت اور حکومت اور جاہ اور ثروت جو آپ ہمکو موجود ہی اس سے زیادہ اللہ کی عبادت مین کیا حاصل ہوگا اور جو کوئی کہ کسیکی خدمت کرتا ہی یا تو منصب
کی ترقی کیواسطے یا دولت کے واسطے سو یہہ سب میرے پاس موجود ہی مجہکو کیا پڑا ہی کہ کسیکی خدمت گزاری کرون انہونے کہا کہ یہہ ملک اور دولت فانی
فانی ہی اور اللہ تعالی اپنی عبادت کے ثواب مین بہشت عنایت کریگا کہ تمام دنیا سے بہتر ہے اسنے پوچہا کہ اسمین کیا خوبی ہی انہونے جو کچہہ کہ تعریف اسکی
اسکی اگلے انبیاؤن سے منقول تہی اسکے سامنے بیان کی اسنے کہا مجہکو اس بہشت کی بہی حاجت نہین ہے کیونکہ مین دنیا مین ویسی بنا سکتا ہون پس اپنے
معتبر سردارون مین سے سو آدمیونکو مقرر کیا اور ہر ایک کے ساتہہ ہزار ہزار آدمی تعین کئے کہ جیسا کچہہ کہ وہ کہین انکے حکم کے موافق عمارت کے کام مین مشغول
رہین اور ہر ایک سردار کو اپنا اپنا کام سونپ دیا اور تمام ربع مسکون مین حکم بہیجا کہ چاندی سونے کے معدنون مین سے جہان کہین جو ہو نکلا جتنی انمین نکلا کر
بہیجو اور گڑے ہوئے خزانے نکلاوے اور متصل کوہ عدن کے ایک شہر مربع یعنے چوکہنٹا دس کوس کا لنبا اور دس کوس کا چوڑا کہ مستدور اسکا چالیس کوس کا ہوتا ہے بنانیکا
حکم دیا اور اسکی نیو اسقدر کہودی کہ پانی کے قریب جا پہنچی اور اسکو سنگ سلیمانی سے بہر دیا جب نیو بہر چکی اور برابر زمین کے پہنچی تب اسپر سونے روپے کی اینٹون
سے دیوارین چننا شروع کیا بلندی ان دیوارون کی اس زمانے کے گز سے پانچ سو گز کی مقرر کی جس وقت کہ آفتاب نکلتا تہا تو اسکی چمک سے دیوارون کی
روشنی پر نگاہ نہ ٹہرتی تہی پہر چہار دیواری کے اندر ہزار محل تیار کیے اور ہر محل ہزار ستون کا اور ہر ہر ستون جواہرات مین جڑا ہوا اور درمیان

شہر کے ایک نہر بنائی اور ہر مکان مین حوضین اور چوبچے تیار کئے اور اُس نہر سے ہر مکان کو ایک ایک نہر دوڑائی تہی کہ ہر مکان مین ہمیشہ فوارے اُڑا کرتے تہے
اور چادرین چہوٹا کرتی تہین اور حوضین اور چوبچے سدا البالب بہتے تہے اور صحن اُن نہرونکے یاقوت اور زمرد اور مرجان و نیلم سے بہر دئے تہے اور کنارون پر
اُن نہرون کے درخت بنائے تہے کہ جڑین اُنکی سونے کی اور شاخین اور پتے زمرد کے اور پہول پہل اُنکے موتی اور یاقوت کے اور دوسرے جواہرات کے بناکر لٹکائے
تہے اور دوکانون اور دیوارونکو مشک و زعفران اور عنبر کو گلاب سے گہگل کرکے استرکاری کرواکے مطلا اور مذہب کیا تہا اور خوبصورت خوش آواز جانور
یاقوت اور جواہر کے بنواکر درختون پر بٹہائے تہے اور گرداگرد شہر کے ہزار منارے سونے روپے کے جڑاؤ بنائے تہے کہ چوکی پہرے والے لوگ اپنی اپنی باری
سے اُنمین بیٹہے چوکی دیا کرین جب اس انداز کا شہر بنکر تیار ہوا تو حکم دیا کہ سارے شہر مین قالین اور فرش ریشمین زردوزی کے بچہادین اور برتن سونے روپے
کے سب مکانون مین ترتیب سے چن دین اور کسی نہر مین میٹہا پانی اور کسی مین شراب اور کسی مین دودہ اور کسی مین شہد اور شربت جاری کردیا اور بازار اور دوکانون
کو بہی کمخواب اور زربفت کے پردون سے آراستہ کیا اور ہر پیشے اور ہنر والے کو حکم دیا کہ اپنے اپنے کام مین مشغول ہون اور حکم دیا کہ انواع انواع قسم کے میوے
اور طرح طرح کے عمدہ کہانے ہمیشہ سب شہر والونکو پہنچا کرین بارہ برس کے عرصے مین یہہ شہر اس سجاوٹ کے ساتہہ تیار ہوا بعد اُسکے حکم کیا کہ تمام اُمرا
اور ارکان کمال تجمل اور زینت کے ساتہہ اس شہر مین جاکر رہین اور خود بہی اپنی فوج اور لشکر کو ہمراہ لیکر کمال غرور اور تکبر سے کوچ کیا اور راستے مین
بطور چہل اور ٹہٹہول کے اُن واعظون اور نصیحت کرنیوالونکو کہنے لگا کہ تم اسی بہشت کے واسطے مجہکو کہتے تہے کسی دوسرے کے روبرو سر جہکانے اور ذلیل ہونے
آب تمنے میری قدرت اور ثروت دیکہی اور بے پروائی اور بے نیازی کو میری معلوم کیا کہتے ہین جب قریب اس شہر کے پہنچا تو اُس شہر کے لوگ غول کے
غول استقبال کیواسطے شہر کے دروازے سے باہر آکر نذر و جواہر اُسپر نچہاور کرنے لگے اور تحفے تحایف نذر گذراننے لگے جب دروازے پر شہر کے پہنچا اور
ایک قدم اسکا دروازے کے باہر اور ایک قدم اندر تہا کہ آسمان کیطرف سے ایک ایسی کڑک اور آواز سخت ہوئی کہ تمام مخلوق ہلاک ہوگئی اور بادشاہ بہی وہین دروازے مین
گر پڑا اور مرگیا اور اس شہر کے دیکہنے کی حسرت کہ کس محنت اور مشقت سے اسکو تیار کیا تہا دلہی مین لیگیا آور بعضی کتابونمین جو لکہنے مین آیا ہے کہ ملک الموت سے حق تعالی
نے پوچہا کہ تجہکو کسی بندیکی جان نکالنے کے وقت کبہی رحم بہی آیا ہے یا نہین ملک الموت نے عرض کیا کہ یا رب خدایا مجہکو دو شخصون کی جان نکالنے مین کمال
رقت ہوئی اگر تیرا حکم نہوتا تو مین ہرگز اُنکی جان نہ نکالتا ایک تو ایک بچہ تہا نیا پیدا ہوا اپنی ماکے ساتہہ کشتی کے تختے پر رہ گیا تہا حکم ہوا کہ اسکی ماکی جان قبض
کرے اُسوقت مجہکو اُس بچے پر نہایت رحم آیا کہ اس بچے کا اُسکی ماکے سوا کوئی خبر گیر نہ تہا دوسرا ایک بادشاہ تہا کہ اُسنے ایک شہر کمال آرزو سے بنایا تہا کہ ویسا
کہین دنیا مین نہین بنا جب تیار ہوچکا اور وہ اُسکے دیکہنے کو آیا جس وقت کہ قدم دروازہ مین رکہا حکم ہوا کہ اُسکی جان قبض کرلے اُسوقت بہی مجہکو نہایت رقت آئی کہ
وہ کیا کچہہ حسرتین اپنے دلمین لیگیا ہوگا خطاب الہی سے ارشاد ہوا کہ یہہ بادشاہ وہی لڑکا تہا کہ ہمنے اُسکو بغیر ما باپ کے پرورش کیا اور اس حشمت اور ثروت کو
پہنچایا جب اس رتبے کو پہنچا تو ہماری تابعداری سے منہ موڑا اور تکبر کرنے لگا آخر اپنی سزا کو پہنچا کہتے ہین کہ وہ کشتی کا تختہ کہ یہہ بچہ اُسپر رہ گیا تہا بہتا بہتا دریا کے
کنارے آلگا اُس گاؤن کے دہوبی وہان دہوتے تہے جو دیکہا کہ ایک بچہ اپنی ماکی لاش کے پاس تختے پر پڑا ہے تو اُس تختے کو کہینچ لائے اور مردیکو مدفون کردیا اور بچے کو
اپنے مہتر پاس لیگئے مہتر اُسکا حسن اور جمال دیکہکر ہزار جان سے عاشق ہوگیا اور اس مہتر کے اولاد نہ تہی اِس اُس بچے کو فرزندی مین لیا اور پرورش کرنے لگا یہانتک
کہ سات برس کا ہوا لیکن اُسکی عقل اور دانائی اور چالاکی اُسی وقت سے کچہہ اور طرح کی نظر آتی تہی ایک روز گاؤن کے باہر بچون کے ساتہہ کہیلتا تہا کہ
ایکبارگی شور ہوا کہ بادشاہ کی سواری آتی ہے اور لوگون کا گذر ہونا شروع ہوا سارے لڑکے ہیبت سے بہاگ گئے اور یہہ شوخ ایک ٹیکرے پر کہڑا بادشاہ
کی سواری کا اور لشکر کا تماشا دیکہتا تہا یہانتک کہ سارا لشکر چلا گیا اور چند ولی کے پیادے کہ گرے پڑے کی خبر گیری کیواسطے لشکر کے پیچہے پیچہے آتے تہے
گذرنے شروع ہوئے ایک پیادے نے ان پیادون مین سے ایک پوٹلی پائی اُسمین سرمہ دانی اور سلائی تہی اپنے یارون سے کہنے لگا کہ
مین نے سرمہ پایا ہے اگر تمہاری صلاح ہو تو مین اسکو لگاؤن کہ میری بینائی مین فرق ہوگیا ہے شاید کہ فائدہ کرے اُنہون نے کہا کہ
اول تو رستے کی پڑی ہوئی چیز اُٹہانا نچاہیے خیر اگر تونے اُٹہائی تو بغیر آزمائے ہوئے آنکہو مین لگانا ہرگز مناسب نہین پہلے کسی اور کے آنکہو مین

لگا جب اُسکو فائدہ کریے تو تو بہی استعمال مین لاؤ اس واسطے اودہر اُدہر دیکہا تو کوئی وہان تہا مگر یہ لڑکا ایک ٹیلے پر کہڑا تہا اُسنے کہا لڑکے آ ہم تیری آنکہون مین
سُرمہ لگا دین کہ تیری آنکہین اچہی لگین یہ لڑکا دوڑتا ہوا اُس بہاڑے کے پاس گیا اور سُرمہ دانی اور سلائی بہادرے سے لیکر اپنی آنکہہ مین لگائی لگانے کے
ساتہہ ہی تمام زمین کے خزانے اُسکو نظر آنے لگے جیسے صاف پانی مین چیز نظر آتی ہے لڑکا اپنی لیاقت اور دانائی سے چلّایا اور فریاد کرنے لگا کہ اے
خانہ خراب ظالمون تُمنے میری آنکہین پہوڑ ڈالین مین بادشاہ کے پاس فریاد کرونگا اور تمکو سزا دلواؤنگا بہادرون نے جو یہ بات سُنی سُرمہ تو وہین چہوڑا
اور گرتے پڑتے اپنی جان لیکر بہاگ گیے یہ لڑکا سرمہ دانی لئے ہوے اپنے گہر آیا اور یہ حقیقت مہتر سے بیان کی مہتر نے کہا اپنے گدہے خچرین موجود
موجود ہین رات کو جب سب لوگ سو جاوین تو بہاڑ سے کداریان لیکر جو مزدور کہ اپنے اعتباری ہین اُنکو ساتہہ لے جس جا سے پر تجہکو خزانہ نظر آوے
وہان سے کہود کے اپنے گدہون خچرون پر لاد لا اس لڑکے نے اسیطور سے کیا آخر لا لا کر بہت سا مال جمع کیا اور سب گاؤن والون کو اپنا
رفیق کر لیا اور اُس گانون کے سردار کو مار ڈالا اور اُسکی جاے پر آپ ہو بیٹہا ہوتے ہوتے یہ خبر حاکمون فوجدارونکو پہنچی تو اُنہون نے ارادہ اُسکے سزا
دینے کا کیا اوس لڑکے نے بہی فوج رکہہ کر مقابلہ کیا اور ان سبکو مار دیا آخر چند روز کے بعد وہ بادشاہ مر گیا تو اُس لڑکے نے فوج کشی کی آخر ہوتے
ہوتے بادشاہ ہو گیا اسی طرح سے بڑہتے بڑہتے تمام روئے زمین کا بادشاہ ہوا اور سارے جہان کے بادشاہ اُسکے مطیع اور فرمان بردار ہوے
اب سُنا چاہیے وہ شہر کیا ہوا معتبر تفسیرون مین لکہا ہے کہ اس بادشاہ اور لشکر کے ہلاک ہونے کے بعد اللہ تعالی نے اُس شہر کو لوگون کی نظرون
سے پوشیدہ کر دیا مگر کبہی کبہی راتکو عدن کے گرد نواح کے لوگون اُسکی جہلک اور روشنی اُس جاے پر معلوم ہوتی ہے کہتے ہین کہ یہ روشنی اُسی شہر کے
دیوارون کی ہے اور عبداللہ بن قلابہ کہ ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحابون مین سے تہے اتفاقاً اُس نواح مین ہو کے ناگاہ ایک اونٹ اُنکے اونٹون
مین سے چہوٹکر بہاگ گیا وہ اُسکے ڈہونڈنے کو نکلے جب اُس شہر کے نزدیک پہنچے تو اُن مینارون اور دیوارونکو دیکہکر بیہوش ہو گئے اور اپنے دلمین کہنے لگے کہ
شہر کی تو صاف اُسی بہشت کی سی صورت ہے جسکا پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمسے وعدہ فرمایا ہے شاید کہ یہ معاملہ خواب مین دیکہتا ہون جب اُس
شہر کے دروازے پر پہنچے اور اندر گئے تو دیکہا تمام مکانات اور نہرین اور درخت وہانکے سب بعینہ جنت کے سے ہین لیکن شہر مین کوئی آدمی نہین تہوڑے
سے جواہر اور یاقوت کہ مکانات کے صحن مین سنگریزون کی جاے پر بکہرے پڑے تہے اپنی چادر مین لے لئے اور تنہائی کے خوف سے جلد نکل بہاگے
اور دمشق کو گئے جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی تو یہ سارا احوال بیان کیا تو حضرت معاویہ نے اُنسے پوچہا کہ یہ شہر تمنے خواب مین
دیکہا ہے یا بیداری مین اُنہون نے کہا بیداری مین اور نشانیان اس شہر کی خوب دلمین یاد رکہی ہین کہ عدن کے پہاڑ سے فلانی جانب کو اسقدر
مفاصلہ رکہتا ہے اور دوسرے طرف فلانے درخت کی نشانی ہے اور ایک طرف کو فلانا کنوان ہے اور یہ جواہر اور یاقوت کہ وہان سے لایا ہون میرے پاس
موجود ہین حضرت معاویہ اس بات کے سُننے سے نہایت متعجب ہوے اور اُسوقت کے عالمونکے پاس آدمی بہیجا کہ دنیا مین کوئی شہر ایسا بہی ہے کہ سونے روپے
سے بنا ہو اور ایسا ایسا ہو اُسوقت کے علمار نے کہا کہ ہان قرآن مجید مین اُسکا مذکور آگیا ہے اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ مگر اس شہر کو اللہ تعالے نے لوگونکی نگاہ
سے پوشیدہ کر دیا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت مین سے ایک شخص اُسمین جاویگا اور وہ شخص کوتاہ قد سرخ رنگ اور ابرو اور گردن
پر اُسکے دو خال ہونگے اور اپنے اونٹ کو ڈہونڈہتا ڈہونڈہتا اُس شہر مین جا پہنچیگا اور وہانکے عجائبات دیکہیگا جب حضرت معاویہ نے یہ سب نشانیان اُنمین
دیکہین تو برابر تکلین فرمایا واللہ یہ وہی شخص ہے حاصل کلام کا یہ ہے کہ اس شہر کی اس سے زیادہ کوئی کیا تعریف کریگا کہ خود رب العزۃ باوجود احاطہ علم کے تمام معلومات پر
اُسکے حق مین ارشاد فرماتے ہین کہ **اَلَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ** وہ شہر کہ ہرگز پیدا نہین کیا گیا ویسا دوسرے زمین کے
شہرون مین **وَثَمُوْدَ الَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ** اور کیا کیا تیرے پروردگار نے ثمود کے فرقے سے کہ بڑے بڑے
پتہرونکو تراشتے تہے وادی القری مین اور ثمود قوم عاد کے بنی عم تہے کہ عادیون کے ہلاک ہونیکے بعد حجاز شریف اور شام مقدس کے درمیان مین اپنا گہر
مقرر کیا تہا اور حجر سے وادی القری تک ایکہزار سات سو بستیان اپنے تصرف رکہتے تہے اور ہر بستی مین بڑے بڑے محل اور اٹاریان اور دروازے

[illegible] کا حال ۱۷

منفسدونکا رب ہے ویسا ہی مظلومونکا بہی ہی سو ربوبیت آس ذات پاک کی یہی بات کو چاہتی ہی کہ مظلومونکا بدلا ظالمون سے پورا پورا لیا جاوے **سَوْطَ**
عَذَابٍ ایک کوڑا عذابکا اور کوڑے کے لفظ مین اشارہ اسبات کا ہی کہ یہہ تمام سخت عذاب مینہہ کی طرح سے ان تینون گروہ پر بسا تبب
آن عذابون کے کہ آخرت مین انکے واسطے تیار ہی اور وہ آنکے سزا اور مین حکم کوڑیکا رکہتا ہی بہ نسبت شمشیر کے اور مجموع لفظ صب اور سوط سے معلوم ہوا کہ عذاب
کے واسطے دو استعارے فرمائے ہین اول مینہہ کہ صب کا لفظ اسکی تشریح ہی دوسرا تازیانہ کہ سوط کا لفظ اسکی تصریح ہی اور ایک عبارت مین دو استعارے جمع فرمانا
آنہین کلام اللہ کا ہی بشر کے کلام مین پایا نہین جاتا چنانچہ اس آیت مین بہی ہی **فاذاقہا اللہ لباس الجوع والخوف** مذکور ہی اور بالتخصیص
ان تینون قصون کے لانے مین نکتہ یہہ ہی کہ لوگونکے دشمنون مین جو بدلا لینا جمع کثیر سے مشکل معلوم ہوتا ہے سو یا تو اس جہت سے ہوتا ہی کہ وہ جماعت کثیر اور
زور آور اور قوی ہیکل ہوتے ہین کہ کوئی آنکے مقابلے کی طاقت نہین رکہتا تو اسکے واسطے قصہ شداد اور عاد کا بیان فرمایا اور یا اسلئے ہی کہ طرح کی مضبوطی
کے سبب سے ہوتا ہے سو اس شبہے کے دفع کے واسطے ثمود کا قصہ ارشاد ہوا یا فوج اور لشکر کے باعث سے ہوتا ہی سو آسکے لیئے فرعون کا احوال
مذکور فرمایا اب آس مضمون کو جسکے واسطے پانچ قسمین اور تین قصے تمہید ہوئے تہے ارشاد فرماتے ہین **اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ** تحقیق ثابت ہوا
کہ تیرا رب البتہ گہات مین ہے جیسے کوئی شخص چوکی پر سر راہ بیٹہا آنے جانے والونکا احوال دیکہتا ہی اور معلوم کرتا ہی کہ فلانا کیونکر گذرا اور کیا کرتا گیا اور فلانا کیا
لایا اور کیا لے گیا کہ ملاقات کے وقت آسکے لائق عمل ہی لاوے پس جناب باری کو دنیا مین انتقام نہین لینا محض بنی آدم کی بہلائی برائی پوری ہو جانیکے
کو وہ بغیر فنا ہو جانے نوع انسانی کے ممکن نہین نہ کہ آنکے بہلے بری کا سوچ سے غافل ہی یا بے پرواہی کی راہ سے بدلا لینا منظور نہین رکہتا پس جو
سب بہال ہے یعنے ڈہیل دینا ایک مدت تک ہی اہمال نہین یعنے مہمل چہوڑ دینا نہین ہے اور اکثر یہہ کمین گاہ اور انتظار بندونکے حق مین مال اور جاہ
اور عزت اور نعمت کے دینے اور نہ دینے کے سبب سے ہوتا ہی تاکہ معلوم کرے کہ مال اور جاہ اور نعمت کے دینے سے شکر کرتا ہی اور اپنی حد کے اندر سے قدم
باہر نہین رکہتا ہی یا تکبر اور فخر اور سرکشی اختیار کرتا ہے اور مال اور جاہ اور نعمت نہ دینے کی حالت مین بہی دیکہتا ہی کہ کفران نعمت اور جزع اور فزع کرتا
یا صبر اختیار کرتا ہی اور رضا بقضا پر یعنے اللہ کے حکم پر ثابت رہتا ہی لیکن اس گہات اور انتظار کو سوائے اللہ تعالی اور پیغمبرون اور صدیقون اور اولیا
اور عالمون ربانی کے کوئی نہین جانتا اور بنی آدم غیب کے معاملے کی کیفیت سے غافل ہین ہرگز اس بہید کو نہین جانتے اور ظاہری نعمت اور
مال پر فریفتہ ہو جاتے ہین اور ظاہر کے فقر اور تکلیف پر جزع اور فزع کرنے لگتے ہین اور نا امید ہو جاتے ہین چنانچہ فرماتے ہین **فَاَمَّا الْاِنْسَانُ** پس
آدمی پس جیسے معاملے سے غافل ہے اور اسکی غفلت کی دلیل یہ ہے **اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ** جب آزماتا ہی آسکا پروردگار گہات مین ہے
مال دے کر **فَاَكْرَمَهٗ** پس عزت دیتا ہی آسکو بسبب اس کے کہ مال دینے سے آسکو حاصل ہوئی ہی **وَنَعَّمَهٗ** اور نعمت میں کرتا ہی اسکو کیونکہ
مال سے ساری نعمتین حاصل ہوتی ہین **فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ** پہر کہتا ہی میرے رب نے مجہکو عزت دی بے سبب یہہ نہین جانتا کہ یہ سب
آزمایش ہی کیونکہ آلہی سے مشہور ہے کہ جو اول مال اور عزت دی ہی تو آخرت مین بہی اسیطرح سے کرینگے یہہ بات بہی نہین ہے
بلکہ مقصد منزل پر پہنچ دیکہیئے کیا ہو **وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ** اور مقرر آدمی جب آزماتا ہی اسکو پروردگار اسکا پہر فقر فاقے سے **فَقَدَرَ**
عَلَيْهِ رِزْقَهٗ تو تنگ کرتا ہی اسپر رزق آسکا اگرچہ حاجت ضروری کی موافق کہ زندگانی اسپر موقوف ہے **فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ**
پہر کہتا ہی میرے پروردگار نے مجہکو ذلیل کیا بے سبب یہ سب آزمایش ہی بیصبری اور عزت اور ذلت کا مقصد تو پوشیدہ ہے نہین معلوم کیا ہی کیونکہ
بہت ہوتا ہی کہ فقر آخرت کی عزت کا سبب ہو جاتا ہی اور بہت ہوتا ہی کہ مال [illegible] ذلت اور وبال کے سبب ہوتے ہین سو دنیا کے پہلے حال پر مغرور ہو
[illegible] دونون صورتون مین یعنے نعمت [illegible] کو کہ سمجہ [illegible] سو جاننا چاہیے [illegible] غفلت ہے **اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ** کے مضمون
باقی ہے یہان پہ چند سوال کہ جواب انکا [illegible] ہے اول [illegible] لفظ ف [illegible] واسطے آیا ہی اور عرب کی لغت مین اما کا کلمہ مجمل کی تفصیل
کیواسطے ہوتا ہی وہ مجمل جو سابق کے کلا[illegible] دوسرا [illegible] تفصیل [illegible] پہر سے علاقہ رکہتی ہے جواب

اُسکا یہہ ہی کہ وہ مجمل کلام مضمون ان ربک لبالمرصاد کا ہی اسواسطے کہ اس مضمون سے معلوم ہوا کہ پروردگار عالم کا آزمایش اور امتحان کے درپے ہی اور بندون کے احوال سے غافل
نہین اور یہہ بات اسکو چاہتی ہی کہ بندے بہی ڈرتے اور ہوشیار رہین غافل نہو جاوین لیکن آدمی غفلت مین گرفتار ہی اور اُسکی غفلت کا بیان دونون صورتون مین
عزت یا ذلت دولت ہو یا فقر تفصیل اس مضمون کی ہوئی اور اُس تفصیل کو اس اجمال پر ف کے لفظ سے تفریع فرمایا ہی دوسرے یہہ کہ دولت کی آزمایش کی
جائے پر فاکرمہ ارشاد ہوا اور بندیکی زبانی بہی فاکرمن نقل فرمایا اور فقر کی آزمایش کی جائے پر فاھانہ نہ فرمایا اور بندیکی زبانی سے فاھانن
فرمایا اسمین کیا نکتہ ہی جواب اسکا یہہ ہی کہ حقیقت مین رزق کی تنگی اہانت کا سبب نہین ہی پس فقر کو اہانت کہنا غافل بندے کا کام ہی کچہہ موافق
واقع کے نہین ہے کیونکہ اکثر ہوتا ہے کہ فقر ظاہری دنیا اور آخرت کی صلاح کا سبب ہو جاتا ہی بلکہ موجب عزت اور جاہ کا بہی ہو جاتا ہی چنانچہ بہت سے
اولیاء اللہ کے احوال سے ظاہر اور ہویدا ہی اور دولت اور مال حقیقت مین عزت ظاہری کا سبب ہوتا ہی اکثر حالات مین گو کہ آخرت کی عزت کا سبب
نہو بہر صورت فراخی رزق کی دنیا مین بہتر ہی دنیا اور آخرت کے خسران سے معاً سو اس نکتے کے واسطے فاکرمہ کے لفظ کو اس جگہ پر بڑہایا تیسرے یہہ کہ اصل
کلام یون معلوم ہوتا ہی کہ فاما الانسان فیقول ربی اکرمن اذا ما ابتلہ فاکرمہ واما ھو فیقول ربی اھانن اذا ما ابتلہ فقدر
علیہ رزقہ پس لفظ فیقول کا مبتدا کی خبر ہی دونون جگہ پر واما اذا ما ابتلہ ظرف ہی یقول کا اور کلام مجید مین اول اما کو انسان پر
داخل کیا اور دوسری بار اذا ما ابتلاہ پر کہ ظرف یقول کا ہی لائے اس تغییر مین کیا نکتہ ہی جواب اسکا یہہ ہے کہ حقیقت مین اما ظرف پر داخل ہی اسواسطے کہ اما کا لفظ
لانے سے انسان کی تفصیل منظور نہین ہے بلکہ اسکی آزمایش کی تفصیل دولت اور فقر سے منظور ہی اور پہلے قرینے مین کہ انسان کا لفظ متصل اما کے وارد ہے
ضمیرونکی مرجع کی تعیین کے واسطے ہی جو کہ سابق مین مذکور نہین ہوئے سو باعتبار اصل معنی کے کلام کو یون سمجہا چاہیئے کہ ان ربک لبالمرصاد
والانسان غافل عن ذلک عن ذلک فی کلتا الحالتین فاما اذا ما ابتلہ ربہ فاکرمہ ونعمہ فیقول ربی اکرمن
واما اذا ما ابتلہ فقدر علیہ رزقہ فیقول ربی اھانن بلکہ اگر خوب غور کیجئے تو یہان دو تفصیلین منظور ہین اول یہہ کہ اما الانسان فھو غافل عن کون ربہ
لبالمرصاد فی کلتا الحالتین اور دوسرے یہہ کہ اما فی حالۃ الابتلاء بالنعمۃ والمال فلا یتلقی النعمۃ بالشکر واما فی حالۃ الابتلاء بالفقر و
الضیق فلا یتلقہ بالصبر ولا یدری ان ربہ قد فعل ازاۃ علی معاملۃ اور جو تفصیل اول کی مقصود بالذات نہی تو انسان کے لفظ کو
اس تفصیل کے واسطے شروع مین اس تفصیل کے زیادہ کیا تاکہ اشارہ ہو اس تفصیل پر اور دوسری تفصیل کو اتباع کے طور پر لائے ہین اسواسطے کہ یہی تفصیل
بالذات مقصود نہی واللہ اعلم چوتہے یہہ کہ انکار اور مذمت انسان کی جو اکرمن اور اھانن کی لفظ سے بوجہی جاتی ہی کس چیز کی طرف متوجہ ہے
حالانکہ انسان بیچارہ اس کہنے مین سچا ہی چنانچہ اکرام کے مقام پر اسکے مطابق خود بہی ارشاد فرمایا ہی پہر اگر بندے نے بہی اُسکے موافق کہا تو کیا جائے
انکار کی ہی اور اہانت کی جائے پر ہر چند کہ خود نہین فرمایا ہی لیکن مطابق واقع کے ہی کیونکہ فقر اور معاش کی تنگی اکثر اوقات مین سبب ذلت اور
حقارت کا ظاہر بینون کی نظرونمین معلوم ہوتی ہی چنانچہ کہا ہی عِزَّۃُ الدُّنْیَا بِالْمَالِ وَعِزَّۃُ الْاٰخِرَۃِ بِالْاَعْمَالِ ٭ جواب اسکا یہہ ہی کہ انکار اور مذمت
کہنے پر اکرمن اور اھانن کے نہ اسواسطے ہی کہ موافق واقع کے نہین ہی بلکہ اس جہت سے ہے کہ بندہ اکرام اور اہانت دنیوی مین گرفتار ہی اور اُس آزمایش سے کہ
پردے مین اکرام اور اہانت کے مخفی اور مستور ہی غافل ہو جاتا ہی اور حقیقت کو اکرام اور اہانت کی کہ قیامت کے روز ظاہر ہوگی نہین جانتا اور سوا اکرام اور
اہانت دنیویکے کسیطرح کا اکرام اور اہانت تصور نہین کرتا پس بندہ مانند بے عقل بچے کے ہی کہ زہر شکر آلود کو مانند شکر کے جانتا ہی اور بسبب بیہودگی کے دوا کو کہ
اُسکے حق مین نافع ہی زہر جانتا ہی سو یہہ انکار اور جہڑکیان اسکی بیوقوفی پر ہین کہ حقیقت کو چہوڑکے ظاہر پر ریجہہ جاتا ہی پانچوین یہہ بات ہی کہ ابتلا کے
معنے عرف کے موافق فقر ہین تو ظاہر ہین لیکن دولت اور اکرام مین ابتلا کے کیا معنے ہونگے جواب اسکا یہہ ہی کہ لغت مین ابتلا کے معنے امتحان اور آزمایش
کے ہین سو جیسے کہ فقر مین آزمایش منظور ہی یعنے صبر کریگا یا نہین اسیطرح دولتمین بہی وہی آزمایش منظور ہے کہ شکر کریگا یا نہین ؎ بادہ نوشیدن و
ہشیار نشستن سہل است ٭ گر بدولت برسی مست نگردی مردی ٭ پس ابتلا سے اس جگہ پر لغوی معنے مراد ہین نہ عرفی اور جب آدمی کے

حال کی تفصیل بیان کرنے سے فقر ہو یا غنا فارغ ہو چکے تو اب اسکو ادا کرنے پر اُن حقوق کے جو لوازمات غنا کے ہین ادا نکرنے پر اسکے شکر کے زجر اور توبیخ فرماتے ہین **کَلَّا** بات یون نہین ہے کہ ملنے سے مال اور جاہ کے مغرور اور فریفتہ ہو کر اپنی بزرگی کی حقیقت اللہ تعالے کے نزدیک لازم جانو اور اُسکی نعمتونکو اُسکی مرضیات مین صرف نکرو جسطرح بنی آدم کرتے ہین **بَلْ لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيْمَ** بلکہ تم لوگ یتیم کی عزت نہین کرتے حالانکہ اللہ تعالے نے تمکو مرتبہ اور عزت اسواسطے دیا ہے کہ بے عزت لوگونکی عزت کرو خصوصًا یتیم کی کہ بے عزتی ہر طرف سے اُسپر برستی ہے چنانچہ بہت سا مال اور دولت تمکو اسواسطے دیا گیا ہے کہ فقیرون اور محتاجون پر خرچ کرو اور اُنکا پیٹ بہرو اور تم لوگ یہ کام نہین کرتے **وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ** اور ایک دوسرے کو تقید نہین کرتے ہو کہانا کہلانے پر مسکین کے بلکہ اپنے مال کمائے ہوئے سے دینا تو کیا ممکن ہے غیر کے مال سے بہی جو بے محنت اور بے مشقت تمکو ملتا ہے خرچ نہین کرتے ہو اور اُسکو بہی بید ہڑک چکہہ جاتے ہو چنانچہ ارشاد ہوتا ہے **وَتَأْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا** اور کہاتے ہو میراث باپ دادونکی ہمیو قع اور بیجا اور فرق نہین کرتے ہو تم درمیان اپنے حق کے کہ حلال ہے اور اپنے شریکونکے حق کے کہ حرام ہے پس تمہاری سمجہہ بوجہہ جانورونکی سمجہہ بوجہہ سے بہی کمتر ہے کہ اپنے گہاس کو اول سُونگہہ لیتے ہین پہر اگر قابل کہانیکے ہوتی ہے تو کہاتے ہین نہین تو نہین اور اگر کوئی یہ کہے کہ نہ تو میرے پاس مال ہے کہ یتیم اور مسکین کو اُسمین سے دُون اور نہ باپ دادے کی میراث ملی ہے کہ اُسمین سے شریکونکا حق کہا لیا ہو گا اُسکے جواب مین فرماتے ہین **وَتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا** اور دوستی رکہتے ہو تم مال سے بہی بہر کے ہر چند کہ مالدار نہین ہو لیکن تمہارے دلمین مالکی محبت بہری ہوئی ہے اگر تمہارے ہاتہ مین آوے تو تم بہی وہی کرو جو دوسرے کرتے ہین اور یہان جمًّا کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ فی الجملہ مال کی اور تعلق دلکا اُسکی طرف اگر موافق حاجت ضرورت کے ہو تو معیوب نہین ہے کیونکہ عالم کے انتظام کی بقا اُسی پر موقوف ہے اور وہ محبت جو عیب ہے سو اُسی قدر ہے کہ زیادہ حاجت سے ہو **كَلَّا** یون نہ سمجہا چاہئے کہ حق تعالے نیک اور بد کاموں سے بندون کے غافل ہے یا بدلا دینا نیک اور بد کامون پر منظور نہین ہے بلکہ اللہ تعالی گہات مین ہے اور منتظر ہے ایک وقت کے آنیکا جو اُسکی حکمت نے اعمالونکی جزا اور سزا دینے کے واسطے مقرر کیا ہے اور بیان اُس وقت کا یہ ہے **اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا** یعنے جب کوٹی جاویگی زمین جیسا کہ حق ہے کوٹنے کا یہانتک کہ ریزہ ریزہ ہو جاوے اور پہاڑ اور اونچی نیچی زمین سب برابر ہو جاوے اور یہ حالت بہونچال کی شدت کے سبب سے ہو گی جو قیامت کے دن آویگا اور اُسی زلزلے کے سبب سے مُردے قبرون سے نکلینگے اور بہونکنے سے صُور کے روحین بدنونسے ملجاوینگی **وَّجَآءَ رَبُّكَ** اور آویگا تیرا پروردگار جلال اور قہر کی صفت سے اور تجلی فرماویگا اور جزا اور سزا دینے کو بندون کے متوجہ ہو گا **وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا** اور آوینگے فرشتے صفین کی صفین یعنے فرشتے ساتون آسمان کے سات صفین ہو جاوینگے اور حاملان عرش کی ایک صف دوسری اور علی ہذا القیاس **وَجِايْٓءَ يَوْمَئِذٍۢ بِجَهَنَّمَ** اور لائی جاویگی اُس روز دوزخ یعنے ظاہر کی جاویگی چنانچہ دوسری آیت مین فرمایا ہے وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى اور بعضی روایتونمین آیا ہے کہ ستر ہزار فرشتے دوزخ کو اپنے مقام سے ستر ہزار باگون سے کہینچتے ہوے بائین طرف کو عرش معلے کے لاوینگے اور جب وہ سو برس کی راہ حشر کے میدان سے دور رہیگی تو چنگاریان اور لپٹین اُسکی اُڑینگی اور اُسکے جوش و خروش کی آواز اتنی دُور سے سب اہل محشر سُنینگے اسوقت محشر کے لوگون پر نہایت خوف غالب ہو گا اور پیغمبر منبرون اور کُرسیون سے اُتر پڑینگے اور ساری مخلوق گہٹنونکے بل بیٹہہ جاویگی اور نفسی نفسی پکار اُٹہینگی **يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ** اُس دن سوچیگا اور یاد کریگا آدمی کہ وہ جو پیغمبر اور نصیحت کرنیوالے کہتے تہے کہ بدلا نیک اور بد کامونکا حق ہے اور قیامت آنیوالی ہے بیشک سچ تہا کیونکہ اسباب جزا اور سزا کے سب موجود دیکہیگا قید خانہ تو دوزخ سا اور فرشتے مارنے دہاڑنے والے پیادے اِس کثرت کے ساتہ حاضر اور حاکم حق تعالے اپنے قہر اور جلال کے ساتہ متجلی اور زمین کہ اجسام و ارواح کے رہنے سہنے کی جائے تہی سب ٹوٹ پہوٹ کر برابر ہو گئی نہ تو کوئی ٹہکانا بہاگنے کا اور نہ کوئی پہاڑ قلعہ گڑہی کہ اُسمین کہین نظر آتا ہے کہ وہان جا چہپے لیکن یاد کرنا اور سوچنا اُسوقت کا کچہہ فائدہ نکریگا چنانچہ فرماتے ہین **وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى** اور کہان ملیگا اُسکو سوچنا یعنے سوچنا اور یاد کرنا اُسکو کچہہ مفید نہو گا کیونکہ وہ دن سوچنے اور یاد کرنیکا نہین ہے بلکہ وہ دن تو جزا اور سزا کا ہے ہان آج اگر

ف مال کی محبت ضرورت کے قدر ہو تو معیوب نہین ہے

سوچیے تو اُس روز کام آوے نہین تو سوا اس حسرت اور افسوس کے کہ یہ بھی ایک بڑا عذاب ہے کچھہ ہاتھ نہ آویگا چنانچہ فرماتے ہین يَقُولُ يٰلَيْتَنِي
قَدَّمْتُ لِحَيَاتِي کہنے لگیگا آدمی افسوس اگر مینے کچھہ آگے سے بھیجا ہوتا اس زندگانی کے واسطے مال اور اعمال نیک جیسے ایمان اور
طاعت اور یہ حسرت اُسکو عذاب جسمانی سے بہت سخت ہوگی فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ پس اُس روز نہ ماریگا
اُسکا سا مارنا کوئی نہ آگ نہ دوزخ کے موکل نہ سانپ نہ بچھو کہ اُس آگ مین ہونگے کیونکہ مارنا اور دُکھہ دینا اُنکا عذاب جسمانی ہے اور حق تعالے کا عذاب
اُس طور پر ہوگا کہ تقصیروار کی روح کو حسرت اور ندامت مین گرفتار کردیگا اور یہ عذاب روحانی ہے پس عذاب جسمانی کو عذاب روحانی سے کیا نسبت
ہے وَلَا يُوثِقُ وَثَاقَهُ أَحَدٌ ط اور نہ باندہیگا اُسکا باندہنا کوئی کیونکہ دوزخ کے پیادے ہرچند کہ دوزخیون کے گلون مین طوق
ڈالینگے اور زنجیرون سے جکڑینگے اور دوزخ کے دروازون کو بند کرکے اوپر سے سرپوش بند کردینگے غرضکہ طرح طرح سے عذاب کرینگے لیکن
عقل اور خیال کو اُنکے نہ بند کرسکینگے اور عقل و خیال کی عادت ہے کہ بہت سی باتون کی طرف التفات کرتا ہے اور بعضی باتین اُن مین سے دوسری
باتون کی حجاب ہوجاتی ہین اسیواسطے مین قید مین انسان کو کمال وسعت عقلی اور خیالی حاصل ہوتی ہے برخلاف اُس شخص کے کہ اللہ تعالی
عقل و خیال کو اُسکے اِدہر اُدہر کے جانے سے روک رکھے اور بالکل دُکھہ درد ہی کے متوجہ رکھے تو ایسی قید ہزارون درجے بدنی قید سے سخت ہے
اسیواسطے سودائیون اور مجنونون کو عین سیر مین باغون اور جنگلون کے خفگی اور گہبراہٹ وہم اور خیال کے سبب سے پیدا ہوجاتی ہے کہ وہ باغ اور وہ
بڑے بڑے جنگل اُسکی نظر مین تنگ معلوم ہوتے ہین اور بعضے معتبر قاریون نے لَا يُعَذَّبُ اور وَلَا يُوثَقُ مجہول کے صیغہ سے پڑہا ہے اور اس
صورت مین معنے ظاہر ہین کہ نہ عذاب کیا جاویگا اس غافل کی طرح سے کوئی اور نہ بند کیا جاویگا اس غافل کی طرح سے کوئی کیونکہ دوسرے
گنہگارون نے ہرچند کہ گناہ کئے تھے لیکن اسدن سے غافل نتھے کبھی کبھی اُسدن کا خوف اُنکے خیال مین گزرا کرتا تھا جب اُسدن کو دیکھینگے
تو اسقدر خائف اور بیہوش نہوجاوینگے کیونکہ اول سے دہشت اُسکی رکھتے تھے اسواسطے اُنکے حق مین وہ روز بلائے ناگہانی نہوگا اور اُنکے عذاب اور
قید مین منکرون کے عذاب اور قید سے تخفیف ہوگی اور اس ہول اور دہشت کے دن مین سب نیکون اور بدونکو اول مرتبے مین خوف اور اضطراب غالب ہوجاویگا
تو اُسوقت تابعدارون اور نیکونکو تسلی بخشینگے اور ایک منادی ندا کریگا يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ اے جی چین پکڑے ہوے ساتھہ حق کے
کہ تو التفات سوائے حق کے کسی اور کی طرف نرکہتا تھا تجھکو بس جانے سے زمین کے اور فرشتونکی صفونکے دیکہنے سے اور پر ہول آواز سُننے سے دوزخ کے
کیا پروا ہے ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ پہر آ اپنے پروردگار کی طرف کہ ہمیشہ تو اُسیکے حضور مین مستغرق رہتا تھا اور اُسکے ماسوا کی طرف التفات نکرتا تھا
رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ایسی حالت مین کہ تو خوشوقت ہونیوالا ہے تو دیکہنے تجلی سے جمال حق کے اور پسند کیا گیا ہے تو ساتھہ ظہور آثار جمال جمیل مطلق کے
فَادْخُلِي فِي عِبَادِي پہر داخل ہو میرے مقرب بندونکے گروہ مین کہ دیدار کے مقام مین رہتے ہین اور یہ تیرا مرتبہ ہے سعادت روحانی کا وَادْخُلِي
جَنَّتِي اور داخل ہو میری جنت مین کہ وہ مقام ہے لذت جسمانی کے مزہ اُٹہانیکا رزقنا اللہ الفوز بالسعادتین اس جگہہ سمجھہ لیا چاہیے کہ نفس انسانی کو
قرآن مجید مین تین صفتون سے موصوف کیا ہے امّارہ اور لوّامہ اور مطمئنہ امّارہ کی صفت ہے کافرون اور فاسقونکے نفس کی کہ کفر اور فسق سے منہہ نہین
پہیرتے اور اُنکا نفس اُنکو ہر وقت اُنہی کامونکی طرف رغبت دلاتا ہے اور لوّامہ گی اُن گنہگار بندونکے نفس کی تعریف ہے کہ وہ اپنی بدی پر ندامت کہینچتے مین
اور گناہ ہوجانیکے بعد اپنے کو ملامت کرتے ہین کہ یہ کام مینے کیون کیا اور بہت برا کیا اور مطمئنہ ہونا انبیا اور اولیا اور اصحاب کے نفسون کی صفت
ہے کہ ایمان اور طاعت اور ذکر اور فکر مین حق کے اطمینان رکھتے ہین اور کشمکش سے خواہشونکے اور خطرات سے گناہونکے اُنکے احوال پراگندہ اور
اُنکے اوقات مکدر نہین ہوسکتے اور بعضے کہتے ہین کہ امّارگی ہر نفس کی صفت ذاتی ہے کہ شہوت اور غضب کے وقت اور عقل اور شرع کے حکم ظہور کرتی
ہے اور لوّامگی بہی ہر نفس کی صفت ہے مگر جسوقت کہ عقل اور شرع کی طرف رجوع کرے اور خیر شر کو پہچانے اور اطمینان بہی ہر نفس کی صفت ہے مگر جبکہ تزکیہ
تمام بدنکے اجزا پر غالب ہوجاتا ہے اور حضرت امام حسن بصری رضی اللہ نے فرمایا ہے کہ سارے نفس قیامت کے دن لوّامہ ہونگے اور اپکو ملامت کرینگے کہ طاعت تو نے زیادہ کیون نکی

ف بیان نفس امّارہ اور لوّامہ اور مطمئنہ کا

اور گناہ کیون کیا اور ہر چند کہ اصل مین وقت اس خوف اور بشارت کا وقت فزع اکبر کا ہے کہ قیامت کے روز ہوگا لیکن نمونہ اسکا وقت مرنے ہر مومن کے ظاہر ہوتا ہے

چنانچہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مین نے سنا ہے کہ جب با ایمان آدمی کو اجل آتی ہے تو سرہانے اسکے فرشتے

خوبصورت خوش لباس معطر آتے ہین اور کہتے ہین ای جان بجق آرمیدہ خوشی اور آسانی سے نکل آ کہ تیرا پروردگار تجھسے خوش ہے یہہ بات سنکر مسلمان

کی جان کمال خوشی سے نکل آتی ہے اور ایک عالم اسکی خوشبو سے معطر ہوجاتا ہے اور فرشتے اسکو ریشمی معطر کپڑے مین لیجاتے ہین اور دروازے آسمان کے

کھل جاتے ہین اور وہان کے دربان مرحبا کہتے ہوئے استقبال کرتے ہین اور اسکے واسطے بخشش طلب کرتے ہین اور اسکو عرش معلی کے نیچے

لیجاتے ہین کہ اللہ تعالی کو سجدہ کرے اور حضرت میکائیل کو حکم ہوتا ہے کہ اس جان کو مسلمان اور نیکوکارون کی ارواح کے مقام مین داخل کرو

اور اسکی قبر کو فراخ کردو کہ آرام اور راحت اسکو پہنچتی رہے اور اسکو کہدو کہ آرام سے سو رہے نئی دلہن کی مانند کہ اسکو کوئی بدخواب نہین کرتا

اور کافرون کے ساتھ اسکے برعکس معاملہ واقع ہوتا ہے

سورۃ البلد

تمہید

یہ سورۃ مکی ہے اسمین مع بسم اللہ بیس آیتین اور بیاسی کلمے اور تین سو اکتیس ۳۳۱ حرف ہین اور اس سورت کا سورہ بلد اسواسطے نام رکھا ہے کہ اسکے شروع مین مکہ

معظمہ کے شہر کی قسم کہائی ہے اور بلد عربی کی لغت مین شہر کو کہتے ہین اور دیکہنا اس شہر کے حال کا اسوقت کہ قسم کہانیکا وقت تہا دلیل صریح ہے اس بات پر

کہ آدمی کو دنیا اور آخرت مین اٹہانیسے مشقت اور رنج کے چارہ نہین ہے کیونکہ جب ایسا شہر بزرگ مجمع ایسی مشقتون کا ہووے تو دوسرے شہر تو بطریق اولی ایسے

رنج اور مشقتون سے خالی نہونگے اور انسان چونکہ مدنی الطبع ہے اسکی طبیعت مین شہر کی محبت بسی ہوئی ہے بغیر شہر کے رہ نہین سکتا اور کوئی شہر بمقام مہاجرت

کا نہین مصرع ہیچ گنجی بے دد و بے دام نیست * اور شہر مکہ کی عظمت بہت وجہون سے ثابت ہے انمین یہہ ہے کہ حرم الہی کا مکان ہے اور تمام عالم کا اور

مرجع خلق کا کہ ہر سال مین ہزارہا آدمی دور دور کے ملکون اور شہرون سے ارادہ وہان کا کرتے ہین اور وہ عمدہ ترنیک کی جاہے کہ حج اور عمرہ ہے اور اول ہے

سب دنیا کی بنا وہان سے ہے اور قبلہ ہے عالم کا اور مقام حضرت خلیل علیہ السلام کا بہی وہان ہے اور ان سب سے بڑہکے یہ بات ہے کہ محمد مصطفے صلی اللہ علیہ والہ وصحبہ وسلم

کے تولد کی جاہے اور ان جناب پر اللہ تعالی کی طرف سے وحی نازل ہونے کی جگہہ ہے اور اس سورت کی ربط کی وجہ سورہ والفجر سے یہہ ہے کہ اس سورت مین تاکید

غرباء ورحرمت کرنے پر یتیم کے اور کہانا کہلانے پر مسکین کے اور مذمت مال کی محبت کی مذکور ہے اور اس سورت مین بہی یہی مضمون منظور ہین اور اس سورت مین ہلاک کرنا

بڑے بڑے زبردست سرکشون کا گناہون کی شامت کے سبب سے مذکور ہے جیسے عاد اور ثمود اور فرعون اور اس سورت مین بہی ایسے کافر پر جہڑکی ہے کہ اپنی قوت پر اتراتا

تہا اور کسی کو خیال مین نہ لاتا تہا اور سبب اس سورت کے نازل ہونیکا یہ ہے کہ قریش مین ایک کافر کلدہ بن اسید نام بڑا پہلوان قوی ہیکل زور آور تہا اور ابو الاسد

اسکی کنیت مقرر کی تہی اور قوت اسکی اس نسبت کو تہی کہ چمڑا عکاظی گائے کا اپنے پانون کے نیچے دبالیتا تہا اور لوگون سے کہتا تہا کہ اس چمڑے کو میرے پانون کے

نیچے سے کہینچ لو تمام آدمی ملکر زور کرتے تہے یہان تک کہ وہ چمڑا ریزے ریزے ہو جاتا تہا لیکن اسکے پانون کے نیچے سے جنبش نہین کرتا تہا جب آنحضرت

صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اسکو اسلام کیطرف دعوت کی تو وہ کافر ایمان نہ لایا اور کلام سخت کہے کہ تو مجہکو ایک قید خانے سے ڈراتا ہے جسکے انیس پیادے ہین

انکو تو مین ایک بائین ہاتہہ سے بس کرتا ہون ایسا کون ہے کہ میرا سامنا کرے اور مجہسے عہدہ برا ہووے اور ایک باغ پر مجہکو پہسلاتا ہے کہ

مین نے شادیون مین اور خاطر داریون مین ڈہیرون مال خرچ کیئے ہین اگر ان مالون کو گنئے تو وہ تیرا باغ سامان اور اسباب اور درختون اور

نہرون سمیت اسکے روبرو بے حقیقت ہے پس اسکی ان باتون کے جواب مین اللہ تعالی نے یہہ سورت بہیجی اور مضمون اس سورت کا

یہہ ہے کہ آدمی کو اپنی قوت اور زور اور مال کی کثرت اور بڑائی پر نام اور جاہ کی مغرور ہونا نہ چاہیئے اور ابتدا کو اپنی پیدایش کی

موت کی نہایت ... [illegible] ... تیار ... ہمیشہ ہین کہ طاقت انکے اٹہانیکی بغیر اللہ تعالی کی ... کے ممکن نہین ہے اور مال کی کثرت

وقت نعمت جاننا چاہیے کہ آخرت کی سختیون مین کام آوے نہین مال اور جاہ دنیا کا جیسے سراب کا پانی اور نقش بر آب ہے ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ قسم کہاتا ہون مین اس شہر کی اور لا اصل مین نفی کے معنون مین ہی اور یہان پر قسم کی تاکید کے مقام پر اس لفظ کو لاتے ہین اور وجہ تاکید کے سمجہانے کی اس لفظ سے یہہ ہے کہ قسم اکثر اسبات پر فرماتے ہین کہ اس بات سے کوئی منکر ہو پس اول لا کے کلمے سے منکر کے انکار کو نفی کرتے ہین بعد اسکے قسم سے اپنے مطلب کو ثابت کرتے ہین پس گویا مطلب دو طور سے ثابت ہوتا ہی باطل کرنے سے نقیض کے اور ثابت کرنے سے عین شی کے اور اگر فقط قسم ہی کو ذکر کرتے تو اثبات ایک ہی طور سے ہوتا اسواسطے نفی کے کلمے کو لاتے تا کہ تاکید کی زیادتی ہو اور بعضے علما کہتے ہین کہ قسم کی نفی مراد ہی یعنے اس مطلب پر قسم کی حاجت نہین ہے کہ خود ظاہر ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ یہہ کلمہ مقسم کی بزرگی پر دلالت کرتا ہی کہ اس چیز کا رتبہ اس سے برتر ہی کہ ایسی چھوٹی سی بات پر اسکی قسم کہائی جاوے اور دونون صورتون مین اشارہ ہے ثابت ہونے پر مطلب کے دعوی کرنے سے اسکے ظہور کے پس اس راہ سے بہی تاکید ثابت ہوئی اور جو مطلب قسم کا یہہ ہی کہ حقیقت میں آدمی ابتدا سے انتہا تک مشقت اور رنج مین گرفتار ہی پس قسم اس شہر کی کہ شہر مکہ ہے نہایت مناسب اس مطلب کے واقع ہوئی کیونکہ شہر مکہ اصل تمام زمین کا ہی کہ اول پانی پر یہی نقطہ پیدا ہوا تہا بعد اسکے اس نقطے سے تمام زمین کو پہیلا کر بچہایا اور زمین انسان کے مادے کی اصل ہی پس اصل الاصول اسکا جو محل مشقت اور رنج کا ہووے تو اسکو کہان سے توقع رکہنا چاہیے کہ مشقت اور رنج سے خلاصی پاویگا آیا اسے ہم ثابت کرین کہ یہہ شہر کس جہت سے مقام مشقت اور رنج کا ہی سو اسکا بیان یہہ ہے کہ اول تو یہہ کہ زمین سنگلاخ اور ریگستان واقع ہوئی ہی اصلا قابل زراعت کے نہین اور پانی بہی کہارا اور زمین نیچے بہت دور ہے کہ بسبب سنگلاخی کے کنوان کہودنا اسمین نہایت دشوار ہے تو قحط دانے اور پانی کا سدا وہان کے رہنے والون کے واسطے موجود ہی اور اس وضع سے واقع ہوا ہی کہ آفتاب گرمی کے موسم پر کہ دو مہینے جوزا اور سرطان کے ہین متصل سمت الراس انکے ہوتا ہی یعنے انکے سر کے نزدیک دائین بائین رہتا ہی اور سبب گرمی کی شدت کا ہوتا ہی اور آفتاب کی طپش کے سبب سے رات کو بہی پہاڑ و زمین گرمی کی شدت ہوتی ہی اور سموم یعنے گرم ہوا ہلاکت کی چلتی ہی ان سبب سے یہ گہی اور بینوائی کی جہت سے عیاشون اور خوش طبعون کے رہنے کے قابل نہین ہو سکتا اور اسلیے قدیم الایام سے بڑے بڑے بادشاہون نے ارادہ اس ملک کا نہین کیا اور اسکو اپنی قلمرو سے خارج رکہا ہی اور جو شخص کہ قصد اس مکان کا کرتا ہی تو فقط زیارت کی نیت سے کرتا ہی کیونکہ عیش اور خوشی گذرانے کے اسباب سے کوئی چیز وہان نہین ہے اور اس مقام معظم کی زیارت کے سفر مین بہی جو جو مشقتین اور رنج کہ جلو ریزی مین کہینچتے ہین ظاہر اور موجود ہین اور دیے قریب ہی جو جو کہ ہو مین مشقت اور رنج دیا دو ہی کے ہے باعث اسکا یہہ ہے کہ عالیشان مین قبل پیدا ہونے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذات مبارک کے موجود ہونے کی وجہ سے غلبہ پاک صورت ہیچو تو ایک اور گل کہلا اور ایک یعنی مشقت نہایت بڑی موجود ہوئی کہ ایک گروہ اس شہر والون مین سے انحضرت کے ساتہ گرویدہ ہوا اور اپنے باپ دادون کی باطل رسمون کو چہوڑ دیا اور عبادت بتون کی بالکل دستبردار ہو تو ہر گہر مین مخالفت اور عداوت اور جہگڑا اور لڑائی پیدا ہوئی اور انکا فرزند محلہ سے ایذا جماعت کی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی پر کمر باندہی اور اوقات اس شہر کے رہنے والون کی بسبب [illegible] کے نہایت رنج اور مشقت سے گذرنے لگے ایسا ہی بعض لوگ مارنے اور لڑائی بہیڑ مین مشغول ہو تو ایسا شاہد ہی رنج اور مشقت کی طرف اس عبادت مین فرماتے ہین **وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ** اور قسم کہاتا ہون مین اس شہر کی اسوقت کہ تو اس شہر مین آیا ہی یعنی موجود ہین [illegible] کی منزل ہونے کے سبب اس شہر کی بہی [illegible] اور بزرگی زیادہ ہوئی [illegible] سبب یہی رنج اور مشقت کے بڑہ گئے اور اس شہر کے لوگ کہ [illegible] مین [illegible] [illegible] اور حرمت کو [illegible] واسطے لحاظ کے [illegible] جانور [illegible] مارتے تہے اور [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] والے [illegible] آنحضرت [illegible] [illegible] وانت حل بهذا البلد کے [illegible]

بستگی مطلب کے ساتھہ ہوگئی اور جو اِس قسم مین اور مناسبت مین اسکی ساتھہ مطلب کے ایک طرح کی پوشیدگی تہی کہ سوائے اوکیاکے اُسکو کوئی دریافت
نہین کرسکتا تہا تو ایک دوسری قسم عام فہم بہی مذکور فرمائی **وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ** اور قسم ہے جننے والی کی اور جنے گئے کی کہ دونون کمال
مشقت اور رنج مین گرفتار ہین کیونکہ جننے والی کو اوّل تو بوجہہ اُٹھانا حمل کا اور بدمزہ رہنا طبیعت کا اور جننے کا درد اُٹھانا چاہئے اور بعد اُسکے بچّہ
کے پالنے مین سختیان اور رنج کہینچنا چاہئے اور جسکو جنتی ہے اوسکی مصیبتین یہہ ہین کہ اوّل تو اندہیرے مین بچہ دان کے کمال عجز و ناتوانی سے گذران
کرنا چاہئے اور بعد اُسکے اِس محنت سرای فانی مین یعنے دنیا مین طرح طرح کے دردون اور رنجون جسمانی اور روحانی مین مبتلا ہونا چاہئے اسی واسطے
کہا ہے کہ بچے کے رونے مین پیدا ہونیکے ساتہہ اشارہ اسی بات کی طرف ہے کہ اِس جہا مین زندگانی رو دہوکے کاٹیگا اور کیا اچہا کہا ہے کسی شاعر نے
لِمَا تُؤذِنُ الدُّنْیَا مِنْ صُرُوفِهَا * یَکُونُ بُکَاءُ الطِّفْلِ سَاعَةَ یُولَدُ * وَاِلَّا فَمَا یُبْکِیهِ مِنْهَا وَاِنَّهَا * لَاَوْسَعُ مِمَّا کَانَ فِیهِ وَاَرْغَدُ *
یعنے اِس سبب سے کہ خبر دیتی ہے دنیا تغیر حال اپنے سے ہوتا ہے رونا لڑکے کا وقت پیدا ہونیکے اور اگر ایسا نہوتا تو نہ روتا لڑکا جننے کے وقت اور البتہ وہ فراغت
مین آیا ہے اِس جگہ سے کہ تہا اُسمین اور کشادگی مین اور بعضے مفسّرون نے کہا ہے کہ مُراد والد سے حضرت آدم علیہ السلام ہین کہ کس مشقت سے بہشت سے نکالے گئے
اور دیکہی یہان کیا کیا بلائین اور نعمتین اُنکو اُنسے چہین لیا اور مُراد ماولد سے اُنکی ذُرّیات یعنے اولاد ہین کہ تمام عمر اپنی سوا اِس دار المحنت کے کچہہ نہین دیکہا اور رونا
اپنے وطن اصلی کے کمال حسرت اور افسوس سے سُنتے آور اِن دونون قسمون سے ثابت ہوگیا کہ آدمی کی اصل ترابی ہی مشقت اور رنج ہے اور اصل آبی بہی
مشقت اور رنج کی ہے اب اِس دلیل پر مدلول کو متفرع کرکے فرماتے ہین **لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ** مقرر پیدا کیا ہمنے
انسان کو مشقت اور رنج مین کیونکہ اصل آدمی کی عالم خاک مین مکّے کی زمین ہے اور اصل اُسکی عالم آب مین نطفہ آدم علیہ السلام کا ہے اور دونون
مشقت اور رنج مین گرفتار ہین اور کبد کو یہان ب کے زبر سے پڑہنا چاہئے کہ مشقت کے معنون مین ہے اور کبد بے کی زیر سے کہ جگر کے معنے
مین ہے وہ بہی اِسی سے مشتق ہے کیونکہ آدمی کے بدن مین باورچی گری اُسیکا ذمہ ہے غذا کو اپنی اندر لانے مین اور اُسکے پکانے مین اور اُسکے تقسیم کرنے مین
بڑی بڑی مشقتین اُٹہاتا ہے اور دوسرے اعضا لقمہ بے درد پر قابض اور متصرف ہوتے ہین اور اگر مشقت اور رنج آدمی کی تفصیل کے ساتہہ بیان کئے جاوین
تو ایک دفتر ادفتر چاہئے لیکن مجمل اسقدر سمجہہ لیا چاہئے کہ آدمی کی خلقت چار ضدون سے ہے حرارت اور برودت اور رطوبت اور یبوست اور یہ چارون اُسکے
مزاج مین اپنا اپنا غلبہ چاہتے ہین اور اُسکے اعتدال کے خراب کرنیکے پیچہے پڑے رہتے ہین **مصرع** پیوستہ در کشاکش این چار اژدہاست * پہر کتنے دنون قید خانہ
مین بچہ دان کے قید رہتا ہے پہر کتنے دنون کمال عجز اور ناتوانی سے جہولے مین مُردے کے مانند پڑا رہتا ہے نہ تو زبان ہے کہ اپنے دلکا حال بیان کرے
اور نہ ہاتہہ پانون ایسے ہین کہ اپنی خواہش کو اُس سے کرے پہر دانت نکلنے کے درد مین اور دودہ چہڑانیکی ایذا مین مبتلا ہوتا ہے پہر مکتب مین اُستادکی مار
کا رنج اُٹہاتا ہے اور جب عقل کے پہنچنے مین گرفتار ہوا اور کشاکش مین کن مکن کی پڑا تو طرح طرح کے رنج اور ملال مین گہہ گیا طبیعت اُسکو کبہی قوت شہوانی
کے زور سے چارپایونکی مانند ذلیل بنا دیتی ہے اور گرفتار حرص کا کرتی ہے اور روپیے کے واسطے اُسکے سر پر بہاری بوجہہ دہرواتی ہے اور تمام دن
اُسکو ایک ذلیل مزدوری کے واسطے آگ اور دہوپ مین مقید رکہتی ہے اور چند پیسونکی محبت کے واسطے دوکان کا قیدی رکہتی ہے اور آرزو مین لکہی ہی
دانونکے اُسکو بیل کے پیچہے دوڑاتی ہے اور کبہی اُسکو قوت غضبیہ کے غلبہ سے درندے چارپایونمین ملادیتی ہے اور بدگوئی خلق کی اور بہتکا عالم کی اُسکے
نصیب ہوتی ہے اور مانند بہیڑیے اور چیتے کے بیجا کہوتا ہے اور مخلوق کو ایذا دیتا ہے اور اِن سب سے طرفہ ایک اور دشواری ہے کہ مقید طبع کا بہی ہے
اور مامور شرع کا بہی شرع مخالف طبیعت کے راہ بتاتی ہے اور طبع موافقت نفس کی کرتی ہے اور عبادت سے روکتی ہے اور یہ عبادتکا مامور ہے بے عبادت
کئے اُسکی نجات نہین ہے اور باوجود گناہ کے اسباب موجود ہونیکے گناہ سے پرہیز ہے کوئی رنج عالم مین زیادہ تر مع ہونے سے ضدون کے اور کام
کرنے سے مخالفون ہمزاد کے نہین ہے اور یہ تمام مشقتین اور رنج ہر شخص کی ذات سے تعلق رکہتے ہین لیکن جو مشقتین کہ غیر کے حق سے
تعلق رکہتی ہین پس ان سب سے زیادہ تر سخت ہین جیسے رعیت ہمیشہ اطاعت مین بادشاہ کے گرفتار رہا اور بادشاہ رعایت کرنے مین عدل اور احسان

بیان رنج و مشقت آدمی

رعیت پر اور چاکر اور اولاد رنج مین ماباپکی خدمت کے اور ماباپ رنج مین بیٹا بیٹی کی محبت کے اسطرح سے خاوند کا حال ہے جورو سے اور جورو کا حال ہے خاوند سے اور
میاںکا غلام سے اور غلام کا میان سے اور پڑوسی کا پڑوسی سے پس کوئی شخص اسطرح کی مشقت سے بہی خالی نہین اور ان سب دنیا کی مشقتون کے
سوائے جان کندن کی مشقت اور مال کی مفارقت کا اور اولاد کے فوت ہونیکا رنج اور قبر کی تنگی کا اور بعد کے اندہیریکا اور اُس مقام مین تنہا پڑے رہنے
کا اور منکر نکیر کے سوال کا اور ہول قیامت کا اور اُٹھنے کے دنکا اور ہیبت صور پہونکنے کی اور اولین و آخرین کے سامنے فضیحت ہونے کا خوف
اور شرمندہ ہونیکا حساب کے وقت اور اعمال کے وزن کے وقت کا اور کہڑا ہونا روبرو حضرت رب العزت کے اور اگر معاذ اللہ ساتہ ان مشقتون کے
دوزخ کی مصیبت نصیب ہوئی تو ذلت اور ہمیشہ کا ٹوٹا اُسکے نصیب ہوا اور مشقت اور رنج اُسکا حد سے گذر گیا اور جو کوئی ابتدائے عمر سے انتہا تک اس
قسم کی مشقتون اور تکلیفون مین گرفتار ہوا اُسکو فخر کرنا اپنے زور اور بازو پر اور بہت مال خرچ کرنے پر نہایت بیجا اور نازیبا ہے چنانچہ فرماتے ہین **اَیَحْسَبُ
اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْهِ اَحَدٌ** کیا گمان کرتا ہے آدمی ساتہ ان مشقتون اور رنجونکے کہ قدرت نپاویگا اُسپر کوئی تاکہ جزا اُسکی دے اور بہلے
بُرے کامونسے پوچہے حالانکہ دم بدم مقہور قہر الٰہی کا اور تابعدار اُسکی قدرت نامتناہی کا ہے بلکہ اُسکی ضعیف سی ضعیف مخلوق سے جو کہی و مچہر
سے عہدہ برآ نہین ہو سکتا اور جو اکثر فخر اِسکا زیادہ مال خرچ کرنے پر تہا اور اِس دعوے مین کہ مجہپر کوئی قدرت نہ پاسکیگا اکثر اعتماد اُسکا اپنی عزت
اور جاہ پر تہا کہ بہت سا مال خرچ کرکے اس عزت و جاہ کو حاصل کیا تہا کیونکہ جو شخص کہ بہت مال خرچ کرتا ہے سب دلونمین عزیز اور سبکی نظرونمین
برا مرتبے مین معلوم ہوتا ہے اور کوئی شخص اُسکی خفگی اور برا بہلا کہنے پر بسبب حیا کے یا طمع کی جہت سے کہ اُس سے رکہتا ہے اُسکا سامنا کرنے پر پیشقدمی
نہین کرتا ہے سو اب دفع کرنیمین اُسکے اس غرور کے فرماتے ہین **یَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا** ط یعنے فخر کے مقام مین اور ثابت کرنیمین
اسبات کے کہ مجہپر کوئی قدرت نپاویگا کہتا ہے کہ کہپادیا مین نے ڈہیرون مال اور اکثر بڑے بڑے عمدہ کامونمین بہت سا مال خرچ کیا ہے اس سبب سے بڑائی
اور عزت میری لوگونکے دلونمین قایم ہوگئی ہے کوئی شخص پیش قدمی میرے مقابلے پر نہین کر سکتا **اَیَحْسَبُ اَنْ لَّمْ یَرَهٗۤ اَحَدٌ** کیا گمان
کرتا ہے کہ نہین دیکہا ہے اُسکو کسی نے اُسوقت کہ ماکے پیٹ سے ننگا بہوکا پیدا ہوا تہا اور کچہہ اپنے پاس نرکہتا تہا پہر جو مال کمانا شروع کیا تو کس وجہ
سے حلال سے یا حرام سے پہر جو مال کو خرچ کیا تو کس مصرف مین جا یا بیجا اور کس نیت سے خدا کے واسطے یا فخر اور ریا کے واسطے پس اسکو خرچ کرنے
پر اس مال کہ اُسکے ہاتہہ مین عاریت محض ہے اور اکثر حرام کی وجہ سے حاصل کیا ہے اور حرام جگہہ پر صرف ہوا ہے بُری نیت سے پس ایسی چیز پر فخر
اور بڑائی سزاوار نہی اور اگر یہ فخر اور بڑائی اُس شخص کے روبرو کرتا کہ ابتدا سے اُسکے حال سے اور اُسکی کمائی سے اور اُسکی نیت باطنی سے آگاہ نہوتا تو گنجایش
تہی یہ تو اسکی کمال بیحیائی ہے کہ مقابلے مین رب الارباب کے اور عالم السر و الخفیات کے کہ جاننے والا حال و استقبال کا ہے زبان ساتہہ فخر کے کہولی
ہے اور اگر وہ کفر اور جہل کی راہ سے انکار حقتعالی کے دیکہنے کا کرتا ہے تو حق تعالے اُسکے جواب مین یون فرماتا ہے **اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَیْنَیْنِ**
کیا نہین بنا دین ہمنے اُسکو دو آنکہین تاکہ چیزون کو دیکہے اور جو کہ غیرونکو بینائی بخشتا ہے اور اسباب بینائی کے درست کر دیتا ہے تو آپ کسطرح سے بینائی
مین قصور رکہتا ہوگا اور اگر اللہ تعالیٰ کے دیکہنے کو مسلم رکہتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ جو میرے دلمین نیتین ہین اُنکو تو کوئی نہین جان سکیگا سو اُسکے
جواب مین فرماتے ہین **وَلِسَانًا وَّشَفَتَیْنِ** کیا نہین بنا دیے ہین ہمنے اُسکے واسطے ایک زبان اور دو ہونٹہ اور جسنے کہ قدرت دلکے بہید ظاہر
کرنیکی دوسرونکو بخشی ہے وہ کیونکر دوسرے کے دلکے بہیدون پر مطلع نہوگا اور فائدہ زبان کا آدمی کے اندر ظاہر ہے کہ سبب ہے بات کرنیکا اور دلکی
چہپی باتین ظاہر کرنیکا بہی وہی سبب ہے اور دونون ہونٹونکے فائدے کئی چیزین ہین اوّل تو چوسنا دودہ کا اور اسیطرح میوونکا چوسنا
جیسے آنبہ وغیرہ دوسرے چہپانا منہہ کا کہ خاک دہول مکہی مچہر پہنگا اس مین نہ چلا جاوے اور تیسرے دانتون کا چہپانا کہ کہلا رہنا دانتون کا
نہایت بدزیب معلوم ہوتا ہے چوتہے مددگاری کرنا بات مین کیونکہ شفتی حرف جیسے بے اور واو کہ بغیر ہونٹون کے نہین نکلتے اور
اور دوسرے حرفونمین بہی مدد اُنکی ضرور ہے پانچوین یہ کہ کہانا کہانے مین اور پانی پینے مین اور جابنے مین اور حلق سے آتانے مین

اور گٹھلی چھلکے پھینکنے مین منہہ سے مدد انکی ضرور ہے چبانا پھونکنا بانسری کا اور دوسرے پھونکنے کی چیزون مین منفعت انکی ظاہر ہی اور دقیقہ شناس عالمون نے
کہا ہی کہ حق تعالی نے آدمی کو دو آنکھین اور ایک زبان دی ہین تا اشارہ ہو اس بات کی طرف کہ بولنا اسکا دیکھنے سے کم چاہیئے کیونکہ دیکھنا اسکا شامل ہے
خیر اور شر کو اور بولنا سواے بھلائی کے اچھا نہین اسواسطے ایک زبان پر دو نگہبان مقرر فرمائے ہین کہ دونون ہونٹھہ ہین تاکہ معلوم کرے کہ زبان کو
اپنی لگام رکھنا چاہیئے چنانچہ حق تعالی دوسری جگہہ فرماتا ہی ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید نہین بولتا آدمی کوئی بات مگر یہ کہ اسکے
نزدیک مقرر ہین نگہبان تیار اسی کام کے واسطے اور حدیث صحیح مین ہے کہ جو شخص کہ خدا پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہی اسکو چاہیئے کہ نیک چیز کہے یا خاموشی
اختیار کرے اور ترمذی نے عقبہ بن عامر سے روایت کی ہی کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ نجات کس چیز مین ہے فرمایا کہ اپنی زبان کو
بند کر اور گھر مین بیٹھہ رہ اور اپنے گناہون پر رو اور سلف کے لوگ کہہ گئے ہین کہ آدمی کی زبان ایک ہلاک اژدہا ہی کہ سوراخ اسکا دہن ہے اور کیا خوب
کہا ہی احفظ لسانک ایہا الانسان لا یلدغنک انہ ثعبان یعنی نگاہ رکھہ زبان کو اپنی اے آدمی نہ کاٹ کہائے تجھکو وہ تو ایک اژدہا ہی
اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہی کہ جب آدمی چاہے کہ بات کرے تو اول چاہیئے کہ فکر کرے اور اپنے دل سے مشورہ لیکے پہر اگر جانے کہ میری بات
کہنی سراسر مصلحت ہے اور اسمین کسی طرح کی دین و دنیا کی کوئی مضرت نہین تو البتہ بات کرے اور اگر مضرت کا بہی شک ہو تو ہرگز اسکو بات کرنا
روا نہین ہی پہر اس بات کا کہان ٹھکانا جسمین مصلحت نہو اور مضرت ظنی یا یقینی ہو اور یہہ بہی حدیث شریف مین ہے کہ جب آدمی صبحکو اٹھتا ہی تو تمام اعضا
اور جوارح اسکے زبان کے آگے عاجزی اور زاری کرتے ہین اور کہتے ہین کہ اے ظالم انصاف کر کہ ہم سب تیری اچھائی اور برائی کے ساتھہ متعلق ہین
اگر تو سیدہی راہ پر رہیگی تو ہم بہی نجات پاوینگے اور نہین تو تیرے کئے پر ہم بہی گرفتار ہونگے اور اس تشبیہ تخصیص ان تینون نعمتون کی بیان کی کہ آنکھہ
اور زبان اور ہونٹھہ مین ایک وجہ دوسری بہی ہے وہ یہہ ہے کہ جب آدمی اپنی ماکے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے تو جو کہاتا ہی اور پہلی چیز کہ
اپنی قوت کے واسطے دنیا سے حاصل کرتا ہی وہ دودھ ہی کہ پستان سے پیتا ہے اور دودھ پینے مین یہہ تینون عضو ضرور ہین تا کہ دودھ پلانیوالی
کو دیکھے اور پستان کو ہونٹھون سے چوسے اور دودھ کو زبان کی مدد سے مزہ چکھہ کر حلق سے اتارے پس جو شخص کہ پہلی کمائی پر اپنی قادر ہو کہ تھا
اسکی زندگی کی اسیپر موقوف ہی تو دوسرے مکسوبات پر اپنی خودی سے کس قسم سے اسکو اترانا روا ہوگا اور اگر مقابلے مین وہی کافر کہے کہ ہرچند
کہ خدا تعالی سب چیزونکو ظاہر اور باطن سے دیکھتا ہی اور جانتا ہی لیکن مین نے جس جائے پر کہ مال خرچ کیا ہے اور جس نیت سے کیا ہی معذور تہا کیونکہ
مجھکو وہی محل اور وہی نیت بہتر اور خوب معلوم ہوتی تہی دوسرے محل اور دوسری نیت کو مین جانتا ہی نتہا کہ اس محل اور اس نیت سے مال خرچ کرون اسکے
جواب مین فرماتے ہین وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ اور بتادین ہمنے اسکو دونون راہین خیر اور شر کی پس عومین کہ علمی
اور بے سمجہی کے چہوڑا ہی کیونکہ اول اسکو ہمنے عقل دی پہر انبیا اور عالمون اور واعظون کے واسطے سے اسکے کان مین علامتین نیک راہ
کی اور بد راہ کی پہنچادین اور دونون راہون کو جدا جدا اسکے نظر مین دکہا دیا اسنے بری راہ کو اختیار کیا اور سیدہے رستے کو چہوڑ دیا اور ہرگز
اپنے مال کو نیک جگہہ پر خرچ نہ کیا چنانچہ فرماتے ہین فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ پس اس کافر سے نہو سکا کہ جہکتا سخت گہاٹی پر اور سختی
اور دشواری بہی ایک عمدہ علامت ہے نیک راہ کی کیونکہ بری راہ نفس کی موافقت اور اسکی خواہش کے سبب سے آسان اور سبک معلوم ہوتی ہی
اور خرچ کرنا مال کا خواہشون مین اور لذتون مین آسان ہوجاتا ہی مال خرچ کرنا تو وہان مشکل ہوتا ہے کہ کچہہ لذت اور توقع منفعت کی اسمین
نہو اور محض ابتغاء لمرضاۃ اللہ واقع ہو یعنی واسطے طلب کرنے رضامندی اللہ تعالی کے ہو چنانچہ فرماتے ہین وَمَا أَدْرَاكَ مَا
الْعَقَبَةُ اور کیا بوجہا تو اے آدمی کہ کیا ہی وہ سخت گہاٹی کہ خرچ کرنا مال کا اسمین طبیعت اور نفس پر شاق اور بہاری معلوم ہوتا ہی فَكُّ
رَقَبَةٍ وہ گہاٹی سخت اور دشوار خلاص کرنا گردن کا ہی اور یہہ کئی قسم سے ہوتا ہے اول آزاد کرنا غلام یا لونڈی کا اپنی ملک کی قید سے دوسری قسم
خلاص کرنا جان کا ہی قصاص لینے سے کہ اسکی عوض مین خونبہا دیکر اسکی جان بخشی کرے تیسرے قرضدار کا چہڑا دینا کہ اسکو اسکے قرض خواہون نے

اپنی قرض کی بابت پکڑ کر قید کیا ہو اُسکا قرض ادا کر کے قرضخواہون سے چہڑا دیجیے تو قیدی کا خلاص کرنا ہے کہ کوئی کافر یا ظالم اُسکو زور سے پکڑ لے گیا ہو اور
بغیر مال دینے کے نہین چہوڑتا اور حدیث صحیح مین وارد ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ مجہکو ایک کام
بتاؤ کہ اُسکے سبب سے بہشت مین داخل ہون فرمایا آزاد کر بردہ اور خلاص کر گردن اُسنے عرض کی یا رسول اللہ کیا یہ دونون ایک چیز نہین ہین فرمایا نہین آزاد کرنا
بردے کا یہ ہے کہ فقط اُسکو قید سے غلام پنے کے آزاد کر دے اور خلاص کرنا گردن کا یہ ہے کہ مدد کرے تو اُسکی تاوان سے چہڑانے مین یا خون سے اور
حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے تقدیم سے فَكُّ رَقَبَةٍ کے اِطْعَامُ مِسْكِينٍ پر کہ اس آیت مین واقع ہوا ہے استدلال کیا ہے اسبات پر کہ یہہ خرچ صدقے
سے بہتر ہے اور دوسرے علما اِسکے برعکس قایل ہوے ہین اور کہتے ہین کہ صدقے مین جانکا بچانا ہے ہلاکت سے کیونکہ قوام بدن کا غذا سے ہے
اور آزاد کرنا بردے کا خلاص کرنا قید سے ہے اور قید اسقدر موذی نہین ہے کہ اُس سے خوف ہلاک ہونیکا ہو **اَوْ اِطْعَامٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ** یا کہانا کہلانا ہے بہوک اور احتیاج کے دنمین جیسے قحط کہ اسمین کہانا کہلانا ہیرے موتیون سے عزیز ہو جاتا ہے **يَتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ** یتیم ناتے والے کو جیسے بہتیجا یا چچا کا بیٹا اور خالہ کا بیٹا اور سوا اُسکے اور یہہ قید اسواسطے لائے ہین کہ کہانا کہلانا ہر وقت مین عبادت ہے
کیونکہ کہانے والا بغیر بہوک کے کہا نہین سکتا پس ہر شخص کیا غنی اور کیا فقیر کہانیکے وقت محتاج طعام کا ہوتا ہے اور کہانا کہانے سے اُسکی روح تازہ
ہو جاتی ہے اسیواسطے جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچہا کہ سب سے بہتر کام اسلام کا کونسا ہے فرمایا کہانا کہلانا اور جو ملے اُسنے سلام علیک کرنا اور نماز
پڑہنا رات کو جب لوگ سوتے ہون اور جو کہانا کہلانا قحط اور غلے کی تنگی کے وقت واقع ہو تو اسکا اجر کتنے درجے بڑہ جاتا ہے کیونکہ دوسرے وقتون مین
اگر کوئی شخص ابتدائے بہوک مین اذیت اُٹہاویگا لیکن بعد ایک دو ساعت کے کہین نہ کہین روٹی کے سر جا لگیگا اور خوف جان جانیکا نہوگا بخلاف قحط اور
غلے کی نایابی کے دنونمین کہ خوف ہلاکت کا ہے اور اِن وقتونمین بہی جو لوگ کہ محنت اور تلاش معاش پر قادر ہین یا والی وارث رکہتے ہین اُنکو ایک دو روز کے
بعد کہانے کو مل رہتا ہے اور ذمہ دار اُنکی معاش کے تہوڑے بہت اُنکی خبرگیری کرتے رہتے ہین اور یتیم کہ ان علاقونمین سے ایک بہی نہین رکہتا ہے اور
خوف اُسکی ہلاکت کا یقین کے درجے کو اور احتیاج اسکی نہایت کو پہنچتی ہے علے الخصوص ایسا یتیم کہ قرابت کا علاقہ بہی اُس سے رکہتا ہو کہ اُسکے کہلانے مین
صدقہ بہی ہے اور صلہ رحم بہی کہ یہہ جُدی ایک عبادت ہے اور یہہ بہی ہے کہ کہلانا یتیم کے علی الخصوص کہانے والا بہی ہو کوئی نفع حال یا آیندہ کا متوقع نہین ہے سوائے آخرت کے ثواب کے
کیونکہ بسبب بچپن کے کوئی کام اُسکے ہاتہ سے ہو نہین سکتا اور تعریف اور برائی کا اُسکی کوئی اعتبار نہین کرتا اور اگر اُسکے کہانا کہلانیکے وقت کوئی دیکہے بہی تو دلمین یہی سمجہے کہ
رشتہ داری کے سبب سے اُسکو کہلاتا ہے پس دروازہ ریا اور بڑائی کا بالکل بند ہو جاویگا اور خلوص نیت کا کما حقہ ثابت ہوگا **اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ** یا کہانا
کہلانا اُس مسکین کا ہو جو خاک مین ملا ہو اور یہہ قید اسواسطے بڑہائی ہے کہ مسکین کبہی اُس محتاج کو بہی کہتے ہین کہ خرچ اُسکا اُسکے دخل سے زیادہ ہو چنانچہ سورۂ کہف مین
واقع ہے وَاَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ لیکن وہ مسکین خاکساری اور افتادگی کے مرتبے کو نہین پہنچا کہ اسکی جان جانیکا خوف دمبدم
لگا ہو اور جب نوبت فقر کی اِس مرتبے کو پہنچتی ہے تو اسوقت مین وہ بہی محل کسیطرح کی نفع کی توقع کا حال اور استقبال مین نہین رہتا اور صرف کرنا مال کا محض اللہ تعالی
کی رضامندی کے واسطے ثابت ہوتا ہے اور خرچ کرنا مال کا اِن تینون وجہونمین کہ مذکور ہوئی ہین کبہی کبہی کافرون اور بد اعتقادونکے ہاتہ سے بہی جنسیت کی
اور رحم کے جیلے کے سبب سے واقع ہوتا ہے اور آخرت کے حساب مین رائیگان اور برباد ہے تو ناچار احتراز کے واسطے اس قسم کے مال خرچ کرنے پر تہوڑا سا
اور بہی بڑہا کر فرماتے ہین **ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا** پہر ان سب باتون کے ساتہ ان لوگون کے گروہ مین سے ہو کہ ایمان لائے ہین
اور تصدیق دین اور شریعت کی اور اپنے وقت کے پیغمبر کی کی ہے تا کہ یہہ عمل خیر اِس شخص کا آخرت مین شامت سے کفر کے اور تکذیب سے پیغمبر کے بیفایدہ اور برباد نجاوے اور ثم
کا لفظ ہر چند کہ ان اعمالون سے تراخی اور تاخیر پر ایمان کے دلالت کرتا ہے حالانکہ ایمان تمام طاعتون اور عبادتونکی قبول ہونیکی شرط ہے اور شرط مقدم ہے مشروط
پر لیکن مراد تاخیر اور تراخی بیان مین ہے نہ واقع ہونے مین چنانچہ کہتے ہین نماز اسوقت مین مقبول ہوتی ہے کہ ابتدائے تکبیر سے سلام تک اُسکے ارکان
ترتیب سے ادا کرے پہر وضو بہی کیا ہو حالانکہ وضو نماز کی شرط ہے پہلے نماز سے کیا جاتا ہے لیکن بیان مین مرتبہ شرط کا پیچہے ہے مشروط کے مرتبے

ح

ح

ف مسکین کی تحقیق

مرتبے سے سوا اس تاخیر کی آگاہی کے واسطے ثم کے لفظ کو استعمال فرمایا ہے اور اگر اول سے ایمان کو مذکور فرماتے تو یون گمان ہوتا کہ ایمان تنہا عقبہ الی
کے ارکان مین داخل ہے اور واقع مین اسطور سے نہین ہے اور بعضے علمار نے کہا ہے کہ تاخیر وقوع مین مراد ہے کیونکہ کافرونکے عمل توقف مین رہتے ہین اگر
آخر عمر مین ایمان لائے تو وہ سب اگلے اعمال کی برکت سے ایمان لاحق کے مقبول ہو جاتے ہین اور انپر ثواب پاتے ہین چنانچہ حدیث صحیح مین ہے کہ حکیم بن حزام
نے جو بھتیجا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تہا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بعد اسلام کے سوال کیا کہ یا رسول اللہ مین نے کفر کی حالت مین بہت نیک کام کئے
ہین فرمایا کہ تیرے اسلام نے ان سب کامون کو نیک کر دیا اور مقبول ہو گئے پس معنے اس تقدیر پر اس طور سے ہین کہ اول جس شخص نے خرچ وجوہ مذکورہ
مین کیا اور بعد اسکے توفیق ایمان کی بہی پائی تو سخت اور کٹھن گہاٹی سے گذر گیا اور عربیت کے علمار کو ترکیب مین اس آیت کے ایک اشکال مشہور ہے
اسکا حاصل یہہ ہے کہ عرب کے کلام مین نفی فعل ماضی کی لا کے ساتھہ نہین آئی ہے مگر دعا مین چنانچہ دعا مین لا بارک اللہ فی سهیل یا تکرار کے
ساتھہ چنانچہ فلا صدق ولا صلی مین ہے اور اس آیت مین یعنے فلا اقتحم مین نفی فعل ماضی کی لا کے ساتھہ ہے دونون نوع سے خارج ہے جواب اسکا
یہہ ہے کہ جو عقبہ کئی چیزونکے ساتھہ بیان فرمایا تو باعتبار معنون کے ماضی مکرر پیدا ہو گیا اور کلام مین زیادہ اعتبار معنی کا کرتے ہین نہ لفظ کا اور اسکے
ساتھہ ہی قرآن خود حجت کافی ہے گواہ لانے کی حاجت نہین ہے اور جو بیان مین عقبہ کے اس حد کو پہنچے تو مرتبہ کمال کا خرچ کرنے مین
مال کے تمام ہوا اب مرتبہ تکمیل کا اسباب مین ارشاد ہوتا ہے کیونکہ کمال بغیر تکمیل کے چندان اعتبار کے قابل نہین ہوتا **و تواصوا بالصبر** اور سکہائے
اور آپس مین وصیت کرتے ہین صبر کی کہ مجموعہ نیک خلقون کا ہے اور کتاب اللہ مین تینتیس اور کئی آیتون مین اسپر تاکید واقع ہے اور حق
نے اپنے پیغمبر کو بہی اسکا حکم فرمایا ہے کہ فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل + اور اسی جائے سے صبر کی بزرگی کو سمجھہ لیا چاہئے کہ قرآن
مین اسکا ذکر نماز پر بہی مقدم رکہا ہے جس جائے پر کہ فرمایا ہے یا ایہا الذین امنوا استعینوا بالصبر والصلوۃ اور اپنی رفاقت کو بہی صبر والون
کے ساتھہ مخصوص کیا ہے کہ ان اللہ مع الصابرین ۝ اور کسی جائے پر ان اللہ مع المصلین اور مع الصائمین اور مع المتصدقین نہین فرمایا
اور یہہ بہی ہے کہ ہر عمل کے واسطے ایک اجر مقرر فرمایا ہے اور صبر کے واسطے بے حساب اجر کا وعدہ دیا ہے قال اللہ تعالی انما یوفی الصابرون اجرہم
بغیر حساب اور دین کی پیشوائی کو ساتھ صبر کے متعلق رکہا ہے وجعلنا منہم ائمۃ یہدون بامرنا لما صبروا اور بنی اسرائیل کو صبر کی برکت
سے عزت دین اور دنیا کی بخشی کہ تمت کلمۃ ربک الحسنی علی بنی اسرائیل بما صبروا فرمایا اب حقیقت کو صبر کے سمجھہ لیا چاہئے تاکہ معلوم
ہو جاوے کہ صبر کی وصیت کرنا کس سبب وجہ سے کمالونکی وصیت کرنا ہے اور حقیقت صبر کی یہہ ہے کہ آدمی اپنے دین پر طمع اور نفس کی کشاکش کے
وقت ثابت رہے اور بے پروائی کرے اور یہہ استقلال اور اثبات کبہی تو جسم سے ہوتا ہے اور وہ دو قسم ہے ایک تو عبادات شاقہ سے تکاسل اور رنج
نکرنا اور دل نچرانا اور تکلیف اور ایذا کے آجانے سے ہراسان ہونا اور وضع دینی کو اپنے نچہوڑنا اور کبہی ساتہ نفس کے ہوتا ہے پس اگر دو نو شہوتونسے کہ شہوت بطن کی
اور شہوت فرج کی ہے نفس اسکا نہ بہکا اور خلاف شرع کوئی حرکت اور خواہش اس سے سرزد نہوئی تو اسکو عفت کہتے ہین اور مقابل اسکے مجانت اور فجور ہے اور اگر مریں
اور نزین مکروہات سے اور طبیعت اور نفس کی ناخوشیون پر تحمل اور استقلال کرے تو اسکو صبر مطلق کہتے ہین اور ضد اسکی اضطرار اور بیباکی ہے اور اگر مالداری اور فراخی
کی حالت مین اپنے نفس کو حکم شرع کے ضبط مین رکہے اور تکبر اور خود پسندی کو دخل نہ دے اور بڑائی اور فخر نکرے تو اسکو حوصلے کی وسعت کہتے ہین اور اسکی ضد
تنگی حوصلہ کی ہے اور اگر لڑائی مین بہاگنے سے اور سستی کرنے سے اپنے کو بچا وے تو اسکو شجاعت کہتے ہین اور ضد اسکی جبن ہے یعنے نامردی اور اگر غصہ
پی جانے کے وقت استقلال کرے تو اسکو حلم کہتے ہین اور ضد اسکی طیش ہے اور اگر سر انجام مین مہمونکے تنگدل نہووے تو اسکو کشادگی سینے اور حوصلے کی
کہتے ہین اور ضد اسکی تنگدلی ہے اور اگر رازداری مین اور چہپانے مین بہیدونکے بجا نہو جاوے تو اسکو کتمان کہتے ہین اور ضد اسکی اظہار ہے اور اگر نگاہ رکہنے
مین حقوق کے جیسے امانت اور قرض مین احتیاط کرے تو اسکو امانت کہتے ہین اور ضد اسکی خیانت ہے اور اگر لذتون پر دنیا کے رغبت نکرے اور ضروریات پر
اکتفا کرے تو اسکو زہد اور قناعت اور ضد اسکی حرص ہے حاصل کلام کا یہہ ہے کہ اکثر اخلاق بہلے صبر مین داخل ہین اسیلیے حدیث صحیح مین وارد ہے کہ

ف کافرون کے عمل موقوف ہین ایمان لانے پر ۱۲

ف صبر کی بزرگی کا بیان

ف حقیقت صبر کی

ح

الصبر نصف الایمان اور صبر حرام سے فرض ہے اور مکروہ ہے نفل اور دین مین صبر سے بہتر کوئی چیز نہین ہے اسواسطے کہ بنا عبادت کی صبر پر ہے کیونکہ داخل ہونا عبادت مین نفس کی مرضی کے مخالف ہے اور تمام کرنا عبادتکا زیادہ تر نفس کے مخالف پڑتا ہے اگر صبر نہو تو کوئی عبادت سرانجام نہو یعنے تمامی کو نپہنچے اور یہی ہے کہ دنیا محنت اور بلا کا گہر ہے اور جزع فزع روکنے والے طاعتون سے ہے اگر صبر نہو تو دنیا کی محنتین ہمیشہ آدمی کو جزع اور فزع مین گرفتار رکہین اور کبہی اُسکو فراغت عبادت کے واسطے میسر نہو اور یہان سے وجہ صبر کی تقدیم کی نماز پر واضح ہوگئی اور صبر کے درجے مختلف اور گوناگون ہین اور شرع مین ہر رنگ سے مطلوب ہے پس جو صبر کہ مقابلہ مین لذتون اور دنیا کے بیہودہ کامونکے چاہیے وہ یہ ہے کہ میل اور التفات اس جانب نکرے اور رعایت حق تعالے کی منظور رکہے اور جو صبر کہ طاعتون مین چاہیے سو اس مین اوّل نیت کو بچانا ہے ریا سے اور دوسری چیزون سے کہ اخلاص کے منافی ہین پہر اس عبادت کے بعد اُسکی محافظت فساد اور ابطال سے پہر محافظت اُسکی ثواب کی ہے ضایع ہونے سے اور محافظت عبادت کی تکاسل سے اور وقتون اور شرطونکی رعایت معدوم ہونے سے اور جو صبر کہ گناہونکے مقابلے مین چاہیے سو یہ ہے کہ ریاضت سے نفس کو اُن گناہونکی طرف رغبت کرنے سے روکے اور ورع کا قصد کرے اور ورع کہتے ہین گناہ کے اسباب اور وسیلون سے پرہیز کرنے کو اور جو صبر کہ مصیبت مین ہوتا ہے وہ دو قسم پر ہے اسواسطے کہ مصیبت دو قسم کی ہے اول مُصیبت کہ انتقام اور بدلا لینا اُسکا بندے کی قدرت مین ہے تو اِس قسم کی مُصیبت پر صبر یہ ہے کہ تحمل کرے اُسکا بدلا نہ لے نہ زبان سے نہ ہاتہہ سے اور اس مقدمہ مین سلف کے صالح لوگون نے ظالم پر بددعا کرنے سے بہی احتراز کیا ہے اور اُسکو موجب صبر کے نقصان کا جانا ہے چنانچہ حدیث صحیح مین وارد ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک چور کو کہ اُنکا اسباب چرا لیگیا تہا بددعا کرتی تہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے سُنکر ارشاد فرمایا کہ کیا تو چاہتی ہے کہ اُس چور کا عذاب کم ہوجاوے اور بوجہ اور وبال اُسکا خفیف ہوجاوے اور تیرا اجر بہی گہٹ جاوے اُسکو بددعا نکر تاکہ وبال اُسکا سخت اور اجر تیرا زیادہ ہو دوسری مُصیبت کہ تدارک اُسکا بندے کے ہاتہہ مین نہو اور صبر اس قسم کی مُصیبت پر وہ ہے کہ فریاد نکرے اور شکایت اصلا قولًا و فعلًا نکرے **وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ** اور وصیت کرتے ہین ایکدوسرے کو مہربانی اور شفقت کی خلق اللہ پر کیونکہ یہ خُلق حضرت اُلوہیت کے اخلاق سے ہے جیسے الرحمن الرحیم دلالت کرتا ہے اور عمدہ صفات سے حضرت نبوت کے ہے کہ بالمؤمنین رؤف رحیم اُنکے حق مین ارشاد ہوا ہے اور رحمت سے اخلاق محمودہ کا منبع ہے اور عفو اور کرم اور لطف اور حلم اسی خُلق سے پیدا ہوتے ہین اسیواسطے حدیث صحیح مین وارد ہوا ہے اَلرَّاحِمُونَ یَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْكُمْ مَنْ فِی السَّمَآءِ یعنے رحم کرنے والے اُنپر رحمت کرتا ہے رحمان رحم کرو اُنپر جو زمین مین ہین رحم کرے تُمپر جو آسمان پر ہے اور ابو یعلی طبرانی نے روایت کی ہے انس بن مالک سے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تہے کہ حق تعالی اپنی رحمت کو نازل نہین کرتا مگر رحیمون پر صحابہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ہر شخص ہم مین سے رحمت کرتا ہے فرمایا کہ رحیم وہ نہین کہ اپنے جان پر اور اپنے خویش اور اقربا پر رحمت کرے رحیم وہ ہے کہ مسلمانون پر مہربان ہو بڑے کو باپ اور برابر کو بہائی اور چہوٹے کو بیٹا جانے اور ابن عدی نے کامل مین حضرت امیر المؤمنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت حق جل شانہ فرماتا ہے کہ اگر تم میری رحمت چاہتے ہو تو میری خلق پر رحمت کرو اور طبرانی نے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانون کو چاہیے کہ شفقت اور دوستی اور حسن سلوک آپس مین کیا کرین اور مانند ایک تن کے ہون کہ اگر ایک عضو بدن مین درد کرتا ہے تو تمام بدن اُسکی رفاقت مین بے چین رہتا ہے اور تپ مین گرفتار ہوجاتا ہے اور طبرانی نے اس حدیث کے روایت کرنیکے بعد کہا ہے کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک روز خواب مین دیکہا اور اِس حدیث کو پوچہا آپنے اپنے دست مبارک سے اشارہ کر کے فرمایا صحیح صحیح صحیح اور ایک بزرگ عامل عاملون سے حضرت امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے اُنکی ملاقات کے واسطے آیا تو کیا دیکہتا ہے کہ وہ سیدہے چت لیٹے ہین اور غریبونکے بچے اُنکے پیٹ پر چڑہتے ہین اور کہیلتے ہین عرض کی یہہ حرکت خلافت کی شوکت کے لایق نہین ہے فرمایا کہ کیا تو اپنی رعیت کے ساتہہ ایسا سلوک نہین کرتا اُسنے عرض کی کہ مین جس وقت دربار مین بیٹہتا ہون تو بڑے بڑے گردن کش اشخاص جگہہ میری ہیبت سے دم نہین مار سکتے ہین نہ یہ کہ فقیرون اور غریبون کے بچے میرے پیٹ پر کہیلین فرمایا

ح

کہ تو ہماری کام کا نہیں معزول ہوکر ہمکو محبت اور شفقت اپنے پیغمبر کی امت پر منظور ہے ریاست کی ہیبت اور شوکت دکھانا منظور نہیں اور بعضی حدیثون مین
بھی مذکور ہے کہ میری امت کے ابدالونکو یہہ منصب اعمالون کے زور سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ نفس کی سخاوت اور سینے کی صفائی سے اور مہربانی کرنے سے اللہ
تعالی کی مخلوق پر اس مرتبے کو پہنچتے ہین اب سمجھہ لیا چاہیئے کہ حق تعالی نے عبادت مالی کے کامل کرنیکے حقمین ان دونون وصفون کو کہ صبر اور مرحمت ہے
کسواسطے تخصیص فرمایا ہے وجہ اسکی یہہ ہے کہ خرچ کرنا مال کا وجوہ نمین خیرات اور مبرات کے بغیر ان دونون چیزون کے متصور نہیں اول چاہیئے کہ حرام مال
صبر کرے اور نفسانی لذتون سے بچے اگرچہ حلال ہوون اپنے نفس کو باز رکھے اور بعد اسکے بسبب مرحمت اور شفقت کے اس مالکو محتاجون اور مسکینون اور یتیمون
پر صرف کرے پس یہان صبر بجائے دور کرنے والے مانع کے ہے اسواسطے کہ وہ حرص جو مال خرچ کرنیکو مانع ہے بسبب صبر کے زایل ہوجاتی ہے اور مرحمت اور
شفقت مانند وجود مقتضی کے ہے اسواسطے کہ یہ صفت اخلاق سے حضرت ربوبیت کے ہے اور ربوبیت احسان اور پرورش کو تقاضا کرتی ہے اور وجود رفع مانع
کا وجود مقتضی پر مقدم ہے تو ذکر مین بھی صبر کو مرحمت کے اوپر فرمایا اور یہہ بھی یہان سمجھہ لیا چاہیئے کہ جاہلونکے ذہنونمین اکثر وقتون مین قسوت قلب اور
سختی دل کے ساتھہ صبر کے مشتبہ ہوجاتی ہے اور جانتے ہین کہ خلق اللہ کی مصیبت اور سختی مین بیتاب ہونا اور قلق کرنا صبر کے خلاف ہے اور اسی خیال فاسد سے
اقربا کے اور دوسرے مخلوقات الہی کی مدد کرنے سے محروم رہتے ہین سو حق تعالی نے رفع کرنیکو اس وہم کے مرحمت کی وصیت کو صبر کی وصیت کے ساتھ قریب کیا ہے
تاکہ اشارہ ہو اسبات کی طرف کہ استقلال اور ثابت رہنا اس جاپر محمود ہے کہ لاحق ہونا ضرر کا کسی بندے کو خدا کے بندونسے مظنون نہو والا بموجب اس بیت کے "اگر
بینم کہ نابینا و چاہست – اگر خاموش بنشینم گناہست" محمود نہیں ہے اور اسیواسطے عرب کے بزرگ اپنی مثالونمین کہہ گئے ہین کہ صبرك فی مصیبتك خیر من جزعك
وجزعك فی مصیبة اخیك خیر من صبرك یعنی صبر کرنا تیرا اپنی مصیبت مین بہتر ہے جزع اور فزع سے اور بیقراری اپنے بہائی کی مصیبت مین بہتر ہے صبر سے
اولئك اصحاب الميمنة وہی لوگ کہ ایسی اچھی وصیتین کرتے ہین اور اسکے موافق عمل مین لاتے ہین وہی لوگ ہین اور برکت والے ہین
کیونکہ ہمیشہ مین اور برکت کہتے ہین کسی چیز سے بہت سا نفع علی سبیل الدوام یعنے سدا حاصل ہوتا ہے اور انکے بسبب وصیتون کے خلق اسپر قیامت تک عمل
کرینگے اور احسان فقرا اور مساکین پر اور یتیمون خاکسارون پر قیامت کے قایم ہونے تک مروج اور مرسوم ہوا ہے اور بہت سا نفع ہمیشہ خلق اللہ کو پہنچا ہے اور انکے
واسطے ثواب ان سب احسانونکا انکے نامۂ اعمال کے دفتر مین لکہا گیا ہے اور بعضی مفسرون نے میمنہ کو سیدہی جانب پر قیاس کیا ہے کیونکہ عرب کے
عرف مین سیدہی جانب کو میمون اور مبارک جانتے تہے اور اسیواسطے سارح سے تبرک لیتے تہے اور الٹی جانب کو شوم اور منحوس جانتے تہے اور اسیواسطے
بارح سے بدشگونی پکڑتے تہے اور اہل نجات کو میثاق کے دن حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹہہ کی سیدہی طرف سے نکالا ہے اور قیامت کے دن انکے اعمالنامے
انکے سیدہے ہاتہہ مین دینگے اور بہشت مین کہ اس روز سیدہی جانب کو عرش عظیم کے ہونگے انکو داخل کرینگے پس ان معنون سے بھی اصحاب المیمنہ
یہی بزرگ لوگ ہین **والذين كفروا باياتنا** اور جن لوگون نے کہ انکار کیا ہمارے حکمونکا ہرچند کہ واسطے نیتون فاسدہ
اور اپنی دنیوی غرضون کے واسطے یا اپنے بتون اور معبودون کی خوشنودی کو گردنین خلاص کی ہونگی اور یتیمون مسکینون کو کہانا کہلایا ہوگا اور آپسمین
صبر اور مرحمت کی وصیت کی ہوگی لیکن بسبب کفر کی شومی کے کوئی چیز انکے کام مین نہ آویگی بلکہ **هم اصحاب المشئمة**
وہی ہین شامت اور بدبختی والے کہ ایک ضرر عظیم دائمی ایک کفر کا کلمہ کہنے سے انکے نصیب ہوا اور تمام خیرات اور مبرات انکے برباد ہوگئے پس کفر
کے ذکر سے سب عبادتون مالی کے مقابلے مین معلوم ہوا کہ وہ سب خیرات جو کفر کے ساتھہ ملی ہوتی ہین محض رائگان اور بیہودہ ہین فخر اور بڑائی کی جاے
نہین ہے اور کافر جیسے کہ شامتی اور بدبخت ہین اسیطرح سے میثاق کے دن حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹہہ کی بائین طرف سے پیدا ہوے ہین اور
قیامت کے دن اعمالنامے بائین ہاتہون مین پاوینگے اور بائین طرف کو عرش عظیم کے کہ دوزخ کی راہ ہے چلین گے پہر اگر مشئمہ کو بائین کے
معنون مین لیجئے تو بھی درست ہے اور جو اسقدر بیان فرمایا کہ کافر کو کسی عمل پر فخر نہین ہے کیونکہ اسکی اہانت اور تذلیل کے واسطے اسکا کفر کافی
ہے اب بیان فرماتے ہین کہ ان کے حق مین اسقدر تذلیل اور اہانت پر اکتفا نہوگی بلکہ **عليهم نار مؤصدة**

انپر مسلط ہوگی ایک آگ کہ سرپوش کی گئی ہی اور دروازے اُسکے بند کردیے ہین تاکہ اسکی گرمی سے گرم ہوا پیاباہر نہ نکلے اور باہر کی سردی سے ٹھنڈی ہوا اندر نجاوے تاکہ فی الجملہ کچھ تخفیف حاصل ہوا اور اسوقت مشقت اور رنج انکا نہایت کو پہنچے

سورۃ الشمس

تمہید

یہہ سورت مکی ہی اسمین پندرہ آیتین اور چوَّن کلمے اور دو سو چھیالیس حرف ہین اور اس سورۃ کا ربط سورۃ لا اُقسم کے ساتھہ اس جہت سے ہی کہ اُس سورۃ مین ہدایت خیر و شر کی راہ کی مذکور ہی جیسے وھدیناہ النجدین ویسے اس سورۃ مین فجور اور تقوی کے الہام کا یعنے دلمین ڈالدینے کا بیان ہی اور اُس سورۃ مین بیان اصحاب میمنہ اور اصحاب مشئمہ کا ہی اور اس سورۃ مین بیان نفس کے پاک کرنیوالون کا اور نفس کے ذلیل کرنیوالونکا ہی اور یہہ دونون مضمون ایک دوسیکے قریب ہین اور اس سورۃ کو سورۃ والشمس اس جہت سے نام رکھا ہی کہ عمدہ سے عمدہ چیز جو اللہ کی راہ کے چلنے والیکو درکار ہی سو آفتاب نبوت کا نور ہی کہ اس نور کے سبب سے اسکی نگاہ ایسی روشن ہوجاتی ہی کہ نجات کی راہ اور ہلاکت کی راہ مین تمیز کرلیتا ہی اور دوست اور دشمن کو جدا جدا پہچان لیتا ہی اور موافق اور مخالف مین فرق کرتا ہی اور نبوت کے آفتاب کو انوار حسیّہ کے عالم مین کمال مناسبت اور مشابہت آفتاب ظاہر کیسے ساتھہ ہی کہ عرب کی لغت مین اسکو شمس کہتے ہین اور توضیح اس ابہام کی یہہ ہی کہ نفس انسانی دنیا مین کہ مزرعۂ آخرت کا ہی مانند ایک کسان کے ہی کہ اسکو معرفت الہی کا بیج دیکر اور اسباب اُس تخم کے بونے کے کہ قوی اور اعضا ہین عنایت فرما کے اس مزرعہ مین بھیجا ہی اور ہر مزارع کو چھہ چیزین ضروری ہین کہ بغیر ان چیزون کے عمل زراعت کا ممکن نہین ہی اوّل اُن سب مین سے آفتاب ہی کہ اُسکی شعاع سے زمین صلاحیت کھیتی کی قبول کرتی ہی اور زمین کے اندر گرمی پیدا ہوتی ہی اور اس گرمی کے سبب سے قوت نامیہ نشو و نما کرتی ہی اور اگر خوب غور کیجیے تو صاف معلوم ہوتا ہی کہ آفتاب کھیتی کے حق مین ایسا ہی جیسے حرارت غریزی حیوانون کے حق مین کیونکہ جب بیج کو زمین مین ڈالتے ہین تو خاک اور ہوا اور پانی تینون ملکر استعداد حیات نباتی پیدا کرتے ہین لیکن پکانیکو اور عفونت کے دفع کرنیکو ایک حرارت درکار ہی پھر اگر اس حرارت کو آگ کے عنصر سے لیوین تو تخم جل جاوے ناچار حکمت الہی نے چاہا کہ آفتاب کی حرارت کو اُسپر مسلط فرماوین تاکہ منفعت آگ کی حاصل ہوا اور نقصان اُسکا نہ اٹھاوی اور یہہ بھی ہی کہ بدلنا فصلونکا اور آنا ربیع اور خریف کا آفتاب کی حرکت کے سبب سے ہی اور آنا فصلونکا اور بدلنا موسم کا کھیتی کیواسطے ضروریات سے ہی حاصل کلام کا یہہ ہی کہ فائدے آفتاب کے کھیتی کی ابتدا سے انتہا تک علم فلاحت والونپر پوشیدہ نہین ہین دوسرا چاند کہ دانے پڑنیکے وقت اور پھل لگنے کے وقت اور اسکے ابھرنیکے وقت زمین کے پانی کی رطوبت کفایت نہین کرتی ایک دوسری رطوبت اوپر کی بھی چاہیے تاکہ میوہ اور دانہ پر مغز اور بڑا پیدا ہو اور میوہ اور دانہ لگنے کے وقت چاند کی تاثیر ضرور ہی یہہ بات بھی فلاحت کے علم والون پر ظاہر اور روشن ہی تیسرا دن کہ وقت تلاش و محنت کا اور ہل چلانیکا اور پانی سینچنے کا اور دوسرے شغل کا ہون کا ہی چوتھی رات کہ اگر رات نہ آوے تو آدمی اور بیل آرام نہ پاوین اور آٹھون پہر کی دھوپ میوہ دار درختون اور کھیتی کو جلا دینے کی نوبت کو پہنچادے اور شبنم کہ سرسبزی اور تازگی کا باعث ہی بند ہوجاوے پانچوان آسمان کہ مینہ کا برسنا اور ہوا کا چلنا موافق حاجت کے بروقت اُسی جہت سے ہی چھٹی زمین وسیع اور کشادہ نہ کھاری نہ پتھریلی اور کسان کی حاجت ان دونون چیزون کی طرف ظاہر ہی اور جو نفس انسانی کو دنیا کے کھیت مین کسان بناکر بھیجا ہی تو اسکو بھی یہہ چھہ چیزین لازم ہین ایک تو آفتاب کہ اُسکے کام آوے سو اُسکے زمانے کے نبی کے دل کا آفتاب ہی کہ اُسکی شعاعین دور اور نزدیک سے پہنچتی ہین اور چاند کہ اسکے کام آوے وہ نور ولایت ہی اپنے صاحب طریقے کا اور جسطرح سے کہ ماہتاب ظاہری خلیفۂ آفتاب ظاہر کا ہی اسیطرح سے نور ولایت کا قائم مقام نور نبوت کے ہی بلکہ حقیقت مین وہی نور ہی کہ اُسنے دوسری کیفیت پیدا کی ہی اور اگر فرق درمیان دونون نورون کے کسیکو شناختنا مرغوب ہو تو سن لے کہ نور نبوت کا ملا ہوا قہر اور سیاست سے ہی اسی واسطے انبیا اپنی اُمت پر ایسا حکم رکھتے ہین جیسے بادشاہ اپنی رعیت پر اور اطاعت انکی اُن سب لوگون پر جن کی طرف بھیجے گئے ہین واجب اور فرض ہے اور مخالفت کرنا

فائدہ آفتاب کے ساتھ نبوت کی مناسبت کا بیان

فائدہ

ان سے سبب خرابی دنیا اور آخرت کا ہی اور معجزون قاہرہ کا دکہانا اور جہاد زبانی یا سیفی یا سنانی اُنپر لازم اور واجب ہے اور ولایت کا نور ملا ہوا ہی جمال اور تالیف قلوب سے اور کشش و رالفت سے اسیواسطے یہہ چیزین وہان یعنے نبوت مین ضروری نہین اور کیا اچہا کہا ہی کسی شاعر نے ؎ آن بادۂ شعلہ گون کرد از خورشید ✤ در کاسۂ ماہ چون سند تہیہ شود ✤ اور ایک فرق یہہ بہی ہی کہ ایک نور اُنمین اصل ہی اور دوسرا عکس اسکا جیسے نور آفتاب کا کہ اسکی ذات کو لازم ہی اور چاندکا نور کہ اسکی صفائی کے سبب سے اور آفتاب کی روشنی قبول کرنے سے ہی اسیواسطے مقابلہ اور نزدیکی اور ترتیب کی حالتین مختلف اور متبدل ہوجاتی ہی اسیطرح سے نبوت کا نور اصل ہی اور ولایت کا نور عکس اُسکا ہی اور اُسکے واسطے بجائے دن کے ریاضت کا وقت ہی کہ سالک طریقت کو اور آخرت کی کہیتی کیواسطے کو وہی زمانہ حصول مطلب کا ہی کہ نور نبوت اور نور ولایت کو اسی ریاضت کے وقتمین سعی اور کوشش ورنج اور محنت سے اپنے کام مین لگاتا ہی یعنے اس سے فائدہ حاصل کرتا ہی اور بجائے رات کے زمانہ پیدائش اور راحت کا ہی اور نفس کی احتیاج مین مشغول ہونیکا اور اہل وعیال اور تمام مخلوق کے حق ادا کرنیکا زمانہ ہی کہ اسکے حق مین رات کی مانند ہی اور اگر یہہ رات اسکے واسطے نہوتی تو ہمیشگی نور نبوت اور نور ولایت کی اسکے دل پر قرار پکڑ کے دنیا کے کامون سے اُسکو بیکار کردیتے اور انسانیت کے مرتبہ سے نکلکر کہان سے کہان پہنچ جاتا اور آسمان کی جگہہ پر اسکے واسطے شریعت کا آسمان ہی کہ تمام اعمال اور اخلاق اور احوال اور مقامات اور عقائد اور مذاہب سے اُسکو گہیری ہوئی ہی اور اسی آسمان شریعت سے رحمت الہی کا فیض ہمیشہ اُسپر برستا ہی اور جذب اور کشش کی بادین یہہ ہی ہین کہ اسکو نئے نئے حالتون اور مرتبون کی طرف جہکاتے ہین تاکہ اپنے کمال کو پہنچے اور اسکے واسطے زمین کی جگہہ اُسکی استعداد ہی کہ اُسکی کشادگی اور صفائی کے قدر نشو ونمائی یعنے پیدائش احوال اور مقامات کی اسکو میسر ہوتی ہی یعنے مرتبہ باطنی اُسکے بڑہتے ہین اور جو عمدہ ان کامون کا اور اصل پوشیدہ کی جڑ نبوت کا نور ہی اور آفتاب روشنی مین اس نور سے مناسبت رکہتا ہی اسی واسطے اس رستہ کو کہ سلوک طریقت کے لوازم اور کمال معرفت کے وسیلے کے بیانمین ہی آفتاب ہی کی نام سے شروع کیا اور اُسی آفتاب کے نام پر اسکا نام کہا

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

س ع

وَالشَّمۡسِ قسم کہاتا ہون مین آفتاب کی کہ اپنے زمانے کے پیغمبر کی دل کی مانند ہی **وَضُحٰهَا** اور قسم کہاتا ہون مین اُسکی روشنی کی کہ نبوتکے نور کی روشنی کی مانند ہی سب تجلیات پر **وَالۡقَمَرِ** اور قسم کہاتا ہون مین چاند کی کہ مرشد طریقہ والے اور سنت و تعلیم کرنیوالے کی مانند ہی اور پیغمبر کے خلیفہ کے قائم مقام ہی جبکہ پیغمبر کے یعنے بعد مرنے یا دور ہونے پیغمبر کے **اِذَا تَلٰهَا** جب پیچہے چلے اُسکے یعنے ماہتاب آفتاب کے اور اس شرط کو یعنے پیروی کو اسواسطے لائے ہین کہ مرشد کی حرمت مشروط ہی نور نبوت کی پیروی پر اور کمال پیروی کے سبب سے اسکو خلافت کا منصب نصیب ہوا اور ماہتاب کا پیروی کرنا آفتاب کی کئی وجہون سے ہی اول استفادہ مین یعنے فائدہ روشنی کا حاصل کرنے مین اور دوسرا اُسکی پیروی غروب مین کرنا اور یہہ اول مہینے مین ہوتی ہی تیسرے طلوع مین اُسکی پیروی کرنا اور یہہ بیچ مہینے مین ہوتی ہی چوتہے جثہ یعنے جسم کی بڑائی مین بموجب ظاہر حس کے کہ کوئی تارہ آفتاب سے حسن مین برابری نہین کرسکتا سوائے ماہتاب کے اگرچہ ابعاد اور اجرام کی دلیلون کے موافق بزرگ اور بڑا دوسرا ہی ہو پانچوین یہہ کہ دنیا کی مصلحتین انہین دونون کی حرکتون پر موقوف ہین اسواسطے کہ سال کی فصلونکا بدلنا اور جو حساب کہ سال سے تعلق رکہتے ہین اور بڑے بڑے کام سب آفتاب کی حرکت سے تعلق رکہتے ہین اور بدلنا ہر مہینے کی شکلون کا اور جو حساب کہ مہینے سے تعلق رکہتے ہین یہہ سب ماہتاب کی حرکت سے ہین اور زیادہ بیماریونکا بڑہنا جیسے بخار اور جانداروں کی آنتونمین رطوبت کا زیادہ ہونا اور ہڈیونمین مغز پیدا ہونا اور دودہ والے جانورونمین دودہ کا زیادہ ہونا اور خون کا جوش کرنا بدنمین اور بڑہنا گہٹنا سمندر کا یہہ سب چیزین ماہتاب کے نور کی زیادتی سے متعلق ہین **وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا** اور قسم کہاتا ہون مین دن کی جب روشن کرے وہ آفتاب کو کہ سالک کے ریاضت کے وقت کے مانند ہی اس جگہہ پر بہی ایک شرط زیادہ کی ہی تاکہ اشارہ ہو اسبات کیطرف کہ وقت ریاضت کا وہی وقت حرمت اور بزرگی پیدا کرتا ہی کہ اس ریاضت کے سبب سے نبوت کا نور سالک کے دل پر متجلی ہوجاوے اور حجاب اُٹہ جاوے اور اباطیل یعنے

جیسے جوگیون کی اور باطل مذہب والون کی کہ نبوت کے نور سے تجلی نہین ہوتی ہین اور حجاب کو درمیان سے نہین اُٹھاتی ہین ایسی ریاضتون سے کچھ ثمرہ
اور بزرگی حاصل نہین ہوتی اور اس جگہہ اکثر تفسیر والے شبہ لاتے ہین کہ روشن کرنا دن کو آفتاب کا کام ہے نہ یہہ کہ دن آفتاب کو روشن کرتا ہے
ایسی اُلٹی عبارت یہان کسواسطے لائے ہین یہان تک کہ بعضے مفسرون نے اس شبہ کو قوی جانکر ضمیر کو آفتاب کی طرف سے پہیر کر زمین اور دنیا
کیطرف عاید کیا ہے اور تاکہ اضمار قبل الذکر لازم نہ آوے ایک قرینہ جو مرجع پر دلالت کرے ذکر کرنے اس الزام سے اپنا بچاؤ کیا ہے اور حق بات یہہ ہے
کہ اسمین ضمیرونکی جدائی لازم آتی ہے اور ضمیرونکی تفریق خوب نہین اس واسطے کہ شمسہا اور تلہا مین بلا شبہہ ضمیر آفتاب کی طرف راجع ہے
اور باوجود ذکر مرجع کے مرجع کو مقدر ٹہیرانا اچھا نہین ہے لیکن اس ترکیب کی وجہ کو کہ ظاہر مین اُلٹی معلوم ہوتی ہے سن لیا چاہیے کہ عادت وہم کی
یہہ ہے کہ جو کسی چیز کو ایک مقرر وقت مین کئی بار دیکھتا ہے تو اس وقت کے آنے کو سبب اس چیز کا جانتا ہے اور عقلی قاعدے کے موافق یہ ہے کہ وجود
اثر کا دلیل مؤثر کے وجود کی ہے چنانچہ بحث مین برہان اِنّی کے مقرر ہے اور جو دن کا وقت دونو وجہون عقلی اور وہمی سے آفتاب کو روشن کرتا ہے
یعنے جب دن ہوتا ہے تبہی آفتاب روشن ہوتا ہے تو نسبت اُسکی طرف کی گئی اور اس مجاز کو کہ اس جگہہ پر استعمال کیا ہے سو مشکل کی حقیقت کے
لحاظ سے کہ وقت ریاضت کا ہے اور موجب روشن ہونے نور نبوت کا تو استعمال سے حقیقت کے بہتر ہوا اور یہہ بہی احتمال ہے کہ معنے اذا جلّٰہا کے یہہ ہون
کہ اس مین ابر اور غبار حائل نہو اس صورت مین روشنی کی نسبت دن کی طرف بے تکلف درست ہو جاتی ہے **وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَاهَا**
اور قسم کہاتا ہون مین رات کی جب چہپا لیتی ہے آفتاب کو کہ مانند وقت راحت کے اور توجہ طرف ادا کرنے حقوق اہل و عیال کے اور زیادہ غفلت
اور حجاب کے ہے نور نبوت سے اور یہہ بہی آخرت کی کہیتی کرنے والے کو اور سالک طریقت کو ضروری ہے ورنہ کارخانہ دنیا کا درہم برہم ہو جاوے اور
اُن عبادتون سے کہ خلق اللہ کے حق سے متعلق ہین جیسے عیادت مریضون کی اور ملاقات اقربا کی اور روزی کمانا اہل و عیال کے واسطے یا اور جو
اُسکے سوا ہین محروم رہے اور آخرت کی زراعت کے نقصان کا سبب پڑے اور حدیث صحیح مین وارد ہے کہ حضرت امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
ایک روز مجلس مقدس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اُٹھکر اپنے گہر کو تشریف لیجاتے تہے کہ ناگاہ ایک شخص صحابہ کرام سے کہ اُنکا نام حنظلہ تہا رستے مین ملے اور
پکار کر بولے کہ حنظلہ منافق ہوگیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا حال ہے کہنے لگے کہ جس وقت حضور پرنور مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر ہوتا ہون
تو مجہکو غیب کا عالم ایسا منکشف ہو جاتا ہے کہ گویا ان آنکہون سے دیکہتا ہون اور جب اس مجلس مقدس سے اُٹھکر گہر کو آتا ہون اور جورو بچون کے ساتہہ مشغول ہوتا ہون
تو وہ کیفیت باقی نہین رہتی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ نے فرمایا کہ سبکا یہی حال ہے آؤ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین جاکر عرض کرین دونون
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین حاضر ہوئے پہر حنظلہ نے اسیطور سے پکار کر کہا کہ حنظلہ منافق ہوگیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچہا کہ کیا ماجرا ہے انہون
نے سارا احوال اپنا عرض کیا فرمایا کہ اگر تم کو ہمیشہ یہی حالت رہے جو میرے حضور مین یا ذکر اللہ کی مجلس مین ہوتی ہے تو ہرگز تم لوگ اپنی عورتون سے خط نہ اُٹہاؤ
اور نعرہ مارتے ہوئے اور فریاد کرتے ہوئے جنگلون کو چلے جاؤ اور فرشتے تمسے مصافحہ کرین لیکن یہہ حالت کسیکو ہمیشہ نہین رہتی بلکہ ایک ساعت اس حال مین
گذرتی ہے اور ایک ساعت غفلت مین تا توجہ بحق اور توجہ بخلق ملی ہوئی رہین تو یہین سے معلوم ہوا کہ غفلت اور راحت کے وقت بہی بزرگی رکہتے ہین کہ آیندہ
کی ریاضتون کو مددگار ہوتے ہین اور اُن عبادتونکے ثوابونکے حاصل ہونیکا باعث ہوتے ہین جو تعلق مخلوق کے حق سے رکہتے ہین چنانچہ معاذ بن جبل رضی اللہ
عنہ نے فرمایا ہے کہ **انی لاحتسب نومتی کما احتسب قومتی** یعنے مین اپنے خواب مین بہی متوقع اجر اور ثواب کا رہتا ہون جیسا کہ اپنی تہجد مین اسواسطے کہ اگر تہجد
مین اللہ تعالے کا حق ادا ہوتا ہے تو سونے مین نفس کا حق ادا ہوتا ہے اور یہہ دونون حق اللہ تعالی کے واجب کرنے سے واجب ہوئے ہین مگر جو غفلت کہ مددگار طاعت کی نہو
اور موافق حکم شرع کے اور فرمان الٰہی کے ادا کرنیکی نیت سے نہو تو ایسی غفلت کی کچھ حرمت اور بزرگی نہین ہے بلکہ حرام مطلق ہے اور یہین سے معلوم ہوا کہ یہہ چارون
قسمین حقیقت مین آفتاب سے متعلق ہین اسیواسطے اس سورۃ کا آفتاب کے نام پر نام رکہا گیا **وَالسَّمَاءِ وَمَا بَنَاهَا** اور قسم کہاتا ہون مین آسمان کی اور اس
حکمت الٰہی کی کہ آسمانکو محیط بنایا ہے ان چیزون پر جو اُسکے درمیان مین ہین اور یہی مثال شریعت کی ہے کہ مانند آسمانکے محیط ہے مکلفون کے تمام عملون پر اور ہر عمل کا حکم

اسمین موجود ہے اور مانند آسمان کے بارہ برج رکھتی ہے ضمن مین چار مثلثے کے پہلا مثلثہ کہ مثلثہ عقائد کا ہی شامل ہی تین برجون کو ایک برج ذات اور صفات کا اور دوسرا برج انبیا اور ملائکہ اور کتابون کا اور تیسرا برج معاد کا اور مثلثہ دوسرا کہ مثلثہ عبادات کا ہے بنایا گیا ہے تین برجون سے ایک برج تو عبادتون بدنی کا ہے جیسے نماز اور روزہ اور تلاوت قرآن مجید کی اور ذکر اور دعا اور درود اور اسکے سوا اور دوسرا عبادتون مالی کا جیسے زکوۃ اور صدقہ اور وقف اور مسجدین اور مسافر خانے اور خانقاہین اور مدرسے اور کوے اور پل ورجہان سراہین اور تیسرا عبادتون مرکب کا بدنی اور مالی سے جیسے حج اور عمرہ اور جہاد اور نماز عیدین تیسرا مثلثہ معاملات کا ہی وہ بھی مرکب ہے تین برجون سے پہلا برج اسمین وہ معاملے ہین کہ ایک وجہ عبادت کی بھی رکھتے ہین جیسے نکاح اور خدمت ماباپ کی اور پرورش اولاد کی اور لونڈی اور غلام کی اور پڑوسی کے حق اور ہمنشین کے حق کی اور مہمان کے حق کی اور سوا اسکے اور دوسرے ناتے والون کے حق کی رعایت اور دوسرا برج اسمین وہ معاملے ہین کہ کوئی وجہ عبادت سے نہین رکھتے جیسے خرید اور فروخت اور اجارہ اور گرو اور شرکت اور وکالت اور ضامنی اور سوا اسکے اور تیسرا برج اسمین وہ معاملے ہین کہ ایک جہت تبرع اور احسان کی بھی اسمین ملی ہوئی ہے جیسے ہبہ اور قرض دینا اور قرض اور مضاربت چوتھا مثلثہ کہ سیاستون کا مثلثہ ہی وہ بھی ملا ہوا تین برجون سے ہے پہلا کفارات مین کہ سیاست کے ساتھ ایک جہت عبادت کی بھی رکھتی ہی جیسے کفارہ سوگند کا اور کفارہ نفس کے قتل کا اور کفارہ روزہ توڑ دینے کا اور ظہار کرنے کا اور حیض کی حالت مین جماع کرنیکا اور دوسرا سوا اسکے اور دوسرا برج حدون اور تعزیرون اور قصاص کا کہ سیاست محض ہین جیسے شراب پینے کی حد اور زنا کی حد اور چوری کی حد اور بٹمارون اور رہزنون کی حد اور گالی دینے کی حد اور سوا اسکے اور تیسرا دیتون اور ضمانون کا کہ ہمراہ سیاست کے ایک وجہ معاملے کی بھی رکھتے ہین اور یہی آسمان شریعت کا ستارے بھی رکھتا ہے کہ حکمون کی دلیلین ہین ان سب مین سے سات ستارے سیارے ہین کہ احکام کے فنون مین دورا اور سیر کرتے ہین کتاب اور سنت اور اجماع اور قیاس اور استصحاب اور تعامل اور اباحت اصلیہ اور باقی ستارے ثابت ہین کہ اپنے اپنے جگہون اور مکانون مین ٹہیرے ہوئے ہین جیسے مصالح جزئیہ کہ ہر ہر فرد مین پائے جاتے ہین اور بنا اس آسمان کی کہ عبارت شریعت سے ہے اس طور سے واقع ہوئی ہی کہ جس وقت مکلفین مقید اسکی خواہش کے ہو جاوین تو عمل نیک انکے قبولیت کے مقام پر چڑہ جاوین اور اس طرف سے وہ قبولیت صورت رحمت اور ہدایت کی پکڑ کر مینہ کی مانند برس پڑے جیسے بخارات کہ زمین سے اٹہتے ہین اور آسمان کی طرف جا کر پانی کی صورت پکڑ کر پہر لوٹتے ہین اور زراعت کی سرسبزی اور شادابی کا موجب ہوتے ہین **وَالْأَرْضِ وَمَا طَحَاهَا** اور قسم کہاتا ہون مین زمین کی اور اس حکمت الٰہی کی جسنے اسکو ایسا چوڑا اور فراخ پہیلایا اور وہ نفس انسانی کی استعداد کی مانند ہے کہ بسبب فراخی کے معرفت کا تخم بونے کے قابل ہے اور چونفس انسانی کو عالم حس مین کوئی مشابہ اور نظیر کہ قابل تعظیم کے ہو اور اسکی قسم کہائی جاوے پایا نہین جاتا تو اسی نفس کی قسم کہا کے فرماتے ہین **وَنَفْسٍ** اور قسم کہاتا ہون مین اس نفس کی کہ دو چیز رکہتا ہے اول قابلیت کمال حاصل کرنے کی دوسرے نقد اس کمال کا بالفعل کہ بسبب ان دو چیزون کے بونا معرفت کے تخم کا اسکو میسر ہوتا ہے اور وہ نفس انسانی ہے کیونکہ نفوس ملائکہ اپنے کمالونکو بالفعل حاصل رکہتے ہین انکو کمالات طلب کرنیکی حاجت نہین ہے اور نفوس حیوانی کمالات حاصل کرنیکی قابلیت نہین رکہتے ہین پس بونا معرفت کے تخم کا انسے ممکن نہین اور اسی نکتے کیواسطے نفس کو نکرہ لائے ہین تا کہ دلالت کرے کہ ایک نوع ہے نوعون سے نفس کے برخلاف دوسری قسمون کے کہ معرفہ لائے ہین کیونکہ وہ سب چیزین ایک رنگ رکہتی ہین تعدد نوعی انمین منظور نہین ہے جیسے آفتاب اور ماہتاب اور آسمان اور زمین ہی سب کلیات منحصر فرد واحد مین ہین اور دن اور رات ہر چند کہ موافق نظر عقلی کے جدے جدے معدوم ہوتے ہین لیکن نظر عرفی اعادہ اور تکرار پر یعنی بار بار اور لوٹ لوٹ آنے پر انکے حکم کرتی ہی اور تعدد اور جدا جدا ہونے پر انکے یقین نہین رکہتی **وَمَا سَوَّاهَا** اور قسم اس حکمت الٰہی کے کہ درست کیا ہی اس نفس کو اور اعتدال مزاج کا اور حواس ظاہری اور باطنی اور قوائی طبعیہ اور حیوانیہ اور نفسانیہ سب اسکو دئے تا کہ قابل تعلیم اور تفہیم کے ہو جاوے اور آہستہ آہستہ نیوالا اشکال کا ہوگا اور صبر کرنیوالا اور ثابت رہنے والا ہوا اور معرفت کے تخم کو ان اسباب سے بو سکے اور بعضے مفسرون نے وجہ ان چہہ قسمون کے خاص ہونے کی سوائے نفس انسانی کے یون ذکر کی ہے کہ حق تعالیٰ کو اس سورۃ مین حال

بیان کرنا نفس انسانی کا منظور ہے اور مختلف ہونا اسکا الہام قبول کرنے مین فجور اور تقوی کے اور مذکور کرنا اسکی وسعت اور فراخی کا تا کہ موافق قوت علمیہ کے
نمونہ تمام جہان کا ہو جاوے اور تمام عالم اپنے وجود ظلی سے اسمین سما جاوے اور موافق قوت عملیہ کے خلیفہ حضرت ربوبیت کا ہو کہ ہر چیز کو مخلوقات
مین سے ایک کام مین صرف کرے اور کمال حاصل کرنا صنعتون مین اور پورا بہر لینا منفعتونکا جو ہر ہر چیز مین عالم کے ودیعت ہین ارادہ کرے پس ابتدا مین کلام کے
چہہ چیزونکو بطور قسم کے یاد فرمایا کہ وہ چہہ چیزین عموم اطلاق اور وسعت مین نمونہ حضرت الوہیت کا ہین تفصیل اس اجمال کی یہہ ہے کہ حق تعالی نے دو چیز کو
عالم مین ایسی وسعت اور کشادگی بخشی ہے کہ کسی چیز کو حاصل نہین ہے اول تو زمان دوسرا مکان لیکن وسعت مکان کی ایک تنگ کہتی ہے اور وسعت زمانہ کی
دوسرا رنگ مکان اپنے عرش سے فرش تک ایک آن واحد مین بیشمار مخلوقات کو گہیر لیا ہے اور سبکو اپنے اندر جا دی ہے اور آپ ایک طور پر ثابت ہے اور اسکی
اندر کی چیزین گذرنیوالی ہین مصرع کیے میرود دیگر آید بجاے او اور عام ہونا زمانے کا اس طرح سے ہے کہ آپ گذرنیوالا ہے اور اسکے درمیان کی چیزین اپنے مکان
پر ثابت ہین اور وہ کوئی لحظہ اور کوئی لمحہ انکے ساتھہ قرار پکڑنیوالا نہین ہے اس بے ثباتی کے ساتھہ محیط اور گہیرنیوالا اپنے اندر بے انتہا اور بیشمار چیزونکا ہے
یاد دلانیکو ان دونون عام قسمونکے آسمان اور زمین کو کہ عمدہ مکانون سے ہین ذکر فرمایا اور رات اور دن کو کہ اجزا سے زمانیکے ہین اور اختلاف ظاہر اور امتیاز باہم
رکہتے ہین اور باوجود تہوڑی دیر گذرنیکے تغیر اور تبدیل قبول کرتے ہین لائے ہین اور اس جگہہ پر ایک قسم اور ہے کہ اسکے نور کا فیض سبکو شامل ہے بدون
فرق کے درمیان نجیب و وضیع اور شریف اور غنی اور فقیر اور مسلمان اور کافر اور صالح اور فاسق کے اور کمال مشابہت رکہتی ہے حضرت الوہیت سے فیضان جود اور
لوازم موجودیہ مین اور یاد کرنیسے آفتاب و ماہتاب کے جو اس قسم کی داخل مین اور کیا کیے پہنچائی ہے باقی رہی یہہ بات کہ ان تینون عام قسمون مین کس واسطے
دو چیزونکی قسمین کہائی ہین جواب اسکا یہہ ہے کہ باوجود عام فائدہ دینے کے اختلاف کمال اور نقصان اور نورانیت اور ظلمانیت اور اصالت اور تبعیت کا بہی
منظور ہے تاکہ آگاہی اختلاف پر نفوس انسانی کے باوجود عام ہونے تصرف کے ان صفتون مین کیجاوے اور دلیل ہو انکے واسطے ضرور ہوا کہ ان تینون قسمون مین دو دو چیزین یاد کیجاوین
سو اسکا بیان یہہ ہے کہ آفتاب عالم انوار مین اصل ہے اور ماہتاب عکس اسکا ہے اور دن اجزا مین زمانیکے نورانی ہے اور رات اندہیری اور آسمان بلند اور محیط ہے
اور زمین پست اور محاط یعنے گہیری ہوئی ہے اور جو عام ہونیکو نفس انسانی کے عام ہونے پر ان چیزونکے قیاس کرین تو اسکی دو رنگی بہی ظاہر ہو جاوے چنانچہ فرماتے
ہین **فالہمہا فجورہا** پس الہام کر دی یعنے ڈالدی اس نفس کو بدکاری اسکی اور الہام لغت مین کہتے ہین کہانا ڈالنے کو کسی شخص کے
حلق مین اس طور سے کہ اس شخص کو دانت اور ہونٹ ہلانے نہ پڑین اور قرآن کے عرف مین عبارت ہے ڈالنے سے کام کے داعیہ کے دل مین بغیر واسطے پہلی فکر کے اور
جو اعمال بنی آدم کے خواہ خیر ہون خواہ شر سب اپنے داعیہ اور ارادے سے ہین پس رشتہ نیک اور بد کا بندہا ہوا اسی داعیہ اور ارادے سے ہے اور اللہ تعالے نے اس رشتہ کو اپنے دست قدرت مین
رکہا ہے اور کبہی سر نکو نفس اور شیطان اور مشیرون اور مصاحبونکو نہین پہنچایا ہے یہ چیزین مددگار اور سبب [illegible] اور بد داعیے کے فیضان کی عالم غیب سے ہین اور اسی سبب
[illegible] ملامت کا ہوتے ہین اور حدیث صحیح مین وارد ہے کہ ان قلوب بنی ادم بین اصبعین من [illegible] احکام اور دعوت اسلام اپنی قوم کو کرنا شروع کی اور انکو [illegible]
دل [illegible] انگلیون مین ہین اللہ تعالی کی انگلیون سے پہیرتا ہے ان دلونکو جس طرح [illegible] زمین ہو جب تمہاری خواہش کے معجزہ تمکو دکہاؤن اور پہر تمنے میرا کہا نہ مانا اور ایمان
ڈالنا بدی اور نیکی کے داعیہ کا اسی جانب سے ہے تو پس جبر لازم آیا [illegible] تو یقین نکیا اور کہا کہ ہم سب فلانی تاریخ ہر سال شہر کے باہر جاتے ہین اور بتونکو پوشاک
رغبت دلانے کا سب برباد ہو گیا اور بہیجنا پیغمبرونکا اور نازل کرنا [illegible] کی ان بتون سے اسدن مانگتے ہین اور وے ہمکو دیتے ہین تو بہی اسدن ہمارے ساتھہ چل اور اپنے خدا سے
کتاب کا سب بے فائدہ اور بے کار ہو گیا جواب اسکا یہہ ہے [illegible] علیہ السلام نے یہہ بات کو قبول کیا اور اسدن جبکہ وعدہ تہا ان سب کے ساتھہ باہر نکلے اور تہوڑے سے لوگ جو
اور جب یہہ بات ثابت ہوئی کہ جو کچہہ کہ کراتے ہین سو [illegible] کو پہنچے دیکہا کہ بتونکو نہایت زیب و زینت سے آراستہ کرکے اپنے سامنے تختونپر بٹہلایا ہے اور نہایت ادب اور لحاظ
اور بدکامونکو اپنے ارادے اور اختیار سے کرتا ہے [illegible] تک ہے ہین حضرت صالح نے فرمایا کہ تم اپنے بتون سے کوئی چیز انوکہی مانگو تاکہ ہم بہی دیکہین کہ یہہ تمہارے
پس جبر اسکو کہتے ہین نہ اسکو اور جزا دینے [illegible] کہا کہ اچہا پہر ان بتون سے ایک چیز انوکہی مانگنا شروع کیا اور نالہ اور فریاد اور عاجزی اور چاپلوسی
بہی اپنے ہاتہہ مین ہو اور جو بندگی ذات [illegible] بے فائدہ کے کچہہ بہی حاصل نہوا آخر کو عاجز ہو بیٹہہ رہے تب حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ اب

وبیت تو ابا الیاب لا تحمی یعنے زرق چوک جاتا ہی قوم مین عاقل کے درواز یکوا اور رہتا ہی نگہبان ہن کے احمق کے دروازے پہ اسیواسطے ضرور ہوا کہ قد خاب من دسہا کے مضمون پر تمثیل و شاہد کے طور پر ایک قصے کو بیان کرین تا کہ اس قصے کے مضمون سے خود بخود ظاہر ہو جاوے کہ شہوت و غضب کے حکم کو عقل اور شرع کے حکم پر غالب کرنا اور عقل اور شرع کو محکوم شہوت اور غضب کا بنانا رفتہ رفتہ دین کے انکار اور تکذیب کا سبب پڑتا ہی اور ہمیشگی کی ہلاکت کا موجب ہوتا ہی بلکہ بعضے وقت دنیا مین بہی سوائے خرابی اور رسوائی کے کچہہ فائدہ حاصل نہین ہوتا اب اس قصے کی طرف اشارہ فرماتے ہین **كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوَاهَا** انکار کی پیغمبر اور حق تعالی کے حکم کی ثمود کی قوم نے اپنی سرکشی کے سبب سے یعنے اپنی شہوت و غضب کی خواہشونکو شرع اور عقل کے حکمو نپر غالب اور حاکم کیا اور یہہ غلبہ انکار اور تکذیب کا سبب بنگیا انکے حق مین اور طغوی کی لفظ مین ایک اشکال ہی مشہور اسواسطے کہ یہہ طغیان سے مشتق ہی تو موافق قاعدے کے چاہیے تہا کہ طغیا ہوتا یے کو واو سے کس واسطے بدلا کیا سو صرف کے عالمون نے اس اشکال کے جواب مین یون لکہا ہی کہ فعلی کبہی اسم ہوتا ہی اور کبہی صفت تو واسطے فرق کے درمیان اسم اور صفت کے اسم مین یا کو واو سے بدل کرتے ہین اور صفت مین اپنے اصل پر رہنے دیتے مین چنانچہ کہتے ہین **امرأة صديا و خزيا** یعنے ایک عورت ہی پیاسی اور رسوا اور ثمود نام ہی ایک شخص کا حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد سے بیٹا عامر بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کا ہی کہ چوتہی پشت مین حضرت نوح علیہ السلام سے ملتا ہی سو اس شخص کی اولاد بعد ہلاک ہونے عاد کی قوم کے عرب کے ملکون مین پہیل گئی تہی اور ان ملکون کی مالک ہو گئی تہی اور انکا ملک اصلی یعنے وطن شام اور حجاز کے درمیان مین تہا اور انکے شہرون مین سے جو شہر شام کے قریب تہا نام اسکا حجر تہا اور جو شہر حجاز سے ملا ہوا تہا نام اسکا وادی القری تہا اور ان دونون کے درمیان مین ایکہزار سات سو بستیان چہوٹی بڑی ملا کے یعنے گانون اور قصبے اور شہر انکے تصرف مین تہے اور بستی مین سنگین عمارتین بنائی تہین اور کہیتی کرتے تہے اور کنوین اور تالاب کہودتے تہے لیکن انکی زمین مین پانی کم تہا اور پتہر کے سبب سے کنوا اور تالاب دشواری سے کہودا جاتا تہا اور اکثر مال انکا عمارتونکے بنانے مین اور باغون کے لگانے مین اور پتہر تراشی کے مکان بنانے مین اور کنوا اور تالاب پہاڑون کے اندر کہدانے مین خرچ ہوتا تہا یہانتک کہ بڑے بڑے سنگ تراش کاریگر پہاڑون پر عمارتین منقش تراشتے تہے آخر کو ہوتے ہوتے پتہرون کی صورتین عجیب اور غریب تراشنے لگے اور انکو پوجنا شروع کیا اور یہہ رسم انمین رائج ہوئی یہانتک کہ بالکل بت پرستی انمین پہیل گئی اور حق تعالی سے بالکل غافل اور بیخبر ہو گئے تب حق تعالی نے حضرت صالح بن عبید علیہ السلام کو کہ صورت اور شکل مین سب سے بہتر تہے حسب و نسب مین بہی سب سے اعلی اور خوبتر اور لڑکپن سے نیکبختی اور صلاحیت کی نشانیان انمین پائی جاتی تہین مرتبہ رسالت کا عنایت فرما کے وحی نازل فرمائی اور حکم الہی انکو ہوا کہ اپنی قوم کو سمجہا کے بتون کی عبادت سے باز رکہو اور منع کرو اور عبادت رب الارباب کی طرف انکو رغبت دلاؤ اور مشغول کرو اور یہہ حکم الہی انکو پہنچاؤ اور خوب اچہی طرح سے سمجہاؤ کہ یہہ سب نعمتین کہ تمکو حاصل ہین اللہ تعالی کی عنایت کی ہوئی ہین ان نعمتونکا شکر ادا کرو اور ان نعمتونکو غیر خدا کی طرف منسوب نکرو اور سرکشی اور تکبر کو چہوڑو حضرت صالح علیہ السلام نے بموجب حکم الہی کے تبلیغ احکام اور دعوت اسلام اپنی قوم کو کرنا شروع کی اور قوم نے انکار پر اصرار کیا اور حضرت صالح علیہ السلام سے معجزہ طلب کیا آپنے فرمایا کہ اگر مین بموجب تمہاری خواہش کے معجزہ تمکو دکہاؤن اور پہر تمنے میرا کہا نہ مانا اور ایمان نہ لائے تو تم سب عذاب الہی مین گرفتار ہوگے ان لوگون نے اس بات کو یقین نکیا اور کہا کہ ہم سب فلانی تاریخ ہر سال شہر سے باہر جاتے ہین اور بتونکو پوشاک اور زیور سے آراستہ کرکے باہر نکالتے ہین اور حاجتین تمام سال کی ان بتون سے اسدن مانگتے ہین اور وے ہمکو دیتے ہین تو بہی اسدن ہمارے ساتہہ چل اور اپنے خدا سے اپنا مطلب کر دیکہین تو تیرا خدا کیا دیتا ہی حضرت صالح علیہ السلام نے اس بات کو قبول کیا اور اسدن جسکا وعدہ ہوا تہا ان سب کے ساتہہ باہر نکلے اور تہوڑے سے لوگ جو ایمان آپ پر لائے تہے وے بہی انکے ساتہہ تہے اور جب عید گاہ کو پہنچے دیکہا کہ بتونکو نہایت زیب و زینت سے آراستہ کرکے اپنے سامنے تختونپر بٹہلا رکہا ہی اور نہایت ادب اور ملاحظے سے سب قوم انکے سامنے کہڑی ہوئی اپنی اپنی حاجتین مانگ رہے ہین حضرت صالح نے فرمایا کہ تم اپنے بتون سے کوئی چیز انوکہی مانگو تا کہ ہم بہی دیکہین کہ یہہ تمہارے بت کیسی قدر رکہتے ہین ان لوگون نے کہا کہ اچہا پہر ان بتون سے ایک چیز انوکہی مانگنا شروع کیا اور نالہ اور فریاد اور عاجزی اور چاپلوسی حد سے زیادہ کی لیکن سوائے محنت بے فائدہ کے کچہہ بہی حاصل نہوا آخر کو عاجز ہو بیٹہہ رہے تب حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ اب

جو تم کہو میں بہی تیرے اس مالک الملک و رقادر علی الاطلاق کے سامنے ہاتہہ پہیلا کر [illegible]
جو مانگو میں دیتا ہے جندع بن عمرو کہ انکے سردار و نمبر ٹہا سردار تہا دوسرون سے کہا کہ اب ایسی چیز طلب کیا چاہیے کہ عقل کے نزدیک محال ہو تاکہ ان سے الزام
سے بچے اور ہمارے ہنوز بہی عزت اور آبرو باقی رہجاے والا ہم خفیف اور ذلیل ہوجا نیگے سب نے کہا کہ تو ہمارا سردار اور عقل اور دانائی میں بہی سب سے زیادہ ہے
تو کوئی ایسی چیز تجویز کرکے کہہ کہ یہہ عاجز ہوجاوین اور لاچار سکین تب جندع نے حضرت صالح علیہ السلام سے کہا کہ اس پہاڑ کے پتہر سے کہ [illegible] کے سامنے ہے ایک حق
انکے عرف میں کاثبہ کہتے تہے ایک اونٹنی ہمارے واسطے نکال کہ اسکی پیشانی سیاہ ہو اور سارا بدن اسکا سفید اور بال اسکے بڑے ہون اور نرم اور اسکے دس مہینے کا
حمل بہی ہو اور ڈیل اسکا بہت بڑا ہو کہ ہم سبکو اس ٹیکرے کے برابر معلوم ہووے اور اس پتہر سے نکلنے کے بعد ہمارے سامنے بچہ جنے اور وہ بچہ بہی اسی کی مانند
ہو شکل اور رنگ اور ڈیل میں حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میں اسطرح کی اونٹنی اس پتہر سے نکالون تو تم ایمان لاؤ گے اور حق تعالے کے دین و حکم
کے فرمان بردار ہوگے سب نے اقرار کیا کہ اگر یہہ امر ظہور میں آویگا تو ہم سب ایمان لاوینگے حضرت صالح علیہ السلام نے اس بات پر عہد و پیمان کیا اور قول
اور اقرار ان سے مضبوط لیا پہر ان لوگون کو جو انپر ایمان لائے تہے اپنے ساتہ لیکر اس پتہر کے نزدیک تشریف لے گئے اور دو رکعت نماز ادا کی اور
درگاہ میں جناب الٰہی کے دعا میں مشغول ہوے اور ان مسلمانونکو کہا کہ تم سب میرے پیچہے کہڑے ہو کر آمین کہو اور اس قوم ثمود کے معزز معتبر لوگ اور
لشکر گرداگرد انکے گہیر کے کہڑے ہوے اور تماشا دیکہنے لگے کہ کیا ہوتا ہے کہ یکایک قدرت سے اس قادر توانا کی اس پہاڑ کے پیٹ سے آواز جانور کے جننے کی آنے لگی
جسطرح جانور جننے کے وقت آواز کرتا ہے یہانتک کہ وہ پتہر پہٹا اور ایک اونٹنی جیسی انہون نے طلب کی تہی ویسی ہی نکلی اور جنگل میں چگنے لگی اور بعد ایک
ساعت کے اسکے بہی درد زہ شروع ہوا اور وہ بہی ایک بچہ جنی اپنے برابر قد و قامت میں اور صورت اور شکل میں یہہ امر حیرت دیکہکر لوگ ایک آواز کرتے تہے اور سب
اس بات کے قائل ہوے کہ حضرت صالح کا معبود بڑی قدرت رکہتا ہے اسی پر ایمان لایا چاہیے اور جندع بن عمرو جو سردار [illegible] ایمان لایا [illegible] اسلام سے
ملا اور حضرت صالح علیہ السلام کے قدمون پر گر پڑا اور پچہلی تقصیر سے نادم اور شرمندہ ہوا اور اسکی بخشش طلب کی اور دوسرے سردار اپنے نفس کی شرارت سے
انکار پر قایم رہے اور اپنے تابعدارونکو بہی اچہانا اور بہڑکانا شروع کیا کہ ایسے جادو پر فریفتہ مت ہو اور اپنے دین اور مذہب کو مت چہوڑو اور
مضبوط رہو [illegible] اور یہہ جادو کا ہے وہ بدبخت اپنے رئیسون کے بہڑکانیسے کفر کے کلمے کہنا شروع کئے اور حضرت صالح کو جادوگر قرار دیا پہر
پہر حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ یہہ تمنے خلاف عہد کے کیا اور مجہپر ایمان نہ لائے اب تمہارے بچاؤ کی عذاب الٰہی سے یہہ صورت ہے کہ اس اونٹنی اور اسکے
بچے کو نہایت تعظیم سے اپنے ملک میں رکہو اور کسی طرح [illegible] انکو رنج مت دو اور بری طرح سے مت چہیڑو کہ تمہارے امن اور بچاؤ کے سبب ہیں اور
جبتک یہہ اونٹنی اور اسکا بچہ تم میں ہیگا عذاب الٰہی تمپر نہ آویگا اور جو کسی طور سے تمنے اسکو برائی پہنچائی تو عذاب الٰہی میں گرفتار ہوگے [illegible]
کہ اس معجزے کے خاص ہونے میں اس قوم کے واسطے بہید یہہ تہا کہ انکو پتہر تراشنے اور تصویر بنانے میں بڑا دخل تہا اور اس کام میں بڑی بڑی باریکیان اور
کاریگریان کرتے تہے تو اس معجزے کے خاص کرنے میں اس گروہ کیواسطے اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ ہرچند کہ تم لوگ پتہر کی تصویرین عجیب و غریب بناتے ہو لیکن
جان اسمین نہین ڈال سکتے اور ہم پتہر سے ایک جاندار جانور کہ اس ملک کے جانورون سے بڑا ہو نکال سکتے ہیں سو کافران رب پہچانو [illegible]
یہہ پتہر [illegible] اور اسمین اشارہ اس بات کیطرف بہی ہوا کہ حق تعالی کی ہدایت پتہر کے دلونکو نرم کر سکتی ہے اور اس سے روح کی وصف ظاہر کر سکتی ہے اب
آگے ہم باقی رہے قصے کے بیان یہہ کہ اونٹنی قد اور قامت اور ڈیل ڈول میں بہت بڑی تہی چنانچہ حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالی عنہ کہ بڑے جلیل القدر صحابہ
میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ میں ثمود کے شہر میں جسکا حجر نام ہے گیا تہا اس اونٹنی کے بیٹہنے کی جگہہ کہ مشہور ہے اور لوگ اسکی زیارت کرتے ہیں اپنے
ہاتہہ سے میں نے ناپی تہی تو ساٹہہ گز دور اسکا ہوتا تہا اور اس اونٹنی کی خاصیت یہہ تہی کہ سب جانور اہلی اور جنگلی اسکے دیکہنے سے خوف کہا کر بہاگتے
تہے اور جس جنگل میں وہ چرتی تہی کوئی دوسرا جانور قدم نہین رکہہ سکتا تہا اور جس کنوے اور تالاب اور ندی نہر پر وہ پانی پینے کو جاتی تہی تو سب پانی اسکا
پی لیتی تہی اور جس چراگاہ میں وہ چرتی تہی اسمین گہاس کا نام بہی نہین رہتا تہا اور شام کیوقت جو شہر میں آتی تہی سب شہر والے اپنے اپنے برتن لاکے

قصہ ناقۂ صالح کا بیان

اسکے دودہ سے بہر لیتے تہے اور تمام شہروالون کو اسکا دودہ کفایت کرتا تھا جب ایک مدت اسیطور سے گذری تو مواشی اور جانورون والے اُسکے پہرنے
اور سیر کرنے سے عاجز ہوئے اور حضرت صالح علیہ السلام سے فریاد کی آپ نے مصالحہ کے طور پر ایسا ٹہرادیا کہ ایکدن تم سب اپنے جانور چرایا کرو اسدن
اونٹنی کو ہم اپنے گہرون مین بند رکھینگے اور دوسرے روز ہم اس اونٹنی کو چہوڑ دینگے اُسدن تم اپنے جانورون کو بند رکھو اس قول اور اقرار پر ایک مدت تک گذران
کرتے رہے لیکن اکثر شہروالون پر جو جانورون کی پرورش کا ذوق اور شوق رکھتے تہے یہہ قسمت بہی گران گذری اور اپنے دلون مین کہتے تہے کہ
کسی حیلہ اور تدبیر سے اس اونٹنی کو یہان سے دور کیا چاہیئے تاکہ ہمارے جانور اچہی طرح فراغت سے پانی اور چارہ کہایا کرین لیکن عہد کے توڑنے اور قول
اور اقرار کے خلاف ہونے سے خوف کہاتے تہے اتنے درمیان مین ایک نوجوان اسی قوم کا کہ نہایت شورہ پشت اور دنگئی تہا اور اسکا نام قدار
بن سالف تہا کوتہ گردن چار شانہ ماباپ کو آزار دینے والا زبان دراز ہتہ چہٹ پیدا ہوا اور وہ ایک عورت فاحشہ پر عاشق ہوا اور اس عورت کا نام
عنیزہ تہا کہ خوبصورتی اور خوش سلوبی اور لطیفہ گوئی اور نزاکت طبع مین وہان مشہور تہی اور اس فاحشہ کے گہر مین آٹہہ شخصون سے جو اُسکے ہم مشرب
اور ہم وضع تہے اور اُنمین سے ایک کا نام مصدع بن داہر تہا کہ اُسکے چچا کا بیٹا تہا جاتا تہا اور اس سے حظ نفسانی حاصل کرکے روسیاہی دونون جہان
کی کمایا کرتا تہا اور اسکے یار اور ہمنشین شراب خوری کرکے اسکے گہر کی لونڈیون باندیون سے اپنا منہ کالا کیا کرتے تہے ایک روز اس حرام ابن یعنے قدار نے اُس
فاحشہ سے کہا کہ کبتک یہہ آشنائی چوری چہپی کی رہیگی کہل کے مجہسے نکاح کیون نہین کرلیتی ہے کہ عمر بہر ہنسی خوشی سے گذران کرین اس قحبہ نے کہا کہ
اگر یہہ بات کا تجہکو خیال ہے تو ایک فرمایش میری ہے اگر اُسکو توبجا لاوے تو مین معہ مال و اسباب اور لونڈیان کے تیری تابعدار ہوکر رہون اور وہ کام یہہ ہے
کہ اس اونٹنی کو جسنے مجہکو اور تمام شہر کو ایک رنج اور بلا مین ڈال رکہا ہے اور تمام جانورون بے زبان کو بہوک اور پیاس کے عذاب مین گرفتار
کر رکہا ہے کسیطرح مار ڈال اور اسکی کونچین کاٹ کہ ہم سب اس بلا سے نجات پاوین اور اس قحبہ کے جو جانور بہت تہے اس سبب سے اور لوگون سے زیادہ اُسکو
اس اونٹنی سے دشمنی تہی غرضکہ قدار نابکار نے اس ادنی اور خسیس کام کیواسطے ایسے بڑے گناہ کے کرنیکا اقرار کیا اور اس اونٹنی کے مارنیکی تدبیر مین پڑا اور اپنے یارون
اور آشناؤن کو بہی اس کام مین اپنا رفیق کیا اور ایک روز ایک تنگ گلی مین جو اُس اونٹنی کے آنے جانیکی راہ تہی اُسکی راہ روک کے گہات مین بیٹہا اور اپنے یارونکو بہی
اسکے پیچہے مین گہات کی جگہہ مین بٹہایا جسوقت وہ اونٹنی چراگاہ سے پہری اور اُس کوچہ مین پہنچی تو پہلے مصدع نے تیر اُسکی پیشانی پر مارا اور دوسرے ساتون شخص تلوارین
کہینچ کے غل مچاتے ہوئے اونٹنی تک پہنچے لیکن اونٹنی باوجود زخمی ہونیکے کسیکو اپنے پاس نے نہین دیتی تہی اور جسطرف حملہ کرتی تہی سبکو بہگا دیتی تہی آخر کو
قدار نابکار نے اُسکے پیچہے پہنچکر ایک تلوار اسکی کونچ مین ماری کونچ کے کٹتے ہی وہ اونٹنی زمین پر گری زمین پر گرتے ہی اُسکے یار گرد سے پہنچے اور تلوارون
سے اُسکو پرزے پرزے کر ڈالا اس بات کو سنکر شہروالے سب خوش ہوے اور اُسکے گوشت کو تقسیم کرکے سب شہروالے اپنے اپنے گہر کو لے گئے اسکا بچہ جو پیچہے سے آیا اور
اپنی ماکا یہہ حال دیکہا تو وہان سے بہاگ کر اُسی پہاڑ کے پشتے پر جاکر کہڑا ہوا جب یہہ خبر حضرت صالح علیہ السلام کو پہنچی تو افسوس کرتے ہوے باہر نکلے اور شہر کے لوگون سے فرمایا
کہ یہہ تمنے اچہی بات نکی بلکہ خدا کے عذاب کو قصد کرکے اپنے واسطے منگوایا اب بہی ایک بچاؤ کی صورت ہے کہ میرے ساتہہ آؤ اور اُسکے بچے کو اپنے شہر مین لاؤ تاکہ
اُسکے سبب سے حق تعالی کے عذاب سے بچ جاؤ قدار نابکار اور دوسرے کافرون نے یہہ بات کو نہ سنا اور اس بات کی کچہہ حقیقت نجانی تب تو حضرت صالح علیہ السلام سب مسلمانون
کے ساتہہ اس بچے کے لانیکو جنگل کی طرف گئے جو ہین بچے نے حضرت صالح کو دیکہا تین مرتبے آواز کی اور وہ پشتہ پہاڑ کا پہٹا اور وہ بچہ اسکے اندر گہس گیا حضرت
صالح علیہ السلام اس حال کو دیکہکر افسوس کرتے ہوے پہر آئے اور شہروالون سے کہا کہ تمنے اپنی خرابی اپنے ہاتہہ سے کی اور اس بچے کے تین مرتبے آواز کرنیکی تعبیر یہہ ہے کہ تمکو
تین دنکی مہلت ہے عذاب الہی سے پہلے دن منہ تمہارے زرد ہوجاوینگے اور دوسرے دن سرخ ہوجاوینگے اور تیسرے دن سیاہ اور یہہ چہار شنبہ کا دن تہا جسدن یہہ کہا تہا جمعرات کی صبح
شہروالے جو سوتے اٹہے تو دیکہا کہ سبکے منہ زرد ہوگئے ہین تب سبکو یقین ہوا کہ جو کچہہ حضرت صالح علیہ السلام نے کہا تہا سب سچ اور واقع ہونیوالا ہے
لیکن اسوقت انکی قوت غضبیہ نے جوش کیا اور قوت عقلیہ بالکل معزول ہوگئی یعنے قدار نے اپنے آٹہون یارون سے قسمیہ ہوکر یہہ بات ٹہرائی کہ قبل آنے تیسرے
دن کے حضرت صالح علیہ السلام کا کام تمام کیجیئے یہہ ارادہ دل مین ٹہان کر اُسی رات کو یہہ نو آدمی حضرت صالح علیہ السلام سے بے ادبی

کہ انکو چلے اسوقت حضرت صالح علیہ السلام اپنی مسجد میں تھے ایک درخت اس مسجد میں تھا وہ بلند آواز سے بولا کہ قدار اپنے یاروں کے ساتھہ تیرے مارنیکو آتا ہے سو آپ اپنے گہر میں تشریف
لیجائیے اور دروازہ بند کر لیجئے حضرت صالح علیہ السلام نے اسکے کہنے کے بموجب عمل کیا اور گہر میں دروازہ بند کرکے جا بیٹھے جب قدار نابکار اپنے یاروں کے ساتھہ مسجد میں آیا
اور حضرت صالح علیہ السلام کو وہاں نہ پایا تو ارادہ کیا کہ آپکے مکان کا دروازہ توڑ کر اندر گہس کے آپسے بے ادبی کریں وہ اسی سوچ میں تھے کہ یکایک فرشتے بموجب حکم الٰہی کے آپکی
حمایت اور مدد کو پہنچے اور اپنے پروں سے انکو ان بدبختوں کے منہ پر مارا جسکے مارنے سے وہ سب اندھے ہوگئے اور حیران اور پریشان گرتے پڑتے بے تحاشا وہاں سے بہاگے اور ایسی جگہ گئے
میں کسیکا سر دیوار میں لگ کر پہٹ گیا اور کوئی کنوئے میں گر کر مر گیا یہانتک کہ سب کے سب شب کو مر گئے اور خسر الدنیا والاخرۃ ہوگئے دوسرے دن پہر وہ جو اسنے تھے تو تیسرے انکے منہ
پائے اور قدار وغیرہ کے وارثوں نے جو انکی تلاش کی تو حضرت صالح علیہ السلام کے گہر کے قریب ان سبکو مرا ہوا پایا پہر اس حال کو شہر کے رئیسوں اور سرداروں سے جو کافر
تھے ظاہر کیا تو سردار اور سب شہر والے حضرت صالح علیہ السلام کے گہر پر چڑہ آئے اور گہر کو گہیر لیا اور کہا کہ تمنے اس اونٹنی کے عوض میں ہمارے نو آدمی رات کو مار ڈالے
میں ہم ان آدمیوں کے عوض میں تمکو اور تمہارے سب گہر والوں کو مار ڈالینگے حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم ان لوگوں کے مارنیکو نہیں گئے تہے یہ خود ہمارے
گہر پر رات کو چڑہ کے آئے تہے اللہ تعالی نے غیب سے انکو سزا دی وہ سب اسی جواب و سوال میں تہے کہ جندع بن عمرو اس شہر کا بڑا رئیس کہ مع اپنی قوم کے اسلام
سے مشرف ہوا تہا اور بڑا معتقد اور دوست حضرت صالح علیہ السلام کا تہا اس حال کی خبر پا کے مع اپنی فوج حضرت صالح علیہ السلام کی مدد کو پہنچا اور ان رئیسوں اور
شہر والوں سے مقابلہ کیا آخر کو چند آدمی درمیان میں آکے اس بات پر صلح ٹہیرائی کہ حضرت صالح علیہ السلام اس شہر سے باہر جا رہیں حضرت صالح علیہ السلام نے
اس بات کو غنیمت جانا اور جندع بن عمرو اور دوسرے مسلمانوں کو اپنے ساتھہ لیکر شہر سے باہر چلے گئے تیسرے دن کہ سنیچر کا دن تہا صبح کو شہر کے لوگ جو اٹہے
سب کے منہ کالے پائے اسدن پہر نہایت تشویش میں رہے کہ کیا ہونیوالا ہے آخر یہہ بات سوچی کہ سنگین مکانات خالی کیجیے اور خدا کا عذاب جب آویگا تو ان
مکانوں میں چہپ رہینگے کیونکہ عذاب الٰہی یا آسمان سے آویگا جیسے پانی یا پتہر کا برسنا یا زمین سے ہوگا جیسے زلزلہ اور ان سب چیزوں سے ان مکانوں میں بچاؤ ہے
اسواسطے کہ یہہ مکان پہاڑ کو تراش کے بنائے ہیں ایسی چیزوں سے ان مکانوں میں کچہہ دہشت نہیں ہے نہ سمجہے کہ حق تعالی کے غضب سے کوئی چیز بچا نہیں سکتی
حاصل کلام کا پنجشنبہ کی صبحکو حضرت جبرئیل علیہ السلام بموجب حکم الٰہی کے درمیان آسمان و زمین کے ایک بڑی صورت دہشتناک سے ظاہر ہوئے اور ایک ایسی سخت
آواز کی کہ اسکے سبب سے پہاڑ جنبش میں آگئے اور تند ہوا آندہی کے طور سے چلنا شروع ہوئی سب شہر والے دہشت کہا کے اپنی سنگین مکانوں میں گہسے پہر حضرت
جبرئیل علیہ السلام نے ایک آواز پہلے سے بہی زیادہ سخت کی کہ اسکے سبب سے سب شہر والے اوندہے اپنے زانوؤں پر گر پڑے اور انکے پتے پہٹ گئے اور
سب جہنم واصل ہوئے ایک بہی ان میں سے باقی نہ رہا حضرت صالح علیہ السلام نے جو یہہ ماجرا سنا تو مسلمانوں سے فرمایا کہ یہہ شہر غضب الٰہی کے نازل ہونیکی جگہہ
ہوئی یہاں پر رہنا ہرگز مناسب نہیں ہے اسکو چہوڑو اور مکہ معظمہ کے حرم کا احرام باندہو اور وہیں چلکر رہو چنانچہ وے سب حضرت صالح علیہ السلام کے
فرمانے کے بموجب عمل میں لائے اور نجات دارین کی حاصل کی اللھم ارزقنا اتباع نبیہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حدیث صحیح میں وارد ہے
کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے سفر میں شہر حجر کے دروازے پر پہنچے صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اس شہر میں نہ بیٹہے
اور پانی نہ پئے مگر یہہ کہ روتا ہوا اور ڈرتا ہوا اسواسطے کہ روحیں ان کافروں کی اسی شہر میں عذاب الٰہی میں گرفتار ہیں اور جس جا پر عذاب الٰہی
نازل ہوتا ہے وہاں سے دور رہنا خوب ہے اور یہہ بہی حدیث شریف میں آیا ہے کہ ثمود کے قوم کے کافروں سے کوئی آدمی نہیں بچا مگر ایک شخص
جسکا ابو رغال نام تہا کسی کام کے واسطے مکہ معظمہ میں آیا تہا سو جب تک حرم شریف کے اندر رہا تب تک عذاب الٰہی سے محفوظ رہا جو ہیں
حرم سے باہر نکلا اور طائف کی طرف چلا راستے میں اسی عذاب میں جس میں اسکی قوم ہلاک ہوگئی تہی یہہ بہی ہلاک ہوا چنانچہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم طائف کی مہم پر جانیکے وقت جب اسکی قبر پر پہنچے اور عادت وہاں کے لوگوں کی یہہ تہی کہ جب اس قبر کے نزدیک پہنچتے
تو اسکو سنگسار کرتے تہے تب آپنے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ یہہ قبر کسکی ہے صحابہ نے جواب میں عرض کیا کہ اللہ اور اسکا رسول خوب جانتا ہے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قصہ اسکا مفصل اپنی زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا اور کہا کہ اس میری بات کی سچائی کی نشانی یہہ ہے کہ

اس شخص کی چھڑی سونیکی اسکے ساتھی دفن ہوئی ہی صحابہ نے جو یہہ کلام سنا دوڑے اور اسکی قبر کو کھود ڈالا اور وہ سونیکی چھڑی اس سے نکال لائے اور اسکی
قبر کو پھر اسیطرح بند کر دیا یہہ ہی ثمود کا قصہ جو بیان ہوا چنانچہ یہہ قصہ بعضی بعضی سورتوں میں زیادہ تفصیل سے مذکور ہی مگر اس مقام پر حق تعالی نے تھوڑا اس
قصے سے جتنا یہان پر مناسب تہا بیان فرمایا کہ ثمود کی قوم سرکشی سے اور شہوت اور غضب کی خواہشوں کے غالب کرنیسے عقل اور شرع کے حکموں پر حکم الہی کا انکار کیا
اور پیغمبر کو اور اسکی لائی ہوئی چیز کو جو معجزہ تہا جہٹلایا **اِذِ انۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا** جب اٹھ کھڑا ہوا بڑا بدبخت اس قوم کا یعنے قدار بن سالف تو عقل اور شرع
کے برعکس شہوت اور غضب کی تابعداری کی یعنے اونٹنی کی کونچین کاٹین اور حضرت صالح علیہ السلام کے قتل پر مستعد ہوا **فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ**
اللّٰهِ پہر کہا انکو اللہ کے رسول نے یعنے حضرت صالح علیہ السلام نے اور اس جگہ پر رسول اللہ فرمایا انکا نام یعنے صالح نفرمایا تاکہ اس بات کیطرف اشارہ ہو کہ یہہ
حضرت صالح علیہ السلام کا گویا خدا کا کہنا تہا اور انکا ڈرانا بعینہ خدا کا ڈرانا تہا اسواسطے کہ رسول جسکا ہوتا ہی اسیکا پیغام پہنچاتا ہی اور جو کچھ کہتا ہی اسیکی
زبانی کہتا ہی گویا رسول کا حکم مالک کا حکم ہی اور اگر نام حضرت صالح علیہ السلام کا ارشاد ہوتا تو یہہ فائدہ بوجہا نجاتا **نَاقَةَ اللّٰهِ** یعنے چھوڑ دو اور مت ہانکو
اللہ کی اونٹنی کو تاکہ جہان چاہے چرے اور جس پانی کو چاہے پیوے اور کسیطرح کی رنج اور اذیت مت دو اور اسکی ہلاکت کے پیچھے مت پڑو اسواسطے کہ گنوار اور زمیندار
بہی یہی ناقص عقل اور شعور سے اتنا جانتے ہین اور بوجھتے ہین کہ زوراور اور حکومت والیکے جانور کو چاہیے پانی پینے سے ہانکنا چاہیے بلکہ کسیطرح نہ چھیڑا چاہیے تو
خدا کے جانور کو جو سب حاکموں کا حاکم ہی اور سب بردستوں کا زبردست اور ہر وقت سزا دیسکتا ہی اور جو چاہے سو کرسکتا ہی بطریق اولی نچھیڑا چاہیے اور اسکے
قتل کے پیچھے نپڑنے کہ یہہ بات بالکل عقل کے خلاف ہی پہر گنواروں اور زمینداروں اور بکریوں کے چرانیوالوں کی برابر بہی نسمجھنا کمال نادانی اور بیوقوفی ہی اور یہہ بلا
عقل کے مغلوب کرنے سے اور شہوت کے غالب کرنے سے سر پر پڑتی ہی اور اس اونٹنی کی نسبت خدا کی طرف اسواسطے ہوئی کہ وہ کسیکے ملک مین سوائے خدا کے
نہتی اور ایک وجہ یہہ بہی ہی کہ بے ماباپ کے پتہر سے پیدا ہوئی تہی اور حق تعالی کی قدرت کا ظہور اتہا اور دلیل تہی قیامت کے قائم ہونے پر اور مردوں کے زندہ ہونے پر
گور سے ان سب باتوں کے جمع ہونیکے سبب سے اسکو ایک مرتبہ ایسا حاصل ہوا تہا کہ دوسرے جانوروں مین وہ بات پائی نہین جاتی ہی جسطرح سب دنیا کے مکانوں مین
بیت اللہ کا رتبہ ہی **وَسُقْيٰهَا** اور چھوڑ دو پانی اسکے پینے کا تاکہ تمہارے جانور اسکے پانی کے حصے مین شریک نہونے پاوین اسواسطے کہ تمنے عہد
باندہا ہی اور قول اور اقرار کیا ہی راضی ہو کہ ایک روز یہہ اونٹنی پانی پیئے اور دوسرے روز تمہارے جانور پہر عہد و پیمان کا توڑنا اور قول اور اقرار کے خلاف کرنا سب دینون
مین اور سب دینوں مین حرام ہی اور منع اور شہوت اور غضب کو عقل پر غالب کرکے عہد کو توڑنا کمال بے دینی ہی **فَكَذَّبُوْهُ** پہر جہٹلایا اس قوم
نے حضرت صالح علیہ السلام کو اس فرمانے اور سمجہانے مین اور انکی نصیحت کو کہ اس آیت کا مضمون تہا **لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ** قبول
نکیا **فَعَقَرُوْهَا** پہر کاٹین اس اونٹنی کی کونچین ہر چند کہ کونچین کاٹنے والا وہی قدار بن سالف تہا اور اسکے آٹھوں یار جو اسکے مددگار تھے لیکن جو
سب شہروالونکی مرضی کے موافق یہہ کام تہا اور سب اسکے خوش ہوتے تھے تو گویا سب اسمین شریک تھے اسیواسطے گروہ مین سے ایک شخص کا کام جو سب کے مشورہ اور صلاح
سے ہوتا ہی تو سب گروہ کی طرف نسبت کرتے ہین بموجب مضمون اس شعر کے ؎ چو از قومی یکی بیدانشی کرد٭ نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را٭ اور سورہ قمر مین
فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ جو واقع ہی تو اس سے مراد فقط اس فعل کا کرنیوالا ہی اور بس تو ان دونوں مین تعارض لازم نہوا **فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ** پہر الٹ مارا
انپر زمانے کو انکے پروردگار نے جیسا کہ ان لوگوں نے اللہ تعالی کی اچھی ترتیب کو الٹ ڈالا تہا یعنے اللہ تعالی نے انکو قوت شہویہ اور غضبیہ اسواسطے دی تہی کہ ان
دونوں کو عقل کا تابعدار کرین اور عقل کو اسواسطے دیا کہ شرع کا فرمانبردار کرین اور ان لوگوں نے اسکا عکس کیا یعنے شرع کو تابع عقل کا اور عقل کو تابع شہوت اور غضب کے
کیا **بِذَنْۢبِهِمْ** انکے گناہ کے سبب سے اور گناہ حکمت الہی کی ترتیب کو بدل ڈالنا اور اسکے خلاف عمل کرنا تہا جیسے کوئی شخص اپنے غلام کو تلوار دے کر
میرے دشمن کو جا کر قتل کر وہ غلام جاکے اسکے لڑکوں کو مار ڈالے **فَسَوّٰىهَا** پہر برابر کر دیا اس فرقے کو اور خاک مین ملا دیا اسواسطے کہ اس اونٹنی کے قتل مین
سب شریک تھے باطن مین اور حدیث شریف مین آیا ہی کہ جسوقت زمین پر کوئی گناہ ہوتا ہی پہر جو کوئی اس مجلس مین حاضر ہو لیکن اسسے بیزار ہو اور اسکو برا جانتا ہو تو وہ شخص
گویا اس گناہ سے ستر کوس دور ہی کچہہ گناہ کی برائی اسکو نہ لگیگی اور جو اس مجلس سے دور رہا اور دل سے راضی اور خوش ہوا اس گناہ کے کرنے سے وہ ایسا ہی کہ گویا اس مجلس مین

ع

موجود ہے اور اس گناہ میں شریک **وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا** اور نہین ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس قوم کی ہلاکی کے انجام سے اسواسطے کہ انجام کار سے وہ شخص
ڈرتا ہے جسکو یہہ معلوم ہووے کہ انجام اسکا اچھا ہے یا بُرا اور نادانستہ وہ کام کر بیٹھے یا وہ شخص ڈرے جسکو اسکے انجام کا سنبھالنا مشکل ہو اور جو مفسدہ اس کام کے
پیچھے آ اٹھے اُس کام کا تدارک قرار واقعی نکر سکے سو اللہ تعالیٰ ان سب باتون سے کہ موجب نقصان کے ہین پاک ہے وہ تو علام الغیوب ہے اور پہلے درجے کی
قدرت اور اختیار رکھتا ہے اُسکو کیا پروا ہے جو ایک فرقہ اسکی مخلوقات سے کم ہو جاویگا اور اسکا کچھہ افسوس بھی نہین ہے کہ مین نے مدتون سے اس فرقے کو پالا ہے سو
سب پرورش میری اکارت گئی اور جس کام کے واسطے پرورش کیا تہا وہ کام نہوا اب یہان پر جان لیا چاہیے کہ حدیث صحیح مین جو مسند امام احمد وغیرہ معتبر
کتابون مین پائی جاتی ہے وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ کچھہ تمکو معلوم ہے کہ سب سے زیادہ بدبخت پہلی امتون کا کون
شخص ہے اور اس امت مین زیادہ بدبخت کون ہے حضرت علیؓ نے عرض کی کہ مجھکو معلوم نہین ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑا بدبخت اگلی امتون کا ایک سرخ رنگ شخص ثمود
کی قوم کا تہا یعنے قدار بن سالف کہ حق تعالیٰ کی اونٹنی کی کونچین کاٹین اور اس امت کا بڑا بدبخت وہ شخص ہے جو تیرے سر پر تلوار ماریگا اور تیری داڑہی اُس
خون سے رنگین ہوگی اور اسی تلوار سے تو شہید ہوگا اب یہان پر ضرور ہوا کہ اگلی امتون سے قدار کے زیادہ بدبخت ہونیکی وجہ اور اس امت مین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے
قاتل کی زیادہ بدبخت ہونیکی وجہ بیان کیجاوے اور اُسکا بیان موقوف ہے کئی مقدمون کی تمہید پر پہلا مقدمہ یہہ ہے کہ فرج کی شہوت سب شہوتون سے خسیس اور بدتر ہے
اسواسطے کہ اس حالت میں آدمی عقل سے بہت دور ہو جاتا ہے اور جانور کی سی حرکتین آدمی سے اُسوقت ظاہر ہوتی ہین اور اس شہوت کی جا بھی نجاست اور
ناپاکیون سے بہری ہوتی ہے اور عورت کی جگہہ کا کہلنا اس شہوت کو لازم ہے جسکا تمام بنی آدم کے نزدیک چھپانا واجب ہے اسیواسطے عادت پیدایشی آدمی کی ہے
کہ اس شہوت کے نکالنے کیوقت بہت پردہ کرتا ہے اور سب سے چھپاتا ہے اور اسکا نام مجلس اور محفل مین کہول کر نہین لیتا سوا اشارے اور کنایے کے اور جو گالی دنیا مین
سنی جاوے سو اسی شہوت سے کچھہ کمتی زیادتی کرکے نکلی ہوگی دوسرا مقدمہ یہہ ہے کہ شہوت کسی طرح کی ہو اس قسم مذکور کی ہو خواہ دوسری
قسم کی جیسے کہانے کی ہو یا پینے کی پہننے کی ہو یا مکان کی سواری کی ہو یا سیر باغ اور بہار کی گانے بجانے کے سننے کی ہو یا خوشبوئون کے سونگھنے کی
اور جو سوائے اسکے ہین بے کسر اور خسیس غضب اور غیرت سے ہین اسیواسطے عرف مین ان لوگون کو جو ان شہوتون سے مغلوب ہوتے ہین بدتر جانتے ہین ان لوگون سے
جو غضب اور غیرت کی شہوت سے مغلوب ہوتے ہین جیسے پادشاہ عیاش اور تماشبین کو برا جانتے ہین بادشاہ سفاک خونریز سے اور اسکا بہید یہہ ہے کہ غضبیہ قوت
سبب ہے غلبے اور قہر اور سیاست کی اور شہویہ قوت باعث ہے تملق اور چاپلوسی اور خوشامد کی اور سب لوگون کے نزدیک غالب ہونا مغلوب ہونے سے بہتر ہے اسواسطے کہ
زیردست سے منفعل ہوتا ہے اسواسطے کہ یہہ زیردست ہے تیسرا مقدمہ یہہ ہے کہ جب شہوت اور غضب کے سبب سے واجب حق تلف ہونے لگیں تب لوگون
کے نزدیک وہ شخص معیوب اور مطعون ہو جاتا ہے اور جسقدر وہ حق بزرگ ہوگا اسیقدر طعن اور تشنیع زیادہ لاحق ہوگی تو اول بدبخت وہ شخص ہے جو اپنے نفس کے حق
شہوت اور غضب کو مقدم رکہے اور اپنے نفس کے حق کو تلف کرے اُس سے بدبخت وہ شخص ہے کہ اپنی لذت شہوی اور غضبی کے سبب سے دوسرے کا حق تلف کرے
اور اس سے بھی زیادہ بدبخت وہ شخص ہے کہ ان دونون لذتون کے سبب سے بہت آدمیون کے حقونکو تلف کرے پہر حق بھی آپسمین مختلف ہین جیسے دنیا کا حق کہ اسکا تلف ہونا
سہل ہوتا ہے آخرت کے حق تلف ہونیسے کہ اسکا دفعیہ بہت مشکل ہوتا ہے چوتہا مقدمہ یہہ ہے کہ آدمی پر تین حق بڑے اور عمدہ ثابت ہین پہلا حق تعالیٰ کا
حق ہے کہ اُسکا پیدا کرنیوالا اور نعمت دینے والا اور سب کام کا درست کرنیوالا وہی ہے اور کسیوقت اور کسی دم آدمی اسکے احسان سے باہر نہین ہو سکتا
اور ہر کام مین آدمی اسکی مدد اور مہربانی کا محتاج ہے اسیواسطے کوئی حق اور کسی کا حق اس حق کی برابری کر نہین سکتا دوسرا حق اپنی قوم
اور برادری کا ہے کہ اپنی زندگی اور موت مین انکا محتاج ہے اور ہر طرح کی مدد کا اُنسے امیدوار تیسرا حق اپنے نفس کا اور اس حق کی حقیقت
خود ظاہر ہے کچھہ حاجت بیان کی نہین ہے پس سب بدبختون سے بدبخت وہ شخص ہے کہ ان تینون حقونکو ایک خسیس شہوت کی عوض مین تلف کرے سو یہہ صفت اگلی
امتون مین قدار بن سالف میں تہا کہ ادنی اور خسیس کام کے واسطے ان تینون حقونکو تلف کر ڈالا اول اپنے نفس کے حق کو تلف کیا اور کافر مرا
اور دوزخ کا کندہ ہوا اور اپنی زندگی کو برباد کیا دوسرے اپنی قوم کے حق کو تلف کیا کہ اسکے سبب سے سب حق تعالیٰ کے عذاب مین گرفتار ہوئے اور

کسکی نشان نہی باقی نہ تہی پس حق تعالی کا حق تلف کیا یعنے اس اونٹنی کو جسکو اللہ تعالی نے اپنی طرف منسوب کیا تھا اور اللہ تعالے کے ہدایت کی صورت تہی اور رحمت اور عنایت الہی کے نزول کا سبب تہی اور بیت اللہ کی سی بزرگی پیدا کی تہی اسکی کونچیں کاٹین اور ہلاک کیا اور اس امت مین حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کا قاتل یعنے ابن ملجم ویسا ہی بدبخت ہے توضیح اس ابہام کی اور تشریح اس مقام کی یہہ ہے کہ وہ اللہ تعالی کی اونٹنی جسطرح حضرت صالح علیہ السلام کے کمال کی صورت تہی اور انکی نبوت پر گواہ صادق تہی اور قوم ثمود کی ہدایت کے واسطے جو حق تعالی کی عنایت متوجہ ہوئی تہی اور حضرت صالح علیہ السلام کو مرتبہ رسالت کا مرحمت کرکے اس قوم کی طرف مبعوث کیا تہا اور وہی ہدایت انکے سوال کے بموجب ناقہ کی شکل ہو کے انہیں ٹہری تہی اور قرار پکڑا تہا یہان تک کہ اس ناقہ کی تعظیم اور اسکے حق کو ادا کرنا گویا حضرت صالح علیہ السلام کی شریعت کا قبول کرنا تہا اور عذاب الہی کے دفع کرنے کیواسطے انکے دین قبول کرنے کے قایم مقام تہی گویا حضرت صالح علیہ السلام کی ولایت کا نور اس راہ سے جلوہ گر اور ظاہر ہوتا تہا اور اللہ تعالی کے نزدیک انکے منزلت کی بزرگی اور انکی دعا کی قبولیت اس چہرہ کے سے ظاہر ہوتی تہی اسیطرح سے وجود جسمانی حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کا کہ ختم کرنیوالے خلافت کے تہے اور جناب نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولایت کے کمال کی صورت تہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کا نور اسی راہ سے جلوہ گر تہا اور اس جناب کے قرب معنوی کی روشنی اسی راہ سے ظاہر تہی اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت اور نیابت اسوقت مین اسی ذات والا صفات میں منحصر تہی اسیواسطے حدیث شریف مین جسطرح بیت اللہ کے حق مین وارد ہے کہ **النظر الی الکعبۃ عبادۃ** یعنے دیکہنا بیت اللہ کا عبادت ہے اور قرآن شریف کے حق مین وارد ہے کہ **النظر الی المصحف عبادۃ** یعنے دیکہنا قرآن کے حرفوں کی طرف عبادت ہے اسیطرح حضرت علی رض کے حق مین آپنے فرمایا ہے کہ **النظر الی وجہ علی عبادۃ** یعنے دیکہنا حضرت علی رض کے منہ کیطرف عبادت ہے سو اسوقت مین وجود شریف حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مثل وجود شریف حضرت نبوت صلے اللہ علیہ وسلم کے تہا اسواسطے کہ اسوقتمین تشنگان امت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی چشمہ خاص سے سیراب ہوتے تہے اور ہر حاجت ظاہری و باطنی کو اسوقتمین بسبب جمع ہونے تمام صفات کمال البشری کے وہ ذات مبارک کفایت کرتی تہی ایسے وقتمین اس وجود باجود کو اس بدبخت ترین بدبختون نے شہید کیا تو گویا ہدایت کے شمع کو گل کر دیا اور اللہ تعالی کے حق کو تلف کیا اور تمام امت کے حق کو بہی تلف کیا یعنے ایسی ذات کو کہ اسوقتمین اپنا ثانی اور قایم مقام فضیلت اور بزرگی مین نہ رکہتے تہے ہلاک کرکے تمام امت کو چہار و بے رتبی کی مانند منتشر اور فوج بے سردار کی طرح پریشان کر دیا اور اپنے نفس کے حق کو بہی تلف کیا اور کندہ دوزخ کا ہوا اور اپنی زندگانی کو برباد کیا اور یہہ سب برائی اس بدبخت کو اسی شہوت کے سبب سے حاصل ہوئی تہی چنانچہ روایات صحیح مین وارد ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قاتل عبدالرحمن بن ملجم مرادی تہا خارجی مذہب کوفے مین آیا اور ناگہان اسکی نظر ایک عورت خوبصورت پر جسکا نام قطام تہا پڑی اور دل و جان سے اسپر فریفتہ ہوا اور وہ عورت بہی یہی مذہب باطل رکہتی تہی اور باپ اور بہائی اسکا نہروان کی لڑائی مین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتہ مبارک سے جہنم واصل ہوئے تہے جب ابن ملجم کو اسکی ملاقات کا خیال دلمین پڑا اور خط کتابت اس مقدمے مین اس سے شروع کی اور پیغام درمیان مین ڈالا تب اس عورت نے جواب مین یہہ کہا کہ ایک میرا کام ہے اگر وہ تجہسے ہو سکے اور تو اسکے کرنیکا اقرار کرے تو البتہ مین تجہکو قبول کرون اور اپنے تئین تیرے نکاح مین دون اور وہ کام یہہ کام ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تو شہید کر اس ملعون نے کہ مغلوب شہوت کا تہا اس بات کو اس ملعونہ کے قبول کیا اور اس کام کی تدبیر مین پڑا ایک تلوار ہزار درم کو خریدی اور اسکو زہر کے پانی سے بجہایا اور اپنے یارون سے اس کام کی تدبیر پوچہی اسکے یارون نے کہا کہ یہہ کام کچہہ مشکل نہیں ہے بہت آسان ہے اسواسطے کہ وے کوئی نگہبان اپنے ساتہ نہین رکہتے مین اور اکیلے رات کو اندہیرے مین مسجد کو جاتے ہین کسی دن مسجد مین اندہیرے مین چہپا رہ اور اپنے کام کو انجام کو پہنچا انیسوین ۱۹ رمضان مبارک کی صبح صادق کے وقت کہ ہنوز تاریکی باقی تہی حضرت علی رضی اللہ عنہ گہر سے تشریف مسجد شریف مین لائے اور یہہ ملعون ایک ستون کی آڑ مین مستعد اسی کام پر ٹہرا تہا اور آپ کی عادت شریف ایسی تہی کہ مسجد مین سوئے ہوئے آدمیونکو تکبیر کی آواز سے بیدار کرتے تہے تاکہ وے اٹہکے طہارت کرین اسی ارادے سے جونہین آپنے مسجد مین قدم مبارک رکہا وہین اس ملعون نے پیچہے سے غفلت مین ایک تلوار کا ضرب آپکے سر مبارک پر مارا اور بہاگا آدمی ہر طرف سے دوڑے اور اسکو پکڑ کے قید کیا ہر چند کہ زخم چندان کاری نہ تہا لیکن زہر کی تاثیر سے آپکا کام

تمام ہوا اور اس خاکدان ظلمانی سے فردوس برین کو انتقال فرمایا اکیسویں تاریخ کو رمضان کی جسد مبارک کو آپکے نجف الحیرۃ مین کہ ایک جگہہ کا نام ہے کوفے
سے نزدیک مسجد جامع سے ایک فرسنگ پر حیرۃ النعمان کی راہ مین وہان مدفون کیا اور آپ کی قبر کو بلند نکیا بالکل بے نشان رکہا تا خارجی کہ اس
زمانہ مین کوفے کی نواح مین بہت منتشر تہے کچہہ بے ادبی آپکے جسد مبارک سے نکرین اور یہہ قصہ سال چالیس ہجری مین واقع ہوا اور آپ کی شہادت سے نبوت کی
خلافت منقطع ہوگئی اور کوئی قائم مقام اس بقیے کا نرہا یہی بات صحابہ نے سمجہہ کے نہایت افسوس کیا چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت
ہے کہ جب خبر شہادت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سنی تو فرمایا کہ اب عرب جو چاہین سو کرین اب ایسا کوئی نرہا کہ انکو کسی بدکام سے منع کریگا آب جاننا چاہیے
کہ صحابہ مین بعد وفات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علما اور واعظ بہت موجود تہے اور آدمیونکو بدکاموں سے بے محابا یعنے بے دہشت منع کرتے تہے اور کسی کا
بنی امیہ کے بادشاہوں سے یا دوسرے سرداروں سے لحاظ اور خاطر داری بہی بات کہدینے مین نہین کرتے تہے لیکن انکی امر ونہی مانند ہمارے علما کے اور رہنمائی اولیا
کے تہی نہ پیغمبرون کے حکم کی مانند کہ وہ بات حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ختم ہوگئی اسیواسطے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہہ کلمہ ارشاد فرمایا تہی جگہہ
سے قاتل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اشقی ہونے کی وجہہ ظاہر ہوگئی کہ اسوقت مین تمام کمالات اس ولایت کے جو قائم مقام نبوت کے ہے اسی ذات مبارک مین
منحصر تہے دوسرا کوئی اسوقت مین ویسا نتہا بخلاف خلفاء سابقین کے کہ انکے زمانے مین دوسرے بہی جو لیاقت اس امر کی رکہتے تہے موجود تہے کہ
انکے معدوم ہونیکے بعد اس امر کو سنبہال لیا اور انکے قتل ہونے سے دین مین خلل نپایا گیا بخلاف قتل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کہ خاتم الخلفا تہے تو
انکا قتل گویا اللہ تعالی کے نور کو بالکل بجہا دینا تہا اور ہدایت کے شمع کو گل کر دینا اسیواسطے انکے قتل سے ایسی خرابی دین مین ہوئی کہ پہر تدارک اسکا نہوسکا
اور اگر کسیکو یہہ شبہہ خاطر مین گذرے کہ اس بدبخت ترین کی حرکت سے ثمود کی قوم سب ہلاک ہوئی اور اس امت کے بدبخت ترین کی حرکت سے باقیماندہ کو کچہہ آسیب
بہی نپہنچا اسکا کیا سبب ہے اسکا جواب یہہ ہے کہ ان دونو مین فرق دو وجہ سے ہے اور اول وجہ یہہ ہے کہ اونٹنی کے مارے جانے سے تمام ثمود
کی قوم راضی اور خوش ہوئی تہی اور اس امت مین اکثر لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قتل ہونے سے راضی نہوئے تہے بلکہ اس حرکت کرنیوالے پر لعنت اور
نفرین کرتے رہے دوسری وجہ یہہ ہے کہ اونٹنی کے مارے جانیکے بعد اسکا بچہ بہی غائب ہوگیا تہا اور بالکل اسکا نام اور نشان نرہا تہا اور حضرت علی رضی اللہ تعالی
عنہ کے وفات کے بعد آپکی اولاد امجاد باقی رہی اور آپکا نام اور نشان قائم رہا اور نور اس ولایت کا جسکے آپ حامل تہے نسلا بعد نسل ایک حامل آپ کی
اولاد مین پیدا ہوتا رہا اور امام اپنے وقت کا ہوتا رہا ہرچند کہ وہ ہیئت اجتماعی مٹ گئی تہی لیکن وہ نور متفرق اور منتشر ہوکے موافق استعداد کے
ہر ایک فرقے مین اہل خیر سے قائم رہا ان سببوں سے یہہ امت اسطرح کے عذاب سے بچ رہی اور ایک سوانحہ عجیبہ آپکی شہادت کے یہہ ہے کہ اس رات
بیت المقدس مین کوئی پتہر نتہا جسکے نیچے سے خون جوش نمارتا تہا واللہ اعلم

سورۃ اللیل

تمہید

یہہ سورت مکی ہے اسمین اکیس آیتین اور اکہتر کلمے اور تین سو دس حرف ہین اور اس سورت کے ربط والشمس کی سورت سے یہہ ہے کہ دونونکو قسم سے شروع کیا اور اس
امر مین یہہ دونون سورتین مناسبت تمام رکہتی ہین اور اس سورت مین انسان کے نفسون کا اختلاف مذکور ہے اور بعضون کے دلمین بدکاری ڈالی جاتی ہے
اور بعضون کے دلمین پرہیزگاری اور ان لوگون کا حال مذکور ہے جو اپنے نفس کی پاکیمین مشغول ہین اور دوسرے ان لوگونکا حال ہے جو اپنی نفس کی
ذلت اور خواری کے پیچہے پڑے ہین شہوت اور غضب کی تابعداری کے سبب سے اور اس سورت مین بہی بنی آدم کے عملون کا اختلاف بیان ہے نیکبختی اور بدبختی مین اور
بعضونکو اچہی راہ چلنے پر توفیق دی ہے اور بعضونکو بری راہ بدبختی مین ڈالکے سرشند کر رکہا ہے اور یہہ بہی ہے کہ دونون سورتون مین بدبختون کا حال بیان ہے چنانچہ
اس سورت مین ثمود کی قوم کے بڑے بدبخت کا حال بیان ہے جسکا نام قدار تہا اور اس سورت مین اس امت کے بدبخت کا حال بیان ہے جو اس امت کے شروع مین
تہا جسکا نام امیہ تہا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ اسی شخص کی ایذا دینے مین پڑا تہا اور بلال رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتگاری اور صحبت سے
ایک بڑا رتبہ حاصل کیا تہا کہ حضرت صالح علیہ السلام کے ناقہ سے مشابہت بہم پہنچائی تہی اور اس سورت کا نام واللیل اس سبب سے رکہا ہے کہ عرب کی زبان مین

[illegible] اور اس [illegible] مشغول ہوتی ہی کی اور بدین اور بڑا عمدہ وقت [illegible]
ہوتے ہین اور چور چوریین اور عیاش لوگ حرام کاری مین اور شراب خوار شراب خواری مین اور آزاری دکہہ اور مصیبت مین بعضے محبوبون کی جدائی مین تڑپ تڑپ کے رات
کاٹتے ہین اور بعضے باغ وصال سے اور چمن ہم آغوشی سے اپنے آرزو کے دامن کو مراد کے میوون سے پر کرتے ہین **مصرع** شب تنور گذشت وشب سمور گذشت
بیت فرق ست میان آنکہ یارش دربر با آنکہ دو چشم انتظارش بر در ہر چند کہ دن مین بہی اسی قسم کے اختلاف اور رنگ برنگی معاملے ہوتے رہتے ہین لیکن چونکہ
ظہور اور روشنی کا ہی تو ہر شخص تکلف اور بناوٹ کرتا ہی چور عابد بنکے نکلتا ہی اور فاسق صالح کے لباس مین اپنے تئین ظاہر کرتا ہی بخلاف رات کے کہ تاریکی کے سبب سے
حجاب کا پردہ اوٹہہ جاتا ہی اور شرم و حیا بالکل جاتی رہتی ہی اور ہر شخص اپنے نفس کی خواہش کے موافق بے تکلف اور بے پردہ ہو کے اپنے اپنے کام مین مشغول ہوتا ہی
اور ظاہر کا تکلف اور بناوٹ بالکل جاتا رہتا ہی اور سبب نزول اس سورت کا یہہ ہی کہ مکہ معظمہ مین دو شخص تہے دونون بڑے مالدار تہے ایک حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ
عنہ اور دوسرا امیہ بن خلف اور ان دونون کا معاملہ مال کے صرف کرنے مین مختلف ہوا امیہ مال بہت رکہتا تہا اور بارہ غلامونکو تربیت کر کے ہر ایک کو ایک ایک کام سپرد
کیا تہا چنانچہ ایک غلام کو کہیتی کا داروغہ کیا تہا اور ایک کو میوون کے باغ کا اور ایک غلام کو قیمتی کپڑونکی تجارت کیواسطے مین اور شام کی طرف بہیجتا تہا اور ایک کو
جانورون پر مقرر کیا تہا کہ دودہ اور دہی اور نسل کی خبرداری کر کے اوسکے حاصل کو جمع کیا کرے اور اسیطرح ہر غلام کو ایک کام سپرد کیا تہا اور اس تدبیر سے
مال بہت جمع کیا تہا اور باوجود اس ثروت اور مالداری کے ایک کوڑی فقیر کو نہین دیتا اور اگر کوئی غلام کسی محتاج کو کچہہ آدہی دمڑی کبہی دیتا تو اس پر خفا ہوتا بلکہ اسکو اس
کام سے موقوف کرتا تہا اور اگر کوئی شخص اس کمبخت کو بطور نصیحت کے کچہہ سمجہاتا تہا کہ باوجود اس کثرت مال کے اللہ تعالی کی راہ پر محتاجون اور مسکینونکو
کس واسطے نہین دیتا ہی اور آخرت کا ذخیرہ کیون نہین کرتا ہی تو وہ بدبخت اسکے جواب مین کہتا تہا کہ اول تو آخرت ہی کہان اور اگر بالفرض ہوتی
بہی تو اسقدر مال و اسباب و اولاد مین نے جمع کیا ہی کہ مجہکو کچہہ احتیاج بہشت کی نعمتون کی نہین ہی اور ان چیزون سے جنکی طمع اور لالچ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
فقیرون اور محتاجون کو دیتے ہین اور اس سبب سے ان لوگونکو اپنا گرویدہ کرتے ہین مجہکو کچہہ پرواہ نہین ہی اور اوسکے غلامون مین سے ایک حضرت بلال
رضی اللہ تعالی عنہ تہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم تہے اور بزرگی مین انکا مرتبہ اس حد کو پہنچا تہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو عالم
معاملہ مین اپنے آگے آگے بہشت مین دیکہا اور انکے حق مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہی کہ بہشت بلال کی مشتاق ہی سو حضرت بلال
جس وقت مین کہ مملوک اس بدبخت کے تہے تو پوشیدہ اسلام لائے تہے آخر کو رفتہ رفتہ انکے اسلام لانے کی خبر اسکو پہنچی تو اول انکو معزول کیا اور خزانے
اور بتخانے کی داروغگی جو انسے تعلق رکہتی تہی دوسرے غلام کو سپرد کی پہر انکو اپنے سامنے بلا کے پوچہا کہ تو کسکو پوجتا ہی حضرت بلال نے کہا کہ محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کے خدا کو اس ملعون نے کہا کہ اس دین کو چہوڑ دے نہین تو مین تجہکو بہی طرح سے پیش آونگا اور مارتے مارتے مار ہی ڈالونگا حضرت بلال نے کہا
کہ مین تو اس دین سے پہر نہین سکتا تیرا جو جی چاہے سو کر مین تیرا غلام ہون اس شقی ازلی نے اپنے غلامون سے ایسا حکم کیا کہ دن چڑہتے انکے بدن مین
ببول کے کانٹے چہویا کرو اور جب آفتاب خوب گرم ہو تب دہوپ مین انکو چت لٹا کر سر سے پیر تک نہر گرم پتہر رکہا کرو تاکہ ہل نسکین اور گرد انکے آگ
جلا دیا کرو اور جب شام ہو تب ہاتہہ پیر باندہ کے اندہیرے مکان مین قید کرو اور باری باری سے رات پہر کوڑے مارا کرو اور صبح تک یہہ موقوف نکرو اسیطرح سے
کتنے دنون تک حضرت بلال اس مصیبت مین گرفتار رہے اور پکار پکار کر احد احد کہا کئے یعنے معبود میرا ایک ہی معبود میرا ایک ہی ایک روز حضرت
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رات کے وقت اس طرف سے گذرے اور اس ملعون کے گہر سے آواز نالہ وزاری کی آپ کے کانون پڑی پوچہا کہ اس
گہر مین کیا ہوتا ہی اور یہہ آواز کیسی ہی لوگون نے کہا کہ بلال نام ایک غلام ہی اسکو مارتا ہی یہہ آواز اس غلام کے رونے کی ہی حضرت صدیق
رضی اللہ عنہ کو یہہ بات سنکے نہایت رنج ہوا اور صبح کے وقت اوسکے گہر مین آپ تشریف لے گئے اور اس مردود کو
نصیحت کرنا شروع کیا کہ خدا سے ڈر اور اس غلام پر اتنا ظلم ناحق مت کر اس واسطے کہ اوسنے سچے دین کو قبول کیا ہی
اور اللہ تعالی کی دوستی اور رضامندی کو اختیار کیا ہی تجہکو چاہیئے کہ اس غلام کو غنیمت جان اور اسکے ساتہہ احسان کر کہ آخرت مین

حضرت بلال کا قصہ

تیرے کام آویگا اور تجہکو اسکی نعمتین سے بچاویگا اس گفتگو سے امیہ [illegible] کہتا ہے معلوم ہوا کہ سچا ہے اور اگر بالفرض آخرت ہوئی بہی تو مجہکو دنیا مین کس
چیز کی کمتی ہے کہ آخرت کی نعمتون پر جو فقط وہم اور خیال ہے فریفتہ ہوں اسپر یا مین دنیا مین بہی بہشت موجود ہے چنانچہ تم بہی جانتے ہو کہ کوئی چیز ایسی
نہین ہے جو میرے کارخانے مین کثرت سے موجود نہین ہے اور مضمون ان بیتون کا ادا کرتا تہا ؎ صبح تو جام سے گذرتی ہے ؛ شب دلارام سے گذرتی ہے ؛
عاقبت کی خبر کسے معلوم ؛ یہان تو آرام سے گذرتی ہے ؛ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پہر اسکو سمجہایا اور نصیحت کی کہ میرا کہا مان اور اس بیچارے مسکین پر
ظلم کرنے سے باز آ اس بدبخت نے کہا کہ اگر تمہارا دل اسپر ترس کہاتا ہے تو تم بہی مالدار ہو اور آخرت کا اعتقاد رکہتے ہو تم ہی ثواب کماؤ اور اس غلام کو مجہسے
خرید کرو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے کہ اس بات کی آرزو رکہتے تہے فرمایا کہ اس سے کیا بہتر ہے اسکی عوض مین جو تو طلب کرے مین دونگا اور
اسکو خرید کرونگا اس کافر نے عاجز کرنیکو کہا کہ تم اسکو نہ خرید سکوگے اور اگر یون ہی تمہین منظور ہے اور تمہین اسکے خرید کرنے کا بڑا شوق ہے تو
اپنا غلام نسطاس رومی کہ وہ آپ کے غلامون مین سے بڑی لیاقت اور قابلیت تجارت کی رکہتا تہا اور دو ہزار دینار کے قریب پونجی جمع کی تہی
دو اور اس غلام کو یعنے بلال کو مجہسے لو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے کہ اللہ تعالی کی رضامندی کے واسطے جان تک دینے مین عذر نہ رکہتے
تہے اس بات کو دل اور جان سے قبول کیا بلکہ چالیس اوقیہ اور اسپر زیادہ کرکے اس کافر کو دئیے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو قید خانے سے [illegible]
اپنے ساتہ لیکر چلے وہ کافر اُنکو دیکہتا تہا اور ہنستا تہا اور اپنے مصاحبون سے کہتا تہا کہ یہہ شخص باوجود اس عقل و دانائی کے اس معاملے مین کیسقدر [illegible]
اور اپنا نقصان کیا ہے اور ایسے غلام قابل کو جو دو ہزار دینار کی پونجی بہی رکہتا تہا ایسے نکمے غلام کی عوض مین جو کسی کام کا نہین ہے اور ایک کوڑی
بہی پونجی نہین رکہتا ہے دیا ہے اور مین ایسے غلام کو یعنے بلال کی مانند کو ایک دانق کی عوض مین کہ درم کا چہٹا حصہ ہوتا ہے نہ خرید کرون بلکہ
مُفت بہی نہ لون حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے جو یہہ بات سنی تو فرمایا کہ اس غلام کا مرتبہ یعنے بلال رضی اللہ عنہ کا اسقدر میرے نزدیک ہے کہ
تمام زمین کی بادشاہت کی عوض مین تو بیچتا تو بہی مین سب لیکے نہ چہوڑتا پہر بلال رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین حاضر کیا
اور سب حال جو گذرا تہا عرض کیا کہ اسطرح سے مین نے انکو خرید کیا ہے اور آپ گواہ رہیئے کہ اللہ کی رضامندی کے واسطے انکو مین نے آزاد کیا جناب رسالتمآب
صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے بہت خوش ہوئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس روز سے فارغ البال ہوکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریف مین
رہنے لگے اور نیکبختی دونون جہان کی حاصل کی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ابتداء اسلام سے کہ مسلمانون کی نہایت ضعیفی اور عاجزی کا وقت
تہا اپنے مال کو اللہ تعالی کی رضامندی کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مصارف اور حاجتمندون اور کافرون کے ہاتہ سے مسلمانون کو
چہڑا لینے مین اور سوائے اسکے دوسرے اچہے کامون مین صرف کرکے ذخیرہ آخرت کا جمع کیا تہا چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے خرید کرنے مین جو کچہہ خرچ کیا سو
ابہی معلوم ہو چکا اسیطرح سے سات شخص غلام اور لونڈی قریش کے کہ دین اسلام کو دل سے قبول کیا تہا اور اُنکے مالک اس سبب سے انکو ایذا دیتے
تہے خرید کرکے اللہ کی رضامندی کے واسطے آزاد کر دیا تہا چنانچہ انہین سے ایک عامر بن فہیرہ ہین کہ بنی جدعان کے غلام تہے حضرت ابوبکر صدیق
رضی اللہ عنہ نے انکو انکے مالکون سے ایک طل بہر سونیکی عوض مین خرید کرکے آزاد کر دیا تہا اور وہ ہجرت کے سفر مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی
مین مشرف تہے اور بیر معونہ کے دن شہید ہوئے اور وہ بڑے اولیاء اللہ مین سے تہے اور انہین سے ایک زنیرہ ہین کہ کمال کی نہایت کو پہنچی تہین و مرتبہ
ایمان کامل انکو نصیب ہوا تہا انکو بہی اُنکے مالکون سے لیکر آزاد کر دیا تہا لیکن قضائے کردگار سے بعد آزاد ہونیکے انکی آنکہون مین درد ہوا اور بینائی انکی
آنکہون کی جاتی رہی اُنکے مالکون نے یہہ بات سنکر انکو طعن کے طور سے کہا کہ دیکہا لات اور عزی کی مار نے تجہکو کیسا اندہا کر دیا انہون نے جواب دیا کہ یہہ بات
تمہاری جہوٹی ہے لات اور عزی کو ہرگز یہہ قدرت نہین ہے کہ کسیکا کچہہ اچہا یا برا کر سکین سوائے اللہ تعالی کے وہ مالک ہے جو چاہتا ہے سو کرتا ہے
یہہ بات انکی اللہ تعالی کی جناب مین پسند ہوئی اور اسوقت انکی آنکہین اچہی ہوگئین اور جیسی بینائی تہی ویسی ہی ہوگئی اور انہین مین سے نہدیہ اور انکی بیٹی
کہ یہہ دونون ایک عورت یعنے عبد الدار کی لونڈیان تہین اور وہ عورت انکو نہایت ایذا پہنچاتی تہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ انکے حال سے خبر پاکے اس عورت کے

کہہ رہی ہیں تیغیں ادر اسکو نصیحت دی کہ انکو ایذا دیتا ہے اور جو کچہہ انکی قیمت ہو مجہہ سے لے اس عورت نے قیمت بہت مانگی آپ نے بلا تکرار انکی قیمت
موافق انکی خواہش کے اسکو ادا کی اور اُن دونوں سے کہ اس عورت کے آٹا پیسنے میں مشغول تہین کہا کہ خوشخبری ہو جیو تم کو کہ مین نے تم دونوں کو
مول لیکر اللہ تعالی کی رضا کے واسطے آزاد کر دیا اب اُٹہو اور آٹے کو چہوڑ دو اور میرے ساتہہ آؤ اُن دونوں نے عرض کی کہ یا ابا بکر صدیق رضی اللہ
عنک بہت برسون سے ہمنے اُسکے گہر مین پرورش پائی ہے اور اسکا نمک کہایا ہے اب یہہ اسکا کام ادہورا چہوڑنا مناسب نہین ہے اس آٹے کو
پیس کے اسکو دیکر ہم آتے ہین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسبات کو سنکر انپر آفرین کہی اور انکو انہین کے کہنے کے بموجب اجازت دی اور انہین مین
ایک عورت وہ ہے کہ بنی مومل کی مملوک تہی اور بنی مومل ایک فرقہ ہے بنی عدی سے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسوقت تک ایمان سے مشرف نہوئے تہے اس
لونڈی کو اسلام لانیکے سبب سے سخت تعزیر اور تعذیب کیا کرتے تہے یہان تک کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسکو خرید کرکے آزاد کر دیا اور اسیطرح
ام عبیدہ کو بہی خرید کرکے آزاد کیا تہا اور سوائے انکے جو مذکور ہوئے اور بہت بردون کو آزاد کیا ہے اور بعد اس تمام خرچ کے چالیس ہزار
درم کہ سرمایہ اُنکے پاس باقی رہا تہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور بموجب آپ کے فرمانے کے دوسرے مسلمانون پر تیرہ برس کے
عرصے مین صرف کیا اور چہہ ہزار درم کہ باقی رہے تہے کچہہ ہجرت کے سفر مین اور کچہہ مسجد نبوی کی زمین کے خرید کرنے مین اور کچہہ دوسرے
نیک کامون مین خرچ کیئے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا اپنی زبان فیض ترجمان سے اس کلمہ کو ارشاد فرمایا ہے کہ مانفعنی مال
احد قط مانفعنی مال ابی بکر یعنے کسی کے مال سے مجہکو اسقدر فائدہ نہین پہنچا جسقدر ابوبکرؓ کے مال سے مجہکو فائدہ ہوا اسواسطے کہ حضرت خدیجہ
رضی اللہ عنہا کا مال اور ابوطالب اور عبد المطلب کا مال آپ کے کہانے اور لباس مین اور صلہ رحم مین یعنے خویش اور اقربا کے دینے لینے مین اور مہمانون کی
ضیافت مین اور محتاجون کی خبرگیری مین صرف ہوا تہا اور ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ کا مال اسلام کی شوکت اور دبدبے کی زیادتی مین اور مسلمانون کی
خلاصی مین کافرون کے پنجے سے اور ضعیف مسلمانون کی مدد اور دستگیری مین صرف ہوا تہا اور دونون مصرفون مین جہان اور زمین کا تفاوت ہے حاصل کلام کا
جسوقت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سب مال تمام ہوا اور اللہ تعالی کی راہ مین خرچ ہو چکا اور بالکل فقیر اور محتاج ہو گئے ایک دن ایک کملی کو کرتے کی طرح گلے مین ڈالکر
اسکو کانٹے سے گونتہکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مین حاضر ہوئے تہے اسوقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچہا کہ ابوبکر تو
بڑے مالدار اور تونگر تہے یہہ کیا ہوا کہ فقیرون کی سے کپڑے پہنے بیٹہے ہین جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہون نے اپنا مال مجہپر اور دین کے واسطے خرچ کر ڈالا اور
اپنے پاس کچہہ نہ رکہا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ حق تعالی نے ابوبکر کو سلام فرمایا ہے اور پوچہا ہے کہ اس فقیری مین بہی مجہسے راضی ہے یا کچہہ رنج دلمین رکہتا ہے حضرت
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس کلام کے سننے سے ایک عجب حالت پیدا ہوئی اور وجد حال کی مانند بیخود ہوکے کہا مین کیونکر اپنے پروردگار سے کدورت رکہونگا اور اس کلمہ کو بار بار اپنی زبان سے
کہتے تہے انا عن ربی راض انا عن ربی راض یعنے مین اپنے پروردگار سے راضی ہون مین اپنے پروردگار سے راضی ہون سو حق تعالی نے اس سورہ مین ان دونون صاحبونکا ذکر فرمایا یعنے حضرت
ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اور امیہ بن خلف کا اب سب بہلائی اور برائی کو اور آدمیونکی ہمت اور کوشش نیکی اور بدی کی تحصیل مین مختلف ہونیکو انہین دونون صاحبونکی طرح قیاس کر لینا چاہیے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

واللیل اذا یغشی قسم کہاتا ہون مین رات کی جب چہپا لیوے اور چہا جاوے یعنے آفتاب کے نور کو چہپالے اور سب دنیا کے نور کو تاریک کر دے اور وہ ایک نمونہ ہے بد عمل کا یعنے اسیطرح بد کام کی تاثیر
روح اور دلکی روشنی کو چہپا لیتی ہے اور رات چہپاؤ اور پردہ پوشی کا وقت بہی ہے اور جو کام کہ حیا اور پردے سے تعلق رکہتے ہین اکثر رات ہی کو ہوتے ہین جیسے کوئی بہید کہنا یا ہیا گنا چپکے
اور چوری کرنا یا زنا کرنا یا مکر کرنا یا جادو کرنا اور اکثر شیطانون کے تصرف اسیوقت ہوتے ہین **والنہار اذا تجلی** اور قسم کہاتا ہون دن کی جب روشن ہوجاوے اور آفتاب کے
نکلنے سے اونچا بلند اور غبار کا نمونہ ہے نیک عمل کا روح اور دل کے روشن کرنے مین اور جو کام کہ روشنی اور بے پردگی سے علاقہ رکہتے ہین وہ اکثر اسیوقت واقع ہوتے ہین جیسے لوگونکی
ملاقات اور دیکہنا کمائی کو اور تحصیل ملاقات کے واسطے ادہر اودہر جانا اور فائدہ دینا یا لینا جیسے پڑہنا یا پڑہانا اور سیکہنا یا سکہانا **وما خلق الذکر والانثی**

اور قسم کہاتا ہون مین اس حکمت الٰہی کی کہ پیدا کیا ہی نر اور مادہ کو اور ہر قسم کے جاندار کو تاکہ آپسمین جمع ہون یعنے جفتی کرین اور نسل بڑہے اور دودہ اور دہی اور گہی پیدا ہو
اور یہہ پیدا کرنا نر اور مادہ کا خیر اور شر کے اختلاط کا نمونہ ہی اور کمال اور نقصان کے ملنے کا نشان ہی سب موجودین اور بنی آدم اور سب جاندارونکی اولاد کی زیادتی
کا سبب ہی اور اس اولاد کی کثرت سے بہتیرے فائدے متصور ہین جو ہر واحد مین یعنے فقط نر یا فقط مادہ مین پیدا ہو جاتی اور برائی اور کمال کو پہنچنا اور ناقص اور نکما رہنا سمجہ
سکتا تہا اور وہ مضمون جسپر یہ تینون قسمین کہائی ہین وہ یہہ ہی **اِنَّ سَعْیَکُمْ لَشَتّٰی** تحقیق کوشش تمہاری عملون اور شغلون کی بہت مختلف اور
رنگا رنگ ہی جیسے ایمان اور کفر صلاح اور فسق سخاوت اور بخل اسیطرح دوسرے عمل ہین اور آدمیون کے نیک و بد کامون کا مختلف ہونا اسقدر کثرت سے ہی کہ اسکا شمار کوئی
نہین کر سکتا مگر اصل اور جڑ انکی تین قسم سے باہر نہین ہی پہلی نری خیر کہ کچہہ بہی ملاوٹ شر کا نہین رکہتی دوسرے نری شر جسمین کچہہ بہی بہلائی کی نہو تیسرے خیر اور شر
ملے ہوئے چنانچہ تینون قسمون مذکورہ مین انہی تین قسم کی طرف اشارہ فرمایا ہی اب جاننا چاہیئے کہ عملون مین خیر محض وہ ہین جو ظاہر اور باطن مین نیک
ہون اور انکے واسطے تین شرطین ضروری ہین اول یہہ کہ صورت انکی شرع کے موافق ہو دوسرے یہہ کہ نیت خالص ہو تیسرے یہہ کہ اعتقاد صحیح اور
یقین کامل سے کیا ہو اور شر محض وہ ہین کہ تینون شرطین مذکورہ اسمین پائی نجاوین یعنے صورت اسکی خلاف شرع کے ہو اور نیت بہی بری ہو اور
بد اعتقادی سے اسکو کیا ہو اور جسمین خیر اور شر ملی ہوئے اسکی بہی کئی قسمین ہین ایک تو یہہ کہ صورت اسکی موافق شرع کے ہو مگر نیت فاسد ہو جیسے نماز کے
دکہلانے کے واسطے پڑہنا دوسری قسم یہہ ہی کہ صورت اسکی شرع کے خلاف ہووے مگر نیت نیک ہووے جیسے رونا پیٹنا کربلا کے شہیدون کے واسطے یا باجا
سننا تاکہ ذوق شوق حق تعالیٰ کا زیادہ ہووے تیسرے یہہ کہ صورت اور نیت دونون درست ہون لیکن اعتقاد کی درستی سے نکیا ہو جیسے کافرونکا
للہ خیرات کرنا اور ہر ایک مین ان تینون قسمون سے بہت سی قسمین ہو سکتی ہین اور بڑا لنبا چوڑا پہیلاؤ ہو سکتا ہی چنانچہ فکر کرنیوالے اور سوچنے والے پر
یہہ بات چہپی نہین ہی لیکن ان سب قسمون کا مرجع انہی تین قسمون کی طرف پہرتا ہی اور یہی تین قسمین جزا اور سزا کے اختلاف کا سبب پڑتی ہین اور ہر ایک
انمین سے علیحدہ علیحدہ یا ملکے ثواب کو یا عذاب کو چاہتی ہی چنانچہ اس اختلاف کی تفصیل مال کے خرچ کرنیکے بیانمین کہ بیان اسی اختلاف کا اس سورت مین منظور
ہی ارشاد ہوتا ہی **فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی** پہر جس کسی نے دیا اپنا مال **وَاتَّقٰی** اور ڈرا دکہلانے اور سنانے سے خلقت کے اور بچا گناہون اور نفس کی
خواہشون مین اور بدعتیون اور گنہگارون کی مدد کرنیمین خرچ کرنے سے اور بعد دینے کے بہی بچا احسان رکہنے اور بدلا چاہنے سے **وَصَدَّقَ
بِالْحُسْنٰی** اور سچا جانا پیغمبر کی شریعت کو اور نیک جزا کو جسکا بعد مرنیکے امیدوار ہی تو اس شخص نے ایسا کام کیا کہ سبطرح سے اچہا ہی اور برائی کا
لگاؤ بہی نہین ہی یعنے اسکا ظاہر عمل مال کا خرچ کرنا ہی اور سب دینون اور شریعتون مین بہتر ہی اور اسکا باطن کا عمل اتقا ہی یعنے بچنا ریا اور سمعہ کی نیت
کی درستی مین اور فائدہ کے باقی رہنے مین کافی ہی اور اسکا اعتقاد بہی درست ہی یعنے پیغمبر کی شریعت کو سچا جانتا ہی اور نیک کام کے ثواب آخرت مین امیدوار
ہی اور اسی امید پر اپنے مال کو خرچ کرتا ہی تو نیک جزا کے لائق بہی ہوا چنانچہ ارشاد ہوتا ہی **فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰی** پہر جلدی
آسان کرینگے ہم اسپر راہ آسانی کی یعنے اسکو دنیا کے سب اچہے کامون کی توفیق دینگے اور ان سب عبادتون کی توفیق دینگے جو آخرت مین
اسکے کام آوین تاکہ اس توفیق کے سبب سے اسپر عبادتون کا کرنا آسان ہو جاوے اور دل اور جان سے انمین مشغول رہی اسواسطے کہ نیک کام کا خاصہ ہی
کہ جو کوئی اسکو ہمیشہ کرتا ہی تو اسکے نفس مین ایک قوت نورانی پیدا ہوتی ہی کہ اسکے سبب سے اچہی راہ چلنا اور نیک بات کو اختیار کرنا اسپر آسان ہو جاتا ہی
بلکہ وہ ظاہر کی تکلیف اسکی عادت ہو جاتی ہی اور بموجب حکیمون کے قول کے کہ العادۃ طبیعۃ ثانیۃ یعنے عادت ایک دوسری طبیعت ہی کچہہ رنج اور مشقت
اسکو اس کام کرنیمین نہین ہوتا ہی بلکہ اسکے نکرنے سے اسکے دلکو رنج ہوتا ہی پہر جب موت اسکی آتی ہی اور اس عالم سے جدا ہونیکا وقت پہنچتا ہی تو اسکو
بڑی آسانی نصیب ہوتی ہی کہ گویا قید سے چہوٹتا ہی اور بعد مرنیکے بہی منکر نکیر کا جواب اور حشر اور نشر کا ہول اور حساب کا خوف اور میزان کا دغدغہ
اور پل صراط کے آنے کی سختی سب اسپر آسان اور سہج ہو جاتی ہین اور کچہہ بہی رنج اور مصیبت ان سختیون کی اسکو معلوم نہین ہوتی ہی ف
وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی اور جس کسی نے بخل کیا اپنے مال دینے مین اور بے پروائی کی آخرت کی نعمتون سے اور اس مال کو

سبب جانا بے پروائی کا **وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى** اور جھٹلایا پیغمبر کی شریعت کو اور آخرت کی نیک جزا کو تو اس آدمی نے ایسا کام کیا کہ بڑا
بُرا ہی اسواسطے کہ بخل سب دینون اور مذہبون مین بُرا ہی اور معیوب اور بے پروائی آخرت کے ثواب سے مال کے گھمنڈ پر خیر کی نیت کو بالکل درہم برہم
کر دیتی ہی اور پیغمبر کی شریعت کو جھٹلانیکے سبب سے اسکا اعتقاد فاسد ہوگیا تو کسی وجہ سے اُسکے عمل مین بہتری پائی نگئی اسواسطے کہ ظاہر عمل اُسکا
بخل ہی اور باطن عمل اسکا بے پروائی ہی مال کے گھمنڈ پر آخرت کے ثواب سے اور عقاد اُسکا شریعت کو جھوٹا جاننا ہی اور یہہ سب باتین بدین تو سزا بھی
اسکی بُری بد ہوگی چنانچہ فرماتے ہین **فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى** پھر شتابی آسان کرینگے ہم اسپر سختی اور دشواری کی راہ کو تاکہ باطل یا مجبور نہ
اور بد عملو مین محنتین اور مشقتین کہینچے اور رنج اُٹھاوے اور نماز کی دو رکعتین پڑہنے مین سستی کرے اور دل چُراوے چنانچہ دوسری جگہہ ایسے شخصون کے
حق مین ارشاد ہوا ہی **وَاِذَا قَامُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى** اور دوسری جگہہ پر فرمایا ہی **وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ** اور جب موت
ایسے لوگونکو پہنچتی ہی تو نہایت سختی اور رنج سے اس جہان سے جاتا ہی گویا باغ سے نکل کے قید خانہ مین پڑا اور منکر نکیر کے سوال مین اور حشر اور نشر مین
اور حساب اور میزان مین طرح طرح کی سختیان اور عذاب دیکہتا ہی اور بعد ان سب کے دوزخ مین پڑتا ہے سب سے زیادہ عذاب ہی **اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْهَا**
اور جس مال کو جوڑ جوڑ کے رکہا تہا اس امید پر کہ سختی اور مصیبت کے وقت کام آویگا اور اُسکے سبب سے مصیبت آئی ہوئی ٹل جاویگی سو ایسے وقتین اُس سے جدا
ہوگیا اور وارثون کے ہاتہہ مین پڑا اور اُنہون نے موجب اس مثل کے کہ مال مفت دل بے رحم لُٹا کے برابر کر دیا چنانچہ ارشاد ہوتا ہی **وَمَا
يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰى** اور کچہہ کام نہ آویگا مال اسکا اُس سے جب ہلاک ہوگا اور قبر مین جاویگا اور سوائے دو ہاتہہ کفن کے کچہہ ساتہہ نہ
نہ لیجاویگا اب یہان پر جاننا چاہیے کہ بنی آدم کے عمل جیسا کہ قسم کے ذکر مین اشارہ ہوا ہی تین قسم کے ہین اور جزا کے بیان مین وہی قسمین ذکر ہوئی ہین یعنے
نری خیر اور نری شر اور جزا اس عمل کی جو خیر اور شر سے ملا ہی کچہہ بیان نہوئی اسکی وجہ یہہ ہی کہ عاقل بعد دریافت کرنیکے ان دونون قسمون کے حکم کو اسکے حکم کو
بھی دریافت کر لیگا اسواسطے کہ جب خیر اور شر یعنے اچہا اور بُرا مل جاتا ہی تو بموجب اس قول کے **النتیجۃ تتبع الاخس الارذل** یعنے نتیجہ خسیس اور
رذیل کے تابع ہوتا ہی یا باپ سے یعنے ما اور باپ مین جو کمینہ اور بدخصلت ہوتا ہی بچہ اسکی عادت سیکہتا ہی تو معلوم ہوا کہ شر کا حکم غالب ہوتا ہی اور خیر کا حکم
مغلوب جسطرح شریعت مین مقرر ہی کہ جو بچہ حلال اور حرام جانور سے مل کے پیدا ہووے تو وہ حرام ہوتا ہی جیسے خچر کہ گہوڑی اور گدہے سے مل کے پیدا ہوتا ہی
اور اسکا کہانا حرام ہی اور اسیطرح سے جو مال حلال کہ حرام مین ملکر یکسان ہوگیا جیسے اپنا دودہ غصب کے دودہ مین مل گیا یا اپنی مٹہائی غصب کے
پانی مین ملکر شربت ہوگئی تو یہ سب قسمین حرام مین اُسکا کہانا کسی طرح درست نہین ہی تو اسی قیاس پر بوجہہ لیا چاہیے کہ جس عمل مین خیر اور شر جمع
ہو جاوینگے وہ عمل شر کا حکم پیدا کریگا اور بہتری اُسکی مغلوب ہو جاویگی واللہ اعلم اور بعضے مفسرون نے ان تینون قسمون کی تخصیص کی وجہ مین ایسا ذکر کیا ہی
کہ جو بیان پر بنی آدم کے عملون کے اختلاف کا بیان کرنا منظور ہی تو پہلے قسم دن اور رات کی لائے کہ یہہ عملون کے مختلف ہونیکا زمانہ ہی جیسے رات چورون کی
اور رات عابدون کی اور رات زانیون کی اور رات نیکبختون کی جو اختلاف اور فرق رکہتی ہی ظاہر ہی کچہہ حاجت بیان کی نہین ہی اسیطرح دن کے کامون کا
حال ہی کہ صالحون اور فاسقون کے کامون مین تفاوت زمین اور آسمان کا ہوتا ہی اُسکے پیچہے جڑ اور بنیاد بنی آدم کی نر اور مادہ ہی کہ آپس مین اختلاف
رکہتے ہین مردون کے باطنی عمل اور ظاہری فعل اور ہمت اور رغبت اَور طرح کی ہی یعنے بہت بلند ہی اور عورتون کی دوسری طرح کی یعنے پست چنانچہ
مردون کی رغبت نام اور جاہ کے حاصل کرنے مین مصروف ہی اور عورتون کی رغبت پوشاک اور زیور سے آراستہ ہونے مین تو قسم ان دونون اصل کی ہی یاد فرمائی
یعنے نر اور مادہ کے اختلاف کی تاکہ بنی آدم کے عملون اور ارادون کے اختلاف کی دلیل ہو اسواسطے کہ اصل کا حکم فرع پر جاری ہی جیسا کہ کہا گیا ہی کہ **الولد سر لابیہ**
یعنے بیٹا بہید ہی اپنے باپ کا اور حضرت امیر خسرو قدس سرہ فرماتے ہین سہ درجوانمردی و مردی ہر کہ کارے پیش بردہ ناجوانمردی بود کہ بر زبان
آرد سخن ٭ آنکہ او کرد و نگفت او راشمر مرد تمام ٭ و آنکہ او کرد و بگفت او زن بود سیہ پیچ ظن ٭ آنکہ نی کرد و نگفت آن ز ماں جز نیم مرد ٭ و آنکہ ناکرد
بگفت او مخوان جز نیم زن ٭ یعنے اگر کسی نے کوئی کام اچہا جوانمردی کا کیا اسکا زبان پر لانا نامردی ہی پس جسنے کیا اور نکہا وہ تو پورا مرد ہی اور جسنے کیا اور کہا

وہ سب شب عورت ہے اور جسنے نہ کیا اور نہ کہا وہ آدھا مرد ہے اور جسنے نہ کیا اور کہا وہ آدھی عورت ہے اور زمانے کا علم بھی اکثر زمانے والون پر طاری ہوتا
ہے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ الناس بزمانہم اشبہ منہم بآبائہم یعنے اکثر آدمی اپنے زمانہ مین آپسمین ایک دوسرے کے بہت مشابہ
ہوتے ہین بہ نسبت بھائیون سے باوجود ایک باپ سے پیدا ہونیکے یا ایسے معنے ہون کہ آدمی اپنے زمانیکے آدمیون سے بہت مشابہ ہوتے ہین چال ڈھال مین اپنے باپ دادون
سے اور حدیث شریف مین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے وارد ہے کہ آپنے کہا ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک شخص کے جنازیکے ساتھ گئے تھے اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے تیار ہونیکے انتظار مین بیٹھ گئے اور ہم سب آپکے گرداگرد بیٹھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ تم مین سے کوئی شخص
نہین ہے مگر اسکا مکان اللہ تعالی کے علم مین مقرر ہے بہشت مین ہو یا دوزخ مین اور لوح محفوظ مین لکھ چکا ہے اور تغیر اور تبدیل یعنے مٹنا مٹانا اسکا کسیطور سے
ممکن نہین ہے ہمنے کہا یا رسول اللہ اگر یہی بات ہے تو تقدیر پر بھروسہ کر کے کیون نہ بیٹھ رہین اور عمل کو کیون نہ چھوڑ دین اسواسطے کہ جب بات ایسی ہوئی کہ جو لکھا ہے
وہی ہوتا ہے اسکا خلاف کسیطرح سے ممکن نہین ہے تو عمل کرنا بے فائدہ ہے جو کچھ ہونا ہے سو ہوگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمل کیے جاؤ اسواسطے
کہ ہر شخص کو توفیق اسی کام کی دی جاتی ہے جسکے واسطے وہ پیدا کیا گیا ہے سو اگر اسکو نیکبخت پیدا کیا ہے تو کام بھی نیکبختون کے اس سے کراتے ہین
اور اگر بدبخت پیدا کیا ہے تو کام بھی بدبختون کے اس سے کراتے ہین سو جسطرح سے کہ مکان ہر شخص کا بہشت مین مقرر ہے یا دوزخ مین اسیطرح عمل بھی
نیک اور بد ہر شخص کے واسطے مقرر ہو رہے ہین پھر اس آیت کو آخر تک آپنے پڑھا کہ **فاما من اعطی واتقی** لیکن اس مقام پر پڑھنے سے اس آیت کے
معنے دوسرے طور سے سمجھے جاتے ہین یعنے اللہ تعالے کے علم مین تمہارے کام مختلف اور رنگارنگ ہین کیونکہ کسیکو بھلا اور کسی کو برا تقدیر مین لکھا ہے اور
اسی سرنوشت کے موافق ہر ایک سے بھلائی اور برائی دنیا مین ہوتی ہے تو مراد **اعطی وصدق بالحسنی** سے یہہ ہے کہ اللہ تعالے
کے علم مین یہ عمل اسکے مقدر ہین خواہ مخواہ کریگا اور مراد **فسنیسرہ للیسری** سے یہہ ہے کہ ان کامون کی توفیق دنیا مین ضرور پاویگا۔
حاصل کلام کا یہہ ہے کہ عملون کو جس مرتبے مین لحاظ کیجیے خواہ علم الہی مین خواہ دنیا کے پائے جانے مین ہر طرح سے ایک ثمرہ رکھتے ہین اسواسطے کہ
عمل خیر اور شر کے علم الہی مین مقدر ہین اور ثمرہ انکا حاصل ہونا توفیق کا ہے خیر مین اور حاصل ہونا خذلان اور رسوائی کا ہے شر مین دنیا کے پائے جانے
مین اسواسطے کہ دنیا سایہ ہے تقدیر کے عالم کا اور دنیا کی نسبت تقدیر کے عالم سے ایسی ہے جیسے ڈھلی ہوئی چیز کی نسبت اسکے سانچے سے ہوتی ہے کہ اس سانچے سے
وہ چیز کم اور زیادہ نہین ہو سکتی اور اگر انہی عملون کو صادر ہونے اور کرنیکے بعد ملاحظہ کیجیے تو انکا پہل جزا ہے آخرت کی اسواسطے کہ آخرت اس
کھیتی کے کاٹنے کا وقت ہے جو دنیا مین بو گئے تھے جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے ؎ از مکافات عمل غافل مشو ٭ گندم از گندم بروید جو ز جو ٭ اینچنین گفتہ است
پیر معنوی ٭ کای برادر ہر چہ کاری بدروی ٭ یعنے عمل کے بدلے سے غافل نہو گیہون بونے سے گیہون پیدا ہوتے ہین اور جو سے جو ایسا کہا ہے پیر معنوی نے
کہ ای بھائی جو کچھ بووگے وہی کاٹوگے اور جو اس مسئلہ مین اسبات کا شبہ ہے اگر نیکی اور بدی کی توفیق جناب الہی کی طرف سے ہے تو کسواسطے
سبکو توفیق نیکی کی نہین دیتے ہین اور بدی سے زبردستی کیون نہین روکتے ہین تا کہ سب آدمی آسانی کی اچھی راہ چلین اور کوئی شخص سختی اور
برائی نہ دیکھے تو اس شبہ کے جواب مین دو مقدمے ارشاد ہوتے ہین پہلا یہہ ہے کہ **ان علینا للہدی** بیشک ہمارے ذمے ہے راہ دکھلانا
اور پہنچانا نیکی یا بدی کی طرف اور اس ہدایت کو سبکے ساتھ مصروف کیا ہے ہمنے کئی طور سے پہلے تو حواس خمسہ ظاہری کہ سمع اور بصر اور شم اور ذوق
اور لمس ہین اور حواس خمسہ باطنی کہ حس مشترک اور خیال اور وہم اور حافظہ اور متصرفہ ہین اور قوت عقلیہ کہ جسکے سبب سے اچھائی اور برائی مین فرق اور تمیز
کرتے ہین ہر شخص کو دئے ہین پھر بعد اسکے رسولون کے بھیجنے سے اور کتابون کے اتارنے سے اور شریعتون اور حکمون کے بیان کرنیسے اور بہشت کی نعمتین اور دوزخ کی سختیان ذکر
کرنے سے اور مرشدون اور نصیحت کرنیوالون کو مقرر کرنے سے اور ہوشیاری اور سمجھ کے اسباب پیدا کرنے سے سبکو سیدھی اور ٹیڑھی راہ مین جدائی
اور فرق بتلا دیا ہمنے اب بعد ان سب باتون کے نیک راہ پر زبردستی چلانا اور بد راہ سے زور سے روکنا ہمارا ذمہ نہین ہے بلکہ ان دونون راہون
مین سے ایک راہ کو اختیار کرنا اور اسپر چلنا بنی آدم مکلف یعنے عاقل بالغ کے ارادے اور قصد پر وابستہ اور حوالہ کیا ہے ہمنے کہ ان دونون مین سے

جو چاہے اختیار کرے اور اگر ایسا نہو تو آزمایش اور اختیار ثابت نہووے اور فرمان بردار اور گنہگار مین کچھ فرق اور جدائی نرہے اس واسطے کہ اس صورت مین سیدی
راہ چلنے مین سب مجبور اور بے اختیار ہوجاتے اور نیکبخت کی بدبختی اور گمراہ پر کچھ زیادتی اور بہتری نہوتی بلکہ ہدایت اور گمراہی کے معنے بھی بوجھے جاتے
اور آدمی بھی آسمان اور ستارون اور ہوا اور خاک اور پانی اور آگ کی طرح چار اور ناچار قید اور بے بسی مین رہتا اور انسان کی پیدایش کے خاصے جو انکی جنسون
مین بالکل جدائی اور امتیاز سب مخلوقات سے چاہتے ہین سب معطل اور بیکار ہوجاتے اور کیا نہ کیا برابر ہوجاتا اور دوسرا مقدمہ یہہ ہے کہ وَاِنَّ
لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى اور بیشک ہمارے واسطے ہے اور ہمارے ہی تصرف مین ہے آخرت کا عالم اور دنیا کا عالم سو جو کوئی ہے آخرت
چاہتا ہے اسکو ہم آخرت دیتے ہین اور جو کوئی دنیا مانگتا ہے اسکو ہم دنیا دیتے ہین اور جو کوئی ان دونونکو طلب کرتا ہے تو ہم دونون دیکر اسکو سرفراز کرتے ہین اور
اگر سبکو زبردستی اور زور سے آخرت ہی کی راہ مین چلاتے تو دنیا کا کارخانہ خراب اور بیقدر ہوجاتا اور زیبایشین اور بناوٹین دنیا کی نیست اور نابود ہوتین اور
کوئی شخص دنیا کے حاصل کرنیکی خواہش نکرتا سو دونون جہان کے آباد کرنیکے واسطے خواہشین اور ارادے بنی آدم کے بہانت بہانت کے کئے ہین اور ہر شخص
کے دلمین محبت اور خواہش ایک کام کی جو کسی ایک کے دونون جہانون کی آبادی مین درکار اور مطلوب ہے ڈالی ہے اور نعم ما قیل یعنے کیا اچھی بات کہی ہے
کسی شاعر نے ؎ ہر کسیرا بہر کاری ساختند ۔ میل او را در دلش انداختند ۔ یعنے ہر کسیکو ایک کام کے لیئے پیدا کیا ہے اور اس کام کی رغبت اسکے دلمین ڈالدی ہے
اور جو فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى کی لفظ مین ان سختیون کا بیان جو بدکارونکو درپیش ہین مجمل یعنے گول گول مذکور ہوچکا تھا اب ان سختیون مین سے جو بہت سخت اور
بری ہے اسکو ذکر کرکے ڈراتے ہین فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى پھر ڈر سناتے ہین ہم تمکو بھڑکتی آگ سے جسکی لپٹ دو سو برس کی راہ
کافرونکو اپنے اندر کھینچ لیگی اور وہ آگ خاص ہے کافرون کے واسطے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے لَا يَصْلٰىهَآ اِلَّا الْاَشْقٰى نہ پہنچیگا اسمین مگر بڑا
بدبخت کہ وہ کافر ہے اب بیان پہچاننا چاہیئے کہ بدبختی کئی قسم کی ہوتی ہے کسی کو دنیا کے ظاہر کامون مین بدبخت کرتے ہین کہ بدن اسکا سخت بیماریون
مین گرفتار رہتا ہے اور ہر کسب اور دہندے مین مال پیدا کرنے سے محروم رہتا ہے یہانتک کہ آدمیون کی نظرون سے گر پڑتا ہے اور سب کے
نزدیک ذلیل اور بیقدر ہوجاتا ہے اور کسی کو آخرت کے کامون مین بدبخت اور بے نصیب کرتے ہین اور اسکے بہت مرتبے ہین کسی کو گناہ صغیرہ کے اصرار
پر اور عبادت مین سستی کرنے پر مبتلا کرتے ہین اور کسی کو گناہ کبیرہ کا مرتکب کرکے توبہ کی توفیق سے دور رکھتے ہین اور کسیکو شرک اور کفر مین کہ پچھلے
درجے کی بدبختی کے مرتبے ہین گرفتار کرتے ہین پھر جو دنیا کے کام ایک دن نیست اور نابود ہونیوالے ہین تو یہان کی بدبختی چندان اعتبار نہین رکھتی ہے
حقیقت مین بدبخت عند اللہ وہ شخص ہے جو آخرت کے کامون مین بدبخت ہے اسمین بھی دو قسم ہین ایک اس قسم کے بدبخت ہین کہ سختیون کے دیکھنے اور عذاب کے
چکھنے سے عالم برزخ مین اور حشر اور نشر کا ہول اور حساب و میزان کا رنج اور مشقت کھینچنے سے قیامت کے میدانمین اور انبیا اور اولیا کی شفاعت سے
انکی بدبختی بالکل جاتی رہیگی جیسے گنہگار صغیرہ پر اصرار کرنے والے اور کبیرہ کرکے بے توبہ مرنے والے اور دوسری قسم کے وہ بدبخت ہین جنکی بدبختی
ہرگز انسے جدا ہونیوالی نہین ہے جیسے کافر اور مشرک کہ کسی کی شفاعت انکے حق مین کام نہ آویگی اور قبول نہوگی سو جو پہلی قسم مین مبتلا ہین
وے شقی ہین اور جو دوسری قسم کے گرفتار ہین وے اشقی ہین اسواسطے اشقی کی تفسیر مین یہہ ارشاد ہوا اَلَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى یعنے سب
بدبختون سے بڑا بدبخت وہ ہے جسنے دین کو جھٹلایا اور اللہ تعالی کے حکم سے منہ کو موڑا اور یہہ تفسیر مطابق نہین ہوتی مگر کافر پر اسواسطے کہ مسلمان کتنا ہی بڑا
گناہ کرے لیکن دین کی تصدیق مین اسکی کچھ فرق نہین آتا یعنے دین اسلام کو ہرگز جھوٹا نہین جانتا اور اللہ تعالی کے حکم کی قبول کرنے سے کبھی منہ
نہین موڑتا یعنے یہہ نہین کہتا ہے کہ یہہ حکم جھوٹے ہین بلکہ یہی کہتا ہے کہ یے برحق ہین مگر نفس کی شامت سے مجھسے ہو نہین سکتے اب یہان باقی
رہا ایک سوال اور وہ سوال یہہ ہے کہ جب شقی سے مراد کافر ہوا تو آگ مین جانیکا انحصار کافر ہی کے واسطے ہونا اسکے کیا معنے ہونگے اسواسطے کہ
گنہگار ایماندار کا آگ مین جانا اسکے گناہ کی قدر ثابت ہے اسکا جواب یہہ ہے کہ پہلے بیان ہوچکا ہے کہ یہان وہ آگ مراد ہے جسکی لپٹ دو سو برس کی راہ
سے کافرونکو کھینچ لیگی اور یہہ آگ خاص ہے کافرون کے واسطے اور مومن گنہگار اگرچہ بقدر گناہ کے آگ مین رہیگا لیکن وہ آگ اور ہے یہہ آگ نہین ہے

جو کافرون کے واسطے خاص ہی تو اس صورت مین حصر درست ہوگیا اور بعضے مفسرون نے اس شبہ کے جواب مین ایسا کہا ہی جو کہ مسلمان گنہگار کا دوزخ مین جانا ہمیشہ
رہنے کی اور ادب دینے کے طور پر ہوگا تو گویا آگ مین جانا نہوا آگ مین جانا وہ ہی جسکے بعد کبھی نکلنا نہو ایسا جانا خاص ہی کافرون کیواسطے تو حصر سے ہمارا
کا داخل ہونا مراد ہی نہ مطلق داخل ہونا چنانچہ بولتے ہین کہ کوئی نہ لڑا مگر زید اور غنیمت نپائی مگر عمرو نے یعنے لڑنا جیسا چاہیئے ویسا کوئی نہ لڑا مگر زید اور غنیمت
کا مال بہت کسی نے نپایا مگر عمرو نے اور جو اگلی آیت مین سیجنبہا الاتقی کی لفظ وارد ہی حصر کا حرف نہ کوئی نہین ہی تو وہان یہ شبہ بہی نہین وارد ہوتا ہی
اور وہ جو بعضون نے کہا ہی کہ جب نارا تلظی کی لفظ سے خاص آگ مراد ہوئی جو کافرون کے نصیب ہی تو اس آگ سے دور رہنے مین سب ایماندار شریک ہین
خاص تقی کی تعریف بوجہی نکلی اسکے جواب مین ہم کہتے ہین کہ اس آگ سے دور رہنا بہی بہت طرحون سے ہوتا ہی سو انتہا دوری اتقی کے واسطے ہی اور دوسرے
مومنونکو وہ دوری حاصل نہین ہی اور یہہ بہی احتمال ہی کہ سیجنبہا کی ضمیر آگ مطلق کی طرف پہرتی ہو آگ مقید مذکور کے قرینے سے یعنے جب اس آگ کا جو
کافرون کے واسطے خاص ہی ذکر ہوا تو مطلق آگ بہی اسمین پائی گئی تو اس مطلق کی طرف ضمیر پہر سکتی ہی اور اس صورت مین متقیون کی تعریف بہی
نکل آئی یعنے اس آگ سے بالکل بچ جاوینگے **وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى** اور نزدیک ہی کہ دور رکہا جاویگا اس آگ سے جو بڑا متقی ہی اور اہل شرع
کی اصطلاح مین تقوی اسے کہتے ہین جو کفر سے اور گناہ کبیرہ اور صغیرہ سے بچا رہے اور اگر کبہی کوئی گناہ اس سے ہوجاوے تو اسی وقت نادم ہو توبہ اور
استغفار کرے تا کہ اس گناہ کا اثر اور نشان دل پر باقی نرہے اور گناہ دلمین گہر کرنے نپاوے اور اتقی کا مرتبہ اس سے بہی بڑہکر ہی یعنے شریعت
اور طریقت کے آداب کو بہی نچہوڑے اور گناہ کا خطرہ اور بری نیت کا خیال بہی دلمین نہ آنے دے اور اپنے ظاہر اور باطن کو ایکسان
رکہے سو یہہ باتین بہت نادر اور کمیاب ہین اللہ تعالی جسکو اپنے کرم اور فضل سے یہہ رتبہ نصیب کرے اسیکو ملتا ہی اور اس جگہہ اتقی سے
سب مفسرون کے نزدیک مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ ہین اور یہہ سورت انہین کی شان مین نازل ہوئی ہی جیسے اشقی سے
امیہ بن خلف مراد ہی کہ کفر کی شقاوت اور بدبختی کو بخل اور دوسرے گناہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی ایذا کے ساتہہ جمع کرکے اشقی کے
مرتبے کو پہنچا تہا اور اہل سنت اور جماعت نے حضرت ابوبکر صدیق رض کی خصلت اور بزرگی سب امت پر بعد پیغمبرون صلی اللہ علیہم وسلم کے سب تو نہین
سب مسلمانون سے علیحدہ ہونے مین نکالی ہی اور یہی آیت انکی دلیل ہی اور تقریر اس دلیل کی اسطرح پر ہی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کو حق تعالی
نے اتقی فرمایا ہی اور دوسری آیت مین فرمایا ہی کہ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ یعنے بیشک بڑا بزرگ تم مین سے اللہ تعالی کے نزدیک وہ ہی جو بڑا
متقی ہی تو ان دونون آیتونمین توفیق دینے سے ایسا ثابت ہوا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آدمیون مین بڑے بزرگ ہین اللہ تعالی کے نزدیک اور
یہی معنے ہین فضیلت کے اور تفضیلی لوگ کہتے ہین کہ یہان پر اتقی سے متقی مراد ہی نہ یہہ کہ جو سب سے زیادہ ہو تقوی مین وہ مراد ہو اسواسطے کہ حضرت
ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بلاشبہ کمتر تہے تو ان سب سے اتقی ہونا ثابت نہوا بلکہ یہہ لفظ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ
وسلم پر البتہ صادق ہوتی ہی اور جب اتقی تقی کے معنونمین ہوا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کا افضل ہونا سب امت پر ثابت نہوا اور اہل سنت انکے جواب مین
کہتے ہین کہ اتقی کو تقی کے معنونمین کہنا عربی لغت کے خلاف ہی اور اللہ تعالی کے کلام کو کہ ٹہیٹ عربی ہی ایسے معنون پر ڈہالنا جو عرب کے محاورے کے
خلاف ہو درست نہین ہی اور جو ضرورت کہ ان معنون کے مراد لینے مین بیان کرتے ہین وہ مردود ہی کیونکہ کلام دوسرے آدمیونمین نہ پیغمبرونمین ہی اسواسطے
کہ شریعت کے قاعدون سے معلوم ہوچکا ہی کہ سب پیغمبر بزرگی اور مرتبے مین اللہ تعالی کے نزدیک سب سے بڑے ہین پیغمبرونکو دوسرے آدمیون پر اور دوسرے آدمیونکو
پیغمبرون پر کسی امر مین قیاس نکیا چاہیئے اسواسطے کہ ایسے لفظون کے بولنے سے بزرگی اور بڑائی کے مقام پر عرف شرعی مین امت ہی مراد ہوتے ہین
پیغمبر ہرگز اس سے مراد نہین ہوتے اور عرف کی تخصیص فرکری تخصیص سے قوی ہوتی ہی جیسا کہ اگر کوئی شخص کہے کہ گیہون کی روٹی دوسری روٹیون سے اچہی ہوتی
ہی تو اس کلام سے یہہ نہ پوچہا جاویگا کہ بادام کی روٹی سے بہی بہتر ہوتی ہی باوجود اسبات کے کہ بادام کی بہی روٹی ہوتی ہی لیکن وہ اس کلام سے عرف
مین خارج ہی اسواسطے کہ اس کلام کے بولنے سے وہ روٹی مراد ہی جو غلہ سے ہو نہ وہ روٹی جو میوے سے بنی ہو اور بعضے اہل سنت اور جماعت کے

ف متقیون کی تعریف

ف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا بیان

ف تفضیلیہ کے شبہ کا جواب اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے افضل ہونے کا ثبوت

بزرگون سے سُنا گیا ہی کہ فرماتے تھے کہ اتقی یہان اپنے اصلی معنی تفضیل پر ہی یعنے وہ شخص کہ تقوی مین زیادہ ہو اپنے سوا کُل پر خواہ پیغمبر ہون خواہ اُمت لیکن
یہہ خاص اُن لوگون کی نسبت سے ہی جو زندہ ہین تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آخر عمر مین بعد رحلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپکی خلافت کا زمانہ تھا
اس کلمے کے مصداق ہو سکتے ہین یعنے اتقی کا لفظ اُسوقت اُنپر صادق آتا ہی اور حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام جو زمین پر نہین ہین بلکہ آسمان
مین تو دنیا والون کے نزدیک مُردے کا حکم رکھتے ہین اور اتقی کو یہہ لازم نہین ہی کہ ہر وقت اور ہر شخص کی نسبت سے زندہ ہو یا مُردہ تقوی مین زیادہ ہو اور اگر
ایسا ہو تو کسیکو متقی کہنا بہی درست نہو اسواسطے کہ لڑکپن مین تقوی ہو نہین سکتا ہی اور ہر منصب اور ہر مرتبے کو جو شرع مین مجوز ہین اُن سبمین
آخر عمر کا اعتبار ہی جیسے صالح ہونا یا غوث ہونا یا قطب ہونا یا ولی ہونا یا نبی ہونا اسیواسطے جو شخص کہ اپنی عمر مین اِن مرتبونکو پہنچے ہین اُنکو بہی نہین القاب
سے ذکر کرتے ہین اگرچہ لڑکپن مین اور جوانی مین انکو یہہ مرتبہ حاصل نہوا تہا تو معلوم ہوا کہ اتقی اُسیکو کہتے ہین جو اپنی آخر عمر مین کہ وہی علوم کے اعتبار کا وقت ہی
اپنے زمانیکے لوگون سے جو زندہ ہین افضل ہو اور تقوی مین زیادہ ولیکن اس تقریر سے اپنا مطلب ثابت ہوا بغیر تکلف اور تاویل کے اور جو دوزخ کی آگ سے
دور رکہنے مین ابوبکر کو اتقی فرمایا ہی تو اسکے عمل انکے جو اس سورے کے اترنیکے وقت درگاہ الٰہی مین مقبول ہو چکے تہے یاد فرماتے ہین کہ **الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ** یعنے وہ تقوی والا اور ڈرنیوالا کہ اپنے مال کو دیتا ہی اللہ کی راہ مین چنانچہ بلال سے شخص کو اور سوائے اُسکے دوسرے غلام اور لونڈیون
کو کہ اسلام لائے تہے اور اس اسلام لانیکے سبب سے انکے مالک انکو ایذا دیتے تہے اور طرح طرح کی تکلیفین پہنچاتے تہے اِن سبکو اُن کافرون سے مول لیکر
آزاد کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کام مین اور ہجرت کے سفر کے سامان مین اور مسجد نبوی کی زمین کے خرید کرنے مین اپنے مال کو خرچ کیا اور غرض
اُسکی اُس مال کے خرچ کرنے سے یہہ تہی کہ **يَتَزَكَّىٰ** کہ اپنے تئین پاک کرے اور وہ مدام مال کے دینے مین اس نیت سے ترقی کرتا ہی اور اسکا کمال ننہے پودے
کی طرح سے کہ پانی اور ہوا کے پہنچنے سے بڑہتا ہی روز بروز زیادہ ہوتا جاتا ہی اسواسطے کہ زکوۃ کی لفظ مین دو معنے پائے جاتے ہین ایک طہارت اور دوسرے
زیادتی اور یہہ دونون باتین اسکو حاصل ہین **وَمَا لِأَحَدٍ عِندَهُ مِن نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰ** اور نہین ہی اُسپر کسیکا احسان کہ اس مال کے
دینے سے اسکا عوض اور بدلا کیا جاوے ہرچند کہ مال کا دینا احسان اور سلوک کے بدلے مین بہی نیک ہی لیکن جو اُسمین اپنا نام بہی منظور ہوتا ہی تو کمال اخلاص
کے مرتبے کو نہین پہنچتا ہی اور حدیث صحیح مین وارد ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ کسیکا سلوک اور احسان مجہپر ایسا نہین ہی جسکا عوض اور
بدلا دنیا مین مین نے اُسکے ساتہ نکیا ہو سوائے ابوبکر کے کہ اُسکے احسان اور سلوک کا عوض مینے نہین کیا اسکا عوض اللہ تعالی اسکو قیامت کے
دن عنایت فرماویگا اسی جگہہ سے تو آپکے اندازہ اور مرتبہ کا کمال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بوجہا چاہیئے کہ کسقدر ہی **ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ**
مَن يَشَاءُ اسپر بہی اگر کسیکو انکے مرتبہ مین شک وشبہ باقی رہے تو یہہ سمجہے کہ ایمان کے آفتاب کا پرتو بلکہ پرچھاوان بہی اُسکے دلپر نہین پڑا ہے ۵ گر نبیند بروز شپرہ چشم
چشمہ آفتاب را چہ گناہ ۵ اور دوسری صحیح حدیث مین آیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی دن پہلے اپنی وفات سے خطبہ پڑہا اور اُسمین تعریف حضرت ابوبکر
صدیق رضی اللہ عنہ کی بہت ارشاد فرمائی اُسمین سے یہہ بہی فرمایا کہ کسی کا احسان مال کا اور سلوک اور حق الخدمت بدن کا اور جان کا مجہپر اس قدر نہین
ہی جس قدر ابوبکر کا ہی اپنی بیٹی میرے نکاح مین دی اور مجہسے مہر نہ لیا اور بلال کو اپنے خالص مال سے مول لیکر آزاد کیا اور مکے
سے مدینے کو ہجرت کے سفر مین سب اسباب زاد اور راحلہ کا درست کرکے مجہکو پہنچایا اور اپنی جان اور مال سے ہمیشہ میری
غمخواری کرتا رہا سو اب سب کے دروازے مسجد کی طرف سے بند کر دو سوائے ابوبکر کے دروازے کے کہ اسکو کہلا رہنے دو
اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کمال کا مرتبہ اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ علام الغیوب خود آنکے اخلاص پر گواہی دیتا ہی
اور اپنے کلام پاک مین فرماتا ہے کہ وہ یہہ کام نہین کرتا **إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ** مگر واسطے
چاہنے رضامندی اپنے پروردگار کے جو سب بڑون سے بڑا اور بزرگ ہی اور کسی طرح کی نفسانیت اس خرچ کرنے مین
اسکو منظور نہین ہی بلکہ ثواب کا لالچ اور عذاب سے دوری بہی اس دینے مین اسے مقصود نہین ہی چنانچہ حدیث صحیح مین آیا ہی کہ جسے

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایسے غلاموں اور لونڈیوں کو جو اسلام لائے تھے بڑی بڑی قیمتوں سے خرید کرکے آزاد کیا ابو قحافہ جو آپ کے باپ تھے اس بات پر نصیحت کرنا
شروع کیا کہ اگر تمکو لونڈی غلاموں کا آزاد کرنا ہی منظور تھا تو ایسے چست اور چالاک جو سب کام کے قابل ہوتے اور تمہارے ہر کام میں مدد کرتے انکو
لیکر آزاد کیا ہوتا تو کچھہ فائدہ بھی تھا ایسے لونڈی غلاموں کو جو کسی کام کے نہیں ہیں مول لیکر آزاد کرنا اور پھر آزاد کرنے کے بعد انکے کھانے کپڑے کا بھی
ذمہ دار ہونا اس سے کیا فائدہ ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کے جواب میں یہی کہا کہ اس کام سے مجھکو صرف اللہ تعالی کی رضامندی
منظور ہے اسکے سوائے کوئی دوسری چیز منظور نہیں ہے اور جامع عبد الرزاق میں صحیح طریق سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی کا مال
مسلمانوں میں سے میرے ایسا کام نہیں آیا جیسا ابوبکر کا مال میری ضرورت پر کام آیا راوی کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر رضی اللہ عنہ کے
مال کو اسطرح سے صرف کرتے تھے جیسے کوئی اپنا مال خرچ کرتا ہے اور کسی طرح کی جدائی اور فرق اپنے اور ابوبکر کے مال میں نہیں جانتے تھے،
اور ابن ماجہ کی سنن میں مذکور ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی کے مال سے مجھکو اسقدر نفع نہیں ہوا جسقدر ابوبکر کے مال سے
مجھکو نفع ہوا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وہان پر حاضر تھے گریہ و زاری کرکے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں بھی آپکا ہوں اور میرا مال بھی آپکا ہے
اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس قصے کو روایت کیا ہے اور بڑے کمال کے مرتبے پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی یہہ بات دلالت کرتی
ہے کہ حق تعالی نے جسطرح سے اپنے پیغمبر کی دلجوئی اور خاطرداری کیواسطے والضحی کی سورۃ میں وعدہ فرمایا ہے کہ **ولسوف یعطیک ربک فترضی**
اسی طرح سے اس سورۃ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے واسطے وعدہ فرمایا ہے کہ **وَلَسَوْفَ يَرْضٰى** اور یقین ہے کہ
ابوبکر راضی ہوگا حق تعالی سے یا حق تعالی جل شانہ ابوبکر سے راضی ہوگا اسواسطے کہ **یرضی** میں جو ضمیر ہے وہ دو احتمال رکھتی ہے ایک
احتمال یہہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف پھرے دوسرا احتمال یہہ ہے کہ حق تعالی کی طرف پھرے لیکن دونوں صورتوں میں اپنا
مطلب حاصل ہے **ولنعم ماقیل** یعنے کیا اچھی بات کہی ہے کسی شاعر نے ؎ بخت اگر مدد کند دامنش آورم بکف، گر بکشم زہی طرب ور بکشد زہی شرف
یعنے اگر اپنے نصیب کی مدد سے معشوق کا دامن ہاتھہ میں آوے پھر اگر میں اسکو کھینچوں تو زہے نصیب میرے اور اگر وہ کھینچے تو زہے بزرگی اپنی اور حضرت
جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ کہا ہے انہوں نے کہ میں اور بہت سے مہاجر اور انصار ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے کے پاس حاضر تھے اور لوگوں کی فضیلت
اور بزرگیاں آپس میں بیان کر رہے تھے کہ فلانا اس رتبہ کا ہے اور فلانا اس رتبہ کا اور اسی گفتگو میں آوازیں ہماری بلند ہوئیں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم
دولتخانہ مبارک سے تشریف باہر لائے اور ہم لوگوں کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ کس شغل میں مشغول ہو ہمنے عرض کیا کہ بعضے لوگوں کی بزرگیاں
بیان کرتے ہیں تب آپنے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ اگر اسطرح کا ذکر ہے تو خبردار ابوبکر پر کسی کو بزرگ مت جانیو اسواسطے کہ وہ افضل ہے
تم سب کا دنیا اور آخرت میں اور ابو درداء سے دار قطنی میں صحیح سند سے روایت آئی ہے کہ کہا ابو درداء نے ایک روز میں آگے آگے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
کے رستے میں جاتا تھا کہ یکایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رستے میں مل گئے اور فرمایا کہ کیا تو اس شخص کے آگے آگے چلتا ہے جو دنیا اور آخرت میں تجھسے
بہتر ہے قسم ہے خدا کی کہ آفتاب طلوع اور غروب نہیں کیا ہے کسی پر بعد انبیا اور مرسلین کے کہ وہ بہتر ہو ابوبکر سے اور ابن السمان کتاب الموافقہ میں حضرت
امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے صحیح سند سے روایت کرتا ہے کہ وہ اپنے والد بزرگوار امام باقر سے اور وہ اپنے والد بزرگوار امام زین العابدین سے اور وے
اپنے والد ماجد جناب سید الشہدا حضرت امام حسین سے اور وہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالی عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ فرماتے تھے
کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آفتاب طلوع اور غروب نہیں کیا ہے کسی پر بعد پیغمبروں اور رسولوں کے کہ بہتر ہو ابوبکر سے اور حافظ بغدادی کا
خطیب جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے کہ میں ایکدن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپنے ارشاد فرمایا کہ اسوقت ایک شخص ایسا
آتا ہے کہ حق تعالی نے میرے بعد اس سے بہتر کسیکو پیدا نہیں کیا اور اسکی شفاعت قیامت کے پیغمبروں کی شفاعت کے مانند ہوگی جابر کہتے ہیں کہ کچھہ دیر نگذری تھی
کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور انکی پیشانی پر بوسہ دیا اور بغل گیر ہوکر ایک ساعت انس حاصل کی اس بات سے

معلوم ہوا اسیطرح سے رضامندی حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کی شفاعت مین منحصر ہے اسیطرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بہی رضامندی اُمت کی شفاعت مین ہے اسواسطے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رضا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا مین فانی تہی اور بس واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

سورۃ الضحی

والضحی کی صورت کی ہے اسمین گیارہ آیتین اور چالیس کلمے اور ایک سو بانوے[۱۹۲] حرف ہین اور اسکو سورۂ والضحی اسواسطے کہتے ہین کہ اس سورت مین اول قسم ضحی کی کہائی ہے اور ضحی کے معنے دن چڑہے کا وقت اور آفتاب بلند ہونیکا وقت ہے اور اُسوقت کا ہر روز مین رات کے اندہیرے کے بعد آنا وحی بار بار آنیکی دلیل ہے اور اس سورت کے نازل ہونیسے یہی مقصود ہے کہ وحی اکثر اوقات آیا کریگا اسواسطے کہ اُسکے نازل ہونے کا سبب ایسا کہتے ہین کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ مین اسلام کی دعوت شروع کی اور لوگون کو مسلمانی کی راہ پر بلانے لگے تب مکے والون نے مدینے کے یہودیون کے پاس آدمی بہیجے کہ ہم مین سے ایک شخص ایسا پیدا ہوا ہے جو نبوت اور پیغمبری کا دعوی کرتا ہے اُسکے دعوی کی سچائی آزمانے کے واسطے کچھہ نشانی بتلاؤ کہ تم اہل کتاب ہو اور پیغمبرون کی نشانیون سے خوب واقف ہو تاکہ اُس نشانی سے ہم اُسے امتحان کرین یہودیون نے کہا کہ تم اُس سے تین چیزین پوچہو سکندر ذوالقرنین کا احوال اور اصحاب کہف کا قصہ اور روح کی حقیقت مکے کے کافرون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اُن تین چیزونکا سوال کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ مین ان تینون چیزون کی خبر تمکو کل دونگا اور اسوقت انشاء اللہ تعالی کہنا آپ کی زبان مبارک پر نہ آیا تو کئی دن تک وحی کا آنا بند رہا بعضے کہتے ہین دس دن تک اور بعضے پندرہ دن تک اور بعضون نے اس سے بہی زیادہ کہا ہے یعنے چالیس دن تک وحی نہ آئی اس سبب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا غم ہوا دشمن اسکی خوشی سے طعنے اور بدگوئی کرنے لگے یہان تک کہ ابولہب سر مجلس کہتا تہا کہ ان محمدا ودعہ ربہ وقلی یعنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اُسکے خدا نے چہوڑدیا اور ناخوش ہوا اور ابولہب کی جورو نے جو ایک غیور دلبری بے شرمی اور بہتی ٹہٹہولی سے کہ عورتون کی طبیعت مین ہوتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور شریف مین اگر بولی کہ میا آدمی شیطانک الا قد ترکک یعنے تیرا شیطان جو تیرے پاس آتا تہا تجہکو چہوڑکر چلا گیا ایسی وحشتناک باتون سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ غم ہوا اور بی بی خدیجہ کبری رضی اللہ عنہ کے پاس جاکر یہہ بات کہنے لگے اُسی حالت مین یہہ سورت نازل ہوئی اور اُسکے شروع مین دن رات کا آنا جانا اور عالم مین روشنی اندہیری کے ہیر پہیر پانے کا بیان فرمایا تا اس امر کو سمجہین کہ دنیا کی چال ڈہال ایک حال پر نہین کبہی روز روشن سارے جہان کو روشن کرتا ہے اور کبہی اندہیری رات اندہیرا کر دیتی ہے جیسا نور ہمیشہ قیام نہین کرتا ویسا اندہیرا بہی سدا نہین ٹہیرتا اندہیرے کے بعد اُجالا آتا ہی اور اُجالے کی بعد اندہیرا ہوجاتا ہی اسی موجب وحی کا آنا اور اُسکا بند ہونا سمجہا چاہیئے اگر کئی روز آنا بند ہوجاوے تو دلتنگ نہوا چاہیئے کہ اسمین بہی حکمتین ہین جسطرح رات کے آنیمین حکمتین ہین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَالضُّحٰی قسم کہاتا ہون مین ضحی کے وقت کی یعنے پہر دن چڑہے کی کہ آفتاب بلند ہونیکا اور اسکی بادشاہی ظاہر ہونیکا وقت ہے اس لیے کہ آفتاب دن رات مین دو چالین چلتا ہے ایک چال چڑہنے کی کہ آدہی رات ہونیسے شروع ہوتی ہی اور دوپہر دن تک رہتی ہی اور یہہ ضحی کا وقت آفتاب کی اُس پہلی چال کی انتہا کا وقت ہے تو یہہ وقت نزول وحی کے وقت سے کہ ربانی اور امکانی حقیقتون کے پورے ظاہر ہونے کا وقت ہے نہایت مشابہت رکہتا ہے اور یہہ وقت اور بہی خصوصیتین رکہتا ہے ایک یہہ کہ روزی کی تلاش کا اور علم و ہنر حاصل کرنے کا اکثر یہی وقت ہے دوسرے یہہ کہ یہہ وقت فرض نماز سے خالی ہے اور نفلی عبادت کے واسطے فراغت تیسرے یہہ کہ اسیوقت مین خدا تعالی نے موسی علیہ السلام کے ساتہہ کلام کیا تہا چوتہے یہہ کہ اسیوقت مین فرعون کے جادوگر موسی علیہ السلام کا معجزہ دیکہکر ایمان لائے تہے اور سجدہ کیا پس یہہ وقت نور حق کے کمال ظاہر ہونے کا وقت ہے باطل کے اندہیرے پر کہ اسکا اثر اگلی اُمتون پر ہوگیا تہا پانچوین یہہ کہ ضحی کی نماز جسکی ادنی چار رکعتین اور اعلی بارہ رکعتین ہین اور اوس نماز کی بہت سی فضیلتین ہین

جو حدیث شریف مین آئی ہی اسیوقت مین مقرر ہی اور تجربہ والون نے کہا ہی کہ جو فقر و فاقے سے ڈرتا ہو تو اُسے چاہیے کہ ضحی کی نماز پڑہا کرے اور جو قبر کے اندہیرے سے ڈرتا ہو تو
چاہیے کہ تہجد کی نماز پڑہتا رہے اور مشایخون نے اوراد مین مقرر کیا ہی کہ ضحی کی نماز کی چار رکعتون مین یہی چار سورتین سورۂ والشمس اور سورۂ واللیل اور سورۂ والضحی
اور سورۂ الم نشرح پڑہتے ہین **وَالَّیۡلِ اِذَا سَجٰی** یعنے مین سوگند کہاتا ہون رات کی اُسوقت کہ اپنی اندہیری سے چیزونکو خلائق کی نظرون سے
ڈہانک لیوے اور ڈہانک لینا رات کا جبہی ہی کہ اُس رات مین چاند اور مشعل و شمع اور چراغ کی روشنی نہووے اس طور کی رات جاہلیت کے زمانے کا نمونہ ہی اور
ضحی کا وقت کہ نور کے کمال کا وقت ہی سو وحی کے نازل ہونیکے وقت کا نمونہ ہی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے بعد وحی منقطع ہو
گئی اور اُنکے خلفای راشدین رضی اللہ عنہم کے باقی رہنے سے گویا کہ رات آئی لیکن ایسی رات کہ اُس رات مین شروع سے آخر تک چاند کی چاندنی موجود
اور جیسا کہ چاند آفتاب کا خلیفہ ہی کہ اُسکی روشنی اپنی ذات مین ہمیشہ عالم کے روشن کرنیکو آفتاب کی جگہہ پر بیٹہا ہی ویسا ہی خلفاے راشدین رضی اللہ
عنہم نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ مبارک سے نور حاصل کرکے عالم کو اپنے نور سے روشن کیا ہی اور خلافت کا زمانہ گذر جانیکے بعد رات کی
اندہیری نے ہجوم کیا اور طالبان حق کے ہر گروہ اپنی مقدور پر چراغ اور شمع اور مشعل سے مدد لیکر اپنا کام چلاتے ہین اور اُس اندہیرے کو دفع کرتے ہین یہی
سبب ہی کہ مجتہدونکے مذہب اور اولیا اللہ کے طریقے اُس نور کا فیض پہنچانے مین قسم قسم اور جدا جدا ہوئے ہین پس ضحی کا وقت گویا قلب محمدی صلی اللہ علیہ وسلم
پر نور آلہی کی تجلی ہونے کا وقت ہی اور رات ظلمت بشری کی مانند یعنے انسانی کساقت اور میل کی مانند ہی جو تن من پر غلبہ اور ہجوم کرکے
ہر چیز کو نگاہ سے چہپا دیتی ہی اور یہان ایک بحث یہہ ہی کہ سورۂ واللیل مین اول رات کی قسم کہائی ہی بعد اُسکے دن کی اور سورۂ والضحی مین
برخلاف اُسکے فرمایا یعنے پہلے ضحی کی قسم کہائی ہی کہ روز ہی اُسکے بعد رات کی اُسکا کیا سبب ہی مفسرون نے یون فرمایا ہی کہ اللہ تعالی نے
رات کو بہی ایک طرح کی فضیلت اور شرافت سے خصوصیت بخشی ہی کہ راحت اور آرام اور سکون اور خواب اور پردہ پوشی کا سبب ہی علی ہذا القیاس
دن کو بہی ایک طور کی بندگی اور کرامت سے مخصوص فرمایا ہے کہ وہ معیشت کے کاروبار کی درستی کا ایک دوسرے کی ملاقات کا آمد و رفت کی آسانی کا اور
دوسرے بہت سے کامونکا باعث ہی اس لیے قسم کہانے مین کبہی رات کو دن پر اور کبہی دنکو رات پر مقدم کیا ہی تا کہ مقدم ہونیکی بزرگی سے دونون
بہرہ مند ہووین اور یہان سے معلوم ہوا کہ جو اسطوسی نے دن رات کے مناظرے اور جہگڑے کی بیتون مین کہا ہی کہ اللہ تعالی نے قسم مین رات کے ذکر کو
پہلے ذکر کیا ہی سو یہہ اُسکا کہنا سورۂ واللیل سے غافل رہنے کے سبب سے ہی اسواسطے کہ سورۂ واللیل کی شروع مین رات کی قسم ہی اور اسطوسی کی وہ
ساری بیتین جو فارسی بولی مین ہین سو یہے ہین **نظم** بشنو از بحث کہ با شب می رفت روز ہم ❊ سرگذشتیکہ ز دل دور کند شدت غم ❊ ہر دو را خاست جدل از سبب بیشی
فضل ❊ در میان رفت تفاخر او ان سخن از مدحت و ذم ❊ گفت شب فضل من از روز فزون آمد زانکہ ❊ روز را کرد شب باز خداوند قدم ❊ نزد یزدان پرستیدن شب
عابد و ساجد و عابد شب راست فزون قدر و قیم ❊ قوم را شد مناجات شب بہر کلیم ❊ ہم بشب گشت جدا لوط ز بیداد و ستم ❊ قمر چرخ نبی شب کرد محمد بدو نیم ❊
معراج بشب رفت ہم از بیت حرم ❊ ہست در روز شدہ اوقات کہ منع ست نماز ❊ و نماز ہمہ شب تحرمی بود دو اہم ❊ آسمان از تو بود ہیچ یکی فرش کبود ❊ و زمن آرا
بر شش یکی باغ ارم ❊ ہر مہ و سال عرب عدد از ماہ من ست ❊ نیز پیدا من ست ز پر جبریل قدم ❊ روز کہ این قصہ شنیدہ شدہ آشفتہ و گفت ❊ خامشی کن چہ درائی بسخن
بس محکم ❊ روز را عیب بطعنہ چہ کنی کایزد عرش ❊ روز را پیش ز تو کرد ستایش بقسم ❊ روزہ بر خلق کہ دارند بروز ست ہمہ ❊ حجم حج بروز ست ہم از بیت حرم ❊
روز خواہد کہ بود خاستن خلق بحشر ❊ روز بد بیز و چو د ہمہ مردم ز عدم ❊ روی آفاق ز من خوب نما ید ز تو زشت ❊ دیدۂ خلق ز من نور فزاید ز تو نم ❊ مر مرا گوہر اسلام
و ترا گوہر کفر ❊ مر مرا جامۂ شادی و ترا جامۂ غم ❊ سپہ و خیل نجوم تو چہ باشند کہ پاک ❊ بگریزند چو خورشید من افراخت علم ❊ گر ز ماہ تو شناسند مہ و سال عرب ❊
تو آفتاب من دانند مہ و سال عجم ❊ ماہ تو از ضو خورشید من افزاید نور ❊ از پی خدمت خورشید کند پشت بخم ❊ از فریضۂ نماز ست بروز دو و لشب ❊ زان نماز
تو کم آمد ز من ہستی کم ❊ اب آگے ہم اسبات پر کہ کس واسطے سورۂ واللیل کو رات کی قسم مقدم لانے سے خاص کیا اور سورۂ والضحی کو کس سبب اُس
کے سبب سے یعنے ضحی کی قسم اول مین لانے سے مخصوص فرمایا اسمین بہید ہی کہ واللیل کی سورت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان مین ہی

اور انکو نور اسلام کے اول کفر کی تاریکی لاحق تھی اور یہہ والضحی کی سورت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین ہی اور انکو ابتدا سے عصمت کا نور
حاصل تہا اس لیئے والضحی کی سورت کو روز کے ذکر سے شروع کیا اور نور ایمان کی مانند ہی اور اس جگہہ ایک لطیفہ اور ہی کہ اگر شروع مین رات کو ذکر
کرین کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مناسب ہی پہر اس سے اوپر چڑہین تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملین کہ دن کی مانند ہین جیسا کہ رات کے بعد دن آتا ہی
اور اگر روز کو شروع مین ذکر کرین کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہی بعد ازان اُترین بلا فاصلہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پاوین کہ رات کی مانند ہین کیونکہ
روز کے پیچھے بلا فاصلہ رات آتی ہی اور اس لطیفے سے ان دونون بزرگوارون کی رفاقت ایک تن ایک من کی بہت اچھی طرح سے جلوہ گر ہوتی ہی
چنانچہ اس رفاقت کا اثر غار کے قصے سے اور ایک جگہہ مدفون ہونے سے اور دوسری صحبتون سے ظاہر ہوا ہی حاصل کلام اس سورت کے شروع مین دن
اور رات کی قسم آئی ہی سو گویا اسمین یہہ اشارہ ہی کہ ہم کبھی دن کی ساعتین گھٹاتے ہین اور رات کی ساعتین بڑہاتے ہین اور کبھی اسکے برعکس یعنے دن کی گہڑیان
زیادہ کرتے ہین اور رات کی گہڑیان کم کرتے ہین اور یہہ گہٹانا بڑہانا کم زیادہ کرنا کچھہ محبت اور عداوت کی راہ سے نہین ہی بلکہ حکمت کے طور سے ہی اسیطرح رسالت
اور وحی نازل ہونیکے مقدمے کو سمجھا چاہیئے کہ کبھی حبس ہی یعنے بند اور کبھی فیضان یعنے جاری اور یہان ایک لطیفہ یہہ ہی کہ جب کافرون نے رسول اکرم صلی اللہ
علیہ وآلہ وصحبہ وسلم پر بہتان کیا کہ تجھکو تیرے پروردگار نے چہوڑ دیا اور رخصت کیا اور وحی نہوئے تب وحی پر شاہد لانا اور منکر پر قسم کہانا ضرور پڑا تو پہلے انکو کہا
کہ تم اس دعوے کے شاہد لاو جب شاہد لانے سے عاجز ہوئے تب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کو قسم کہانا لازم ہوا تو دن اور رات کی قسم کہا کر انکے
دعوے کا انکار کیا اور اس قسم مین اشارہ ہی کہ دن رات بھی بڑہنے اور گہٹنے سے نہین بچتے تجھکو کہان سے طمع رکہنی چاہیئے جو خلق کی زبان سے بچے اور یہہ بھی ہی
کہ رات تنہائی اور وحشت کا وقت ہی اور دن ملنے جلنے اور کام دہندے کا وقت ہی بس گویا ایسا فرمایا کہ خوش ہو کہ وحی بند ہونیکی وحشت کے بعد تجھے فرحت
کے ساتھ ملنا جلنا میسر ہوگا اور یہہ بھی ہی کہ دن عیش و عشرت کا وقت ہی اور رات کلفت اور وحشت کا وقت اور دن سے ضحی کا وقت پسند کیا اور اسکی قسم کہائی اور
رات کی قسم کہانے مین ساری رات لایا اسمین اسبات کا اشارہ ہی کہ دنیا کے غم اسکی خوشی سے بہت زیادہ ہین اور بعضے مفسرون نے یون کہا ہی کہ ضحی سے مراد
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا دن ہی اور لیل سے مراد معراج کی رات اور بعضے کہتے ہین کہ ضحی مراد رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کا چہرہ مبارک ہی
اور لیل سے مراد آنسرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کہ سیاہی مین رات کی مانند ہین اور بعضے کہتے ہین کہ ضحے سے مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا دن ہی
اور لیل سے مراد آنسرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت مین مشغول ہونیکی رات اور بعضے کہتے ہین ضحی سے مراد اُس عالم کا نور ہی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
دیا تہا اور اسکے سبب سے عالم غیب کے اسرار روشن اور منکشف ہوئے اور لیل سے مراد عفو اور بخشش کا خلق ہی جس سے آپکے عیبون کو ڈہانک لیا
اور بعضے کہتے ہین کہ ضحی سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہری احوال ہی جو خلق اللہ اس سے آگاہ ہوئی اور لیل سے مراد انکا باطنی احوال کہ
حق تعالی کے سوا کسی کو اسکی خبر نہین اور بعضے کہتے ہین کہ ضحی سے مراد اسلام کا اقبال ہی اور اسلام کے غریب اور سست ہونے کا زمانہ
چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہی اِنَّ الاسلام سیعود غریبا یعنے تحقیق اسلام نزدیک ہی کہ غریب اور سست ہو جائیگا اور بعضے کہتے ہین
کہ ضحی سے مراد زندگانی کا وقت ہی اور لیل سے مراد قبر مین جانے کا وقت اور یہ سب باتین ہو سکتی ہین مَا وَدَّعَكَ
رَبُّكَ وَمَا قَلٰى یعنے تیرے پروردگار نے تجھکو جدا نکیا اور ناخوش نرکہا یعنے وحی بند ہونیکی مدت جو دراز ہوئی سو اسواسطے نہین کہ
اللہ تعالی کی تربیت کرنے مین کچھہ قصور ہی یا تمہارے کمال کی صفاتون مین کچھہ نقصان اور فتور بلکہ کسی حکمت کے واسطے ہی اور عنقریب پہر
وحی کا آنا ہوگا جیسے دن جلدی سے رات کے بعد پہر آتا ہی اگر بعضے اوقات بشریت کے اندہیرے کے آجانے کے باعث
وحی کا بند ہونا نمود ہو تو کچھہ اندیشہ نکر آخر نور حق کا غالب آویگا اور ظلمت بشریت کو بالکل مٹا دیویگا اور وصال بے فراق حاصل ہوویگا
چنانچہ فرماتے ہین وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُولٰى اور بیشک پچھلی ہر حالت
بہتر ہی تیرے واسطے اگلی حالت سے یہانتک کہ تیری بشریت اصلا نرہیگی اور نور حق کا غلبہ ہمیشہ تجھپر رہا کرے گا اور اگر آخرت کو

بعد الموت کے احوال پر خیال کرین تو بہی بجا ہے آخرت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سرداری کا مرتبہ اور آنکی طرف سارے عالم کا رجوع لانا اور انکی
ذات کے چشمے سے بخشش اور فیض الہی کا جاری ہونا نہایت زور شور اور موج مین ہوگا یہان تک کہ قیامت کے دن سب اگلے پچھلے لوگ انکی شفاعت
کے محتاج ہونگے اور انکے جھنڈے کے تلے چھاؤن مین آرام پاوینگے اور انکے حوض کوثر کے پانی سے سیراب ہونگے اور مراتب اور مکانات بانٹ دینا
انہین سے ہوگا یعنے جسکو جس لایق دیکھین گے ویسے اسکو مرتبے اور منزلین تقسیم کردینگے اور ذلک کے لفظ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی تسلی ہے یعنے
کہان ہوسکتا ہے کہ جس خاوند نے تمکو اس مرتبے سے پرورش کیا ہو اور اچھی طرح بطرح کی تربیتین تمہارے حق مین عنایت فرمائی ہون اس حد تک کہ اپنے نور کی
تجلی بے واسطہ اور بے وسیلہ کسی مرشد اور پیغمبر کے تمہاری مبارک روح پر نازل کی ہو وہ تمکو چھوڑے اور جدا کرے یہہ بات مجازی خاوندون سے بہی بعید ہے
چنانچہ مشہور ہے کہ اپنے نوازے اور سرفراز کیے ہوئے کو گرانا نہ چاہیئے تو اس حقیقی خاوند کی کیا بات کہ جو ہر چیز کے پیدا ہونیکے پیشتر اسکے حوصلے اور اسکے
عمل سمجہہ بوجہکر ہر ایک کو کسی مرتبے اور منصب سے ممتاز اور مخصوص کرتا ہے اور بے شک کیا خوب کہا ہوا ہے **رباعی** چون بعلم ازل مرا دیدی ٭ دیدی
انکہ بعیب بگزیدی ٭ من بعیب آن و تو بعلم همان ٭ رد مکن آنچہ خود پسندیدی ٭ ترجمہ جبکہ تو نے مجھے علم ازل سے دیکھا ٭ دیکھا اور عیب کے ساتھ مجہکو
برگزیدہ کیا ٭ مین ہون وہ عیب سے اور علم سے ہے تو بہی وہی ٭ رد مکر تو نے جو کچہہ آپ پسندیدہ کیا ٭ یہان سمجہا چاہیئے کہ جب کوئی صاحب مہربان قدردان اپنے
نوکرون سے ایک نوکر کو کسی خدمت پر مامور اور مقرر کرتا ہے اور وہ نوکر بڑی کوشش اور کمال استقلال سے اس خدمت مین مشغول رہتا ہے تب حاسد بدخواہ اور
غیبتی اس نوکر کی دل شکنی کے درپے ہوکر جہوٹی باتین بے اصل مشہور کرتے ہین کہ فلانا اپنے خاوند کی نظر سے گرا اور اس خدمت سے کہ مشغول تہا معزول ہوا
تو ایسے وقت اس خاوند کو نہایت الطاف اور اشفاق کی رو سے اس نوکر کی دلداری کرنا اور تسلی دینا لازم ہوتا ہے اور ان بیہودہ باتون کے سننے
سے جو اسکے دلپر گرانی اور آزردگی کا اثر پہنچا ہے سو دفع کرنے کے واسطے خلعت اور انعام اور اسکے منصب کی ترقی کا وعدہ دینے سے اسکو ممتاز
اور مخصوص کرتا ہے سو اسی نوع کا یہہ کلام ہے **وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ** یعنے اور بیشک
دیوےگا تجہکو پروردگار تیرا اسقدر کہ تو راضی ہوگا اور اس سے تیرے استعداد اور حوصلے کا جام بہرپور ہو جاوےگا اور کچہہ آرزو اور خواہش باقی
نہ رہیگی اور یہہ وعدہ نہایت وسعت اور فراخی رکہتا ہے خصوصا وہ مخاطب یعنے وہ پیغمبر جنکو یہہ وعدہ دیا ہے ایسے پیغمبر عالی شان ہین
اُنکے حوصلے اور استعداد پر نظر کرکے دیکہا چاہیئے کہ کس قدر اور کیا کیا الہی بخششین اور عنایتین انکو دی جاوینگی تا محفوظ اور خوشنود
ہوویں اور حدیث شریف مین آیا ہے کہ جس وقت یہہ آیت نازل ہوئی اسوقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اصحابون سے بولے کہ تو مین
ہرگز راضی نہین ہونے کا جب تک کہ اپنی امت سے ایک ایک آدمی کو بہشت مین داخل نہ کرونگا اور اس جناب رسالتماب کے حق مین
انکی روح مبارک پیدا ہونے کی ابتدا سے بہشت مین داخل ہونے تک جو جو الہی بخششین اور عنایتین عطا ہوئی ہین اور ہوتی ہین اور ہوینگی سو قیاس کے
احاطے سے اور بیان کرنیکی حد سے باہر ہین انہین سے کچہہ مجمل اور خلاصہ بیان کرنے مین آتا ہے سمجہا چاہیئے کہ جب کوئی کسی کو اپنے وسیلے رکہنے
والون سے اپنا پیارا اور محبوب کرتا ہے تو اسکو بہت چیزون سے پوشاک مین سواری مین بیٹہنے کی جگہہ مین اور اس سوا اور احوالون مین ممتاز
فرماتا ہے تا اسکا پیار اپنا اور محبوبیت خاص وعام کی نظر مین جلوہ گر ہو جاوے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جو خصوصیتین جناب قدس
الہی سے حاصل ہوئی ہین سو دو قسم کی ہین پہلی قسم وہ ہے جسمین اور پیغمبر بہی شریک ہین لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ نعمت سب سے
آگے اور ان سب سے زیادہ دی ہے اور اس سبب سے انکو ان سب سے ممتاز فرمایا ہے اور دوسری قسم وہ ہے جو انہین کو مخصوص ہے اور خاصہ
انہی کا ہے دوسرے کسیکو اسمین شراکت اور بہرہ نہین اور بیان مختصر کرنے کے سبب ان دونون قسمون سے باہم ملا کے کچہہ
تہوڑا سا بیان کرتا ہون تا کہ اس آیت کے معنے بہت اچہی طرح سے سننے والون کے ذہن مین گڑ جاوین اور دلنشین ہووین
ان خصوصیتون سے جو رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک مین تہین ایک یہہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

اپنے پیٹھ کے پیچھے ایسا دیکھتے تھے جیسے روبرو اور رات کے وقت اور اندھیرے مین ایسا دیکھتے تھے جیسا دن کو اور روشنی مین اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے منھ مبارک کا لعاب کھاری پانی کو میٹھا کرتا تھا اور شیرخورے بچون کو اپنے منھ مبارک کے لعاب سے ایک قطرہ چکھاتے تھے تو وہ بچے سارا دن پیٹ بھرے رہتے تھے دن بھر دودھ طلب نکرتے تھے چنانچہ عاشورے کے دن اہلبیت کے بچون سے تجربہ ہوا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلین سفید رنگ اجلی شفاف تھین انہین اصلا بال کا نام نتھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز اتنی دور جاتی تھی جو اورونکی آواز اسکے دسوین حصے تک نجاتی تھی اور آپکی آواز اتنی دور سے سنتے تھے جو اورونکی آواز اس پتے سے سن نسکتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھین سوجاتی تھین اور دل جاگتا رہتا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری عمر مین جمہائی نہ آئی اور کبھی احتلام نہوا اور انکے بدن مبارک کا پسینا مشک سے بہت خوشبودار تھا یہانتک کہ اگر کسی رستے سے تشریف لیجاتے تو لوگ انکے پسینے کی خوشبو کے سبب سے جو اس ہوا مین پھیل رہتی تھی معلوم کر لیتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس رستے سے تشریف لیگئے ہین اور کسی آدمی نے انکے جھاڑے پھرنے کو زمین پر نہ دیکھا زمین پھٹکر نگل لیتی تھی اور اس جگہہ سے مشک کی خوشبو نکلتی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تولد کے وقت ختنہ کیے ہوئے ناف کٹے ہوئے اور پاک و صاف کہ اصلا انکے بدن مبارک پر پلیدیکا اثر نتھا پیدا ہوئے اور زمین پر سجدہ کرتے ہوئے اور اپنی شہادت کی انگلی آسمان کیطرف اٹھائے ہوئے آئے اور انکے تولد کے وقت ایک نور چمکا اور ایسی روشنی ہوئی جو انکی ماکو اس روشنی کے سبب سے شام کے شہر نظر آئے اور فرشتے انکا جھولا جھولاتے تھے اور چاند انکے ساتھہ بچپن کے وقت جھولی مین باتین کرتا تھا اور جب اسکو اشارہ کرتے تو انکی طرف جھکتا تھا اور بارہا جھولے مین جھولتے کلام کیا ہے اور بادل انپر ہمیشہ دھوپ کے وقت سایہ کرتا تھا اور اگر جھاڑ کے تلے آتے جھاڑ کا سایہ انکیطرف متوجہ ہوتا تھا اور انکا سایہ زمین پر گرتا نتھا اور انکی پوشاک پر مکھی بیٹھتی نتھی اور اگر آپ کسی جانور پر سوار ہوتے تو وہ جانور انکی سواری کی مدت تک لید و پیشاب نکرتا اور عالم ارواح مین جو اول پیدا ہوا سو آپ تھے اور پہلے جسنے الست بربکم کے جواب مین بلی کہا سو بھی آپ تھے اور معراج اور براق کی سواری بھی مخصوص آپکو تھی اور آسمان پر جانا اور قاب قوسین تک پہنچنا اور دیدار الٰہی سے مشرف ہونا اور فرشتونکو انکی فوج اور سپاہ بنانا کہ لشکر کی طرح انکے ہمراہ ہوکر لڑے یہہ بھی خاص انہین کا ہے اور چاند کا دو ٹکڑے کرنا اور دوسرے عجایب معجزے بھی انہین کے ساتھ مخصوص ہین اور قیامت کے دن جتنا کچھ انکو ملیگا اتنا کسی اور کو نملیگا اور جو پہلے قبر سے اٹھیگا سو آپ ہونگے اور جو پہلے بیہوشی سے ہوشیار ہوگا سو بھی آپ ہونگے اور انہین کو حشر مین براق پر لاوینگے اور ستر ہزار فرشتے انکے جلو مین ہونگے اور انہین کو عرش عظیم کے داہنی طرف کرسی پر بٹھلاوینگے اور مقام محمود سے مشرف کرینگے اور لواء الحمد یعنے الحمد کا جھنڈا انکے ہاتھہ دینگے کہ حضرت آدم اور انکی تمام اولاد اسی جھنڈے کے تلے ہونگے اور سارے انبیا اپنی امتون سمیت انہی کے پیچھے چلینگے اور پروردگار کا دیدار دیکھنا پہلے انہین سے شروع ہوگا اور انہین کو شفاعت عظمی سے مخصوص کرینگے اور پل صراط پر جو پہلے گذر کریگا سو آپہی ہونگے اور محشر کے ساری خلایق کو حکم ہوگا کہ اپنی آنکھین بند کرلو تا انکی بیٹی حضرت بی بی فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا پل صراط پر سے تشریف لیجاوین اور پہلے جو بہشت کا دروازہ کھولیگا سو آپ ہونگے اور انہین کو قیامت کے وسیلے کے مرتبے سے مشرف کرینگے اور وہ وسیلہ ایک ایسا نہایت بلند مرتبہ ہی جو مخلوقات سے کسیکو میسر نہوا اور اسکی حقیقت یہہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن جناب الٰہی سے قرب و منزلت مین ایسے ہونگے جیسا وزیر بادشاہ سی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعتون مین جن چیزون سے مخصوص ہین سو بہت ہین انکی گنتی طول طویل ہے انہین سے ایک یہہ ہے کہ انکو کافرونکی غنیمت کا مال حلال کیا اور انکے واسطے زمین کو مسجد بنادی یعنے جس جگہہ چاہین نماز پڑہین اور انکے واسطے زمین کی مٹی کو پاک اور پاک کرنیوالی کیا اور پانچ وقتونکی نماز اور وضو اس طرح سے اور اذان اور اقامت اور سورۂ الحمد اور آمین اور جمعہ کا روز اور قبولیت کی ساعت جو جمعہ کے روز مین ہے اور رمضان شریف اور شب قدر کی برکتین کہ یہ سب انہی کے واسطے مخصوص ہین اور یہ خصوصیتین دریافت کرنے کو ظاہر نظر پہونچتی ہے اور انکی وے خصوصیتین جو باطنی مراتب کے موجب ہین اور وہ انوار اور وہ تجلیات جو روز بروز بڑہتے اور زیادہ ہوتے جاتے ہین اور وہ احوال اور مقامات جو ان کے امتیون کو ان کے پیروی اور تابعداری کرنے کے طفیل سے حاصل ہوئے ہین اور ہوتے ہین اور قیامت تک حاصل ہونگے اور وہ علوم اور عرفان جو ان کو عطا ہوے ہین

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص خاص باتین

سو بے انتہا ہین اور بعض سلف کی آیت مین ان سب چیزونکا اشارہ ہی یعنے پہلے سب تہین ملینگے اسواسطے عطا کو خاص نکیا یعنے یہہ کچہہ اور اتنا کچہہ نہ فرمایا اور جسوقت کسیکو کچہہ نعمت زبان سے آیندہ مستقبل مین دینے کا وعدہ کرتے ہین تو جو نعمت زمان ماضی مین دی ہوئی تہی اس نعمت کے شاہدون اور علامتون سے اس وعدیکو محکم اور مضبوط کرتے ہین تا پچہلے وعدہ کو اگلے وعدے پر قیاس کرے اور امید اُسکی قوی ہو جاوے اسیواسطے ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وعدیکے بعد اُن اگلی خدمت کیے اور بدون درخواست کرنیکے ملی تہین اور کبہی کسیکے خیال مین نہین آتا کہ وہ نعمتین کسی خدمت اور ثواب کی عوض مین ملی ہین چنانچہ فرماتے ہین **اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی** کیا نہین پایا تجہکو یتیم پہر جگہہ دی اس نعمت کا بیان یہہ ہی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ماں کے پیٹ مین تہے آپ کے والد عبد اللہ نے وفات پائی اور جب تولد ہوئے اور قریب چہہ برس کے تہے کہ آپ کی والدہ نے انتقال کیا پہر اُسکے دو برس کے بعد آپ کے دادا عبد المطلب نے بہی رحلت کی اور آپکو تین طرح کی یتیمی باپ ماں اور دادا کے گذر جانے سے حاصل ہوئی اور اس طور کی حالت مین اندیشہ تہا کہ لڑکا ضایع ہو جاوے اور بخوبی پرورش نپاوے اللہ تعالیٰ نے ابتدا سے آپ کے پرورش ہونیکی صورت اسطرحپر ظاہر فرمائی کہ والد کے انتقال کے بعد اُنکے ماں کے اور دادا عبد المطلب کے دل مین آنحضرت کی محبت ایسی ڈالی کہ اشفاق پدری کے قایم مقام ہوئی اور دن اور رات آنحضرت کی محبوبی اور دلبری کے کرشمے اُنکی ماں اور دادا کو دکہلاتا تہا تا عاشق ہوکر عاشقون کے طور پر اُنکے پالنے اور سنبہالنے مین بڑی کوشش کرتے تہے اور اپنی جان سے زیادہ عزیز رکہتے تہے پہر جب عبد المطلب کی وفات کا وقت آیا تب اُنہون نے آنحضرت کو اپنے بیٹے ابو طالب کو جو آپ کے حقیقی چچا تہے سپرد کیا اور نہایت تاکید سے آپکی خدمت اور خبرگیری کی ترغیب دی ابو طالب اُنکی تاکید اور وصیت کے موافق حضرت کی خبرداری اور خدمتگذاری مین نہایت سرگرم رہتے تہے اور اسی بچپن مین باطنی تربیت اور تعلیم الٰہی مخفی نیک اخلاق اور پسندیدہ آداب پیدا کرنے مین اپنا کام کرتی تہی یعنے اُنکی چال چلن اور سارے بچپن سکو مین بہاتے جاتے تہے یہانتک کہ حد بلوغ کو پہنچے اور بالغ ہوئے اور کمالات کی خوبیان جمع کر کے اپنی قوم کے عزت بخش اور فخر خاندان ہوئے **وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی** اور پایا تجہکو راہ بہولا ہوا پہر راہ بتائی سمجہے اس آیت اور ضلال کا بیان وہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بالغ ہونیکے بعد کمال عقل اور دانائی کے سبب سے اسقدر معلوم ہوا کہ بتون کی پوجا اور کفر وجاہلیت کی رسمین سب بے اصل اور بیہودہ ہین تو حق دین کے کہوج اور تلاش کے درپے ہوئے اور بڑے بوڑہون کی زبان سے سنا کہ ہمارا اصل دین حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہہ خیال بندہا اور یہہ تدبیر سوجہی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کیطرح خدا کی طرف پورا رجوع ہو جاؤن اور اُسکی عبادت بندگی کرون لیکن جب دین ابراہیمی نکسی کو یاد رہا تہا اور نہ کسی کتاب مین لکہا ہوا اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کتاب پڑہ سکتے تہے بالضرور اس دین کے احکام کی کہوج اور تلاش کرنے مین بیقرار رہکر تسبیح تہلیل تکبیر اعتکاف جنابت کا غسل حج کے مناسک ادا کرنے اور خلوت اور گوشہ نشینی سے اور اسی نوع کے اور دوسرے امورات سے جسقدر معلوم ہوا اُسقدر مشغول رہتے تہے اسوقت تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی سے اُنکو پاک دین کے اصول پر مطلع فرمایا اور آگاہ کیا اور اُس پاک دین کے فروع بہی بہت اچہی طرح سے اُنکے لیئے معین و مقرر فرمائے ہردم وہ اُنکی بیقراری جو حق دین نپانیکے سبب تہی تہی جاتی رہی گویا اپنی کہوئی ہوئی چیز پائی اور جس راہ سے چلا چاہتے تہے اور وہ راہ سوجہہ پڑتی نہ تہی سو راہ آپکو دکہلائی اسواسطے اس حالت کو نہ پانیکی بیقراری کو راہ بہولنے سے نسبت دیکے ضالاً فرمایا اور تفسیر والے جنہون نے ہدایت جیسی چاہیئے ویسی پوری نسمجہے سوا اس بہولنے کی تفسیر مین بہت دور جا پڑے ہین بعضے کہتے ہین ضلال سے مراد ظاہر کی راہ بہولنی ہی جو بچپن کی حالتین کتنے کے پہاڑ کے بیچ میں دو دن مین گہر کی راہ بہولکر حیران بہٹکتے پہرتے تہے کہ ابو جہل اونٹنی پر سوار اچانک ادہر جا نکلا اور آپکو پہچان کے اونٹنی پر سوار کر عبد المطلب کے پاس لے آیا اور کہنے لگا ہم نہین جانتے کہ اس تیرے بیٹے سے ہمکو کیا کچہہ پہنچیگا عبد المطلب نے پوچہا کیون ابو جہل بولا کہ میں نے اس لڑکے کو فلانے درے مین رستا بہولا ہوا بہٹکتا پایا سو اسکو اوٹہا کر پہلے اپنی پیٹہہ کے پیچہے سوار کر لیا تو اونٹنی ہرگز نہ چلی بیٹہہ بیٹہہ جاتی تہی جب اُسکو مین نے اپنے آگے بٹہلایا تب یہہ اونٹنی اوٹہکر چلنے لگی اس قصے مین حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے سے وہ مشابہت ہی کہ جیسا اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اُنکے دشمن کے ہاتہہ سے جو فرعون تہا پرورش کروا یا دیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو

انکے دشمن کے ہاتہہ سے جو ابوجہل تہا انکے دادا عبدالمطلب کے پاس پہنچوا دیا اور بعضے کہتے ہین کہ بی بی حلیمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دائی آپکو اپنے گہر سے عبدالمطلب
کے یہان پہنچانیکو لائین اور مکہ معظمہ کے دروازے پر آپکو گنوا یا تو بیقرار ہو کر ہبل کے پاس گئین کہ وہ ایک بڑا بت تہا اور وہان جاکر بلند آواز سے
رونے لگین جو ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لیا وہین سارے بت اوندہے منہ گر پڑے اور بتون کے اندر سے ایک آواز نکلی کہ ہمکو
یہہ کیا نام لیتی ہو کہ اسی لڑکے کے ہاتہہ مین ہماری ہلاکی اور خرابی ہے اس عرصے مین جبرئیل علیہ السلام نے آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتہہ اپنے
ہاتہہ مین لیکے انکے دادا عبدالمطلب کے پاس پہنچا دیا آپ کی دائی بی بی حلیمہ بتخانے سے بے آس ہوکر اسی طرح دیسے نکلی کہ عبدالمطلب کو آپکے گم ہونیکی
خبر دون تا آپکو ڈہونڈین وہان گئین تو کیا دیکہتی ہین کہ آپ عبدالمطلب کے پاس ہین یہہ دیکہکر بہت اچنبھے مین پڑین اور دنگ ہوگئین پس اس
ووجدک ضالا فہدی کی آیت مین اسی قصے کی طرف اشارہ ہے اور بعضے کہتے ہین کہ ضلال سے مراد ہجرت کی رخ کا ہونا ہے کہ
کس طرف جانا چاہیے یا تو قبلے کا گم کرنا یا تو جبرئیل علیہ السلام کا پہلے پہل نہ پہچاننا یا تو دنیا کے کاروبار کی راہ بہولنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عبادت
مین نہایت مشغول ہونیکے سبب سے دنیا کے کام کاج اور لین دین کے دستور سے خبردار نہ تہے اور معمولی کاروبار کہتے تہے یا تو آسمانی رستون کا گم کرنا کہ وہ
رستے معراج کی رات معلوم ہوئے اور بعضے کہتے ہین کہ ضلال سے جگہہ مل جانیکے معنے مین ہے چنانچہ عرب کہتے ہین ضل الماء فی اللبن یعنے مل گیا
پانی دودہ مین ایسا کہ فرق تمیز نہین کر سکتے سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے آگے کافرون مین رلے ملے تہے کوئی آپکو جدا کر پہچانتا نہ تہا اور بعضون نے
کہا ہے کہ ضلال کے معنے محبت اور عشق کا مرتبہ ہے چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹون نے اپنے باپ کی کمال عاشقی اور محبت کو جو حضرت یوسف علیہ السلام
کے ساتہہ رکہتے تہے اسی لفظ سے کہا ہے کہ انک لفی ضلالک القدیم اسکے یہہ معنے کہ بیشک تو اپنے قدیم ضلال مین ہے یعنے تو اسی پہلے اگلے عشق
اور محبت مین ہے اور ہدایت سے مراد وہ ہے کہ خدا نے تجہے اپنے محبوب مطلوب سے ملنے کی راہ بتلادی الغرض تفسیر والون کی باتین اسی طرح کی مین ہین
اسقدر سمجہا چاہیے کہ تمام انبیا علیہم السلام پیغمبری پانے کے آگے بہی اور پیغمبری پانیکے بعد بہی اصلی اور طبعی کفر اور گمراہی سے پاک اور معصوم اور
محفوظ ہین بلکہ جان بوجہہ کر گناہ کرنے سے بہی پاک ہین چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ مینے کبہی کوئی کام ان کامون سے جو جاہلیت والے
کرتے تہے نہ چاہا کہ مین بہی کرون مگر دو وقت اور ان دونون وقتین لطف الہی نے مجہے وہ کام کرنے نہ دیا اور اللہ تعالے کا تہامنا اور نگاہ رکہنا
میرے اور اس کام کے بیچ مین حائل اور مانع ہوا اور وہ دو کام یہہ تہے کہ ایک دن قریش کے ایک نوجوان کو جو مکے شہر کے باہر میرے ساتہہ بکریان اور
بہیڑیان چرایا کرتا تہا مینے کہا میری بکریون اور بہیڑیون کی خبرداری کریا کہ مین مکے شہر مین جاکر جو کئی ایک نوجوان اکٹہے مل بیٹہے کہانیان کہتے ہین
سو سنون جب اس عزم سے مکے شہر مین داخل ہوا تو پہلے ہی گہر مین سے جو میرے سر راہ تہا گانے بجانے کی آواز سنی اور پوچہا کہ یہان کیا ہے بولے کہ
فلانے شخص کی فلانی عورت سے آج شادی ہوتی ہے یہہ سنکر مین گیا اور جا کر بیٹہکر تماشا دیکہون بیٹہتے ہی اللہ تعالے نے مجہہ پر نیند ایسی غالب کردی کہ
دن نکلے تک جاگا جب آنکہہ کہلی تو دیکہا کہ وہ مجلس برخاست ہوگئی اسیطرح پہر بہی دوسرے مرتبہ قصد کیا تو پہر بہی میرے اور باجے گاجے
کہیل تماشے اور قصے سننے کے درمیان نیند حائل ہوئی اور خدا تعالی کے تہامنے اور نگاہ رکہنے کے سبب سے مین بچ رہا پہر اسکے بعد کبہی میرے
خیال مین نہ گذرا یہان تک کہ مجہے اللہ تعالی نے اپنی رسالت اور پیغمبری سے سرفراز فرمایا اور اسی کی پرہیزگاری کو دو چندان کیا لیکن شریعت کے
احکام نجاننے اور انکی سمجہہ نہ پڑنیکی بیقراری پیغمبرون کو بہی پیغمبری پانے کے آگے ہوتی ہے اور حق دین کی تلاش مین رہتے ہین اور لفظ
ضلال کے معنے کے لیے اسقدر بس ہے جیسا کہ اوپر بیان کرنے مین آیا **ووجدک عائلا فاغنی** اور پایا تجہکو
بال بچے والا بے مایہ پہر غنی اور بے پروا کیا تجہے یہہ وہ نعمت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے انکے دادا عبدالمطلب کے مال
سے مستغنی کیا کہ انکو اپنے سب بیٹون سے بہتر اور عزیز جان کر پرورش کرتے تہے انکے بعد ابو طالب کے مال سے کہ
چچا تہے تباہ لیا کہ وہ بہی انکو اپنے والد عبدالمطلب کی وصیت کے بموجب اپنے فرزندون پر مقدم کر سبہون سے زیادہ چاہتے تہے پہر جب

آپ پچیس برس کی ہوئے تب حضرت بی بی خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کو کہ نہایت مالدار تہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں اسقدر اُنکی محبت اور خدمت
پر لہجایا کہ اپنا سارا مال نقد اور جنس اُنکے آگے لا رکہا اور قریش کے رئیسوں کو بلا کر شاہد کیا کہ اب یہہ مال اس شخص کا ہے چاہے لٹا دیوے چاہے رکہہ لیوے
جب بی بی خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا خلد بریں کو سدہاریں تب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ کے مال سے فارغ البال کیا کہ حضرت صدیق اکبر
رضی اللہ عنہ کے دل میں اسقدر آنسرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی اور دلبری کی محبت آپڑی کہ اپنی پونجی کے چالیس ہزار درم اُنکے کاروبار میں خرچ
کر بیٹہے پہر بعد ہجرت کی مدینے کے رہنے والے انصار کے مال سے غنی کیا اس پیچہے کفار نابکار کی فتوح اور غنیمتوں کے مال سے نہال کر دیا اگرچہ
انمیں سے بعضے معاملے اس سورۃ کے نازل ہونے کے بعد ظہور میں آئے ہیں پر جو کچہہ کہ علم الہی میں ہے سو گویا ظہور میں آ کے سر ہو چکا ہے اسواسطے انکو بہی
منت رکہنے کے مقام میں فرمایا اور باوجود ان سب ظاہری بے پروائیوں کے باطنی بے پروائی جسے قناعت کہتے ہیں اس نہایت تک عنایت فرمائی
تہی جو آپکے نزدیک سونا اور پتہر برابر تہا سو تواریخ والے خوب بیان کرتے ہیں اور تحقیق والے صاحب کمالوں نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اِس
سبب سے یتیم کیا تا لوگ یتیموں کی حقارت نکریں اور جب کسی یتیم کو دیکہیں تو یاد کریں کہ ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم بہی کسی وقت میں یتیم تہے اور یتیم کو مان دیں
کہ اتنا مان جتنا جاہل لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر کو مان دیتے ہیں اور اس سبب سے بہی ہے تا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یتیموں کی قدر جانیں اور یتیموں
پر مہربانی رکہیں اور یاد کریں کہ یتیمی کا دکہہ کتنا کچہہ بہاری ہے اور اس باعث سے بہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منظور یہہ تہا کہ اپنی عمر کے شروع سے آخر
عمر تک خدای تعالے کے سوائے کسی اور پر بہروسا نہ رکہیں اور یہے عالی توکل کا مرتبہ انہی کو ملے اور یہہ بات یتیمی کے سوا نہیں ملتی اور اس باعث سے
بہی ہے کہ یتیم ہونا سو عادت کے بموجب بچوں کی اوقات ضایع ہونے اور اُنکے بے ادب ہو جانے کا سبب ہے اور جب کوئی شخص یتیمی کی حالت میں کوئی
نشوے بچپن اور بہلی چال سے سدہر جاوے تو بلا شک معجزے کی طور سے مانتے ہیں اور اُسکو نبوت کی نشانی جانتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے فقر و مسکینی میں باوجود اوچہا زوجہ محترمہ یار غار اور انصار جان نثار کے مال سے مستغنی ہونے میں یہہ بہید ہے کہ اگر آپ مالدار ہوتے تو مالدار کے
اخلاق کہ فی الجملہ برائی خود پسندی خود بینی اور خود نمائی کو چاہتے ہیں سنت اللہ جاری ہونے کے بموجب آپ اثر کرتے اور آپ کی نشست برخاست
اکثر بیٹہک مالداروں کے ساتہہ ہوتی اور آپ کو تواضع اور انکساری اور آشنا پروری اور اللہ کیطرف دمبدم التجا کرنے اور مسکینی کی لذت معلوم
نہوتی اور یہہ بہی ایک سبب ہے کہ جس صورت میں آپکو آپہی کے مال سے مستغنی کرتے تو آپ کے تابعداروں پر بدگمانی وہ رہتی کہ شاید لوگ اس شخص
عالیشان کی شان داری اور مال کی خواہش کی طمع کے سبب سے اِس شخص کے تابعدار ہو گئے ہیں اور خالص اخلاص اور صرف ایمان اور حق کی پاسداری
سمجہی نہ جاتی اِن باتوں کے واسطے آپ کو فقیر بے مایہ پیدا کر کے لوگوں آپ کی صحبت کی کشش سے گرویدہ کیا تا خود بخود اپنی جان اور مال
کو آپ پر نثار کریں اور یہہ بات آپکے کمال پہ پہلے دلیل ہے کہ لوگ ظاہری اسباب کے بغیر اسقدر آپ پہ گرویدہ ہوتے ہیں اور یہاں ایک نکتہ ہے
سمجہا چاہیے کہ ہر آدمی کیا فقیر کیا غنی ابتدا میں بے مایہ اور تہی دست پیدا ہوتا ہے اور دوسروں کے مال سے جمعیت پاتا ہے لیکن اگر وہ آدمی
اپنی طرف سے ہوس اور لالچ کر کے مال زیادہ کرنے کی تلاش میں سرگردان رہتا ہے تو سبکی نظروں میں ذلیل اور خوار ہو جاتا ہے اور اگر وہ آدمی اوروں
کو طرف اللہ تعالی کی تدبیروں سے لیتا تابع اور فرمان بردار کر کے اُنکے مال سے فائدہ لیتا ہے تو اُسکی عزت اور شوکت کا باعث ہو پڑتا ہے اور یہی
باعث ہے کہ بادشاہ عزیز ہے باوجود اسبات کے کہ رعیت کے مال سے مستغنی نہیں اُنکے پاس سے ایک تدبیر کے ساتہہ باج خراج اور محصول کے پیسے لیتا ہے اور فقیر
طمع رکہہ کے آدمیوں سے طلب کرتا ہے بلکہ اُس سے بہت کم مانگتا ہے مگر وہ ذلیل ہے پس معلوم ہوا کہ مال کا ہونا عزت کا سبب نہیں ہوتا اور اُسکا نہونا ذلت اور خواری
کا باعث نہیں تا ان سمجہے جاہل کہ قناعت بے پروائی اور لالچ ترک کرنے سے ہاتہ آدمی ہو عزت کا باعث ہے اور جو فقیر کہ طمع اور تلاش کے سبب در بدر دہوپ میں لگا رہے ہو ذلت اور خواری کا موجب
اور حبیب خدا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اور دونوں جہان کی عزت اور حرمت اور فضیلت کے ساتہہ استقلال حاصل ہوا تب آپکا جاہ و جلال زیادہ کامل ہوا اور کبہی کچہہ ننگ اور عار کا کلنک نہ لگا
اور جب اللہ تعالی ان تینوں نعمتوں کا بیان پورا کر چکا تب انکے شکر کی درخواست کے لئے فرمایا کہ **فَاَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ** یعنے پہر تو یتیم کو کبہی

یعنی الفقر فخری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ... ہے

مت دبا اور قہر مت کر یعنے یتیم کا مال و حق تلف مت کر اور اسکے ساتھ بات کرنے مین تندی اور سختی مت کر کیونکہ تو بہی یتیم تھا اور یتیم کی لاچاری اور ناتوانی تجہے خوب معلوم ہے کہ ذراسی بات سے شکستہ دل اور آزردہ خاطر ہو جاتا ہی اور یہہ شکر وہ ہی جو الم یجدک یتیما فاوی کی نعمت کے بدل اور مقابلے مین ہے وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ یعنے اور مانگتے کو نہ جہڑک کیون کہ تو بہی عیال دار اور مسکین تھا اور تو مسکینی کا دکھہ درد خوب جانتا ہی اور یہہ وہ شکر ہے جو ووجدک عائلا فاغنی کی نعمت کے عوض اور مقابلے مین ہے وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ یعنے اور اپنے پروردگار کی نعمتون کو بیان کر کیون کہ تجہے بہت نعمتین دی ہین اور بہت علوم اور عرفان بے پایان تیرے دل پر نازل فرمائے اور اس نعمت کا شکر وہ ہے جو اورون کو بہی اُنکے پانے کی راہ بتا دین اور حصہ عنایت فرما وین اور یہان ایک لطیفہ ہی سو یہہ ہے کہ منت گزاری کے مقام مین دین کی نعمت کو جو ہدایت ہے دنیا کی نعمت پر کہ تونگری ہے مقدم کیا اور جو دین کی نعمت کی عوض اور مقابل تہا اُسکو اسواسطے پیچہے لائے کہ دنیا کی نعمت کے بدل اور مقابلے مین خلق اللہ پر شفقت منظور ہے اور دین کی نعمت کے مقابلے مین باطنی نعمتون کے حاصل کرنے کی راہ دکھلانی ضرور ہے اور خلق اللہ پر شفقت اور مہربانی کرنا اُنکے ہدایت کرنے پر مقدم رکھا ہے اسواسطے کہ جب تلک قوت اور گذران کے کام انتظام نہ پاوین تب تلک شرعی احکام عمل مین لانے اور عاقبت کے سرانجام کی تلاش مین رہنے کی خاطر جمعی میسر نہین ہوتی اور یہہ بہی کہہ سکتے ہین کہ سائل کو یتیم کے ساتھہ پوری برابری ہی اسلیئے کہ جو شکر گزاری کہ سائل کے حق سے نسبت رکہتی تہی سو یتیم کے بیان سے لگا دی اور نعمتون کی گنتی مین ہدایت کی نعمت کو تونگری کی نعمت پر مقدم کیا اسواسطے کہ تونگری اور قوت نعمت ہوتی ہی کہ جب مال مین تصرف کرنیکی چال معلوم ہو اور تصرف کی چال ہدایت بن خیال مین آتی نہین اور ان تینون شکر گزاریون کی مناسبت تینون نعمتونکے ساتھہ ظاہر ہی جیسا کہ بیان ہوا اور ایک مخفی مناسبت اور ہی کہ یہہ تینون شکر گزاریان قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُمت کے واسطے شفاعت کرنے پر دلیل ہو سکتی ہین کیونکہ یتیم سنا تو اُنکو بہت ناتوان ہی اُسکی مدد کرنے مین کوشش کرنا کمال شفقت اور لطف اور رحمت کی دلیل ہی اور سائل اکثر اوقات بیمحل چاپلوسی و درشت اور زاری کے ساتھہ سوال کرنیسے ستاتا ہی پس با وجود اسکے اسکے ستانے پر صبر کرنیکے ساتھہ احسان کرنا اُمت کے گناہون سے درگذر نے کی اور کیئے ہوئے کو نہ کیا سا خیال کرنیکی دلیل ہی اور اللہ تعالے کی نعمتونکا بیان کرنا ایک شفقت چاہتا ہی اور اسکے فائدے کیلیئے اس مشقت کی برداشت کرنی جناب الہی مین عرض معروض کرنیکی مشقتین اُٹہانے کے اور اُنکو عذاب سے چہڑانیکی دلیل ہی اور یہہ آیت واما بنعمة ربك فحدث اسبات کی دلیل ہی کہ خدا تعالی کی نعمتونکو جو اپنے اوپر اور اپنے دوستون پر ہوتی ہین ظاہر کرنا کہنا مناسب ہے لیکن اُسوقت کہ نیت خالص ہو جیسا پروردگار کے شکر کرنیکا زبان سے رواج دینے پر یا پیروی اور لوگونکو حاصل ہو نیکے پر ارادہ کرے اور جو کوئی ان نعمتونکے ظاہر کرنیسے اپنے جی مین شیخی اور خود پسندی کا خوف رکھتا ہو تو اُسکے حق مین چہپا رکہنا اور کسی سے نہ کہنا بہتر ہی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہی کہ ہر روز اپنی عبادت کا احوال لوگون سے کہا کرتے تہے کہ مین نے آج رات اس قدر نماز پڑہی اور اسقدر قرآن مجید کی تلاوت کی بعضے نا فہمون نے اُنپر اعتراض کیا کہ یہہ ظاہر کرنا ریا کا طور ہے آنہون نے کہا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے واما بنعمة ربك فحدث اور میرے نزدیک کوئی نعمت اس نعمت کے برابر نہین جو اللہ تعالے نے مجہے اپنی عبادت بندگی کی توفیق عنایت فرمائی مین کسواسطے اس نعمت کو ظاہر نکرون اور اُسکی شکر گزاری سے محروم رہون سمجہلینا چاہیئے کہ اللہ تعالی نے اس سورت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تین چیزون کی بہت تاکید فرمائی ہی ایک یتیم کے حق کی رعایت رکہنا دوسرے سائل کے حق کا لحاظ اور دہیان دہنا اور تیسرے اللہ تعالی کی نعمتونکا بیان کرنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس تاکید کے بموجب تینون چیزون مین نہایت کوشش کرتے تہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک اخلاق اور اطوار کے وقف کارونکو خوب معلوم ہی حدیث صحیح مین آیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ یتیم کا پالنے والا خواہ وہ یتیم اسکا قرابت والا اسکا ہو خواہ بیگانہ کہین کا ہو قیامت کے دن بہشت مین میرے ساتھہ ایسا ملا رہیگا جیسے یہہ دو انگلیان میرے ہاتھہ کی ملی ہوئی ہین اور دونی انگلیان سے بتایا اور یہہ بہی حدیث شریف مین ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر عرض کرنے لگا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا دل نہایت سخت ہے

کچھ اسکا علاج فرمائیے آپنے ارشاد فرمایا کہ یتیم کو پاس بلا کر شفقت کیا کرو اور اسکے سر پر ہاتہ پہیرا کر تسکین دیا کرو دلکی سختی دور ہو جاویگی اور دوسری حدیث میں ہی کہ جو کوئی
پیار سے یتیم کے سر پر ہاتہ پہیریگا تو اسکے واسطے جتنے اس یتیم کے سر پر بال ہونگے اُتنے ہر ہر بال کے حساب سے ایک ایک نیکی لکھی جاویگی اور سلف کے بزرگوں نے
کہا ہی کہ جب یتیم روتا ہی تو عرش ہلنے لگتا ہی پہر جو یتیم کو دلبری اور خاطرداری کے ساتہ رونے سے خاموش کرے تو گویا عرش کو ہلنے سے ٹہیرایا اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی بخشش اور داد و دہش مانگنے والوں پر یہان تک تہی کہ کبہی لا یعنے نہیں آپکی زبان مبارک سے نہیں نکلی چنانچہ صحیح بخاری میں جابر رضی اللہ
عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے کبہی کوئی چیز کا سوال نہ کیا کہ آپنے اُسکے جواب میں لا فرمایا ہو جیسا کہ فرزدق شاعر اس مضمون کو مبالغے کے
طور پر اس شعر میں نظم کرکے کہتا ہی ما قال لا قط الا فی تشہدہ ۞ لولا التشہد کانت لاؤہ نعم ترجمہ نبولے لا کبہی ہرگز مگر اپنے تشہد میں
تشہد گر نہوتا تو وہ لا انکا نعم ہوتا اور صحیح ترمذی میں روایت کی ہی کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین کے ملک سے نوّے ہزار درم آئے آپنے
انکو ایک بوریے کی حصیروں پر ڈہیر کروا کے صبح کی نماز پڑہکے بانٹنے لگے پہر ظہر تک اُنمیں سے ایک درم بہی باقی نرہا اور اس بیچ میں جو مانگنے والا آیا اسکو دیا
بانٹنے سے فارغ ہونیکے بعد اتفاقاً ایک مانگنے والا وہان آنکلا اُس سے آپنے فرمایا کہ اب تو میرے پاس کچھہ باقی نرہا جو تجہے دون پر تو بازار کو جا اور بیوپاریوں سے
میرے نام پر جو کچہہ چاہیے سو خرید کر اور میرے ذمے پر لکہوا دے جب کچھہ میرے ہاتہ آویگا تب میں ادا کر دونگا اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالی نے آپکو مقدور سے زیادہ تکلیف فرمائی نہیں پہر کاہیکو اسقدر اپنے اوپر قرض کا بوجہ اُٹہاتے ہو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو یہہ بات خوش نہ آئی اور آپکے چہرہ مبارک پر خفگی کے اثر ظاہر ہوئے ایک انصاری نے جو وہان حاضر تہا عرض کیا کہ انفق ولا تخش
من ذی العرش اقلالا ترجمہ دیئے جا اور عرش کے مالک سے محتاج ہونیکا خوف مت کر یہہ سخن سنتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے اور آپکے
چہرہ مبارک پر خوشی کے آثار نمودار ہوئے اور فرمانے لگے کہ اسیطور سے مجہے حکم ہی اور یا مامور ہوں حاصل کلام یہہ ہی کہ آنسرور انام علیہ الصلوۃ والسلام کی
بخشش اور انعام نہایت عام اور نہیں تمام نہیں کہ اللہ تعالے نے انکو میانہ روی سے مامور کیا اور بہت دینے اور زیادہ خرچ کرنے پر نہی کی آیت
نازل ہوئی چنانچہ سورۂ اسرا کی تفسیر میں مذکور ہی کہ ایکدن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹہے ہوئے تہے کہ ایک لڑکے نے آکر گذارش کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم میری ما عرض کرتی ہی کہ میرے پاس کوئی کرتہ نہیں جو پہنوں ایک کرتہ مجہے عطا کیجیے آپنے فرمایا کہ گہڑی بہر رکہ آ میں دونگا وہ لڑکا گیا اور
پہر آکر عرض کرنے لگا کہ میری ما عرض کرتی ہی کہ یہی کرتہ جو آپ پہنے بیٹہے ہیں مجہے عنایت فرمائیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسیدم دولتخانہ کو
تشریف فرما ہوئے اور اس کرتے کو اپنے بدن مبارک سے اُتار اور تہ کر اس لڑکے کے ہاتہ بہجوا دیا کہ لیجا اپنی ما کو دے اور آپ ننگے بدن بیٹہے رہے
اصحاب کہ آپکے آنیکے انتظار میں بیٹہے تہے تنگ ہوکر اُٹہ کر چلے گئے حق تعالی نے یہہ آیت نازل فرمائی ولا تبسطہا کل البسط یعنے اتنا بہی
اپنا ہاتہ کشادہ مت کر کہ برہنہ ہوکر گہر بیٹہہ رہے اور اپنے مخلص یاروں مصاحبوں سے جو دین کے فائدے حاصل کرنیکو تیری خدمت کیلئے میں صحبت چہوٹ
جاوے اور صحیح بخاری میں آیا ہی کہ ایک وقت کسی عورت نے ایک چادر اپنے ہاتہ سے بنکر اور درست کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت میں گذرانی اور التجا کی کہ
میری آرزو یہی ہی کہ اسے آپہی اوڑہیں کہ میں نے اپنے ہاتہوں سے سی ہی اور کنارے بہت ستہرے لگائے ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بہی اسوقت چادر کی کام
تہی لیکر اوڑہ لی اتنے میں ایک شخص آیا اور التماس کرنے لگا کہ یہہ چادر کیا خوب ہی اور اسکے کنارے بہت خاصی خوش اسلوب لچسپ اور مرغوب ہی یا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم یہہ چادر مجہے عنایت کر دیجیے فرمایا بہت خوب ہی جب وہ چادر اسے بخشی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلس مبارک سے برخاست فرمائی تب صحابیوں نے اس
شخص کو ملامت کی اور کہا کہ تو نے اچہا نکیا کیونکہ وہ چادر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال ضرورت اور رغبت سے اوڑہی تہی اور تو جانتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبہی
سائل کو رد نہیں کرتے پہر تو نے کس واسطے سوال کیا اُسنے کہا کہ سچ یہہ چادر دنیا میں اوڑہنے کے لیے نہیں مانگی بلکہ اپنے کفن کے واسطے مانگ لی ہی کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بدن کی متبرک اور محبوب چیز تہی اور بہت مطلوب اور مرغوب تہی اور اللہ تعالے کی نعمتوں کا بیان کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں جناب اقدس الہی سے
ہوا اور آخرت میں ہوگا اسکی بہت کی حد نہیں ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے رات دن ظاہر ہوتی تہیں اور شکر گذاری کے مقام میں کیفیت کے ذکر کا بیان فرمایا ہی چنانچہ

حدیث شریف کی کتابوں مین واقفون پر ظاہر اور باہر ہے اس مبارک سورت کی ایک خاصیت یہہ ہے کہ گم کیے ہوئے کے واسطے اس سورت کو سات مرتبے پڑہ کر شہادت کی انگلی اپنے سر کے چوگرد پہراوے پہر تمام ہوئے پر اصبحت فی امان اللہ فامسیت فی جوار اللہ امسیت فی امان اللہ واصبحت فی جوار اللہ سات مرتبے پڑہکر دستک دیوے تو وہ گیا ہوا مال پہر آ ہتہ آویگا واللہ اعلم بالصواب

سورۃ الم نشرح

یہہ سورت مکی ہے اسمین آٹہہ آیتین اور اٹہائیس کلمے اور ایک سو تیس حرف ہین اور اس سورت کا ربط والضحیٰ کی سورت سے پورا ہے تو وہ یہہ ہے کہ ان دونون سورتون مین اللہ تعالیٰ کو اپنی نعمتون کی گنتی اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر منظور ہے اور دونون سورتون کی عبارت کا انداز اور طور بہت ملتا ہوا ہے اسیواسطے بعضے اسلام کے فرقون مین یعنے رافضیون نے ان دونون سورتونکو ایکہی سورت گنا ہے اور دونکو بدون بیچمین بسم اللہ لانیکے نماز کی ایک رکعت مین ملاکر پڑہنا مقرر کیا ہے لیکن اگر خوب تامل سے ان دونون سورتونمین غور کرین تو البتہ انکو معلوم ہووے کہ اسمین ایک باریک بات ہے کہ اس سبب سے ان دونونکو ایک کہنا درست نہین ہے نہ لفظ مین نہ معنونمین سو لفظون کے اعتبار سے ایک کہنا اسواسطے نہین درست ہے کہ والضحیٰ کی سورتمین استفہام غائب کے صیغے سے ہے جیسے الم یجدک یتیما فاوی آخر تک اور اس سورت مین متکلم کے صیغے سے ہے اور یہہ بڑا فرق ہے کہ اسکے سبب سے دونونکا ایک ہونا درست نہین ہے کیونکہ یہہ بات جدائی پر دلالت کرتی ہے اور اگر سیاق کی نظر کیجیے کہ ان دونون سورتونمین شمار نعمتونکا پیغمبر پر منظور ہے تو دونون ایک ہوئین بیچمین بسم اللہ الرحمن الرحیم کا لانا نچاہیے تو یہہ بات غلط ہے کیونکہ ایسی مناسبت بہت سورتونمین پائی جاتی ہے بلکہ اگر سچ پوچہو تو تمام قرآن شریف ایک ہی کلام ہے تو اس صورت مین بسم اللہ الرحمن الرحیم کا نکال ڈالنا اکثر سورتون سے بلکہ تمام قرآن مجید سے لازم آتا ہے اور یہہ بات غلط ہے اور معنون کے اعتبار سے بہی ان دونون سورتونکو ایک کہنا درست نہین ہے اسواسطے کہ جو نعمتین کہ حق تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عنایت فرمائی ہین دو قسم کی ہین ایک قسم کی وہ نعمتین ہین جو ظاہر آپ مین پائی جاتی تہین اور سب عام اور خاص انکو جانتے اور دیکہتے تہے اور دوسری قسم کی نعمتین ایسی تہین کہ عوام کی نظر سے بلکہ خواص کی نظر سے بہی پوشیدہ تہین سو ان دونون قسمونکی نعمتونکو علیحدہ علیحدہ بیان کرنا ضرور تہا اسیواسطے حق تعالیٰ نے اول قسم کو والضحیٰ مین اور دوسری قسم کو اس سورت مین بیان فرمایا تاکہ کسی طرحکا اسبات مین شبہ اور وہم کہانا باقی نرہے اور یہہ بہی ہے کہ وہی نعمتین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے خاص تہین انکی دو قسمین تہین پہلی وہ قسم جو آپکے ظاہر سے تعلق رکہتی تہی اور دوسری قسم وہ جو آپکے باطن سے علاقہ رکہتی تہی سو سورہ والضحیٰ مین تو پہلی قسم کا بیان منظور ہوا اور اس سورت مین دوسری قسم کا تو گویا ایک سورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات ظاہری کے بیانمین ہے اور دوسری سورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات باطنی کے شمار مین ہے اور ظاہر اور باطن مین جو فرق ہے سو ظاہر مین نہین ہے اور اس سورت کے نازل ہونیکا سبب بعضے مفسرون نے ایسا بیان کیا ہے کہ ایکدن رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درگاہ الٰہی مین عرض کیا کہ اے میرے پروردگار تو نے حضرت ابراہیم کو خلت کا مرتبہ بخشا اور حضرت موسیٰ کو کلیمی کی خلعت سے نوازا اور حضرت داؤد کو ہوا اور پہاڑ و نکو تابعدار کرکے ممتاز کیا اور حضرت سلیمان کو جنون اور آدمیون کی سلطنت دیکر اور آگ اور ہوا کو انکا فرمانبردار کرکے سرفراز کیا میرے واسطے کون سی چیز خاص کی تو نے اس سوال کے جواب مین حق تعالیٰ نے یہہ سورت نازل کی اور ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہہ سوال معراج کے ہونیسے پہلے ہوا ہو اسواسطے کہ بعد معراج کے ایسی نعمتین مخصوص جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت ہوئین کہ کسی نبی کو انبیاؤن سے عشر عشیر اسکا حاصل نہوا تہا اور سورۂ الم نشرح کی نکتون سے ایک یہہ بہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالے نے یہہ مرتبہ یعنے شرح صدر کا بدون طلب کے عنایت فرمایا اور حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو باوجود طلب کرنے کے جناب الٰہی سے کہ رب اشرح لی صدری تو بہی یہہ مرتبہ حاصل نہوا بموجب

ہندی میں سریع کے ... مانگے ... چنانچہ اُس قصے سے جو آتا ہے اور آنکے بھائی حضرت ہارون علیہما السلام سے واقع ہوا تھا یعنے اُنکی
کھینچنا اپنے بھائی کی یہہ بات ظاہر ہے کہ اپنے مقام پر مفصل بیان ہوگا تاکہ اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ جو کام حق تعالی کی عنایت سے بے چاہے اور بے درخواست
آدمی کے ہوتا ہے اُسکا مرتبہ بڑا ہوتا ہے اس کام سے جو آدمی کے طلب کرنے سے ہوتا ہے اور اس سورت کا نام سورۂ الم نشرح اسواسطے رکھا ہے کہ اس سورت کا
مضمون کلام محمدی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کی اصل اور جڑ پر برقرار واقعی دلالت کرتا ہے اسواسطے کہ اس کمال کی حقیقت یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کا صدر معنوی جسکی تفصیل آگے آتی ہے کشادہ اور وسیع ہوکے تجلیات الٰہی کی روشنیوں سے پر ہو جاوے سو یہی مضمون اس سورت
مین بیان ہے اور اس سورت کی خاصیتوں سے ایک یہہ بھی ہے کہ جو شخص اس سورت کو سونے کے وقت سترہ مرتبے پڑھ کے اپنی چھاتی پر پھونکے
تو اُسکو وسوسے اور خطرے شیطانی کبھی حیران اور پریشان نکرین اور معاملے کی تدبیرون مین خطا اور بھول چوک نہونے پاوے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ع س

اَلَمْ نَشْرَحْ کیا نہین کھول دیا ہم نے **لَكَ صَدْرَكَ** تیری بہتری کیواسطے سینہ تیرا تاکہ وحی کا بوجھ سنبھال لے اور حق تعالی کے بھیدون کا سینہ
گنجینہ ہووے اور دعوت کا یعنے امت کو اسلام کیطرف بلانیکا اور احکام الٰہی کے پہنچانیکا غم اور امت اور دین کا غم اور دنیا اور آخرت کا غم سب اس مین
سما جاوے یعنے تحمل اور بردباری حاصل ہووے اور بخل اور کدورت اور دشمنی اور بدخواہی اور سب بُری خصلتین اس سے نکل جاوین اور روشنی علم اور ایمان
اور حکمت کی اُسمین بھر جاوے اور لَكَ کی لفظ کو اسواسطے لائے ہین کہ تیرے سینے کو کشادہ کرنا تیرے ہی نفع کیواسطے ہے تاکہ بڑا کمال حاصل کرے تو
اور اگر یہہ لفظ لک کی نہوتی تو یہہ معنی پوچھے نجاتے اور صدر عرب کی زبان مین سینے کو کہتے ہین اور طریقت والونکی اصطلاح مین ایسا مقرر ہے کہ
قلب کے دو دروازے ہین ایک دروازہ نفس کی طرف ہے اُسیکا نام صدر ہے اور دوسرا دروازہ روح کی طرف ہے وہ بہت کشادہ اور وسیع ہے صدر کی
نسبت سے اور صدر اُسکی نسبت سے بہت تنگ واقع ہوا ہے پھر جب صدر کو کشادہ کیا تو ظاہر ہے کہ وہ دوسرا دروازہ اُس سے زیادہ کشادہ ہوجاویگا اسیواسطے
اس جگہہ صدر کی لفظ کو لائے اور قلب کو مذکور نکیا اسواسطے کہ صدر سینے قلعے کے ہی قلب کے واسطے اور اکثر دنیا کی فکرون کی اور اُسکے ظاہری اسباب
کی حرص اور خواہشون کے سبب سے شیطان قلب پر اسی صدر کی طرف سے دھوم مچاتا ہے اور تنگ کرتا ہے اور اسکی تنگی سے قلب بھی تنگ ہوجاتا ہے
اور عبادت کی لذت اور ایمان کا مزا دلکی تنگی کے سبب سے کم ہوجاتا ہے اور جب قلب کی یہہ طرف یعنے صدر کی کشادہ ہوگئی تو عبادت کا ادا ہونا
بخوبی دلکی خوشی سے میسر ہوا اور مطلب حاصل ہوا اس جگہہ پر جاننا چاہیئے کہ شرح صدر عبارت ہے حوصلے کی فراخی سے اور حوصلے کی فراخی ہر شخص
کی اُسکی استعداد کی قدر اور اُسکے کمال اور مرتبے کے اندازے اور قدر کے ہوتی ہے اور ہر مرتبے کے حوصلے کی فراخی اور ہر کمال کی جب تک کہ اُس مرتبے
اور اُس کمال کو نہ پہنچے ہرگز دریافت نہین کرسکتا یہی سبب ہے کہ اکثر عوام الناس چاہتے ہین کہ بادشاہون کے حوصلے کی فراخی کو پہنچین اور اسکو
دریافت کرین بات چیت سے لیکن ہرگز دریافت نہین کرسکتے اسیواسطے کہا ہے لا یعرف الولی الا الولی ؛ ولا یعرف النبی الا النبی + یعنے ولی کو ولی
پہچانتا ہے اور نبی کو نبی اور اسی مضمونکی ایک مثل بھی فارسی بولی مین مشہور ہے یعنے ولی را ولی می شناسد [illegible]
[illegible] کہ اپنے کمال کا مرتبہ کہ نبوت کا [illegible] تو اُنکی مرتبہ کی پہچان بھی اُنکو حاصل ہوگی ولقد ما قیل یعنے کیا اچھی بات
کہی ہے کسی شاعر نے یا صاحب الجمال ویا سید البشر + من وجہک المنیر لقد نور القمر + لا یمکن الثناء کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر یعنے اے صاحب جمال کے اور اے سردار آدمیون کے تیرے چہرے روشن سے تحقیق روشن ہوا ہے چاند نہین ممکن ہے تعریف کرنا جیسا کہ لائق
ہے اُنکے بعد خدا کے بزرگ تو ہی ہے قصہ کوتاہ لیکن وہ شرح صدر یعنے حوصلے کی فراخی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ظاہر اور باطن مین حاصل
ہوتی ہے تمثیل کے طور پر تھوڑا سا مجمل یعنے گول گول بیان کرنا ضرور ہے سو شرح صدر معنوی یعنے حوصلے کی باطنی فراخی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس طرح پر

سمجھا چاہیے کہ آپکے سینے مین ایک بڑا میدان لق و دق واقع ہی اور اسمین ایک بڑی عمارت عظیم الشان بنی ہی اور اس عمارت مین بارہ مجلسین ہین کہ بعضی
انمین دنیا سے تعلق رکھتی ہین اور بعضی آخرت سے اور بعضی دین اور دنیا سے اور پہلی ایک مجلس مین یہہ خیال کیا چاہیے کہ ایک بڑا بادشاہ عظیم القدر
اسمین بیٹھا ہے اور سب روی زمین کے بادشاہ اُسکے حضور مین حاضر ہین اور سلطنت کے دستور اور ملک گیری کے آئین پوچھتے ہین اور توقیعات کسریٰ اور
تزک تیموری اور کلمات طیبات عالمگیری اور واقعات بابری اور آئین اکبری ان سب کتابون کے مضمون کو جانچتے ہین کہ یہ آئین اور
قاعدے جو ان کتابون مین لکھے ہین ٹھیک ہین یا نہین اور ملکون کے انتظام کی تدبیرین اور صلح اور لڑائی کی گھاتین ہر ہر اقلیمون اور ہر ہر
شہرون کی اس بادشاہ عالیجاہ سے پوچھتے ہین اور سیکھتے ہین اور دوسری مجلس مین ایک بڑا حکیم حاذق بیٹھا ہوا تدبیرین خانگی اور
اخلاق کا سنوارنا اور آداب کا درست کرنا موافق قاعدے کے جیسا کہ چاہیے بیان فرما رہا ہے اور بڑے بڑے زمانے کے حکیم اور جہان کے دانا
یہہ قاعدے اس سے سیکھ رہے ہین اور جو قاعدے کہ وہ ارشاد فرماتا ہی ارسطو اور نصیر طوسی اور ابن مسکویہ اور ابن سینا اور سوا انکے جو بڑے بڑے دانا
بہت سے علم اس سے نکالتے ہین اور اپنے اپنے فنون مین برتتے ہین اور تیسری مجلس مین ایک قاضی عدالت کی مسند پر بیٹھا ہوا جھگڑے اور قضیے
لوگون کے چکا رہا ہے اور دونون جھگڑنے والون کو راضی کر رہا ہی اور تمام جہان کے قاضی اسکے حکمون اور فیصلنامونکو دستور العمل جانکر
بڑی احتیاط سے لکھ رہے ہین اور چوتھی مجلس مین ایک مفتی علامۂ دہر فتوی کی مسند پر بیٹھا ہی اور ایک فتوون کا دریا اسکی زبان سے جوش مار رہا ہی
ہر ایک نئے معاملے کا حکم موافق اصول کے قاعدون کے کتاب و سنت سے نکال کر بیان کر رہا ہی اور روایتون کے لکھنے والے اور نقل کے کھینچنے والے
جہان کے اسکے گرد بیٹھے ہوئے ہر ہر لفظ کو اسکی نقل کرکے اپنی اپنی حاجتون کے وقت اسپر عمل کرتے ہین اور پانچوین مجلس مین ایک محتسب حکومت
پر بیٹھا ہے اور جلاد اُسکے سامنے کھڑے ہین اور گنہگارون کو اور فاسقون کو اسکے سامنے لاکر ہر ایک کو موافق اسکے گناہ کے سزا دیتے ہین کسی پر
حد جاری ہے اور کسی پر تعزیر اور کوئی قیدخانہ مین اور کسی کو فقط چشم نمائی ہو رہی ہی اور محتسب قاعدے سیکھنے کو کوتوالی کے حکم اور حدون اور تعزیرونکی
اقامت اور بدعتیونکی تنبیہ اسکام کے لوگ اس سے سیکھ رہے ہین اور وہ برائیونکے بند کرنے کے گھاتون مین اور شہوت اور غضب اور ظلم کے راستون سے
روک دینے کی باتون مین خوب کوشش کر رہا ہی اور چھٹی مجلس مین ایک قاری خوش خوان اور خوش الحان ساتون قراتین وجوہ اور روایات سے یاد
کیئے ہوئے سب کے سامنے پڑھ رہا ہی اور جہان کے قاری وہان حاضر ہین اور ہر وجہ اور ہر روایت کی تحقیق اس سے کر رہے ہین اور وہ کسی سے ادغام کا قاعدہ ارشاد
فرما رہا ہی اور کسی سے ہمزہ کی تخفیف کی بحث اور کسی سے مدون کا قاعدہ اور کسی سے اظہار اور اخفا اور [illegible] کی تعلیم ہو رہی ہی اور ساتوین مجلس مین ایک عابد
اور وظائف اور نوافل مین ایسا مشغول ہی کہ دنیا اور مافیہا سے کچھ خبر نہین رکھتا اور صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک تلاوت قرآن مجید مین اور
امام نووی کے اذکار اور حصن حصین جزری اور حزب اعظم ملا علی قاری اور اوراد شیخ الشیوخ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے مطالعے مین مشغول ہی اور انوار و اذکار کی کثرت سے
فرشتے آسمان اور زمین کے اُسکی مجلس سے مناسبت حاصل کرکے گروہ کے گروہ گرداگرد اُسکے آئے ہین اور سبکو اُنکی حضور مین نہایت انس اور بڑی لذت
حاصل ہوتی ہی کہ دنیا اور مافیہا کو فراموش کر دیا ہے اور اس کام کے تلاشی لوگ وہان حاضر ہوکے اس سے اس بحث مین پوچھ پانچھ کرتے ہین
اور وہ کسی کو دن اور رات مین نفلون کے ادا کرنیکی کیفیت تعلیم کر رہا ہی اور کسیکو کپڑا پہننے کی اور پانی پینے کی اور کھانا کھانے کی اور نئے چاند دیکھنے کی
اور سوائے اسکے دعائین بتا رہا ہے اور سب لوگ اُسکی ہدایت کے سبب سے ذکر اور ورد سے اپنے اپنے عمر کے وقتون کو معمور کرتے ہین اور آٹھوین
مجلس مین ایک عارف کامل سب ذات اور صفات اور افعال الٰہی کے اسرار جو سب جہان مین پہیل رہے ہین اور انکے سوائے دوسرے علوم بے نہایت
اپنی زبان سے اسطرح بیان کر رہا ہے کہ گویا موتی جھڑ رہے ہین اور اس علم کے شوقین لوگ فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم کے مضمون اور عبارت کو
اُسکے زبانی لکھ رہے ہین اور اُسکی لذتین حاصل کر رہے ہین اور نوین مجلس مین ایک واعظ منبر پر بیٹھا ہوا کلمات وعظ اور نصیحت کے نہایت فصیح اور
تشریح سے بیان کر رہا ہی اور ایک مجلس عام جمع ہی اور اُسکے کلمات پند آمیز کی تاثیر سے دل جنبش مین اور روحین حرکت مین ہین کسیکو بہشت کی رغبت لاکر

راہ پر لاتا ہی اور کسیکو برے عذاب اور آگ سے خوف دلاکر توبہ کراتا ہی اور قبر کے احوال اور حشر نشر کی تکلیفین اور حساب و میزان کی کیفیتین اور پل صراط پر چلنے کی
مشقتین اور دوزخ کے طرح طرح کے رنج اور عذاب اور بہشت کے بڑے بڑے مرتبے اور ثواب اور وہ عمل جو ایسے مقام پر نفع کرین یا نقصان پہنچا دین
ان سبکا احوال خوب شرح اور بسط سے بیان کرکے خاطر نشان کر رہا ہی تاکہ کسیطرح کا شبہ اُنکے دلونمین باقی نرہے سو ایسی مجلس مین کافر زنار و
جنیو کو توڑتے ہین اور گنہگار فاسق فاجر توبہ کرتے ہین اور سخت دل نرم ہو جاتے ہین اور حق ناشناس حق شناس ہو جاتے ہین اور دوسری مجلسمین
ایک رسول اولو العزم بیٹھا ہوا امت کو راہ پر لانے اور سمجھانیکے واسطے ہزارون تدبیرین اور حیلے سوچ رہا اور کر رہا ہی اور جن لوگونکو اس کام
کی تدبیر کے واسطے اپنا رفیق کر رکھا ہی انمین سے ہر ایک کو اُنکے حوصلے کے موافق احکام الٰہی کے پہنچانے کے واسطے اور لوگونکو اسلام کیطرف
بلانے کے واسطے چارون طرف بھیج رہا ہی اور ہر قوم کا معاملہ اپنے رسول سے سنکر اس معاملے کے بندوبست کے واسطے تدبیرین کارگر اپنے
عقل اور فکر سے خوب سوچ کر ان رسولونکو تعلیم کر رہا ہی اور تیسری مجلسمین ایک مرشد کامل طریقہ والا بیٹھا ہی اور ہزارون مرید خدا کے طالب
اسکی خدمتمین حاضر ہین اور اپنی اپنی مشکلین اس سے حل کر رہے ہین اور وہ ہر ایک کے استعداد اور حوصلے کے موافق بیگانگی کے پردے دور کرنیمین
کوشش کر رہا ہی اور مطلب کے پہنچنے کی راہ کا پتا بتلا رہا ہی اور ہر ایک احوالون اور مقامون اور مرتبون اور منصبون کی راہ نمائی کر رہا ہی
اور مریدون اور فائدہ لینے والون کے باطنون مین طرح طرح کی تاثیرین اپنی توجہ باطنی سے پہنچا رہا ہی اور ہدایت اور نفس کی پاکی کے کارخانے
کو رونق دے رہا ہی اور چوتھی مجلسمین ایک محبوب نازنین چاند کا سا ٹکڑا بلکہ کعبے کی مانند بیٹھا ہوا ہی کہ اللہ تعالی کے جمال کی تجلی نے اس گلبدن
کے بدن کو اپنا گھر پاک ٹھیرایا ہی اور طور کی طرح کی ایک شکل ہی کہ حسن ازلی کے انوار نے اسکو روشن کرکے خدا کی محبوبیت کی شان اسمین جلوہ گر
کر رکھی ہی اور اپنی محبت کی کشش سے لوگونکے دلونکو شکار کر رہا ہی اور لاکھون اس ازلی حسن کے عاشق بڑی بڑی دور سے بغیر امید کسی منفعت کے اور بدون
خواہش کسی کمال کے حاصل کرنیکے فقط دیدار کے دیوانے ہو کر دیوانے کی طرح دوڑے چلے آتے ہین اور اپنی اپنی پیشانیان اُسکے فیض کے آستانے پر گھستے ہین اور
آپکے جمال کی ایک جھلک کے مشتاق ہین اور یہہ مرتبہ اُن مرتبون سے ہی کہ کسی بشر کو حاصل نہین ہو مگر اسی محبوب اور مقبول کے طفیل سے اور آپکے بعضے
اولیا ونکو بھی تھوڑا حصہ اس محبوبیت الٰہی سے نصیب ہوا ہی اسی سبب سے وہ اولیا جو اس مرتبے سے بہرہ مند ہوئے ہین تو سب کے محبوب اور خلائق کا مرجع ہو گئے ہین اور
تمام مخلوقات کا جھکاؤ انکی طرف ہوا ہی جیسے حضرت غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی اور سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیا قدس اللہ تعالی سرہما اور اگر کسیکو ان چارہ
مجلسونمین یا ان مجلسون کے مضمونمین کسیطرح کا شک یا شبہ خاطر مین آوے تو اسکو چاہیے کہ ان حالونمین جو ان چارہ مجلسونمین بیان ہوئے ہین تامل کرے اور خوب
غور کرکے دیکھے کہ ان چارون کامونکی اصل کہان ہی تو بیشک اسکو یقین ہو جائیگا کہ یہہ سب کارخانہ ایک جھلک ہی کمال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے انوارونکی جیسے درخت
کی جڑ کی تازگی سے شاخ شاخ اور پتا پتا ہرا رہتا ہی اور جیسے دریا سے نہرین نکل کے چار طرف جاری ہوتی ہین اسیطرح سے حقیقت مین سینۂ بے کینہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا حوض کوثر کے مانند تمام کمالات ظاہری اور باطنی سے بھرا تھا اور ہر ملت اور مذہب و طریقے مین دن و رات وہی نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم فوارے کی
مانند اسی خزانے سے جوش مار رہا ہی اور ان گروہونکو اپنے ہمجنسون سے ممتاز کر دیا ہی چنانچہ تاریخ کے جاننے والون پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات
مطالعہ کیا کرتے ہین یہہ بات چھپی نہین ہی اور یہہ حکمت کا قاعدہ ہی کہ ہمیشہ ایک طرح کے کامونکا ہونا بغیر حاصل ہونے اُن کامونکے ملکہ کے نہین ہوتا اور وہ
کام کمال کے مرتبے مین جسقدر منتظم ہونگے اسیقدر اس ملکے کے کمال پر دلالت کرینگے اور ظاہری شرح صدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
بغیر بیان کرنے ایک مقدمے کے سمجھنا بہت مشکل ہی سو وہ مقدمہ یہہ ہی کہ غیب کے عالم کی نسبت ظاہر کے عالم سے ایسی ہی جیسے اصل کی نسبت
فرع سے ہوتی ہی اور جیسے آدمی کی نسبت اسکے سائے سے سو جو چیز کہ عالم ظاہر مین پائی جاتی ہی اگر عالم غیب مین اسکی کچھ اصل ہی تو بہتر ہی
اور نہین تو ایسی ہی جیسے دھوکا کہ ایک دم مین مٹ جاتا ہی اور جیسے جھوٹھا خیال کہ کچھ اصل نہین رکھتا اسیطرح سے جو چیز کہ عالم غیب مین پائی جاتی ہی
اگر اسکی کوئی مثال یا کوئی صورت ظاہر کے عالم مین نہین ہی تو اسکی مثال ایسی ہی جیسے بے پھل کا درخت اور مدلول بے دلیل اور بے نشان اسی واسطے کہا ہی کہ

جو کچھ عالم ارواح اور عالم غیب مین ہی وہ مصدا اور منبع ہی اور جو کچھ عالم اجسام اور عالم ظاہری مین ہی وہ مظہر اور شاخ اُسکی ہی پہر جب یہہ مقدمہ جانا گیا تو اب جاننا چاہیئے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معنوی شرح صدر عالم غیب مین ثابت ہوا تو عالم ظاہری مین یہہ معاملہ چار مرتبے ظہور پایا پہلے مرتبے مین اُسوقت ہوا تہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ماکے پیٹ مین تہے کہ آپکے باپنے وفات پائی پہر جب آپ پیدا ہوئے تو آپکی مانے چاہا کہ پرورش کیواسطے کسی دائی کو سپرد کرین اسواسطے کہ عادت عرب کی اسطور کی تہی کہ اپنے لڑکونکو پرورش کیواسطے باہر کی دائیونکو دیدیتے تہے اور وے دائیان اپنے اپنے گہرون مین لیجاکر پرورش کرکے دو چار برس کے بعد پہنچا دیتی تہین اتفاقاً اُن دنونمین بہی کتنی عورتین دودہ والیان بنی سعد کے قبیلے کی کہ طائف کے گرد و نواح مین رہتے تہے بچون کے لینے کیواسطے مکہ معظمہ مین آئی تہین اور مالدارون کے بچے انکو لے کر اپنے اپنے گہرونکو روانہ ہوئین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یتیمی کے سبب سے کسی نے قبول نکیا ایک عورت جنکا نام بی بی حلیمہ تہا انہین عورتونکے ساتہہ آئین تہین اور بہت مفلس تہین اس سبب سے کسی نے اپنا بچہ پرورش کرنیکو انکو نہ دیا تہا وہ بیچاری نہایت حیران اور پریشان تہین کہ بغیر کوئی بچہ لیئے خالی ہاتہہ لوٹ جانا بڑی خفت اور شرمندگی ہی لاچار ہو کر یہی دلمین ٹہیرائی کہ اس لڑکے یتیم کو اگرچہ کچہہ نفع انکے پرورش کرنے مین نہین ہی لیکر چلیے یہہ سوچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لیکر روانہ ہوئین اور انکی سواری کا ایک گدہا نہایت دُبلا تہا کہ چل نسکتا تہا جونہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گود مین لیکر اسپر سوار ہوئین وہ گدہا اسقدر قوی اور تیز رو ہوگیا کہ سب گدہون سے آگے نکل گیا باوجودیکہ وہ سب آگے سے چلین تہین تمام قافلہ والونکو اس بات کے دیکہنے سے نہایت تعجب ہوا جب بی بی حلیمہ اپنے گہر مین پہنچین اپنی بکریونکو کہ دُبلی بے دودہ کی چہوڑ آئی تہین سبکو موٹا تازہ دودہار پایا ان سب باتونکے دیکہنے سے انکو یقین ہوا کہ یہ سب اس بچے کے قدمونکی برکت سے ہی تو نہایت شفقت اور پیار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پرورش کرنے لگین یہانتک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکے گہر مین چار سال کے ہوئے ایکدن بی بی حلیمہ کے بیٹون کے ساتہہ بکریان چرانیکو تشریف لیگئے تہے اور وہ لڑکے آپکو جنگل مین بکریون کے پاس چہوڑ کر اپنی ما کے پاس کہانا لینے کو گئے تہے اور آپ اکیلے بکریونکے پاس کہڑے تہے کہ یکایک دو گدہ کی شکل کے جانور نمودار ہوئے اور ایک نے دوسرے سے پوچہا کہ یہہ وہی شخص ہی دوسرے نے کہا ہان یہہ وہی شخص ہی پہر دونون آپکی طرف متوجہ ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُنسے خوف معلوم ہوا تو وہان سے آپ بہاگے آخر ان جانورون نے آپکو آکے لیا اور دونو بازو آپکے پکڑ کر زمین پر چت لٹایا اور اپنی چونچ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک کو چاک کیا اور سینے کے اندر سے دلکو بہی نکال کر چاک کیا اور اس دل کے اندر سے ایک پہٹکی جمی ہوئی سیاہ خون کی نکال کر پہینکدی اور کہا یہہ خون جما ہوا مردار شیطان کا حصہ ہوتا ہی ہر آدمی مین اسیواسطے انکے دلسے نکال ڈالا تاکہ کبہی شیطان کے وسوسے کو انکا دل قبول نکرے بعد اسکے ایک نے دوسرے سے کہا اولے برف کا پانی لایا پہر اس سے آپکے سینے کو دہویا پہر اولے کا پانی منگا کے اس سے دلکو دہویا اُسکے بعد سکینہ منگوایا اور سکینہ ایک چیز تہی قندور کی طرح اور ذرور کہتے ہین چہڑکنے والی چیز کو اُسکو آپکے قلب مبارک پر چہڑکا پہر ایک نے دوسرے سے کہا کہ اب اسکو سی دے پہر اسکو سی دیا اور نبوت کی مُہر کر دی پہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک کو بہی سیکر برابر کر دیا چنانچہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص تہے کہتے ہین کہ مینے اس سینے کا نشان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے مبارک پر دیکہا تہا القصہ بی بی حلیمہ کے لڑکے کہ کہانا لینے گئے تہے آپہنچے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہہ حال دیکہکر بہت گہبرائے اور اُسیوقت اپنی ما سے جاکر کہا وے بہی یہہ حال سنکر نہایت گہبرائین اور اپنے خاوند کو لیکر اسیوقت آپکے پاس اُس جنگل مین پہنچین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکہا کہ بہت ہچکے سے کہڑے ہین اور رنگ مبارک آپکا زرد ہو رہا ہی بی بی حلیمہ نے آپکو نہایت شفقت سے اپنے گود مین لیکر تسلی اور دلاسا دیا اور احوال پوچہا کہ کیا گذرا آپنے اپنی زبان مبارک سے جو کچہہ کہ گذرا تہا سب بیان فرمایا بی بی حلیمہ نے اس روز سے آپکی نگہبانی بہت کرنا شروع کی اور آپکو اکیلا گہر سے باہر نجانے دیتی تہین یہانتک کہ اُنکے خاوند نے اُنسے کہا کہ یہہ لڑکا کچہہ عجیب غریب ہی ایسے ایسے معاملے انکے ساتہہ ہوتے ہین کہ ہماری عقل مین نہین آتے ایسا نہو کہ اسکو کسیطرح کی اذیت یہان پہنچے بہتر یہہ ہی کہ انکو انکے دادا عبدالمطلب کے پاس پہنچا دین چنانچہ آپکو اسی عمر مین آپکے پاس پہنچا دیا اور دوسرے وقت شرح صدر کے حق تعالیٰ کو منظور یہہ تہا کہ لڑکونکے دلونمین جو رغبت کہیل کود کی اور دوسرے نالایق کامون کی ہوتی ہی وہ آپکے دلسے نکل جاوے چنانچہ

ایسا ہی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن اور طفولیت کی حالت مین بھی کھیل کود کی طرف اور خواہش نہ تھی جس طرح اس عمر مین دوسرے لڑکون کو
ہوتی ہے اور آپ کا اُٹھنا بیٹھنا ایک اندازے سے تمکین اور وقار کے ساتھ تھا اور دوسرے مرتبے کا بیان یہہ ہے کہ ابن حبان اور حاکم اور
ابونعیم اور ابن عساکر اور ضیاء مقدسی اور عبداللہ بن احمد نے مسند کی زوائد مین صحیح سند سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب دس برس
کے ہوئے تو ایک جنگل مین تھے وہان دو آدمیون کو دیکھا اور آپ فرماتے ہین کہ مین نے تمام عمر ایسے نورانی چہرے کے آدمی نہین دیکھے
اور ایسی خوشبوئین آتی تھی کہ مین نے کسی عطر مین نہین سونگھی ہے اور اُنکے کپڑے ایسے نفیس و صاف اور براق تھے کہ پھر ایسا کپڑا دوسرا
آج تک میری نظر مین نہین آیا اور وے دونون شخص جبریل اور میکائیل تھے اُن دونون نے میرے دونون بازو ایسے آہستگی سے پکڑے کہ مجھکو
کچھ بھی معلوم نہوا اور مجھکو پیٹھ کی ہڈی پر چت لٹایا کہ کوئی جوڑ میرا بیکل نہوا اور دُکھہ نپایا پھر انھون نے میرا پیٹ چاک کیا اس طرح سے کہ
کچھ دُکھہ درد نہوا اور خون بھی نہ نکلا اور ایک آدمی سونے کے طشت مین پانی لاتا تھا اور دوسرا اندر سے پیٹ میرا دھوتا تھا پھر ایک نے دوسرے کو کہا
کہ انکے دلکو چاک کرکے کینہ اور بدخواہی کو اس سے دور کردو اسنے دلکو چیر کے ایک پھٹکی بندھے خون کی نکال کے پھینک دی پھر کہا شفقت اور مہربانی
کو انکے دلمین ڈالدے سو ایک چیز چاندی کے تل کیطرح کی لاکر میرے دلمین ڈالدی اور ایک سوکھی دوا جیسے ذرور یعنے چھڑکنے کی چیز
کی طرح کی لاکر اسپر چھڑکی پھر انگوٹھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا پکڑکر کہا جاؤ ہمیشہ خوش رہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین
اُس وقت سے اپنے دلمین ہر چھوٹے بڑے پر شفقت اور رحمت پاتا ہون اور اسوقت مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سن بلوغ کے
قریب پہنچے تھے اور جوانی کے لوازمات مین سے شہوت یعنے نفس کی خواہشون کی طرف جھکنا اور غصہ او غضب کا جوش مارتا ہے سو ان
گناہون سے بچانیکے واسطے جو شہوت اور غضب سے تعلق رکھتے ہین اور اکثر انکا جوش و خروش جوانی مین یا بعد اسکے ہوتا ہے آپ کے
سینۂ مبارک کا چاک کرنا دوسرے مرتبے ہوا تیسرے مرتبے کا بیان یہہ ہے کہ جب زمانہ بعثت کا قریب پہنچا اور وقت وحی کے نازل ہونیکا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک پر نزدیک آیا تو پھر تیسرے مرتبے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کو صاف کرنے اور قوت دینے کے واسطے
چاک کیا اور اس قصے کو بیہقی نے اور ابونعیم نے دلائل مین اور ابوداود طیالسی نے اور حارث بن ابی اسامہ نے اپنی مسندون مین حضرت عائشہ
صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینے کا اعتکاف نذر مانا تھا اور اپنے اوپر لازم کیا
تھا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی آپ کے ساتھ اس اعتکاف مین شریک ہوتی تھین اور اتفاق سے وہ مہینہ رمضان کا تھا اور
دونون ایک غار مین اعتکاف کی نیت سے بیٹھے تھے ایک رات کو اسی رمضان کی راتون سے وقت کے دیکھنے اور ستارون کے پہچاننے کے
واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تھے کہ یکایک ایک آواز السلام علیک کی آئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ مین نے جانا
کہ یہہ آواز جنون کے جھپٹ کی سی ہے یعنے کسی جن کا اس مکان مین گذر ہوا ہے یہہ سوچ کر مین دوڑا او غار مین پہنچا او حضرت خدیجہ کو حال سے
خبردار کیا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یہہ خوشخبری کی آواز ہے اسواسطے کہ سلام علیک کا لفظ امن او انسیت کا نشان ہے اس آواز سے
مت ڈرو پھر دوسرے مرتبے آپ باہر نکلے تو کیا دیکھتے ہین کہ حضرت جبریل علیہ السلام ایک تخت پر جسکی چمک آفتاب کی سی ہے بیٹھے ہین اور ایک پنا
مشرق کو اور ایک مغرب کو پہنچایا ہے آپ فرماتے ہین کہ اس حالت کے دیکھنے سے مجھکو بہت ڈر معلوم ہوا اور چاہا کہ پھر مین غار مین گھسون لیکن جبریل
علیہ السلام نے اتنی فرصت مجھکو نہ دی اور جھپٹ غار کے دروازے پر آگئے یہان تک کہ انکے دیکھنے اور انکے کلام کے سننے سے میری دہشت جاتی رہی
بلکہ انسیت حاصل ہوئی پھر جبریل علیہ السلام نے مجھسے وعدہ لیا کہ فلانے وقت اکیلے آنا آپ فرماتے ہین کہ مین اُس وعدے کے وقت اکیلا اگر دیر تک انتظار مین ٹھہرا رہا
جب بہت دیر ہوئی تو مین نے ارادہ کیا کہ اب گھر کو جاؤن یکایک کیا دیکھتا ہون کہ حضرت جبریل و حضرت میکائیل علیہما السلام دونون درمیان آسمان و زمین
کے بڑی عظمت اور شان سے آتے ہین لیس آتے ہی مجھکو زمین پر لٹایا اور میرے سینے کو چاک کیا اور میرے دل کو نکال کے سونے کے

طشت مین زمزم کے پانی سے دہویا اور ایک چیز اُسمین سے نکال ڈالی کہ کچہہ بہی مجہکو معلوم ہوا پہر دلکو اپنے مکان پر رکہہ کر سینے کو درست کر دیا اور دونون فرشتون نے میرے
ہاتہہ پاؤن پکڑکے اُلٹا کیا جسطرح کوئی برتن کو اُسکے اندر کی چیز گرانے کو اوندہا کرتے ہین پہر ایک تہر میری پیٹہہ پر کر دی یہان تک کہ اس تہر
کر نیکا صدمہ مین نے اپنے دل پر پایا چو تہے مرتبے معراج کی رات کو اور اس مرتبے مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک کے چاک ہونے کا
سبب یہہ تہا کہ آپکا دل مبارک عالم ملکوت یعنے عالم ارواح کے سیر کی قوت حاصل کرے اور ان تجلیات کی روشنی اور چمکتے ہوئے انوار کے دیکہنے کی
طاقت پیدا کرے کہ جن کے دیکہنے سے دل مین دہشت آجاتی ہے اور قصہ معراج کا معروف اور مشہور ہے اُسکے بیان کرنے کی اس جگہہ پر کچہہ
حاجت نہین ہے اور اس قصے مین ایمان اور حکمت سے دل کو پر کرنا بہی مذکور ہے چنانچہ اپنے مقام پر گذرا ہے حاصل کلام کا یہہ ہے کہ ظاہر مین
چاک کرنا آپ کے سینۂ مبارک کا معنوی شرح صدر کا نمونہ ہے کہ دنیا مین کئی مرتبے ظہور مین آیا اور اس شرح صدر ظاہری کے مکرر ہونے کی وجہ
بہی اس قصے کے بیان مین ذکر کی گئی چنانچہ پوشیدہ نہین ہے اور جو پہلی نعمت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تہی تہی کہ سینۂ مبارک کو اس قدر
کشادہ کر دیا کہ بے انتہا کمالون کی گنجایش اُسمین ہو سکے اسیواسطے اس سورت کے اول مین اس نعمت کو استفہام انکاری کے طور پر یاد دلایا کہ بموجب
قول نفی النفی اثبات کے یعنے نہین کی نہین سے مطلب ثابت ہوتا ہے تو یہہ نفی بہی اثبات کا مفید ہوئی یعنے لم نشرح صیغہ نفی کا ہے جب اسپر ہمزہ
استفہام انکاری کا لائے تو پہلے نفی کی نفی ہو گئی یعنے کیا نہین کہولا ہمنے سینہ تیرا بلکہ بیشک کہولا ہے اور یہی مطلب ہے اور اسکے بعد دو نعمتین اور بہی
کہ اسی نعمت کے تاثیرات سے ہین تنبیہ کے واسطے لائے ہین اُن دونون مین سے ایک یہہ ہے **وَوَضَعْنَا** اور اُتار لیا اور دور کیا ہمنے اس حوصلے کی کشادگی
کے سبب سے **عَنْكَ وِزْرَكَ** تجہسے تیرا بوجہہ اسواسطے کہ جو کچہہ کہ آدمی کی روح مین استعداد ہوتی ہے سو اپنی جبلت اور پیدایش کے موافق اُسکے
حاصل کرنیکو رغبت کرتا ہے اور جب سکے اور جو بڑا بند اسکا بوجہہ نہین اُٹہا سکتے مین تو وہ چیز اُسپر بہاری ہو جاتی ہے جیسے کوئی شخص قصد کرے کہ سرداری و بادشاہی
لینے کیواسطے موافق استعداد کے اسکی طبیعت خواہش کرتی ہے اور یہہ بات بغیر بہت مال خرچ کئے اور بغیر بہت فوج جمع کیئے اور بغیر بڑی بڑی محنتین بدنی کہینچے اور بڑے بڑے
رنج روحانی اُٹہائے حاصل نہین ہو سکتی لاچار اسکے دلپر بہاری پڑتی ہے پہر اگر حوصلے کی فراخی حاصل ہوئی تو ہر کمال کے حاصل کرنے مین جو مخالف چیزین آسکے مزاحم ہونگی
اور پیش آوینگی تو اسکے سبب سے اسکا دل تنگ اور خفا نہوگا اور اس بوجہہ کا اثر جلد اُسکے دل سے دور ہو جاویگا اور اسکے دلکو نہایت سبکی اور آسانی حاصل ہوگی **اَلَّذِیْٓ**
اَنْقَضَ ظَهْرَكَ وہ بوجہہ جسنے ٹیڑہی کر دی تہی اور ٹوٹنے کے قریب کر دی تہی پیٹہہ تیری اسواسطے کہ تیری ہمت چاہتی تہی کہ اُن سب کمالونکو حاصل کرے اور
نفسانی تشویشات کے سبب سے تیرا دل تنگی کرتا تہا پہر جو ہمنے تیرے حوصلہ کو کشادہ کر دیا تو یہ سب تشویشین تجہپر آسان ہو گئین اور تفسیر کر نیوالے عالمون کی فکر اس ذکر کے بیان
مین ادہر اُدہر گئی ہے لیکن بات کی حقیقت کو نہین پہنچی چنانچہ بعضون نے کہا ہے کہ وہ مکہ معظمہ سے نکلنے کا غم تہا اور مدینے مین پہنچا دینے سے وہ غم جاتا رہا اور
بعضون نے کہا ہے کہ وہ غم کافرون کی شرارت اور ستمگاری کا تہا اور حق تعالی کی تائید سے وہ غم جاتا رہا یعنے اسلام غالب ہوا اور بعضون نے کہا ہے کہ وہ غم دین
حنیفی اور اسکے حکمون کے نپانے کا تہا سو قرآن کے نازل کرنے سے اور شریعت کے حکمون کے بیان کرنے سے اس غم کو بالکل مٹا دیا اور بعضون نے کہا ہے کہ وہ غم امت کا
تہا سو شفاعت کے مقام کو دینے سے اس غم کو کہو دیا اور بعضون نے کہا ہے کہ وہ رسالت کی باربرداری کا غم تہا سو وہ جان نثار یارون کے بہم پہنچا دینے سے
نیست اور نابود کر دیا جیسے حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان ذی النورین اور حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہم اجمعین بہرحال جو کچہہ اُنہون نے گوارا
نے ذکر کیا ہے ایک قطرہ ہے اسی دریا سے اور ایک پیچ ہے اسی طومار کا اور دوسری نشانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شرح صدر کی یہہ ہے کہ **وَرَفَعْنَا**
لَكَ ذِكْرَكَ اور بلند کیا ہمنے تیرے واسطے ذکر تیرا یعنے جب اس مرتبے کے کمالون کی جمعیت تجہکو حاصل ہوئی کہ اُلوہیت کے مرتبے کا ظل اور سایہ تیرا
اور اس جمعیت کے ساتہہ منفرد اور طاق ہوا تو اب تیرا ذکر حق تعالی کے ذکر کے ساتہہ کرتے ہین جیسے کہتے ہین کہ اللہ اور اسکا رسول خوب جانتا ہے
یا کہتے ہین کہ اللہ اور رسول کا ایسا حکم ہے کہ اسکی تابعداری واجب ہے اور اسی پر اور باتین قیاس کر لیا چاہیئے اور حدیث شریف
مین وارد ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچہا کہ میری ذکر کو کس طرح سے بلند کیا ہے

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ تمہاری ذکر کو حقتعالی نے اپنی ذکر کے نزدیک کیا ہے اذان میں اور تکبیر میں اور التحیات میں اور خطبہ میں اور
کلمہ طیب میں اور کلمہ شہادت میں اور تابعداری کے کام میں جیسے کہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول اور گناہ کی حرمت میں جیسے ومن یعص
اللہ ورسولہ فان لہ نار جہنم خالدین فیہا ابدا آب جاننا چاہئے کہ جسجگہ ذکر حقتعالی کا ہے اسجگہ رسول کا بہی ذکر ہے
تین جائی پر پہلے اذان کے آخر میں کہ فقط لا الہ الا اللہ کہا جاتا ہے دوسرے چھینکنے کے بعد کہ فقط الحمد للہ کہا جاتا ہے تیسری
ذبح کیوقت کہ فقط بسم اللہ کہا جاتا ہے اور ان جگہ پر رسول کا نام نہ لینے کی ایک وجہ ہے کہ اپنی مقام پر ذکر کیجاویگی اور جب تینوں نعمتوں کو
اصلی اور فرعی تمہیں بیان فرمایا تو وہ خصوصیت کہ ساری انبیاؤنسی آنحضرت صلعم کو حاصل ہے ثابت ہوئی اب بیان فرماتے ہیں کہ یہ
سب اس صبر کی برکت سے ہے کہ سختیوں پر کیا تم نے اور ہماری راہ میں رنج اوٹھایا فان مع العسر یسرا پہر تحقیق ہر مشکل کی ساتھ آسانی
ہے کہ درگاہ الٰہی سی عین اس سختی میں نصیب ہوتی ہے اور وہ آسانی اس سختی کے بوجھ اوٹھانیکی طاقت دیتا ہے کہ اس سبب وہ
سختی آسان ہوجاوے کہ اگر اس مصیبت گذر جانیکے بعد یا پہلے اسکے اس سختی کو یاد کریں تو اسکے اوٹھانیکی طاقت اپنی میں نپاویں کمالات
کے حاصل کرنیمیں اس قسم کی آسانیاں آنحضرت صلعم کو شرح صدر اور فراخی حوصلے کے سبب عنایت ہوئی تہیں تاکہ آپکے دلکو تنگی اور
کدورت حاصل نہو اور ہر کمال کے تحصیل کو باوجود پیش آنے مزاحم اور موانع طرح طرح کے انجام کو پہنچاویں ان مع العسر یسرا تحقیق اس
مشکل کے ساتھ آسانی دوسری بہی ہے اور وہ دوسری آسانی مرتبوں اور درجونکی بلندی ہے اسواسطے کہ مصیبت میں صبر کرنا اگر حقتعالی
کی رضامندی کیواسطے ہے تو حقتعالی کی درگاہ میں مرتبوں اور درجونکی بلندیکا سبب ہے اور اگر بندون کیواسطے ہے تو اس بندی اپنی
خدمت اور مشقت کا حق ثابت کرنی کا سبب ہے کہ منصب اور مرتبے کی زیادتی دیکہے وہ سختی اور مصیبت بالکل آسان ہوجاتی ہے چنانچہ یہ معاملہ
دنیادارونمیں مجرب اور آزمودہ ہے کہ دنیا کے مرتبہ اور جاہ کیواسطے سختیاں دیتی ہیں بہی آہ نہیں کرتے ہیں اور اس تقریر پر وہ اعتراض جو
اس مقام پر مشہور ہے وارد نہیں ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ مع کا لفظ عرب کے لغت میں ملنی اور ساتھ ہونیکے معنوں میں ہے تو چاہئے کہ تنگی اور فراخی کا
ایک ہی ہوا اور یہ ممکن نہیں ہے اسواسطے کہ دو ضدونکا جمع ہونا ایک آن میں لازم آتا ہے والضدان لا یجتمعان اور دو ضدین آپس میں اکٹھی نہیں
ہوسکتیں اس جواب کے توضیح علما کے قاعدونکے موافق یہ ہے کہ دو ضدونکا جمع ہونا جدی جدی دو اعتبار وسے ہوسکتا ہے جیسے کہتے ہیں کہ روزہ رکھنا
اگرچہ مشقت ہے لیکن مسلمانونکی موافقت اور ہمراہی کے سبب آسان ہوجاتا ہے اور مصیبت والیکو اگرچہ دکھ ہے لیکن ثواب کا پانا اور اللہ تعالی کی خوشنودی
کو پہنچنا آسانی ہے اور افلاس اور تنگدستی اگرچہ فقیر کو دنیا کی مشقت کا سبب ہے لیکن آخرت کے حساب کتاب سے نجات پانا اور چور اور دل ور شہ ارون لی
وحشت ہنا اور ظالم حاکمونکے تہاوان لینی سی بچنا کمال آسانی ہے تو ہوسکتا ہے کہ ایک چیز ایک ہی زمانہ میں ایک اعتبار سے مصیبت ہے اور دوسرے اعتبار سے آسانی
اور بعضی مفسرین نے کہا ہے کہ مع کا لفظ لغت میں اگرچہ مقارنت اور نزدیکی کیواسطے ہے لیکن جو ایک چیز بعد ایک چیز کے جلدی حاصل ہوتی ہے تو اس
نزدیکی کو بہی ملنا بولتی ہیں اور مع کے لفظ کو وہاں استعمال کرتے ہیں اور یہ مقام بہی اسی قسم کا ہے اسواسطے کہ دنیا کی سختی اگرچہ لمبی اور دراز ہو لیکن آخرت
دنیا سے بہت متصل ہے تو گویا جدائی نہیں ہے اور دنیا سے ملی ہوئی ہے اور اس آیت کے مکرر لانیکی دو وجہیں ہیں پہلی وجہ یہ ہے کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ
آنحضرت صلعم اس آیت کے نازل ہونیکے بعد ہنستی ہوئی گھر سے باہر تشریف لائے اور صحابہ سے فرمایا کہ خوش ہو کہ حقتعالی نے دنیا کی سختی کے بعد دو آسانیکا وعدہ
فرمایا ہے ایک آسانی دنیا میں اور ایک آخرت میں چنانچہ بعضے ذی فنون نے اس بیت میں اسی مضمون پر اشارہ کیا ہے ۔ اذا اشتدت بک البلوی ففکر فی الم نشرح
فعسر بین یسرین اذا فکرتہ فافرح یعنی جب ہجوم کریں تجھ پر بلائیں تو غور اور فکر کر الم نشرح کے مضمون پر اسواسطے کہ ایک سختی دو آسانیوں میں اکٹھی ہوئی
ہے پہر جب اس مضمون کو غور کریگا تو خوشیاں کر اور شادمان کہ میری بہی سختی ہونے والی نہیں ہے اور حدیث صحیح میں وارد ہے کہ لن یغلب عسر یسرین یعنی ایک
سختی دو آسانیوں پر غلبہ نکر سکیگی اور اگر کسیکے دل میں شبہ گذرے کہ جسطرح یسر دوجگہ مذکور ہے اسطرح عسر بہی دوجگہ مذکور ہے پہر عسر کی وحدت اور یسر کا تعدد

ف اون تین مقاموں کا بیان جہان پیغمبر کا نام اللہ کے نام کے ساتھ نہیں لیا جاتا ہے ۱۱

کہا نسے بوجہا گیا اسکا جواب یہ ہے کہ عربیت کے جاننے والے کہتے ہین کہ جب کسی لفظ کو بعد نکرہ یا معرفہ کے لاتی ہین تو وہ جدائی کو چاہتا ہے اور دونون کے مضمون جدا ہوتے ہین اور جب معرفے کو بعد نکرہ یا معرفے کے لاتی ہین تو وہ اتحاد کو چاہتا ہی اور دونونکا مضمون ایک ہوتا ہے چنانچہ حقتعالی فرماتا ہے ارسلنا الی فرعون رسولا فعصی فرعون الرسول کہ لفظ معرفہ نکرہ کے بعد یعنی رسولا کے بعد آئی ہی اور دونو لفظونسی ایک ہی مراد رسول ہے اسیطرح جاء نی رجل فقال رجل مین بہی ظاہر ہے کہ نکرہ کے بعد نکرہ آیا ہے اور دونوی علحدہ علحدہ رجل مراد ہین تو یہانپر عسر کو دو مرتبہ معرفہ لائی لیکن دونو ایک ہین اور یسر کو دونو جاہ پر نکرہ لائے تو دو یسر ہوجی گئے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ تکرار تاکید کیواسطے ہی سوا کہ مصیبت مین امید آسانی کی منقطع ہوجاتی ہی تو اسمقام مین گمان ایسا تہا کہ مصیبت مین پہنسے ہوؤنکو شاید حاصل ہونا آسانی کا بعد اس سختی کے یقین نہو اسواسطی آسانیکی تاکید لانیکی احتیاج ہوئی اور جب آنحضرت صلعم پر اپنی نعمتونکی شمار اور یاد دہی سے فراغت ہو توان نعمتونکا شکر آنحضرت صلعم سے طلب فرماتی ہین کہ فاذا فرغت فانصب پہر جب تو فارغ ہو ہر مرتبے اور ہر منصب کے حق کے ادا کرنیسے وہی مرتبے اور منصب کہ تمکو دیے ہین ہمنے جیسے نبوت اور رسالت اور ہدایت اور معرفت اور خلافت کبری اور قضا اور افتا اور احتساب اور تعبد اور ولایت اور سوائی انکے جو ہین پہر رنج کہینچ اور محنت کر اللہ تعالی کی یاد کرنیمین والی ربک فارغب اور اپنی پروردگار کیطرف رغبت کر اور دل لگا ایسا پروردگار جسنی تجہکو یکسطرح سے پرورش کیا اور ایسی کمال کو پہنچایا کہ کسیکو بہی آدم سے میسر نہوا اور سوائی اسکے کسیکو اپنی نظر مین جگہ مت دے اور بعضی مفسرین نی اسکے معنی یہ کہے ہین کہ جب فرض نمازسی فارغ ہو تو دعا کیواسطے ہاتہہ اوٹہا اور بعضون نے کہا ہی کہ جب التحیات پڑہنی سی فارغ ہو تو اپنی دنیا اور آخرت کیواسطی دعا کر اب یہانپر باقی رہا ایک سوال کہ عربیت کے واقفکار ذکر کرتے ہین وہ یہ ہی کہ الم نشرح کو مضارع کے صیغہ سے اور اسکے معطوفونکو جیسی وضعنا اور رفعنا کو ماضی کے صیغہ کیواسطے ذکر کیا اسکا جواب یہ ہین تفسیر مین اشارہ کیا گیا ہی کہ شرح صدر کا پہلی نعمت ہے بلکہ سب نعمتونکی جڑ ہے تو ہمزہ استفہام انکاریکا اسکی نفی پر لائے اور مضارع کے صیغہ سے ذکر کیا تاکہ شرح صدر کے تجدد اور دوام پر دلالت کرے اور وضع اور رفع فرعی نعمتین ہین اور پہلی کہ شرح صدر کے سبب سے حاصل ہوئی ہین اسواسطے انکو ایسی صیغہ سے ذکر کیا کہ استمرار پر دلالت کری اور اس ترکیب مین اسبات کیطرف بہی اشارہ ہوا کہ شرح صدر کے سبب سے وضع اور رفع سی بہی فراغت پائی ہمنی یعنی جب شرح صدر کا کیا تو وضع اور رفع دونو عمل مین آچکے اور ہوچکے اسواسطی کہ وضع اور رفع اوسی شرح صدر کا ثمرہ ہی اور نتیجہ ہی

سورۃ والتین

یہ سورت مکی ہی اسمین آٹہہ آیتین اور چونتیس کلمی اور ڈیڑہ سو حرف ہین اور اس سورتکا نام سورہ تین اسواسطے رکہا ہے کہ تین عرب کے لغت مین انجیر کے پہل کو کہتے ہین اور انجیر فائدہ بخشنے اور خوبیون مین سب میوؤن سے جامع ہے جیسی آدمی کا بدن سب بدنون سے جامع ہی اور اسی جامعیت کے سبب سے مستحق فیضان روحی کا ہوا ہی کہ جامع کمالات کا ہی ایسا یہ ہے قرآن کی لفظونکی ساتہہ کہ سمیٹ لی والی بہت اسرارونکے ہین اور اسصورت مین ثابت کرنا شرع اور معاد کا یعنی آخرت کا کمال تاکید کے ساتہہ منظور ہے اسیواسطی اس سورتکے ابتدا مین چار قسمین کہائی گئی ہین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

والتین قسم ہے انجیر کی اور انجیر کو اور میوؤن سی ایک خصوصیت ظاہری ہی اور ایک خصوصیت باطنی سو جو ظاہری خصوصیت ہے وہ یہ ہے کہ وہ غذا بہی ہی اور دوا بہی ہی اور میوہ بہی ہے اسواسطے کہ وہ ایک چیز ہے لطیف سریع الہضم ملین طبع اور سخت مواد کو بدن کے اندر سے پسینے کی راہ نکالدیتا ہے اسیواسطے باوجود حرارت کے تپ کو مفید پڑتا ہے اور بلغم کو تحلیل کرتا ہے اور گردی اور مثانے کو سنگریزی سی پاک کردیتا ہی اور بدنکو موٹا کرتا ہے اور مسام کو کہولدیتا ہے اور دفع کرنیمین کبد اور طحال کے سدونکو بےنظیر ہے اور ایک عجائبات سے اس میوکی یہہ ہے کہ سب کہانیمین آتا ہی کوئی چیز پہینکنے کے لائق نہین رکہتا قرآن کیطرح بالکل مغز ہی مغز ہے ایسا چہلکا رکہتا ہے کہ کہانیمین آوی نہ گٹھلی رکہتا ہے کہ پہینکی جاوے

اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے ایک طباق بہرا ہوا انجیرون کا بطور ہدیے کے لایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
کچہہ انمین سے نوش جان فرمائے اور یارون کو بہی ارشاد فرمایا کہ کہاؤ کیونکہ یہہ میوہ گٹہلی نہین رکہتا اور بہشت کے میوے بہی ایسے ہی ہین سو اسکو
کہاؤ کہ بواسیر بادی کو دفع کرتا ہے اور نقرس کے درد کو نہایت مفید ہے اور حضرت امام علی موسی رضا رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہمیشہ انجیر کہانا
گندہ دہنی کو دفع کرتا ہے اور سر کے بالون کو بڑہاتا ہے اور فالج سے امن دیتا ہے اور عجائبات سے اس میوے کے ایک یہہ ہے کہ برابر ایک لقمے کے بنایا ہے
نہ چہوٹا نہ بڑا تا کہ کہانیوالے کو کسیطرح کی محنت اور مشقت نہو اور وہ جو اسکی باطنی خصوصیتین ہین سو انمین سے ایک یہہ ہے کہ میوہ کمال والون سے نہایت شباہت
رکہتا ہے کہ ظاہر اور باطن اسکا ایکسان ہے اسواسطے کہ نہ گٹہلی رکہتا ہے نہ چہلکا بخلاف اور میوون کے کہ باہر کا انکے کہانے کے لایق ہے اور اندر کا پہینکنے
کے قابل دوسرے یہہ کہ اس میوے کا عجیب درخت ہے کہ اپنے کمال کو قبل دعوے کے ظاہر کرتا ہے کہ اول پہلتا ہے اور پیچہے پہولتا ہے بخلاف اور
میوون کے درختون کے کہ اول انکے پہول پتے نکلتے ہین پہر پیچہے سے میوہ ظاہر ہوتا ہے گویا کہ یہہ درخت صفت ایثار کی رکہتا ہے کہ اول غیر کو
فائدہ پہنچاتا ہے بعد اسکے اپنی آراستگی اور فائدے کی تدبیر کرتا ہے اور دوسرے درخت معاملہ دار لوگون کی طرح سے ہین کہ اول اپنا بہلا کر لیتے
ہین اسکے بعد اورونکو فائدہ پہنچاتے ہین اور ایک یہہ بہی ہے کہ جس قدر فیض یہہ میوہ رکہتا ہے اور میوون مین نہین ہے کہ ایک سال مین کئی بار
پہلتا ہے اور باوجود ان سب باتون کے اس میوے کے درخت کو ایک بڑی مناسبت ہے انسان سے کیونکہ جب حضرت آدم علیہ السلام
کی بہشت مین بسبب تقصیر جانے کے بہشتی پوشاک انکی اتاری گئی اور ننگے رہ گئے تو گہبراکر جس درخت کے نزدیک گئے کہ اسکے
پتے لیکر اپنا تن ڈہانکین وہ درخت اونچا ہو گیا اور پتے نہ دئے اور جب انجیر کے درخت کے پاس گئے تو یہہ اونچا نہوا تب انہون نے اسکے پتے
توڑکر اپنی شرمگاہ کو چہپایا اور بعضے کسان لوگ یعنے کہیتی کرنیوالے کہتے ہین کہ کامل درخت وہ ہے کہ جسمین دس چیزین موجود ہون جڑ اور ڈالیان اور پتے
اور پہول اور میوہ اور گٹہلی اور گوند اور چہال اور چہلکا اور شیرہ جیسے کہجور کا درخت کہ یہہ سو چیزین اسمین موجود ہین اور جس درخت مین ان دس چیزون سے کم ہووے وہ
درخت ناقص ہے پس انجیر گٹہلی نہین رکہتا ہے تو چاہیئے کہ وہ ناقص ہو جواب اسکا یہہ ہے کہ یہہ نقصان مین کمال ہے کیونکہ گٹہلی کچہہ کہانیکی چیز نہین ہے پہینک دینے
کی چیز ہے پس ہونے سے نہونا بہتر ہے حاصل کلام کا یہہ ہے کہ جناب باری نے اسکی جمعیت پر یعنے سب میوون کی خوبیان اسمین موجود ہین اور فوائد پر اور بعضی
پر نظر فرماکر اسکی قسم کہائی ہے اور اسکی مناسبت کو جو انسان کی جامعیت کے ساتہہ رکہتا ہے رعایت فرمائی ہے **وَالزَّيْتُونِ** اور قسم ہے زیتون
کے درخت کی کہ پہل کو بہی اسکے زیتون کہتے ہین اور وہ بہی جامع یعنے جمع کرنیوالا ہے بہت سے فائدون کو ظاہر مین بہی اور باطن مین بہی پہر وہ جو ظاہر
کے فائدے ہین انمین سے ایک یہہ ہے کہ جب پہل کو اسکے سرکے مین اچار بنا کر استعمال کرتے ہین تو معدہ کو قوت دیتا ہے اور بہوک کو بڑہاتا ہے اور زیتون
کا پختہ پہل کہانے سے بخوبی سیری حاصل ہوتی ہے اور بدن کو موٹا کرتا ہے اور قوت باہ کو بڑہاتا ہے اور اگر زیتون کی گٹہلی کا مغز چربی اور آٹے مین ملاکر
کوڑہیکے بدن پر ملین تو کوڑہ دفع ہو جاتا ہے اور اگر زیتون کے شیرہ کا عورت فرزجہ لیوے تو بچہ دان کا بہنا موقوف کر دیتا ہے اور جس نمک پانی مین کہ زیتون کے
پہل ڈالے ہون اگر اسکی کلی کرین تو دانتون کی جڑونکو مضبوط کرتا ہے اور جو کچہہ کہ انجیر مین فائدے جمع ہین کہ غذا بہی ہے اور میوہ بہی ہے اور دوا بہی ہے
وہی فائدے زیتون مین بہی موجود ہین کچہہ زیادتی کے ساتہہ اور وہ فائدے یہہ ہین کہ زیتون کا سالہا سال تک فائدہ باقی رہتا ہے اس طور سے کہ جسقدر
کہ اسمین سے کچے جہڑتے ہین اسکا تیل بنتا ہے اور اسکو زیت الانفاق کہتے ہین کہ قندیلون اور چراغون مین جلانیکے کام آتا ہے اور روشنی اسکی نہایت صاف اور لطیف
ہوتی ہے کہ اور چیزون کے تیل کی ویسی روشنی نہین ہوتی اور جو پک جاتا ہے تو اسکا بہی تیل نکالتے ہین اسکو زیت الطیب کہتے ہین کہ خوشبودار ہوتا ہے اور فائدہ
بخشنے مین بے نظیر ہے اور قولنج کے دفع کرنیکے واسطے اور سددون کے اور اسہال کے واسطے خاصیت ارنڈی کے تیل کی رکہتا ہے اور ملنے مین اور لیپ کرنے مین روغن گل
کی مانند ہے اور بشری اور حمرہ اور قوبا اور صداع اور بالون کی سیاہی اور درد نقرس اور وجع مفاصل اور سبل اور رطوبت غلیظ کو کہ پلکون مین پہنچتی ہے بہت مفید
ہے اور اگر بچہو کے کاٹے پر لگاوے تو بہت فائدہ کرتا ہے اور جو خصوصیتین کہ باطن مین ہین انمین سے ایک یہہ ہے کہ جب اسکا تیل بنتا ہے تو کمال نورانیت اور چمک

بیان فوائد زیتون

پیدا کرتا ہی اور اس سبب سے یعنے باطنی خصوصیت سے کمال والون کے ساتھہ نہایت مناسبت رکھتا ہے کہ جب اپنے حیات کے پہل کو ریاضت کے
گہریا مین گلا کر روح کے لطیف کرنے مین کوشش اور جانفشانی کرکے نہایت نرمی اور لطافت پیدا کرتے ہین تو بڑی نورانیت اور روشنی
حاصل ہوتی ہے اور باوجود اس بات کے تیل اسکا دہوونکی سیاہی سے پاک ہوتا ہی ارواح کاملہ کی نورانیت کی مانند بخلاف اور تیلون کے کہ اہل
ریاضت کرنیوالون کی طرح سے ملی ہوئے دہونکی سیاہی سے ہوتے ہین اور یہہ بہی ہی کہ فکر اور استدلال والون سے کمال مناسبت رکہتا ہی کہ
معلومات کے احوال کو فکر کی قوت مین ڈالکر گلاتے اور اوٹہاتے ہین تاکہ روشنی اور چمک پیدا کرے اور چیزونکی حقیقت دریافت کرین مین چراغ کی روشنی
کی طرح کام مین لاوین اور یہہ بہی ہے کہ کمال مناسبت رکہتا ہی قرآن کے لفظون سے کہ جب اسکے معنون کو لفظون کی آمیزش سے علیحدہ کرین تو حقایق
الٰہی کے نور کی تابش اور روشنی دکہاتا ہی اور یہہ بہی ہی کہ کوئی درخت دنیا مین اتنی بڑی عمر نہین رکھتا جتنی کہ یہہ درخت رکہتا ہی کہ فلسطین جو ایک
شہر مشہور و معروف ہے اقلیم شام مین وہان زیتون کے جہاڑ یونانیون کے ہاتہہ کے لگائے ہوئے اب تک موجود مین کہ وہ لوگ سکندر کے زمانے مین
اوس ملک کی طرف آئے تہے پس ہر درخت کی عمر ان درختون مین سے آج کی تاریخ تک دو ہزار برس کے قریب ہوتی ہی اور یہہ بہی ہی کہ بہت پیدایش کی
جگہہ اس درخت کی شام کا ملک ہی کہ جگہہ انبیاؤن اور اولیاؤن کے رہنے کی ہے اور یہہ بہی ہی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس درخت کے لیئے برکت
کی دعا کی ہی اور یہہ بہی ہی کہ قرآن مجید مین اس درخت کا نام شجرۂ مبارکہ فرمایا ہی اور یہہ بہی ہی کہ اہل تعبیر نے لکھا ہی کہ جو کوئی اپنے کو خواب مین دیکہے کہ زیتون کے
پتے ہاتہہ مین لیئے ہی اسکو خوشخبری ہی کہ عروۃ الوثقی یعنے شریعت کی سیدہی راہ اسکے ہاتہہ آویگی اور ایک مریض ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس
کہ رئیس المعبرین یعنی سردار تعبیر کرنیوالون کے تہے آکر کہا کہ مجہکو خواب مین بتایا ہی کہ دونون لامین سے کہا ابن سیرین نے کہا کہ زیتون کے پہل کہا کہ انکے
حق مین قرآن شریف مین لا شرقیۃ ولا غربیۃ وارد ہوا ہے اور حدیث شریف مین ہے کلوا من الزیت وادھنوا بہ فانہ من شجرۃ
مبارکۃ" یعنے کہاؤ زیتون کا تیل اور بدن پر ملو اسکو کہ وہ برکت والے درخت کا تیل ہی حاصل کلام کا یہہ ہی کہ اس قسم مین ترقی واقع ہوئی ہی پہلی قسم کی نسبت سے
یعنے پہلی قسم مین انجیر کو یاد فرمایا تہا کہ ظاہری فائدے رکہتا ہی بغیر باطن کی نورانیت کے اور اس قسم مین زیتون کو یاد فرمایا کہ ظاہری فائدون کے ساتہہ باطن کی نورانیت
بہی رکہتا ہی تو انسان کے کمال سے اسکو مناسبت زیادہ ہی **وطور سینین** اور قسم ہی پہاڑون والے پہاڑ کی سمجہا چاہیے کہ طور لغت مین پہاڑ کو کہتے ہین اور پہاڑ
دو قسم کے ہوتے ہین ایک پہاڑ والے کہ انمین سے چشمے جاری ہوتے ہین اور بسبب تری پانی کے طرح طرح کے پہل انمین اگتے ہین جیسے اخروٹ اور چلغوزی اور انجیر اور زیتون
اور دوسرے بڑے بڑے درخت جیسے سال ورساکوان خود روئے آپ ہی آپ پیدا ہوتے ہین اور دوائین جیسے عقاقیر اور مصالح گرم جیسے لونگ الایچی وغیرہ اور جدوار یعنے
نربسی اور زہر اور لاکہون بوٹیان نقصان کرنیوالی اور فائدہ بخشنے والی نمودار ہوتی ہین اور جانور عجیب جیسے پہاڑی بکری نہایت بڑے بڑے اور ہرن جسمین سے مشک
نکلتا ہی اور مرغ زرین اور انکے سوا اور بہت جانور عجیب و غریب وہان پیدا ہوتے ہین اور قسم سے معدنون کی جیسے بلور اور لشب اور بہت سی چیزین اس قسم کی
پیدا ہوتی ہین ایسی جامعیت ایسے پہاڑ کی نہایت علی مرتبے مین ہی کہ نباتات بہی اسمین موجود ہین اور حیوانات بہی اور ارواح جناتی بہی مثل دیوپری کے ایسے
پہاڑون مین بہت ہوتے ہین اور ان چیزون کے فائدے کی امید پر بہت سے آدمی بہی وہان بستے ہین پس ایسا پہاڑ کہ ایسے ایسے عجایبات کا مجمع ہو رہا ہی کہ عشر
عشیر اسکا کسی جا پر معلوم نہین ہوتا لیکن باوجود جمعیت کے ہر پہاڑ جہاڑ دار تجلی الٰہی سے خالی ہی جب ایسے پہاڑ مین تجلی الٰہی بہی حاصل ہوئی تو جامعیت کا کمال
اسکے واسطے حاصل ہوئی سو اس قسم کا پہاڑ پہاڑون مین الا ایک پہاڑ ہی مدین اور مصر کی راہ مین کہ اس پہاڑ کو فلسطین کہتے ہین اور حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام
کو اس پہاڑ پر تجلی الٰہی سے سرفراز کیا اور آواز انی انا اللہ رب العالمین کا انکے کان مین پہنچایا اور کلیمی کا مرتبہ اس پہاڑ پر انکو حاصل ہوا اور بعد اس قصے کے
بہی حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جا کر اسمین مناجاتین کی ہین اور چلے کہینچے ہین اور عبادتین کی ہین اور توریت کی تختیان بہی خطاب الٰہی سے اسی پہاڑ پر انکو
عنایت ہوئی ہین لیکن پہاڑ باوجود ظاہری جامعیت کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی روحی اسرارون کا اور اونکی عبادت کی نورون کا بہی جمع کرنیوالا ہوا اور جس نور اللہ
نے کہ اس پہاڑ پر تجلی فرمائی تہی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بیہوش کیا تہا اس قدر اس جگہہ پر اثر اسکا مستقیم اور باقی رہا کہ علی الدوام اللّٰہ ھو [illegible]

یعنی قرنون اور زمانون تک قریب حاصل کرنیکو حضرت موسیٰ کی تابعداری نکے اور احکام شرعی کے امداد ہونے مین کافی ہوا لیکن شروع اور انتہا
انوار موسوی کی کہ تمام بنی اسرائیل اُس سے نورانی اور آراستہ ہوئے وہی مبارک پہاڑ تہا - اسیواسطے اس قسم مین پہلی قسم سے بہی ترقی فرمائی
کہ جو نور زیتون مین ہے وہ نور عنصری ہے اور جس نور سے اس پہاڑ پر تجلی فرمائی اور اسکو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا نور الہی تہا کہ علی مر الدہور والایام
یعنی قرنون تک و مدتون تک تاثیر اُسکی باقی رہی ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کمالات کی جہاڑ کو ابدالآباد تک تر و تازہ رکہتا ہے دوسرے خشک پہاڑ لوگ ان
مین پانی نہ جہاڑ تو وہ مُوئے آدمی کے جسم کی مانند مین کہ ظاہر مین آدمی نظر آتا ہے اور باطن مین کوئی انسانی کیفیت ہین نہ کہتا اُس سطوح قابل قسم کے
نہتے اس سبب سمجہنے کے واسطے لفظ سینین کا فرمایا ہر چند اصل لغت مین طور سینا ہر پلے والی پہاڑ کو بولتے ہین لیکن عرف مین یہہ لفظ خاص اُس
پہاڑ کے واسطے ہے جسپر حضرت موسیٰ کو تجلی الہی واقع ہوئی تہی اور لفظ سینین کا نبطی قوم کی لغت ہے کہ شام کی اقلیم کی کہیتی کرنیوالی ہین اور اس لفظ کو عرب
کی لوگ کبہی طرحکی تصرف سے استعمال کرتی ہین کبہی سینین کہتے ہین اور کبہی سیناسین کے زیر کے ساتہہ چنانچہ سورۂ قد افلح مین واقع ہے اور کبہی سیناسین کے زبر کے
ساتہہ چنانچہ ابو عمرو اور نافع اور ابن کثیر پڑہتے ہین اور بعضی مفسرین نے کہا ہے کہ مراد انجیر سے اصحاب کہف کی مسجد ہے کہ اُسکے گرد انجیر کے جہاڑ بہت ہین اور مراد
زیتون سے بیت المقدس کی مسجد ہے کہ گرداگرد اُسکے یہہ درخت کثرت سے ہین اور بعضون نے کہا ہے کہ زیتون سے مراد زیتا کا پہاڑ ہے کہ وہ
بیت المقدس سے مشرق کی طرف واقع ہو بلند ہے مسجد اقصی سے اور حدیث شریف مین آیا ہے کہ جب ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالی عنہا کہ ازواج مطہرات
سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہین بیت المقدس کو تشریف لیگئین اور مسجد اقصی مین نماز پڑہکر فارغ ہوئین تو مسجد سے نکلکر طور زیتا پر تشریف فرما
ہوئین اور وہان بہی نماز پڑہے پہر اس پہاڑ کے کنارے پر کہڑی ہوکر ارشاد کیا کہ اسی جاگہہ سے لوگ قیامت کے دن متفرق ہونگے کچہہ بہشت کو جائینگے
اور کچہہ دوزخ کو اور یہہ وہی پہاڑ ہے کہ حضرت عیسیٰ کو یہان سے آسمان پر لیگئے ہین اور اس مکانکے نصاری بہت تعظیم کرتے تہے اور کرتے ہین
اور اس پہاڑ کے سر پر فرنگیون نے تملک کے ذکر اُسکا نام سیلانہ تہا ایک کنیسہ بنایا تہا اور اُسکے اندر ایک قبہ بنایا تہا کہ اُسکو مصعد عیسیٰ علیہ السلام کا کہتے تہے یعنی عیسیٰ
علیہ السلام کی چڑہنے کی جاگہہ - اب ہو رہے وہ کنیسا ڈہ گیا لیکن بالفعل اس پہاڑ مین خرنوب نبطی کا درخت ہے کہ قریب اُسکے ایک مسجد بنائی ہے اور
اس مسجد کی بائین مین ایک غار ہے صاف کہ بہت لوگ اس مکانکی زیارت کے واسطے جاتے ہین اور اس درخت کو خرنوبۃ العشرہ کہتے ہین اور جب سلطان صلاح الدین
نے بیت المقدس کو فرنگیونکے ہاتہہ سے فتح کر لیا تمام زمین طور زیتا کی شیخ احمد حکاری کو اور شیخ علی حکاری کو برابر آدہون آدہ تقسیم کرکے
وقف کر دی اور یہہ قصہ ستریوین ذیحجہ کے سال پانچسو چوراسی ۵۸۴ مین واقع ہوا اور وہ زمین اب تک اُن دونون شیخونکی اولاد کی ہاتہہ مین ہے پس
صورت مین اول اس جاگہہ کی قسم کہائی کہ اصحاب کہف کی ولایت کا انوار جائی ہے اور وہی لوگ پہلے گروہ مین اولیا کے کہ فنا کی راہ چلے ہین
بعد اسکے انوار نبوت عیسوی کی جائی کی قسم یاد فرمائی بعد اسکے انوار موسوی کی جائی کی قسم کہائی بعد اسکے فرماتے ہین وَهٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِيْنِ
اور اس شہر امانت والیکی یا امن والی اور مراد اس شہر سے مکہ معظمہ کا شہر ہے کہ جامعیت مین نہایت کو پہنچا ہے اس لیے کہ ہر شہر قسم قسم کے لوگون کو بستی ہے
اور سوداگر اور پیشے والے اور غنی اور فقیر اور عورت اور مرد اور سوا اسکے اور قسم قسم کی چیز دنکو جامع ہوتا ہے جیسے بادشاہ اور حاکم اور مکانات متبرکہ اور مقام
اور قبور اولیا اور انبیاء کی اور عبادتخانے اور مسجدین اُسمین ہوتی ہین اور طرح طرحکی بوٹیان اور قسم قسم کے جانور پرند اور چرند اسمین پرورش
پاتی ہین لیکن کسی شہر مین بیت اللہ یعنی خدا کا گہر کہ ہمیشہ تجلی الہی اُترنیکی جگہہ ہو اور سب مخلوق کی عبادت کا قبلہ نہین ہے مگر یہی ایک شہر یعنی مکہ معظمہ کہ یہہ
بزرگی بہی اسکو نصیب ہوئی ہے اور اس سبب سے اسکو جامعیت کامل حاصل ہوئی ہے اور ان سب صفتونکے ساتہہ پیدا ہونے اور نبی ہونے خاتم الانبیا صلعم کی
جائی ہونے سے جامع ہے وہی محمدی صلی اللہ علیہ کے اثر کا اور اس جناب کی نبوت اور ولایت کے نور اسمین ظاہر اور تابان ہین اور نبوت اور ولایت
نہایت جامع دوسرے نبوتون اور ولایتون سے ہے پس اس قسم مین بڑی ترقی ہو گئی جمعیت کی اگلی قسمونکی بہ نسبت گویا کہ یہہ جمعیت ایسی جمعیت ہے کہ سب
عالم اسفل کے اور عالم اعلی کی اثر دونکو اور بہیدونکو اپنے اندر سمیٹ لیا ہے اور خالق اور خلق مین رلا ملا دیا ہے اور شہر مکہ ایک شہر ہی نہا کہ لبنا و اسکا

ح
ف
زیتون پہاڑ کا بیان ۱۲

زیادہ ہے چوڑا وسے اور پہاڑ گرداگرد اُسکے قلعہ کی مانند واقع ہوئے ہین اور ان پہاڑونکے ہونیکے ساتھ بعضی طرف دیوار شہر پناہ کی طور پر بنائی ہے -
سو جو دیوار کہ مشرق کیطرف ہی وہ باب معلات کی دیوار کرکے مشہور ہے کہ مقبرہ شریف اُس شہر کا ہے اور وہ دیوار کہ مغرب کیطرف اور کچھہ شمال کیطرف
مقابل مدینہ مقدسہ نبویہ کے ہے اُسکو سور باب الشبیکہ کہتے ہین اور جو دیوار کہ یمن کی طرف ہے اُسکو سور باب الیمن اور سو باب الماجن بھی کہتے ہین اور
تعمیر ان دیوارونکی سنہ ۸۱۶ آٹھہ سو سولہ ہین حکم سے ہاشمی شریف کی کہ سید حسن بن عجلان تھا واقع ہوئی اور طول اور عرض اس شہر کا اسقدر ہے کہ باب معلات سے
باب ماجن تک چار ہزار چار سو بہتر گز ہے اور باب معلات سے شبیکہ تک بھی اتنا ہی ہے مگر دو سو بیس گز زیادہ ہے اور گرداگرد اُسکے دو پہاڑ ہین ایک کو ابو قبیس کہتے
ہین اور دوسرے کو کہ وہ سنگ سرخ کا ہے مقابل ابو قبیس کے قعیقعان کہتے ہین اور ان دونون پہاڑونکو اخشبین مکہ کہتے ہین اور ابو قبیس کو اخشب شرقی
اور قعیقعان کو اخشب غربی کہتے ہین اور مکہ معظمہ مین عمارتین بہت ہین اور بہتے چشمے اور چشمہ دار کوئے اور وقفی حوض اور حمام بہت سے ہین چنانچہ فاکہی
زمانہ مین کہ اس مقام کا مورخ ہے سولہ حمام گرم ہوتے تھے اور اس شہر کو دو قسم پر ٹہرایا ہے ایک معلات ایک مسفلہ اور ایک دار الخیزران کے نزدیک کوہ صفا کی دامنے
طرف مکہ معظمہ کی حد ہے معلات کی ہی اور دار العجلہ کہ بائین طرف مکہ معظمہ کے ہی نشانی حد مسفلہ کی ہے اور یہہ شہر مکرم اور معظم حجاز کی ولایت مین داخل اور وہ
ولایت درمیان ملک شام اور عراق اور مصر اور یمن کے واقع ہے اور اس ولایت مین کئی شہر داخل ہین چنانچہ ایک ینبع یہی شہر ہے اور ایک مدینہ منورہ اور ایک
یمامہ اور بہت پرگنے اِن تینون شہرونکے ساتھہ تعلق رکھتے ہین اور عمل مکہ معظمہ کا بعضی طرف سے دس منزل ہے خصوصًا جو سر حد کہ یمن کی طرف واقع ہے
اُسکو ضنکان کہتے ہین وہ مکہ معظمہ سے دس روز کی راہ ہے اور بعضی طرف سے کم ہے جیسے مدینہ مکرمہ کی طرف کہ سر حد اس طرف کی ایک گانون ہے
کہ اُسکو جادہ بن صیفی کہتے ہین اور وہ ایک گانون ہے درمیان عسفان اور مر کہ کے ڈیڑہ منزل پر ہے اور عراق کیطرف ایک گانون ہے کہ
اُسکو عمیر کہتے ہین وہ بھی اسی قدر ہے اور گرداگرد مکہ معظمہ کے حد حرم کی ہی کہ وہان شکار کرنا اور درخت کاٹنا درست نہین ہی اور اگر اتفاقًا کسی نے وہان شکار
مارا یا جہاڑ کاٹا تو اُسپر کفارہ آتا ہے اور حد حرم کے دروازے سے مسجد الحرام کے کہ مشہور باب بنی شیبہ ہے دو مینارون تک کہ عرفہ کی طرف حرم کی حد پر گڑے
ہین سینتیس ہزار دو سو دس گز ہے اور باب معلات سے اُنہین دونون میبارون تک پینتیس ہزار تراسی گز ہے اور عراق کی طرف اُن دونون میناروں
تک کہ راہ پر وادی نخلہ کی بنائی ہین ستائیس ہزار ایک سو باون گز ہے اور باب معلات سے اُنہین دونون میبارون تک پچیس ہزار پچیس گز ہے
اور تنعیم کی طرف سے کہ مدینہ منورہ کی سمت کو واقع ہے حد حرم کی بارہ ہزار چار سو بیس گز ہے اور یمن کی طرف دیوار سے باب ابراہیم کی حرم کی حد کے
نشان تک چوبیس ہزار پانچسو نو گز ہے اور دیوار سے باب الماجن کے حرم کی حد کی علامت تک اسی طرح کو کہ وہ بھی یمن کی طرف ہی بائیس ہزار آٹھہ سو چہتر گز ہی اور روز
کی رو سے حرم کے حد کو سینتیس کوس لکہا ہی واللہ اعلم اور خصوصیات سے حرم کے وہ ہین جو مذکور ہوئین یعنی شکاری جانور وہان شکار کرنا درست نہین ہے اور نہ سایہ دار پانی کے کنارے
اور نہ درخت اور سبزہ وہانکا کاٹنا اور اکہیڑنا اور نہ جہاڑنا بلکہ پتے توڑنا جائز نہین مگر اذخر اور سنا کہ دوا کی ضرورت کے واسطے جائز کہا ہی اور یہہ بھی ہی کہ اس جگہ آدمی ارادہ کرنیسے گناہ کی پکڑا
جاتا ہی سو اور یہانکا نیکی اور عبادت اور بندگی وہانکی بہت ثواب کہتی ہی چنانچہ حسن بصری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک روزہ مکہ معظمہ کا برابر لاکہہ روزہ کی ہی اور ایک
درہم دینا اس مکان مبارک مین برابر لاکہہ درہم کے ہے اور حاکم کی مستدرک مین ابن عباس سے نقل کی ہے کہ حسنات الحرم کل حسنۃ بمائۃ الف حسنۃ یعنی ہر نیکی
کہ حرم مین کیجاتی ہے برابر لاکہہ نیکی کے ہی اور یہہ بھی ہے کہ جو کوئی مکہ معظمہ مین مریگا شرف اور بزرگی اُسکو حاصل ہوگی چنانچہ حدیث شریف مین واقع ہے کہ من مات
بمکۃ بعثہ اللہ تعالیٰ فی الامنین یوم القیمۃ یعنی جو مرا مکہ مین اُٹہاویگا اُسکو اللہ تعالیٰ قیامت کو امن والوں مین اور یہہ بھی حدیث شریف مین ابن عمر سے آئی ہی
من مات بمکۃ فکانما مات فی السماء الدنیا یعنی جو کوئی مرا مکہ مین تو گویا کہ مرا دنیا کے آسمان پر اور نشانیان عجیب غریب وہان نظر آتی ہین کہ اگر درندہ جیسے بہیڑیا یا چیتا کسی جانور کے
پیچہے دوڑتا ہی اور وہ جانور جب حرم کی حد مین داخل ہو جاتا ہی تو وہ درندہ پہر جاتا ہی اور ہرگز حرم مین داخل نہین ہوتا اور بہت لوگون نے حرم کی حد مین ہرنونکو اور درندونکو
ایک جگہہ ملا دیکہا ہی اور یہہ بھی ہی کہ پرندے جب اڑتے ہوئے بیت اللہ کے قریب آتے ہین تو کچھہ ادہر کچھہ ادہر کو بٹ جاتے ہین اور خانہ کعبہ کے اوپر ہوکر نہین جاتے یہہ بات
ہمیشہ لوگ دیکہتے ہین اور یہہ بھی ہی کہ پانی زمزم کو کوئی کا شب برات کو جوش کرتا ہے اور یہہ بھی ہے کہ زمزم کے پانی مین ایک خاصیت ہے کہ اُسکے پینے سے

سیری حاصل ہوتی ہی جیسے کہانا کہانے سے حاصل کلام کا یہہ ہی کہ یہہ شہر مبارک بسبب کمال جامعیت کے نہایت عالی مرتبے کو پہنچا ہی اسیواسطے اس سورہ مین اسی شہر
کی قسم پر ختم فرماکر مطلب کو ارشاد کرتے ہین کہ **لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ** یعنے قسم ان چارون چیزون کی اس بات
پر ہی کہ مقرر ہمنے پیدا کیا انسان کو بہت اچہی صورت اور ترکیب مین اسواسطے کہ اگر ظاہر اسکا دیکہئے تو کمال حسن اور جمال کے ساتہہ موصوف ہے قد اور قامت
اور وے اور سر اندامونکی خوبی اور برابری مین گردن اسکی نہ بہت لمبی ہی اونٹ کی سی نہ بہت چہوٹی ہی کہچوے کی سی ناک اسکی نہ ایسی لمبی جیسے ہاتہی کی سونڈ
نہ اور چوپایون کی طرح بے معلوم اسیطرح سب اعضا مین فکر کیا چاہئے اور خوبی اور حسن اور جمال دریافت کیا چاہئے اسیواسطے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے مین
ایک شخص نے اپنی عورت سے کہا تہا کہ ان لم تکونی احسن من القمر فانت طالق یعنے اگر تو چاند سے اچہی نہوگی تو تجہکو مینے طلاق دی سب علما اس وقت
کے حیران ہوے اور طلاق پڑنے کا حکم دیا جب یہہ استفتا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچا فرمایا کہ طلاق واقع نہین ہوتی اسواسطے کہ اسکی عورت
انسان ہے اور انسان کو حق جل و علی نے فرمایا ہی کہ ہمنے اچہی صورت مین اسکو بنایا ہی اگر چاند کی صورت اس سے اچہی ہوتی تو احسن تقویم اسکی تعریف
مین کیون فرماتا و لنعم ما قیل ما انت مادحها من تشبیهها بالشمس والبدر لا بل انت هاجیها این الشمس حاك
فوق وجنتها وصفحات من نظام اللیالی فی فیها من عین اللیل اجفان مکحلة بالسحر تجری من حواشیها یعنے نہین ہے تو تعریف کرنیوالا اسی وہ شخص
جو تشبیہ دیتا ہے انسان کو آفتاب و مہتاب سے بلکہ تو ہجو کرنیوالا ہی اسکا کہان ہی آفتاب کے تل جتنا یا اور ہنسنے مین لڑی موتیون کی منہہ مین
اسکے کہان ہی چاند کے پلکین سرمہ والیان جادو بہری ور فتح اور نصرت جاری ہی کنارون پر اسکے اور ظاہر بات ہے کہ چاند مین سوا روشنی اور چمک کے
کچہہ اور نہین ہے اور یہہ نسخہ جامع ہی نقاشی کی نزاکتون کا اور طرح طرح کی شکلون کا چنانچہ کہا گیا ہی ؎ من ماہ ندیدہ ام کلہ دار ہمن سرو ندیدہ ام قبا پوش
مینے چاند نہین دیکہا ٹوپی دئیے ہوے اور سرو کو نہین دیکہا مینے قبا پہنے ہوے اور اس سبب سے یہی ہی کہ کوئی صورت دنیا مین لائق عبادتون کے سوا آدمی کے نہین ہے جیسے آدمی
کی صورت ہے کہ قیام اور رکوع اور سجود اسی سے ہو سکتا ہی اور اگر اسکے حسن کا بیان تفصیل کے ساتہہ کیا جاوے جیسا کہ علم تشریح مین بیان ہی تو اسکو بہت سے دفتر
چاہیے اسواسطے اسی بیان پر خاموش ہونا اور زبان قلم کو روک رکہنا بہتر ہی اور اگر اسکے باطن کے معنے کو غور کرین تو چار عالم اس نسخہ جامعہ مین لپیٹے ہین عالم شہوت کا
اور عالم غضب کا اور عالم وہم کا اور عالم خیال کا اور ان چارون عالم کو غیبی حاکم کے حکم کا مسخر اور تابعدار کیا ہی اور اس حاکم کو شرع کے نورانی مشعل سے آنکہون و شنائی بخشی
ہی اسلیے کہ اس نور سے پہچان لیوے پہر جب حکم اس حاکم کا ان چارون عالم پر غالب ہوتا ہی تو آدمی بڑے مرتبے کے کمال اور جامعیت کو پہنچتا ہی اور جو چیز کہ کسی
عالم متفرق مین اسکے حاصل ہونیکی توقع نہین ہوتی ہی اس نسخہ جامعہ سے کہ انسان ہے حاصل ہوتی ہی جیسے معجون مرکب کی خاصیت کہ کسی جز مین اسکے
اجزا مین سے وہ خاصیت حاصل نہین ہوتی لیکن غلبہ اس حاکم کا محض غیبی مدد اور آسمانی توفیق سے ہوتا ہے اسواسطے ہر کسیکو میسر نہین ہوتا چنانچہ فرماتے ہین **ثُمَّ**
رَدَدْنٰہُ پہر ڈال دیا ہمنے ایسے عجیب مخلوق کو جسکو اسقدر نوازا تہا اسکے قصور کرنے سے عقل کے اور اسکے دو لشکر رہایا جیسے شہوت اور غصہ اور وہم اور
خیال کے کارخانے کے انتظام مین **اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ** نیچے سے نیچے کہ چوپایون کے مرتبے سے بہی گذر جاتا ہے اور شہوت اور غصے
کے جال مین ایسا پہنس جاتا ہے اور پہندے مین وہم اور خیال کے ایسا بندہ جاتا ہے کہ اسکا مرتبہ سب نکمی اور ذلیل مخلوقون سے بہی زیادہ
ذلیل ہو جاتا ہے اس لیے کہ دوسری مخلوقات کو جو کمالات حاصل کرنے کی استعداد نہین ہے تو پکڑ اور مار دہاڑ بہی نہین ہے اور اس
مخلوق کو باوجود کمالات حاصل کرنے کی استعداد کے اگر کمالون سے محروم اور بے نصیب رہا تو ہمیشگی کی پکڑ اور سدا رہنے والا عذاب
درپیش ہے **اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا** مگر جو لوگ کہ ایمان لائے اور اپنی عقل کو اپنے وہم اور خیال پر غالب کیا **وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ** اور کام کیے بہی
اور اپنی عقل کو شہوت اور غصے پر غالب کیا اور بہت محنت اور کوشش کی **فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ** پہر انکو مزدوری ہی بے انتہا اگرچہ
ظاہر مین کوشش انکی بیماری اور بڑہاپے اور موت کے سبب سے تمام ہو جاتی ہی لیکن جو کیفیت کہ انکی روح مین بسبب خوب جم جانے جوہر نیکی کے نیکوئی پر حاصل ہوئی
ہی پہر روز زیادتی مین ہے اور ہر آن اور ہر لحظہ بے نہایت ثواب کے مقابلے مین اسکے بڑہتے جاوینگے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ جو مسلمان بندہ

ع

ایسے دین کے چلن اور طریق پر ہوتا ہے اور وہ طریقہ اس سے بڑہاپی یا مسافری یا بیماری کے سبب سے چہوٹ جاوے تو حق تعالیٰ کاتب الحسنات یعنے نیکی کے لکہنے والے فرشتون
کو فرماتا ہے کہ نامۂ اعمال میں اس شخص کے ثواب اُن طاعتون اور نیکیون کا کہ ہمیشہ کرتا تہا لکہہ دو اور اُسکا ثواب اُس سے روکو مت بلکہ بعضی روایتون میں
آیا ہے کہ مرنیکے بعد اُسکے فرشتونکو حکم کرینگے کہ اُسکی قبر کے پاس تسبیح اور تکبیر و تحمید سے مشغول ہوا کرو اور وہ سب اس بندے کے نام لکہو یہان تک کہ قیامت کے دن جب
قبر سے اُٹہے تو اُن سب انتہا خزانونکو جو جمع ہین لاؤ اور بعضے مفسرون نے ثم رددناہ اسفل سافلین کی آیت کو بڑہاپے اور سٹہہ جانے کی حالت پر قایم
کیا ہے کہ اس حالت میں آدمی کی صورت بدل جاتی ہے اور جوڑ بند ڈہیلے ہوجاتے ہین اور پیٹہہ جہک کر کمان سی ہوجاتی ہے اور سیدہا مین قد کا برباد ہوجاتا ہے اور
اور سارا بدن اور سر کے بال سفید ہو کر مبروص یعنے سفید داغ والے کی صورت بن جاتا ہے اور جہریان اُسکے چہرے پر پڑجاتی ہین تو اُسکا چہرہ بدزیب معلوم ہوتا ہے
اور دانت اُکہڑ کر منہ کہنڈر کی صورت بن جاتا ہے لیکن ان معنون کو استثنا الا الذین امنوا وعملوا الصلحت کی مناسب نہین ہے مگر جب
استثنا کو منقطع کہین ہو اُسمین بڑا تکلف ہے اور جو ان آیتون سے معلوم ہوا کہ حقیقت دین کی غالب کرنا عقل کا ہے تمام قوتون پر جیسے
شہوت اور غصہ اور وہم اور خیال اور عقل کو نور سے شرع کے روشن کرنا پس دین کے تکذیب کرنے کی کوئی وجہ باقی نرہی اسواسطے کہ انسان
کی معنوی خوبصورتی عین دین ہے اور وہ حسن ہر کسیکو مطلوب و مرغوب ہے اسیواسطے اس تکذیب کے رد کے مقام پر فرماتے ہین **فما
یکذبک بعد بالدین** پہر کونسی چیز تیرے جہٹلانے کا باعث ہوتی ہے ای آدمی باوجود ظاہر ہونے ایسے ایسے دین کے مقدمات کے
جو اوپر بیان ہو چکے حاصل یہہ کہ جو حقیقت اپنی صورت معنوی کی معلوم کرلی تونے اور جان لیا کہ حسن اُس صورت معنوی کا موقوف اس بات پر ہے
کہ اول عقل کو شرع کے نور سے روشن کرکے پہر اُسکو اپنی قوتون پر حاکم کرے پس کوئی وجہ دین کی تکذیب کی باقی نرہی کیونکہ وہ نور دین ہی کا
یہی حقیقت معنوی انسان [illegible] ہے اسواسطے کہ عقل مانند بینائی کے ہے اور نور دین کا جیسے آفتاب کی شعاع پہر اگر شعاع آفتاب کی درمیان میں نہو تو بینائی سے
اُسکے کچہہ کام نہین نکلتا پس دین کا نور انسان کی صورت معنوی کے کمال حاصل کرنیکے واسطے ضروریات سے ہے اور جسطرح کہ انسان خلل پر چلنے سے
ظاہر کی صورت میں انسانیت سے نکل جاتا ہے اور حیوانون کی مانند مسخ ہوجاتا ہے اسیطرح سے صورت معنوی میں خلل پڑجانے سے اُس حد سے نکل جاتا ہے اور مسخ
معنوی میں گرفتار ہوجاتا ہے اور ایسا کون نادان ہے کہ نکلجانیکو انسانیت سے اور داخل ہونیکو حیوانیت میں اپنے اوپر روا رکہے اور اگر مزاج کے فساد کی راہ سے
کوئی شخص حیوانی صورت کیطرف رغبت کرے تو اُسکو اس مقدمہ سے سمجہا دینا چاہیے کہ **الیس اللہ باحکم الحاکمین** کیا نہین ہے
اللہ سب حاکمون کا حاکم اور جو دوسرے حاکم اپنی رعیت کے واسطے یہہ بات نہین چاہتے ہین کہ ایک فرقے سے دوسرے فرقے مین جا ملین اعلی مرتبے سے ادنی
کیطرف جہکین تو حق تعالیٰ کیونکر ایسی حرکت پسند کریگا کہ حکمت کے خلاف ہے اور یہہ بہی ہوسکتا ہے کہ دین کو جزا کے معنون مین لین تو اس صورت میں بعد ان آیتون اور
اگلی آیت کا یون سمجہنا چاہیے کہ جب قدرت حق تعالیٰ کی احوال بدل کرنے پر انسان کی خلقت کے شروع سے کہ نطفہ تہا یہانتک کہ خلقت میں کمال اعتدال کو اور صورت
کی خوبی کو پہنچا اور زینت اُسکو عقل کی دیتے اور روشن کرتے اُسکے شرع کے نور سے ہی اُسکو بخشی پہر [illegible] بعضونکو [illegible] ایسا ظاہر میں گرا دیا کہ سب لوگونکا
ذلیل ہونا آدمی پر کہل گیا پہر جزا دینا قیامت کے دن اور مُردونکا زندہ کرنا اور احوال کا بدلنا کہ دنیا کے سرکشونکو ذلیل کردینا اور یہان کے عاجزونکا مرتبہ بلند کرنا
اُسکے نزدیک کیا بعید ہے اور اسقدر کہ بیان کیا گیا ثابت ہونا جزا کے اعتبار حق تعالیٰ کی قدرت کے ہے اور اگر نظر اُسکی حکمت و عدالت پر کرین اور معلوم کرلین کہ بدلا
نیک کا اور بد کا پہنچانا اور فرق بدکار اور نیکوکار مین کرنا حکمت و عدالت کے واسطے واجب ہے پس جب ہونا جزا کا ثابت ہوا چنانچہ الیس اللہ باحکم الحاکمین
میں اشارہ اسی بات کیطرف ہے اب جانا چاہیے کہ جزا کا ہونا باعتبار قدرت کے ممکن ہے اور حکمت اور عدالت کی راہ سے واجب ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو
کوئی سورۃ والتین کو پڑہے اور اس آیت پر پہنچے کہ الیس اللہ باحکم الحاکمین تو چاہیے کہ کہے بلی وانا علی ذلک من الشاہدین یعنی سچ ہے کہ تو سب حاکمونکا
حاکم ہے اور مین بہی اس بات پر گواہ ہون اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عشا کی نماز میں اس سورۃ کو اکثر پڑہا ہے اور حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب
رضی اللہ عنہ بہی اکثر اس سورۃ کو کعبہ کے سامنے فرض نماز میں پڑہتے تہے کہ اشارہ ہو حرم کی بزرگی پر کہ اُسکی اس سورۃ میں قسم کہائی ہے واللہ اعلم بالصواب

سورۂ اقرأ

تمہید

یہہ سورت مکی ہی اسمین انیس آیتین اور بہتر کلمے اور ایکسو اسی حرف ہین اور اس سورۂ کو سورۂ علق بہی کہتے ہین کیونکہ اس سورہ مین مذکور ہی کہ آدمی کو علقے
سے یعنے جمے ہوئے لہو سے بنایا ہی اور یہہ ذکر دلالت کرتا ہی اس بات پر کہ اللہ تعالے اپنی رحمت سے ذلیل کو عزیز کر دیتا ہی جیسے اس لہو کی پھٹکی کو کہ نہایت ذلت
کے درجہ مین ہتی انسان کی صورت بناکر اور اسمین روح پھونک کر کیا کچھہ عزت بخشی اسیطرح سے آدمی کو باوجود کمال ذلت اور محتاجگی کے قرآن کے اتارنے سے
اور سکہانے سے وحی کے علوم کے عزت دیتا ہی اور جو شک اور شبہ کہ اس مقدمے مین کافرون کے دلمین کہٹکتا تہا سو انسان کی خلقت کی ابتدا کو دیکھنے سے کہ
لہو کی پھٹکی سے بنا ہی رفع ہوجاتا اور اس سورہ کو اکثر مفسرون نے اول ما نزل من القرآن کہا ہی یعنے اول جو قرآن سے نازل ہوا سو یہی آیتین ہین اور وہ جو
حضرت امیر المؤمنین مرتضی علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہی کہ اول ما نزل من القرآن فاتحۃ الکتاب یعنے اول جو قرآن سے نازل ہوا ہی سو سورۂ فاتحہ ہی
اور حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہی کہ اول ما نزل سورۂ مدثر ہی سو یہہ بات ظاہر مین تو ایک دوسرے سے مخالف معلوم ہوتی ہی لیکن مطابقت اور توفیق
ان تینون قولون کی اسطور سے ہی کہ اول حقیقی یعنے سب کے پہلے نازل ہوئی ہین یہی پانچ آیتین اس سورۂ کی ہین ابتدا اسکے نماز کی تعلیم کیواسطے سورۂ فاتحہ
نازل ہوئی ہی پھر بعد بند ہونے وحی کے اول جو نازل ہوئی ہی سورۂ مدثر ہی پھر بعد اسکے قرآن کا نازل ہونا پے درپے شروع ہوگیا پس جس شخص نے کہ سورۂ
مدثر کو اول نازل کہا ہی تو گویا اسنے متصل پے درپے نازل ہونا مراد لیا ہی اور نازل ہونیکو اس سورۂ کے باقی قرآن کے نازل ہونیکی تمہید ٹھہرایا ہی اور سورۂ
فاتحہ کے نازل ہونیکو مناجات کی تعلیم کیواسطے قرار دیا ہی اور پہنچانا دعوت کے حکمونکا سورۂ مدثر کے نازل ہونے سے شروع رکہا ہی اور جسنے کہ سورۂ فاتحہ کو اول
نازل کہا ہی سو اس راہ سے ہی کہ اول جو چیز کہ اسکے سبب سے قرب اور نزدیکی حاصل ہوتا ہی کا ٹہنا عبادت ہو وہ یہی سورۂ فاتحہ ہی اور سورۂ اقرا فقط پڑہنے کا
طریقہ سکہانیکو اور عادت ڈالنے کو نازل ہوئی تہی اور اس سورۂ اقرا کے نازل ہونیکی کیفیت یہہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو چیز کہ علامتون سے وحی کی اول
نمودار ہوئی سچے خواب تہے کہ جو کچھہ آپ انکو خواب مین دیکھتے تہے وہ بعینہ یعنے اسیطرح دنکو ظہور مین آتا تہا بعد اسکے محبت خلوت اور گوشہ نشینی کی آپکی خاطر
مبارک پر غالب ہوئی اور کوہ حرا مین کہ مکہ معظمہ کے شہر سے متصل ہی تشریف فرما ہو کر ایک غار اپنی خلوت کے واسطے مقرر فرمایا کہانا پانی کئی روز کا ہمراہ لیجا کر اس غار مین بیٹھا
کرتے تہے اور اللہ تعالے کی حمد اور ثنا اور تسبیح و تہلیل مین مشغول رہتے تہے جب کہانا دانا تمام ہو جاتا تہا تو دولتخانہ کو تشریف فرما ہوتے اور ایک دو روز رہکر اہل و عیال کا حق ادا
کرکے پہر کہانا پانی ساتھہ لیکر اس غار مین جا بیٹھتے اور آپکے رہنے کی مدت اس غار مین اکثر ایک مہینے سے کم ہوتی تہی اور کبہی اتفاقا ایک مہینہ پورا بہی اس غار مین رہتے اکثر
اسی خلوت کے دنونمین اس غار سے نکلا تہا پانون دہونیکے واسطے پانی کے کنارے کہڑے تہے کہ یکایک جبرئیل علیہ السلام نے اوپر سے آواز دی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم اوپر کو دیکہنے لگے لیکن کچھ نظر نہ آیا پہر دوسری بار اور تیسری بار بہی اسی قسم آواز آئی تو آپ حیران ہو کر ادہر ادہر دیکہنے لگے کہ اچانک ایک شخص نوری چہرہ جیسے آفتاب
ایک نور کا تاج سر پر دہرے سبز لہلہاتی پوشاک پہنے آدمی کی صورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا کہ پڑہ اور بعضی روایتون مین آیا ہی کہ اسکے
ہاتہمین ایک سبز ریشمی کپڑا تہا کہ اسمین کچھ لکہا ہوا تہا اس ٹکڑیکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکہایا اور کہا کہ پڑہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین حرف کی صورت نہین
پہچانتا اور پڑہا ہوا نہین ہون اس نے پہر کہا پڑہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گلے لگا کر ایسے زور سے بہینچا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت تکلیف ہوئی اور بدن مبارک تمام
پسینہ پسینہ ہوگیا اسیطرح سے تین مرتبے کیا اور چوتہے مرتبے کہا اقرأ باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق اقرأ وربک الاکرم
الذی علم بالقلم علم الانسان ما لم یعلم اور یہہ پانچون آیتین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن مین بیٹہہ گئین اور آپکو یاد ہوگئین اور بعضی روایتون مین آیا ہی کہ اسی بزرگ نے
ان آیتونکے سکہانیکے بعد اپنا پانون زمین پر مارا تو ایک چشمہ بہتے پانیکا پیدا ہوا پہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو طریقہ نہانے کا اور وضو کرنیکا اور استنجا کرنیکا سکہایا اور دو
رکعت نماز پڑہائی اور سورۂ فاتحہ بہی سکہائی کہ نماز مین پڑہا کرین بعد اس حالے کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس صدمے کے خوف سے کانپتے ہوئے اپنے دولتخانہ مین
تشریف لائے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہ اسوقت آپکے نکاح مین تہین فرمایا کہ مجھکو بالاپوش اڑہا دو کہ یہہ تہرتہری میری موقوف ہوجاوے پہر جب تہرتہری کم ہوئی

وہ لرزہ موقوف ہوا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ یہہ کیا حال تہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام احوال انکے سامنے بیان فرمایا کہ مین اپنی
جان سے ڈرتا ہون کہ اس صدمے مین ہلاک نہو جاؤن حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ آپ ہرگز خوف نکرین کیونکہ حق تعالی نے آپکی ذات پاک
مین اپنی رحمت کی صفتین بہت ظاہر فرمائی ہین چنانچہ ضعیفون پر رحم کرتے ہو اور اپنے ناتے والون سے احسان اور سلوک اور محبت کرتے ہو اور
مہمانون کی ضیافت کرتے ہو اور محتاجون کے کامون مین مددگاری کرتے ہو پہر جو شخص کہ اس قدر خلق اللہ پر رحم کرتا ہی وہ رحمت الہی کے سزاوار ہونیکے
لائق ہوتا ہی نہ غصہ اور غضب کے بعد اسکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ورقہ بن نوفل کے پاس کہ انکے چچا زاد بہائی تہے اور دین عیسوی رکہتے تہے
اور عبرانی کتابون سے اور توریت اور انجیل سے خوب واقف تہے بلکہ عربی زبان مین انکا ترجمہ کیا کرتے تہے لے گئین اور کہا کہ بہائی ذرا سنو تو یہہ تمہارے
بہتیجے کیا احوال بیان کرتے ہین القصہ جب ورقہ نے یہہ تمام قصہ سنا تو کہا کہ یہہ شخص ناموس اکبر تہا اور اہل کتاب کی اصطلاح مین ناموس اکبر جبرئیل علیہ السلام
کو کہتے ہین اور کہا کہ یہہ وہی ناموس ہے کہ اللہ تعالی کیطرف سے پیغمبرون پر وحی لاتا ہی اور موسی علیہ السلام پر بہی نازل ہوتا تہا اب خوش ہو اور کچہہ خوف
نکرو لیکن تمہاری قوم اس نعمت کی قدر نہ جانیگی اور تمکو تکلیف پہنچاوینگے یہانتک کہ تمکو اس شہر سے نکالدینگے سو کیا خوب بات ہو کہ مین اسوقت تک
زندہ رہون اور تمہاری تائید اور مدد کرون اور دونون جہانکی سعادت اس وسیلے سے حاصل کرون القصہ اس مقدمے سے چند روز کے بعد ورقہ نے اس
جہان فانی سے رحلت کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو خواب مین سفید کپڑے پہنے دیکہا تو تعبیر فرمائی کہ یہہ شخص بہشتی تہا اور اس قصے مین کئی نکتے
دریافت کرنا چاہیے اول تو یہہ ہی کہ عادت بنی آدم کی پرورش کی اسبات کو چاہتی ہی کہ سہج سہج ہو پہر اگر اول ہی بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے قرآن
کی مشرف فرماتے تو اسکے اُٹہانیکی تاب نلا سکتے اسواسطے اول خواب مین کہ اس عالم سے غفلت کی حالت ہی دلمین ایک ایک چیز کے علم کا ڈالنا شروع فرمایا
کہ آہستہ آہستہ عادت علم سیکہنے کی عالم غیب سے پیدا ہو اور رفتہ رفتہ اس تعلیم غیبی کے خوگر ہو جاوین بعد اُسکے چاہا کہ انکی بیداری اور ہوشیاری مین انقطاع
اور بے پروائی جورو بچون اور گہربار سے حاصل ہو تا کہ بالکل غیب کے عالم کی طرف متوجہ ہو جاوین تو اسوقت انکو محبت خلوت اور گوشہ گیری کی دلمین پیدا
ہوئی اور ایک ایسا مکان انکو بتا دیا کہ وہان کوئی آدمزاد نتہا تا کہ وحی اُترنیکے وقت کسیکے دلمین شبہ پڑہنے اور سیکہنے کا نہ گذرے پہر وحی نازل ہونیکے
وقت ایک بڑا صدمہ اور تہرانا اور خوف آپکے دلمین ڈالا تا کہ کسیکو خیال بناوٹ اور ملاوٹ کا نہ آوے دوسرے نکتے یہہ کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی تاثیر کو آپکی
روح مین پہنچنے اور گلے لگانیکے سبب سے پہلے درجے پر کمال کے ثابت اور قائم کردی اسواسطے کہ کاملونکی تاثیر جو دوسرے کے اندر اثر پیدا کرتی ہی جسکو اہل طریقت
کے عرف مین توجہ کہتے ہین چار طرح سے ہوتی ہی اول تو تاثیر انعکاسی وہ ایسی ہی جیسے کوئی شخص خوب سا عطر لگا کر مجلس مین آوے اور اس عطر کی خوشبو سے ہمنشینونکے
دماغ کو معطر کر دیوے یہہ قسم سب قسمون مین توجہ کی ضعیف ہی کیونکہ اسکا اثر تبہی تک ہی جب تک اسکی صحبت ہی بعد اسکے کچہہ باقی نہین رہتا دوسری تاثیر
القائی وہ اس قسم کی ہی جیسے کوئی شخص بتی اور تیل سکوری مین ڈالکر لایا اور دوسرے شخص کے پاس آگ تہی اُسنے اُسکو روشن کر دیا پس چراغ تیار ہوگیا اس قسم
کی تاثیر البتہ کچہہ قوت رکہتی ہی کہ سیکہنے سکہانیکی صحبت کے بعد بہی اُسکا اثر باقی رہتا ہی لیکن جب کوئی صدمہ پہنچا جیسے آندہی یا مینہہ یا کوئی اور آفت تو اُسکا
اثر جاتا رہتا ہی اسواسطے کہ یہہ تاثیر نفس اور لطیفونکو درست نہین کرسکتی ہی جیسے تا کارین تیل اور بتی اور سکوری کو فقط شعلہ سنوار نہین سکتا تیسری قسم تاثیر
اصلاحی ہی وہ اس طور کی ہی جیسے پانی کو دریا سے یا کوئے سے لاکر خزانے مین جمع کرین اور خزانیکی راہ کو حوض کے فوارے تک کوڑے کرکٹ سے صاف کردین پہر
خوب زور سے اُسمین پانی چہوڑ دین کہ فوارہ خوب جوش و خروش سے چہوٹنے لگے اس قسم کی تاثیر اُن اگلی تاثیرون سے بہت قوی ہی کہ نفس کی اصلاح اور ستہرائی لطیفون
کی بہی اُسمین ہوتی ہی لیکن خزانیکی استعداد اور راہ کی مسافت کے موافق فیضان ہوتا ہی نہ کوئے اور دریا کے برابر اور ان سب باتونکے ساتہہ بہی اگر خزانے مین
کچہہ آفت یا فتور واقع ہو جاوے تو البتہ نقصان پڑجاتا ہی چوتہی تاثیر اتحادی کہ شیخ اپنی روح باکمال کو طالب کی روح کے ساتہہ خوب زور سے ملاوے کہ شیخ کی روح کا
کمال طالب کی روح مین اثر کر جاوے اور یہہ مرتبہ سب قسم کی تاثیرون سے زیادہ تر قوت رکہتا ہی کیونکہ صاف معلوم ہوتا ہی کہ ایک ہی جان ہے دو بدنون مین جو کچہہ کہ شیخ
کی روح مین ہی طالب کی روح مین سما جاتا ہی اور بار بار حاجت فائدہ لینے کی نہین رہتی ہی سو اولیاء اللہ مین اس قسم کی تاثیر بہت کم پائی گئی ہے ؛؛

ذکر خیا نچہ فرشتہ جیسا باقی بستر قدس مین مشغول تہا ایک روز آپکے مکان پر کوئی مہمان آئے اور اُنکے آنیکا آپکو بہت خیال ہوا [illegible]

ہوئی اور اُنکے کہانیکی تلاش کرنے لگے اتفاقاً ایک نان وائی کی دوکان آپکے مکان کے متصل تہی اسبات کی خبر پاکے ایک خوان بہرا ہوا روٹیون کا خوب
مکلف مرغن بہاری ساتہہ آپکے سامنے لاکر حاضر کیا آپ اُسکو دیکہکر نہایت خوش ہوے اور فرمایا کہ مانگ کیا مانگتا ہے اُسنے عرض کی کہ مجھکو اپنا سا کر دیجیے فرمایا
کہ تو اس حالت کا تحمل نکر سکیگا کچہہ اور مانگ وہ اسی بات کا سوال کئے جاتا تہا اور خواجہ انکار کرتے تہے جب بہت سی عاجزی کرنے لگا تو ناچار ہوکر اُسکو اپنے
ساتہہ حجرہ مین لے گئے اور تاثیر اتحادی اُسپر کی جب حجرہ سے باہر نکلے تو خواجہ مین اور اُس نان وائی کی صورت شکل مین کچہہ فرق باقی نرہا تہا لوگونکو پہچاننا
مشکل پڑا تہا لیکن اسقدر تہا کہ خواجہ ہوشیار تہے اور وہ نانوائی بیہوش اور سرشار الغرض اُس نانوائی نے تین روز کے بعد اُسی سکر اور بیہوشی مین وفات
کی رحمۃ اللہ علیہ حاصل کلام کا یہہ ہے کہ تاثیر جبرئیل علیہ السلام کی اس بھینچنے مین تاثیر اتحادی تہی کہ اپنی روح لطیف کو بدنکے مساموں کی راہ سے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے بدن مین داخل کرکے آپکی روح مبارک سے ملادی اور شیر و شکر کی مانند گہل مل گئین تو ایک عجیب حالت ملکیت اور بشریت کے درمیان مین پیدا ہوئی
کہ بیان مین نہین آسکتی تیسری یہہ کہ ورقہ بن نوفل کو کہ تسلی بخشنے والا اس خیال کا ہوا تہا اور وحی کے نازل ہونے پر گواہی دی تہی اور جبرئیل علیہ السلام
کو پہچانتا تہا اور آپکی نصرت اور مدد کیواسطے کمر باندہے ہوئے تہا جلد اس عالم سے اُٹہا لیا کہ کسیکو یہہ گمان نہو کہ یہہ سب اگلے قصّے اور دوسرے کام شرع کے وہی
ورقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سکہاتا اور یاد دلاتا ہوگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد اس واقعہ کے صحبت بہی اُس سے ہمیشہ کی نہین ہوئی اسواسطے گنجائش اس
احتمال کی بالکل بند ہوگئی اور یہہ بہی منظور تہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دین کے مقدمہ مین حاجت کسی کی نہو بلکہ کسی اگلے دین والے کی تائید و مدد شامل نہو جبکہ یہہ سب ہو چکی [illegible]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ پڑہ ساتہہ نام اپنے پروردگار کے یعنی اپنے پروردگار کا نام لیکر پڑہ اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام قدیم کو آدمی جب پڑہ سکتا ہے [illegible]
[illegible] کہ اللہ تعالیٰ کی تربیت تیرے اوپر ظاہر اور کہلی ہوئی ہے اور تمام مخلوق سے تربیت مین تو ممتاز اور جدا ہوا ہے پہر نہین ہوسکتا
[illegible] قدیم کے پڑہنے مین مدد مانگ اور اگر تیرے خیال مین یہہ شبہ گذرے کہ کلام قدیم کو کس طرح سے پڑہ سکونگا کیونکہ ہمارا پڑہنا
حادث اور نو پیدا ہے اور وہ قدیم اور ازلی ہے تو ایک اور صفت کو اپنے پروردگار کی خیال کر کہ **الَّذِي خَلَقَ** وہ پروردگار کہ جسنے پیدا کیا ہے چیزونکو اپنے
ناموں کی صورت پر لیکن اُس سے کیا دور ہے کہ کلام قدیم کو حرفونکے قالب مین لاکر اول تیرے خیال مین ڈالے پہر بعد اُسکے تیری زبان پر جاری کرادے اسواسطے کہ پیدایش سب چیزون
کی اسیطور پر ہے کہ اسما قدیمہ کو حادث صورتونکے ساتہہ ظاہر کیا ہے اور اگر تیرے دل مین شبہ گذرے کہ کلام الٰہی قدیم نہایت عزت والا ہے اور آدمی نہایت ذلیل اور
قسم کی عزیز چیز کو ذلیل [illegible] تو نہایت بعید معلوم ہوتا ہے تو ایک دوسری صفت کو اپنے پروردگار کی لحاظ کر **خَلَقَ الْإِنسَانَ** پیدا کیا ہے انسان کو
اور کمال عزت دی ہے اُسکو ایسی روح سے کہ اُٹہانیوالی اسرار الٰہی کی ہے اور جہکو اُسکو مختلف اعضا دیے ہین کہ اسماء الٰہی اُن سے ظہور کرتے ہین اور ربط دیا ہے اُسکی روح لطیف
کو اُسکے جسم کثیف سے اس طرح پر کہ لطافتین روح کی اپنے ٹہکانے ہین اور کثافت جسم کی اپنے ٹہکانے ہے نہ روح جسم کی کثافت سے بگڑتی ہے نہ جسم روح کی لطافت سے
بکہرتا ہے اور یہہ روح اور جسم ایک ہی چیز سے بنے ہین کہ سراسر نجاست اور ذلت رکہتا ہے چنانچہ فرمایا ہے **مِنْ عَلَقٍ** جمے ہوئے خون سے کہ شرع کے حکم مین اور
لوگوں کی نظرونمین بہی ذلیل و نجس ہے پہر کیا عجب ہے کہ کلام پاک قدیم کو حادث لفظونکے ساتہہ جمع کرکے اور ترتیب دیکے تو تون خیال اور بولنے کے آلات اور اسباب پر ڈالدے اور
وہ کلام پاک جیسا کہ ہے ویسا ہی اپنی ستہرائی اور پاکیزگی پر رہے اور اُسمین تغیر نآوے اب یہان پر سمجہہ لینا چاہیے کہ آدمی کی پیدایش جمے ہوے لوہو سے توالد کی صورت مین
ظاہر ہے کہ جب نطفہ ماکے پیٹ مین ٹہرتا ہے تو قوت جاذبہ رحم کی جو اُسکو غایت ہوتی ہے بہت سا لہو ماکے بدن سے اپنی طرف کہینچتا ہے اور جمانیوالی قوت سے
جامن کی مانند اُس لہو کو جما دیتی ہے یہانتک کہ رفتہ رفتہ صورت ہڈیون اور گوشت اور پوست کی حاصل کرتا ہے لیکن حضرت آدم علیہ السلام کی
مانند پیدا ہونیکی صورت مین نہین پیدا ہونا علق سے اُن معنونمین ہے کہ انسان کے اعضا غذا مین سے پیدا اُس چیز کا ہے جو آنتون سے تحلیل

اور فنا ہوتی رہتی ہیں اور غذا بعد طی ہونے ہضم کے مرتبون کے جما ہوا لہو بنکے اعضاؤن کی صورت ہوجاتی ہے بلکہ توالد کی صورت مین بھی بعد جدا ہونے
بچے کے ماکے پیٹ سے اسیطور سے خلقت انسان کی واقع ہوتی ہے اور اسیواسطے انسان کی پیدایش کی سب اصلون مین سے علق کو مذکور فرمایا ہے کہ یہ مادہ
ہر وقت مین اسی صورت سے درکار ہے برخلاف مٹی اور نطفہ اور سوائے اُن دونون کے کہ شروع پیدایش مین درکار ہوتے ہین اور بقا مین درکار نہین آب فکر کیا
چاہیے کہ ایک ایکلی چیز کہ وہ جما ہوا لہو ہے وہی روح کی صورت بنکے سمجھنے والی اور حرکت دینے والی قوتون کا حامل ہوتا ہے اور وہی اعضا کی صورت
پکڑکے ہڈی اور مغز اور گوشت و پوست بھی بنجاتا ہے اور روح لطیف مجرد کو اعضا کے ساتھہ کہ ایسی ناپاک چیز سے پیدا ہوئے ہین کیسا کچھہ لگاؤ کیت اور
اتحاد حاصل ہوتا ہے پس اس جگہہ سے نازل ہونا ذات اور صفات کے معنونکا خیال مین اور بولنے کے آلات مین بوجہا چاہیے اور یہہ بھی سمجھہ لیا چاہیے
از آنجا کہ لفظ اقرأ کی تشریح میں ایک شبہ واقع ہوا ہے اکثر عوام کو شبہ مین ڈالتا ہے اور وہ خیال کرتے ہین کہ چاہیے تہا کہ یہہ لفظ قرآن مین داخل نہوتا کیونکہ یہہ لفظ
قرآن شریف کے پڑہنے کے واسطے فرمایا ہے اسکو قرآن مین کسواسطے لکھنا چاہیے بلکہ قل کے لفظ مین بھی کہ سرے پر پانچ سورتون کے واقع ہے قل اوحی اور
قل یا ایہا الکفرون اور قل ہو الله اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس مین یہی شبہ وارد کرتے ہین اسیواسطے بعضے صحابہ نے
قل کے لفظ کو معوذتین مین سے موقوف کر دیا تہا لیکن اس شبہ کو اس طور سے دفع کیا چاہیے کہ اقرأ کا لفظ اور اسیطرح قل کا لفظ پیغمبر علیہ السلام کیطرف خطاب
ہے دوسرے امر و نہی کی طرح پر تو اُسکا قرآن مین داخل ہونا ضرور ہوا جس طرح سے خط کی ابتدا مین لکھتے ہین یا بادشاہ کے فرمان کی ابتدا مین لکھتے
ہین بدانند اور بشناسند اسیطرح ان لفظونکو بھی سمجھا چاہیے اور اگر کسی شخص کو سب قرآن سنانا دوسرے کو تبلیغ کے طور پر منظور ہو یا خط کا مضمون سمجہانا دوسرے
کو منظور ہو تو ان لفظونکا بولنا بھی اُسپر ضرور ہوجاویگا اب آئے ہم اس بات کی طرف کہ آنحضرت صلی الله علیہ وسلم تو اُمی محض تھے انکو کہنا کہ پڑہ اس قسم سے
ہے جیسے اندہے کو دیکھنے کو اور شل کو دوڑنے کو کہین کہ یہہ تکلیف مالا یطاق ہے یعنے ایسی چیز کی تکلیف دینا ہے کہ ہو نسکے اور تکلیف مالا یطاق ممنوع ہے
چنانچہ الله تعالی خود فرماتا ہے لا یکلف الله نفسا الا وسعها جواب اس شبہ کا یہہ ہے کہ یہہ حکم تکلیفی نہین ہے بلکہ تلقینی ہے جیسے بچے کو جو اول مکتب مین
لیجاتے ہین تو اُستاد کہتا ہے کہ پڑہ اگرچہ وہ بچہ اُسوقت پڑہنا نہین جانتا ہے لیکن اُستاد کا مطلب یہہ ہے کہ جیسے مین پڑہتا ہون تو بھی اسی طور سے میرے
پڑہنے کو سنکر پڑہ اور یاد کر لے اور جو آنحضرت صلی الله علیہ وسلم کو تعجب اس بات کا تہا کہ مین تو اُمی محض ہون مجہسے کسطرح سے پڑہا جاویگا تو تاکید کے
واسطے پہر دوسری بار فرماتے ہین اقرأ پڑہ اور بعضے مفسرون نے کہا ہے کہ اول بار جو اقرأ فرمایا اس سے مراد یہہ ہے کہ قرأت قرآن کی اپنے نفس کے ثواب کیواسطے کر
اور دوسرے بار جو اقرأ فرمایا اُس سے مراد یہہ ہے کہ قرآن کو اور لوگون پر پہنچا اور جسطرح سے اُمت کو پڑہنا اپنے نفس کے واسطے ضرور ہے اسیطرح نبی کو اُمت پر
پہنچانیکے واسطے بھی ضرور ہے کیونکہ اگر وہ نہ پہنچاوین تو اُمت کو پڑہنا قرآن کا کسطرح سے میسر ہو اور بعضون نے کہا ہے کہ پہلا اقرأ نماز مین ہے اور دوسرا اقرأ
نماز کے باہر اور بعضون نے کہا ہے کہ پہلا سیکہنے کے واسطے ہے اور دوسرا سکہانیکے واسطے اور بعضون نے کہا ہے کہ پہلے سے مراد یہہ ہے کہ قاری ہو بغیر اسکے
کہ کسی چیز کو قرأت کیواسطے معین کرین اور دوسرا متعلق ہے اسم ربک سے جو پہلے گذر چکا ہے یعنے اپنے پروردگار کے نام کو پڑہ اب اس بات کے شبہ کے
دفع کرنیکے واسطے جو بار بار خاطر مبارک مین آنحضرت صلی الله علیہ وسلم کی گذرتا تہا اور خیال فرماتے تھے کہ اُمی کو علم حاصل کرنیکا طریقہ خصوصا وہ علم جو متعلق صفات
الٰہی سے اور کلام قدسی سے اور اُسکے ہر روز کے چکا ہون سے ہو کیونکر حاصل ہوسکیگا اسواسطے ایک اور مقدمہ کو ارشاد فرماتے ہین کہ اس مقدمے سے طریقہ علم غیبی کے حاصل
ہونیکا لوگون پر واضح ہوتا ہے وربک الاکرم اور پروردگار تیرا بڑا کریم ہے کہ اُمی کو دانا کر دیا اور جاہل کو عالم بنا دینا اسکے نزدیک بہت آسان کام ہے کیونکہ اُمی کو
اگر مانع ہے تو یہی بات ہے کہ علم حاصل کرنیکے اسباب نہین رکہتا ہے اور اس قسم کے مانع اسیکے واسطے ہے کہ نسبت بعضے علمون کے موجود ہین بہر وجود ان موانع کے حق تعالی اُن
علمونکو بعضی مخلوقات کے واسطے سے انکو پہنچا دیتا ہے چنانچہ فرمایا ہے الذی علم بالقلم وہ ایسا ہے کہ تعلیم فرمایا ہے آدمیونکو قلم کے واسطے سے وہ چیز جو حواس اور عقل
خبر سے دریافت نہین کر سکتے ہین بسبب ہونے موانع کے جیسے اگلی امتونکے اور گذری ہوئی سنگتون اور اگلے بادشاہ اور انبیا اور اولیاؤن اور متقدمین کے احوال یا بسبب بُعد مکان کے جیسے احوال
دور دیس کی ولایتون اور اقلیمون اور شہرون کے بلکہ عادت بادشاہونکی اسیطور پر جاری ہے کہ امیرون اور رعیت کو اپنی دلکی باتون پر قلم کے واسطے سے

رہا ہو جو اپنے مین اور ... کلام ... ہے اور جو کارخانہ بادشاہت کا کہ الوہیت کارخانہ کا ظل ہے تو اسکی مثال سے اس کارخانہ کو سمجھ لینا چاہیے جیسے تعداد
محل کے اندر کی سپاہیون کی نظارت کے قلم کیواسطے سے دریافت کرنا چاہیے اور دکانون اور باغون و قلعون کی تعداد دیوانات کے قلم سے معلوم ہوتی ہے
اور نوکرون اور ملازمون کو انکے مواجبون اور منصبون کے ساتھہ کہ کہتے ہین بخشیگری کے قلم سے پہچانا چاہیے اور مستحقون کو اور وجہون کو خیرات اور
روزینون کی کہ انکے واسطے مقرر کیئے ہین صدارت کے قلم سے معلوم کیا چاہیے اور عرض و طول اپنے ملک کا اور گنتی جریبون کی اور آبادی اور ویرانی گانون کی
اور شمار دریا اور نالاون کا جو اس ملک مین واقع ہین دفتر کے تقسیم کے قلم سے معلوم کیا چاہیے اور تعداد جاگیرون اور خالصے کی وزارت کے دفتر سے دریافت کیا
چاہیے اور بندیوانون اور قیدیون کی اور جب تقصلون اور واجب التعزیرون کی تعداد انکی سیاست مرتبون کے ساتھہ دفتر سے اطلاق کے کہ تعلق زندان خانے
اور کوتوالی سے رکھتے ہین پوچھا چاہیے اور تعداد خزانون اور دوسرے کارخانون کی میر سامانی کے دفتر سے جاننا چاہیے اور علی ہذا القیاس اور جو آدمیون کو
موافق انکی استعداد کے کارخانہ پیدا الوہیت کے اطلاع دینا اور خبردار کرنا منظور تھا تو انکو لکھنے کی صنعت قلم کیواسطے سے سکھائی اور ہر فرقے کو انمین سے شوق
مطلع ہونیکا ایک کارخانے پر اپنے بے انتہا کارخانون سے دلمین ڈالدیا کہ اپنے قلم سے ضبط اسکارخانیکا کرین تاکہ دوسرے فرقے اُنسے سیکھین اور اسیطرح سے دوسرے
فرقے کو شوق دوسرے کارخانیکی اطلاع کا خیال مین بسا دیا کہ انہون نے قلم سے ضبط اسکا کیا اور دوسرونکو انکے قلم کے واسطے سے اطلاع ان کارخانون پر حاصل
ہوئی اور اس عجیب تدبیر سے ہر ہر فرد کو انسان کے اس اطلاع سے فائدہ مند کیا اور جسطرح سے معاش کے مقدمے مین مدد اور تائید ایک کو دوسرے کی کرنا انسان کا
خاصہ ہے اسیطرح سے سمجھنے بوجھنے مین بھی مدد اور تائید کرنا اسکا خاصہ ہے اور یہہ مدد اور تائید بغیر قلم کے وسیلے کے ممکن نہین ہے کیونکہ بعضے لوگ ایک زمانہ مین
پیدا ہوئے ہین اور دوسرے لوگ انسے سیکڑون برس کے بعد پیدا ہوئے سو پچھلونکو پہلون کے علمون پر اطلاع نہین ہوتی مگر قلم کے واسطے سے اور اسیطرح سے
بعضے لوگ ایک ملک و اقلیم مین رہتے ہین اور دوسرے لوگ دوسری اقلیم مین ہین تو ان دور والونکا مطلع ہونا انکے علوم اور معلومات پر بغیر قلم کی مدد کے
ممکن نہتہا اسیواسطے جو حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنون سے سخن کی فضیلت سے پوچھا تو جنون نے عرض کیا کہ یا حضرت سخن ایک ہوا ہے کہ منہ سے نکلا اور فنا
ہوگیا پہر حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اسکے باقی رہنے کی کیا تدبیر ہے انہون نے عرض کی کہ اسکی تدبیر لکہنا ہے تب قلم صیاد ہے علم ... اور حاصل
کرنیوالا ہے ہر بات کا اور مفہوم ایک نعمت ہے بہت بڑی اور نہایت بزرگ چنانچہ قتادہ نے کہا ہے کہ **لولا القلم لما قام الدین ولا صلح
العیش** یعنے اگر قلم نہوتا تو دین قائم نرہتا اور نہ زندگانی درست ہوتی اسواسطے کہ دین کی کتابونکو قلم سے لکھتے ہین اور حساب کی باریکیان دریافت کرنا
اور حقدارونکے حق قائم رہنے کے واسطے سجلون کا لکہنا اور علمون کا اور مال کا محفوظ رکہنا یہہ سب قلم سے متعلق ہین اور اگر نظر کو کچھہ تھوڑا سا بھی دوڑاوین
اور غور کرین تو بوجھین کہ بادشاہت حق تعالی کی بہت سی ولایتین رکھتی ہے اور ایک ولایت انمین سے جو سب سے چھوٹی ہے سو عالم شہادت کی ولایت
ہے اور یہہ ولایت بہت سے کارخانونکو شامل ہے چنانچہ انہی مین سے ہے کارخانہ عمارتون اور بانجات کا اور اسکو ... سے دریافت کیا چاہیے اول تو
علم ہیأت کا کہ اسمین عدد آسمانون کے اور ہیأت اور ترتیب ان کی مذکور ہوتی ہے دوسرا علم جغرافیا کا کہ ... زمین کی اور صورتین اقلیمون کی اور
جو کچھہ کہ انمین ہین دریا اور پہاڑ وغیرہ مذکور ہوتے ہین تیسرا علم مسالک و ممالک کا ... شہر اور گانون اور تفصیل پہاڑون کی اور
نہرون وغیرہ کی ذکر کی جاتی ہین چوتہا علم الابعاد والاجرام کا کہ ... زمینی اور آسمانی مکانون کا دلیل کے ساتھہ ثابت کیا جاتا ہے
اور انہی سب مین سے ہے کارخانہ روشنی اور مشعلخانے کا ... سورجون کے علم سے معلوم کیا جاتا ہے اور علم آئینہ کا لینے شعاعون کے دریافت
کرنے کا بہی اسمین دخل رکھتا ہے اور انہی مین سے ہے ... توشکخانہ کا اور اصطبل اور کبوتر خانہ اور بانددارخانہ اور تفصیل اسکارخانیکی علم سے حیوانات
کو کتاب حیوۃ الحیوان اسمین تصنیف ہوئی ہے دریافت کرنا چاہیے ... ہین مین سے ہے دوائی خانہ کہ اسکی تفصیل مفردات سے ابن بیطار کی اور جامع بغدادی اور ہری بری
قرابادینون سے معلوم کرنا چاہیے اور انہی مین سے ہے جواہر خانہ اور اسکی ... معادن اور احجار کے علم سے کہ بہت سی کتابین اس فن مین بنی ہین پوچھا چاہیے اور انہی
مین سے تحویل العدد خانے ... عامرہ ہین اور انکو علم الحساب اور مناظرہ اور ... سے حاصل کرسکتا ہے اور انہی مین سے ہے کارخانہ منصبدارون اور جاگیردارون اور ملکیونکا

اسکا ... تو تعلیم ... بادشاہون ... چاہیئے حاصل کلام کا یہہ ہے کہ ... [illegible]
فیض کو جو قلم کے وسیلے سے واقع ہوئے ہین بوجہا چاہیئے کہ قلم روایت کشون اور مفتیون کا احکام الہی کے دریافت کرنیکا سبب ہے معاملات اور عبادات
مین اور قلم فرائض والون کا ہر میت کے وارثون کے حصے معلوم کرنیکا سبب ہے اور قلم تاریخ والون کا گویا تمام اگلے زمانونکا عرض حال ہے بلکہ اس جہان
کے وقائع نامہ کی مانند ہے اور اگر تقدیر کے قلم کو خیال کرین اور اسکے علمون کے فیض کو جو اسکے طفیل سے آسمانیون اور زمینیون کو پہنچا ہے غور کرین
تو عقل خیرہ اور وہم حیران ہوتا ہے اور جو صورت تعلیم کی قلم کے وسیلے سے اس طور پر ہے کہ اول تو معنے ذہن مین معین ہوتے ہین بعد اسکے خیال مین
لباس الفاظ مناسب کا پہنتے ہین بعد اسکے مدد سے قلم کی وہ الفاظ نقوش خطیہ کی صورت پر ظہور کرتے ہین بعد اسکے ہر خط کا پڑہنے والا اسکو دریافت
کر سکتا ہے اور یہہ صورت کمال مشابہت وحی سے اور قرآن کے نازل ہونے سے رکہتی ہے کیونکہ اول کلام قدسی نے لوح محفوظ مین لفظون کی صورت پہنی بعد
اسکے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی معرفت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صفحۂ خیال مین منقش ہوئے پہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ہر خاص
عام کو پہنچے پس ... بعثت کو وحی کے ممکن ہونیکے اثبات مین لانیسے کمال مناسبت پیدا ہوئی اور جسطرح سے کہ بسبب قلم کے ان چیزونکو کہ ہرگز کسب بشری
کی قوت انکو حاصل کر نہین سکتی ہے حاصل کر لیتا ہے اسیطرح سے بسبب وحی کے جو معلومات کہ انکا حاصل ہونا ممکن نہین ہے حاصل ہو جاتے ہین چنانچہ
فرماتے ہین **عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ** سکہایا آدمی کو جو نجانتا تہا کیونکہ اسباب علم حاصل کرنیکے آدمی مین تین ہین اول تو حواس
صحیح سالم ظاہر اور باطن کے کہ انکے سبب سے جو کچہہ اپنے مین اور اپنے پاس ہوتا ہے جیسے بہوک پیاس اور خوشی اور غصہ اور خوف اور امن اور رنگ اور بو
اور مزہ اور آواز اور گرمی اور سردی اور سوائے اسکے دوسری چیزونکو معلوم کرتا ہے دوسری عقل کہ اسکے سبب سے غائب کی چیزونکو حواس ظاہری اور باطنی سے
معلوم کرتا ہے اور طریقہ ادراک عقلی کا تین قسم سے باہر نہین ہے کیونکہ جس چیز کو کہ معلوم کرنا اسکا منظور رکہتا ہے یا تو اسکے سبب کو حواس سے دریافت کیا ہے تو برہان لمی
کو ترکیب دیگا مثلا چاہتا ہے کہ گہر مین دہوئین کا ہونا معلوم کرے اور اسنے آگ جلنا اس گہر مین معلوم کیا تو اس سبب سے دریافت کریگا کہ البتہ اس گہر مین دہوان
ہوگا اسواسطے کہ آگ دہوئین کا سبب ہے اور سبب بدون مسبب کے نہین رہتا یا اسکے مسبب کو معلوم کرکے اسکے ہونے پر حکم کرتا ہے اور ترکیب دلیل انی کی کرتا ہے مثلا
دہوئین کو دور سے دیکہکر دریافت کیا کہ یہان پر آگ بہی ہوگی کیونکہ ہونا دہوئین کا بغیر آگ کے محال ہے یا ایک مسبب سے دوسرے مسبب کو دریافت کریگا اور اس برہان کو لمی اور
انی سے مرکب کرکے درست کریگا کیونکہ وجود مسبب کا بغیر سبب کے محال ہے اور سبب کا وجود دوسرے مسبب کے وجود کا باعث ہے مثلا ایک جگہہ پر دہوئین کو معلوم کیا اور آگ کی گرمی
... کا نہین ہے قیاس کرکے سمجہہ لیا کہ وہ مکان یقینی گرم ہوگا کیونکہ دہوان بغیر آگ کے نہین ہوتا ہے اور جب آگ ثابت موجود ہوئی تو گرمی بہی موجود ہوگی لیکن ان
... وہ یہہ ہے کہ حواس ہر شخص کا ہر چیز کو نہین پہنچتا اور عقل بہی مختلف اور متفاوت ہے یعنے ہر شخص کی عقل برابر نہین ہے اور ان
سب باتون ... یہہ اسباب اور مسببات کہ عقل کی نظر سے چہپ جاتے ہین تو ان کا دریافت کرنا ممکن نہین ہوتا سو اسواسطے ایک اور سبب بہی
اسکے معلوم کرنے کے واسطے دیا ہے اور وہ تیسرا ہے یعنے سچی خبر کہ اپنے جنس کے لوگون کی دیکہی ہوئی اور دریافت کی ہوئی ... سنکر یقین کرے اور اپنے
مطلبون کے دریافت کرنیکے کام مین لاوے اور جو خبر دینے والا اسیکا ہی نوع ہے اور وہ بہی اسی شخص کی طرح ... حواس اور عقل کے دام مین گرفتار ہے پہر
جو چیزین کہ اسکے نوع کے حواس اور عقل کی حد سے بلند ہین وہ انسان کی دریافت کے احاطے سے باہر ہین سو اسکو نازل کرنیسے وحی کے تعلیم فرمایا کہ وحی علم ہی کے
وسیلے سے بڑے درجون والے فرشتون کے نوع انسان کو پہنچے اور کام مین آوے اور الہام اور کشف اور خبر دینا ہاتف کا اور ضرورت پڑنا غیب کے کامونکا کہ عارفونکو اور اولیا
انبیا علیہم السلام کی ارواح کے وسیلے سے اور انکی اقتدا اور پیروی کے طفیل سے حاصل ہوتا ہے یہہ سب وحی کے توابع سے ہے اور جو معنے **مالم یعلم** کے بیان کیے ہین تو شاید یہین معلوم کرنا
اسکا ممکن نہین ... لغو ہونے **مالم یعلم** کے ذکر کا دفع ہو گیا نہین تو ظاہر مین مشکل معلوم ہوتا ہے کیونکہ تعلیم نہین ہوتی مگر بے معلوم چیز کی پس ذکر **مالم یعلم** کا کیا ضرور ہے
کَلَّا سمجہہ لیا چاہیئے کہ کلا کا حرف عرب کی لغت مین زجر اور توبیخ یعنے خفگی اور جہڑکی کے واسطے استعمال کیا جاتا ہے تو اس کلام کے بعد ایک کلام ایسا چاہیئے
کہ انکی طرف زجر اور توبیخ متوجہ ہو اور اس مقام پر ایسا کلام کہ رد اور باطل کرنے کے قابل ہو ظاہر مین ذکر نہین کیا گیا اسیواسطے بعضے علمانے کہا ہے کہ

کلا اس جا سے پچھلے کے مضمون میں ہے کیونکہ زجر کی صورت میں بھی اسکے خلاف کا اثبات تاکید و تقریر کے ساتھ اسی کلمے سے کیا جاتا ہی بس مفہوم اس کلمے کا مرکب ہے
باطل کرنیسے پاس چھلے کے اور تحقیق کرنیسے مابعد کے ہے اور اگر تجرید کے سبب سے محض تحقیق کے لیئے استعمال کرین تو بھی روا ہے لیکن حق یہہ ہے کہ قبل اسکے ایک کلام ہی پوشیدہ
یعنے گذشتہ کے ۱۲ یعنے آیندہ کے ۱۲
کہ ہر شخص کا ذہن اسکی طرف نہیں جاتا ہے اور منظور کلا سے باطل کرنا اور رد کرنا اس کلام پوشیدہ کا ہی اور توضیح اس ابہام کی یہہ ہے کہ جو اکثریت کو حق تعالی کے بندگی
طرف بیان فرمایا اور ارشاد کیا کہ بے نہایت کرم اس ذات پاک کا ہر نوع کی تکمیل اور تربیت کے واسطے متوجہ ہی یہان تک کہ تعلیم ان چیزون کی جو انکے
مقصود تربیت ہیں بغیر قلم کے واسطے سے انکو بتا دین اور الوہیت کے کارخانون پر اس تدبیر سے انکو آگاہ کر دیا تاکہ خلافت کبری کے حکم سے ربوبیت کے کامون کی پیروی اور
مخلوقات میں تصرف کرین اور تصرف الہی کا ظل ہوا انمین ثابت ہو جاوے اب یہہ جگہہ یہ بات کی تھی کہ شاید اس کلام کے سننے والیکے خیال میں یہہ شبہ گذرے اور کہے کہ جو
انسان اس رتبے کو جناب خداوندی مین عزیز اور مکرم ہے پھر کس واسطے اسکو فقر اور احتیاج کے حال میں پیدا کیا ہے اور ہر مخلوق کی طرف اسکو محتاج کیا ہے
بلکہ استعداد سیکہ احتیاجگی ہر چیز کی طرف دی ہے کہ عشر عشیر اسکا دوسرے حیوانات اور مخلوقات کو نہیں دی ہے چنانچہ اپنے کہانے مین چکی کا اور آگ کا اور اسیطرح
دوسری چیزون کا محتاج ہے اور اپنی بیماری میں دوا کا اور حکیم کا اور عطار کا اور جراح کا اور فصاد کا اور کحال کا محتاج ہے اور اسیطرح اپنی پوشاک اور
لباس میں اور گہر بار مین اور چلنے پھرنے مین جو جو احتیاج ہیں کہ یہہ کہتا ہے ظاہر اور کہلی ہین دوسرے حیوانون کو ان چیزون میں سے ایک کی بھی احتیاج
نہیں ہے اور بزرگی جو اسکو عنایت ہوئی ہے وہ ہرگز ایسی چیزونکو نہیں چاہتی ہے اگر بہت مکرم اور بزرگ کرنا اس مخلوق کو سب مخلوقات پر منظور تھا تو پہلے
لازم تھا کہ اسکو ایسی احتیاجون سے دور رکہتے اور نزدیک اسکے فرشتون کی طرح کسی چیز کا محتاج نکرتے اور اگر خلافت کے اسباب حاصل کرنے کے واسطے اور دوسری
مخلوقات پر تصرف کرنیکے واسطے اسکو احتیاج ان چیزون کی دی تھی تو لازم تھا کہ بہت سامال اور بڑے بڑے خزانے اسکو دیئے ہوتے تاکہ اس لیئے محتاج نہوتا
اور ہر ایک کے سامنے ذلیل نہوتا سو اس شبہ اور اعتراض کے دفع اور رد کرنے کے واسطے کلا کی لفظ کو لائے ہین اور اس لفظ کی کلام پاک پروردگار مین خاصیتین
بہت ہین ایک یہہ ہے کہ جس آیت مین یہہ لفظ آئی ہے اسکو یقین جانا چاہیئے کہ یہہ آیت مکی ہے اور مدینہ منورہ کی آیتون مین یہہ لفظ ہرگز نازل نہین ہوئی
سو بھید اسکا یہہ ہے کہ یہہ لفظ غصے اور غضب پر دلالت کرتی ہے اور مدینہ منورہ میں ایمان والے لوگ تھے اور انکے اعتقاد بہت درست تھے اگر کبھی انسے کوئی
خطا یا گناہ ہو جاتا تھا تو اسکا تدارک بہت جلد کرتے تھے اور پند اور نصیحت کو بہت رحم دلی اور نرمی سے قبول کرتے تھے اور غصہ اور غضب اور کینہ اور بغض ہرگز
انکے درمیان نہ تھا بخلاف مکے والون کے کہ اکثر کافر جھگڑالو اور دشمن تھے تو انکے مقابلے کے کلام میں بھی غصہ اور غضب کا ہوا اور دوسری خاصیت یہہ ہے کہ اول
نصف میں قرآن شریف کے یہہ کلمہ یعنے **کلا** نہیں ہے آخر کے نصف میں خصوصاً پچھلے سیپارون مین یہہ لفظ بہت آئی ہے اسکا بھید یہہ ہے کہ پہلے کلام میں
سمجھانا اور راہ بتلانا نرمی سے منظور ہے اور جب آدہا قرآن شریف کوئی شخص پڑھ چکا اور اسکے مضمون کو سمجھانے اور بچانے سے ہر گز راہ پر نہ آیا تو غصہ کرنے اور جھڑکنے
کے لائق ہوا خصوصاً وہ شخص کہ جسنے قرآن کو تمام پڑھا اور اسکے احکام اور نصیحتون پر نہ چلا اور کچھ نہ چیتا تو جھڑکنے اور تنبیہ کرنے کے زیادہ لائق ہوا اسی واسطے
اس لفظ کا لانا آخر کے سیپارون مین بہت ضرور ہوا اسیواسطے اگر کسی سے کوئی حرکت ناشایستہ اور بیجا ظہور مین آتی ہے تو پہلے اسکو نصیحت کرتے ہین اگر
نصیحت سے راہ پر آیا اور برائی کو چھوڑا تو بہتر ہے اور اگر نصیحت سے کچھ فائدہ نہوا تو البتہ تعزیر دینے کے اور ذلیل کرنیکے لائق ہوتا ہے اور بعضون نے ان دونون
خاصیتون کے بیان کرنیکے واسطے ایک بیت کہی ہے وہ یہہ ہے **وما نزلت کلا بیثرب فاعلمن ولا جاء فی القرآن فی نصفه الاعلی**
یعنے اور نہین اتری لفظ کلا کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مدینہ منورہ مین سو جان تو اسکو اور نہین آیا ہے کلا قرآن شریف کے نصف پہلے مین جب یہہ تمہید معلوم
ہو چکی تو اب آیت کی تفسیر شروع کیجاتی ہے سو فرماتے ہین **کلا** یعنے ایسی بات نہیں ہے جیسا تم سمجھتے ہو کہ آدمی کا محتاج اور فقیر ہونا کچھ اللہ تعالی کے
کرم اور فضل کے قصور سے ہے بلکہ اس محتاجگی اور فقیری کا سبب دوسرا ہے اسواسطے کہ **إِنَّ الْإِنسَانَ لَيَطْغَىٰ** تحقیق آدمی نافرمانی کرتا ہی اللہ تعالی کے
ساتھ اور سرکشی کرتا ہے اسکے بندون پر **أَن رَّآهُ اسْتَغْنَىٰ** جب دیکھتا ہی اپنے تئین تونگر اور بے پروا مال اور جاہ اور تندرستی اور قوت سے اور جو دوسرے اسباب بے نیازی
اور بے پروائی کے پھر اگر آدمی اسطرح کا محتاج پیدا نکیا جاتا تو انکی سرکشی اور نافرمانی بہت ہی بڑھ جاتی اور اصلاح کی صورت مشکل ہو جاتی سو یہہ نہایت کرم اور فضل اس کریم کارساز کا ہے کہ اسکے

حال کو شامل ہے کہ ہر طرح کی احتیاج مین اُسکو گرفتار کرکے سرکشی اور نافرمانی سے روک رکہا ہے چنانچہ حق تعالے خود دوسری جگہہ پر اپنے کلام پاک مین فرماتا ہے وَلَوْ
بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ یعنے اگر کشادہ کردیتا اللہ تعالے رزق کے سببون کو اپنے بندون پر تو البتہ ظلم کرتے اور اپنے حد اور اندازے سے
بڑہ چلتے اور بڑا فساد مچاتے زمین مین سو اسطرح کا اعتقاد کرنا آدمی کو سراسر غلطی ہے اور بالکل ہیچ کیونکہ اسکو کسی حالت مین اپنے پروردگار سے بے پروائی
حاصل نہین ہے بلکہ اِنَّ اِلٰی رَبِّكَ الرُّجْعٰی تحقیق اُسے پروردگار کیطرف رجوع اور پہرنا ہے ہر حال مین اب اس مقدمے کو ایک ایسی تمثیل
مین واضح کرکے بیان کرتے ہین کہ ہم کو کسیطرح کی پوشیدگی نرہے جیسے ایک شخص ہے کہ اُسکو اچہا مرغوب کہانا میسر آیا اور اُسنے یہ سمجہا کہ آج کے روز مجہکو
بہوک سے بے پروائی حاصل ہوئی اب اُس سے پوچہا چاہیئے کہ تجہکو کہانیکی اور پلانیکی قوت کون دیگا پہر بعد کہانا کہانیکے قے ہوجانے اور اُلٹا آنے
سے کون روکیگا پہر ہضم کی قوت دیکے غذا کو روک کر سب جوڑ بند و تمام بدن مین تقسیم کون کرتا ہے اور اُسکے فضلات کو پیشاب اور پاخانیکی راہ سے نکالکر کون دور کرتا ہے
پہر غذا کو اسباب سے کون بچاتا ہے کہ زہر ہوکے بدنکو خراب کرے یا بدہضمی سے کوئی فساد بدن مین پیدا کرے اور یہ سب باتین ایسی ہین کہ باوجود نعمت کے اور حاصل
ہونے غنا کے انکیطرف محتاج ہے اور بعد خراب ہونے بدن کے اور جدا ہونے روح کے جسد سے پہر جانا آخر انکی طرف ہوگا اور سرکشی اور نافرمانیکی وجہ پوچہی جائیگی
اور اسکا عوض لیا جائیگا تو اسوقت کی محتاجگی ایسی ہے کہ اسکا انتہا نہین ہے بلکہ اگر عقل والے انصاف کرین اور اپنے دلمین خوب طرح سے تامل کرین تو اپنی
تئین تونگری کی حالت مین زیادہ تر حق تعالی کا محتاج پاوینگے اسواسطے کہ فقیر کو اکثر یہی آرزو ہوتی ہے کہ جان اُسکی سلامت رہے اور بدن اُسکا صحیح اور ایکدنکا کہانا پانے
ملجاوے اور دولتمند کو جان اور مال اور مرتبہ اور اہل و عیال سبکی سلامتی درکار ہے تو تونگر کی محتاجگی کے سبب زیادہ ہوئے فقیر سے اور اس جگہہ پر ایک شبہ اکثر
لوگونکی خاطر مین گذرتا ہے وہ یہہ ہے کہ اگر مال سرکشی اور نافرمانی کا سبب ہوتا تو بڑے بڑے صحابہ کہ بہت مالدار تہے جیسے حضرت عبدالرحمن بن عوف اور
حضرت امیر المؤمنین عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہما وے کسواسطے اس سرکشی کے سبب مین گرفتار ہوتے بلکہ حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام
کو کسواسطے اسقدر کشادگی اور مرتبے دنیا کے ملے تہے کہ بیت المقدس کے در و دیوار کو سونے اور جواہر سے جڑاو دیا اور بہت سے اسباب اور ہتیار جمع کئے اور
اس شبہ کا دفع اسطور پوچہا چاہیئے کہ اس آیت مین مالکو بالکل سرکشی کا سبب نہین فرمایا ہے بلکہ اپنے تئین مالکے سبب سے بے پروا سمجہنا اور اس احتیاج سے کہ بندے
کو حق تعالے کی درگاہ مین ہر وقت اور ہر آن موجود ہے غافل ہونا اور مال کی پیدایش کو اللہ تعالے کے کرم اور فضل سے نجاننا بلکہ اپنی محنت اور کوشش کیطرف نسبت
کرنا سرکشی اور نافرمانی کا سبب ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو اور اصحاب کبار کو اگرچہ مالکی زیادتی تہی لیکن اعتقاد بد سے بری تہے بلکہ جو شخص کہ ان بزرگون
کے احوال کو دیکہے تو یقینی معلوم کریگا کہ محتاجون کی خدمت اور خبرگیری اور خاطرداری جسقدر ان بزرگون سے ہوئی ہے دوسرون سے نہین ہوئی گویا مالکی
کثرت کو زہر قاتل سمجہکر للہ دینے کو تریاق جانتے تہے اسیواسطے اسکام مین زیادہ کوشش کرتے تہے اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ
لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ یعنے کیا اچہا مال نیک ہے جو نیکبخت آدمی پاس ہے کہ وہ نیک کام مین خرچ کرتا ہے اور جب ثابت ہوا کہ آدمی کو ہر بات مین محتاج ہونیکی یہی وجہ ہے کہ
بے احتیاجی کیصورت مین سرکشی اور نافرمانی کرتا ہے اور اپنے منعم حقیقی سے غافل ہوکے نعمت ہی کے دیکہنے مین ریجہہ رہا ہے اور یہان گمان ایسا تہا کہ شاید کوئی
تمثیل کے طور پر ان بے پرواؤن کا حال پوچہنے بیٹہے کہ انکو غنا سرکشی کا سبب کیونکہ ہوئی تو اُسکی مثالکو بیان فرماتے ہین اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی
کیا دیکہا تو نے اس شخص کو جو منع کرتا ہے اور روکتا ہے عَبْدًا اِذَا صَلّٰی بندے کو جب جا بیٹہا ہے کہ نماز پڑہے اور حق بندیکا یہی ہے کہ اپنے پروردگار کے
عبادت ہاتہ اور پاؤن سے اور دل اور زبان سے بجالاوے اور ایسی عبادت جو ان سب باتونکو جامع ہو سواے نماز کے نہین ہے اور حق خدا کا یہ ہے کہ معبود ہو ہر عبادت مین پہر اس
منع کرنیوالے نے بندیکا حق بہی تلف کیا اور خدا کا حق بہی تلف کیا تو اُسکی سرکشی اور نافرمانی خدا سے اور اُسکے بندون سے بہی ثابت ہوئی اور یہ شخص ابوجہل تہا کہ کئی
مرتبے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مسجد حرام مین نماز پڑہنے سے منع کیا تہا بلکہ یہ کہا تہا کہ اگر مین کبہی تجہکو دیکہونگا کہ اپنے متہے کو زمین پر رکہا ہے تو نے تو تیری گردن کاٹ ڈالونگا
اور ہرچند کہ یہ آیت اُس لعین کے حق مین نازل ہوئی لیکن اب بہی جو شخص کہ اللہ تعالے کی بندگی سے روکے اور منع کرے وہ بہی اسی وعید اور برائی مین شامل ہے اور وہ جو فقہ والون نے
لکہا ہے کہ غصب کی زمین پر نماز پڑہنے سے منع کیا چاہیئے اور مکروہ وقتون مین بہی نماز سے منع کیا چاہیئے اور مکروہ وقت پانچ ہین ایک آفتاب نکلنے کا وقت اور دوسرا

ع

ڈوبنے کا تیسرے پہر کو اسکے ٹہیرنیکا وقت تاجچہ نماز عصر [illegible]
نماز پڑہنے سے منع کرے اس سبب سے کہ اگر رات کو جگیگا تو فجر کو اسکی خدمتین قصور کریگا تو اسکو بہی منع کرنا پہنچتا ہی اور اسیطرح خدمت کے وقت مین نماز سے منع کرنا
بہی پہنچتا ہی اور اسیطرح خاوند کو منع کرنا اپنی جورو کو نماز نفل سے اور اعتکاف سے پہنچتا ہی اسواسطے کہ اس حالتمین بہت سی منفعتین اسکی جاتی رہینگی جیسے
جماع کرنا اور دوسری لذتین سو ان سب باتون مین جو ذکر کی گئی مین منع کرنا نماز سے [illegible]
نہوا بلکہ ایک عبادت سے دوسری عبادت مین پہنچا دینا ہوا اور بعضے دین کے بزرگون نے ادب کی رعایت کے واسطے ان چیزون کے منع کرنے سے بہی احتراز کیا ہی چنانچہ
شریف مین آیا ہی کہ ایک بار عید کے دن حضرت علی رضی اللہ تعالے عنہ عیدگاہ مین تشریف لیگئے چند آدمیونکو دیکہا کہ عید کی نماز کے پہلے نفلین پڑہ رہے ہین آپ نے فرمایا
کہ ان سے کہدو کہ مین نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبہی عیدگاہ مین اسوقت نفل پڑہتے نہین دیکہا ان لوگون نے آپ کے حکم کو سنا اور اپنے کام سے باز نہ آئے
بعضے لوگون نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین اگر حکم ہو تو انکو زبردستی منع کر دین اور اگر نمانین تو سزا کو پہنچین آپ نے فرمایا کہ مین اس آیت سے یعنے ارایت الذی
ینہی عبدا اذا صلے کے مضمون سے ڈرتا ہون اور اسطرح سخت حکم کر نہین سکتا لیکن ادب کی رعایت اسی جگہہ ہوتی ہی جہان مخالفت کا حکم صریح اور ظاہر
نہو جیسے یہہ مقام تہا کہ یہان صریح مخالفت وارد نہین ہوئی والا موجب اس قول کے الامر فوق الادب یعنے حکم کا مان لینا ضروری ہی ادب کی رعایت
سے اچہی بات کا بتلا دینا اور بری بات سے حتی المقدور روکنا واجب ہی اور جب آدمیون کی سرکشی کی مثال جو استغنا اور بے پروائی کے سبب سے ہوتی ہی بیان
فرماچکے تو اس علت کے علاج کا طور بہی ارشاد فرماتے ہین کہ أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ عَلَى الْهُدَىٰ أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوَىٰ کیا
دیکہا تو نے اس سرکش نافرمان کو کہ اگر ہدایت پر ہوتا یا لوگونکو پرہیزگاری کا حکم کرتا یعنے اگر اپنی سرکشی کا علاج کرتا اور اپنی روح کو صحیح سالم رکہتا پہر اس سے
سے بہی آگے بڑہتا اور دوسرونکو نصیحت کرکے راہ پر لاتا اور نماز کے منع کرنے سے باز آتا اور لوگونکو پرہیزگاری اور صلاحیت کا حکم کرتا أَرَأَيْتَ إِنْ
كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ کیا دیکہا تو نے اسی سرکش کو کہ اگر جہٹلایا پیغمبر کے دین کو اور منہ موڑا سیدہی راہ چلنے سے سو ان دونو حالتون مین اپنا بدلا پاویگا لیکن پہلی حالتمین
جزا نیک ہی اور دوسری حالتمین سزا بد اور جزا کا لحاظ رکہنا ہی سرکشی اور طغیان کا علاج ہی اور اگر اسکو جزا کے واقع ہونے مین کچہہ شک یا شبہہ ہو تو اسکے سمجہانیکو
اسقدر کافی ہی کہ أَلَمْ يَعْلَمْ بِأَنَّ اللَّهَ يَرَىٰ کیا نہین جانتا ہی کہ حق تعالی دیکہتا ہی اور دیکہنا ایسے کا جو بدلا دینے کی قدرت رکہتا ہو اور ہر
ذرے مین عالم کے اسکی حکمتین اور قدرتین اظہر من الشمس ہین یعنے آفتاب سے زیادہ روشن ہین جزا کے ہونے اور یقین جاننے مین کافی ہی اسواسطے کہ قدرت
اسکی جزا کے جائز ہونیکو چاہتی ہی اور حکمت اور عدالت اسکی جزا کے واجب ہونے کو چاہتی ہی اور اچہائی اور برائی کا دیکہہ لینا امتیاز اور جدائی کرنیکو نیک
اور بد مین کافی ہی پہر جو شخص دیدہ و دانستہ باوجود قادر ہونیکے نیک و بد مین فرق نکرے اور ہر شخص کو اپنے لینے کئے کی جزا اور سزا نہدے ایسا شخص ایک
کی ریاست کے قابل نہین ہوتا پہر خدائی کے قابل ہونیکا کون ذکر ہی اور قدرت اور حکمت اس مالک الملک کی ہر کس و ناکس پر ظاہر ہی اور جو پوشیدہ ہی وہ یہی
ہی کہ اللہ تعالے کو خبردار جانتا سب نیک و بد کامون پر لیکن کہ شہوت اور غضب اور جہالت کے پردے آدمی کی بینائی کی آنکہہ کو بند کرکے اسکو اس خبرداری سے غافل
کر دیتے ہین لاچار اسی اطلاع کے ذکر پر کفایت کی گئی كَلَّا یعنے مقدمہ ایسا نہین ہی کہ وہ سرکش مہمل چہوڑ دیا جائیگا اور اسکی دنیا کی عزت اور مرتبے کے لحاظ سے اسکی
سرکشی اور نافرمانی پوچہی نجائیگی بلکہ لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ اگر اس دہمکی اور جہڑکی سے اپنی سرکشی سے باز نہ آویگا لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ البتہ
گہسیٹینگے ہم اسکو چوٹی سے کہ اسمین بڑی ذلت اور حقارت ہی اسواسطے کہ پیشانی آدمی کی سب بدن مین بڑا اشرف اور بزرگی رکہتی ہی اسیواسطے تعظیم کی جگہہ پر بادشاہون کو یا
دوسرے امیرون کے سر مبارک کی قسم کہانا رائج اور معمول ہوگیا ہی اور جب اس پیشانی کو اسطرح سے ذلیل اور خوار کیا تو کمال ذلت ہوئی اور خاص پیشانی کے ذکر کرنیمین ایک نکتہ اور بہی ہی وہ یہہ
کہ آدمی مین سرکشی اور نافرمانی کے سبب کا اسی عضو مین جمع کیا ہی اسواسطے کہ غرور تکبر اور غرور کی قسم اور خیال اور حواس یعنے باصرہ اور سامعہ اور شامہ اور ذائقہ اسی مین سو یہہ سب
اسی عضو مین یا اسکے قریب پیدا کئے گئے ہین اور سرکشی کی تقاضا بہی اسی عضو کی شرارت پر گواہی دیتی ہی اسیواسطے سیاست اور سزا دینا اسکا اسی عضو خاص سے ہوا چنانچہ چور کی سیاست
ہاتہہ کاٹنا ہی اسواسطے کہ چوری نہین کرتا مگر ہاتہہ سے نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ایسی پیشانی جو جہوٹی اور گنہگار ہے یعنے سرکشی

کی حالتین پیشانی کی جزون اور ٹکرون سے اور اس قوت سے جو پیشانی مین سپرد ہوئی ہی جہوٹہی باتین بڑہ بڑہ کے کہتا تہا اور گناہ کے کام بے پروایانہ کرتا تہا
کبہی مسکینون اور غریبون کیطرف حقارت کی آنکہہ سے دیکہتا تہا اور کبہی اپنی مرضی کے مخالف اگر کوئی کام دیکہتا تہا تو پیشانی پر شکن ڈال کے ترش رو ہوکے بیٹہتا تہا
اور کبہی ہنسی اور مسخرگی مین یا لوگون کی حقارت مین سر ہلاتا تہا تو یہہ پیشانی اسی لائق ہی کہ اسکو اسیطرح سے ذلیل اور خوار کرین اور اسکی پیشانی اور چوٹی کے
بال کو جنکو ہمیشہ دہوتا اور تیل ڈالتا اور کنگہی کرتا رہتا تہا پکڑ کے کہینچین اور خاک مین ملاوین اور مفسرون نے لکہا ہی کہ خاطی بہت برا ہوتا ہی مخطی سے اسواسطے
کہ عرب کی زبان مین خاطی اسکو کہتے ہین جو جان بوجہہ کے قصد سے گناہ کری اور مخطی اسے کہتے ہین جس سے بے قصد نادانستہ گناہ ہو جاے اسیواسطے خاطی کو قرآن
مجید مین سخت عذاب کا وعدہ کیا ہی یعنے غسلین کا کہانا اور غسلین کہتے ہین پیپ لہو کو دوزخیون کے جو انکا بدن جلنے کے سبب سے انکے گوشت پوست اور
چربی سے اوٹ کے بہے گا چنانچہ حق تعالی فرماتا ہی من غسلین لا یاکلہ الا الخاطئون یعنے غسلین نہ کہا یگا اسکو مگر قصد سے گناہ کرنیوالا اور مخطی کے
واسطے بخشش اور معافی کا وعدہ فرمایا ہی ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا یعنے حق تعالی نے فرمایا کہ یون دعا مانگو کہ اے رب ہمارے نہ پکڑ
ہماری بہول اور چوک پر اور حدیث شریف مین آیا ہی کہ جب یہہ آیتین نازل ہوئین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انکو لوگون کے سامنے پڑہا
تو رفتہ رفتہ یہہ خبر ابوجہل کو بہی پہنچی وہ ملعون نہایت غصہ مین ہوکر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر سخت گفتگو بے ادبانہ کرنے لگا اور کہا کہ اے نادان کچہہ بہی
تجہکو سمجہہ ہی کسکو تو ڈراتا ہی اگر مین چاہون تو ابہی اس میدان کو سوار اور پیادون سے بہر دون لیکن یہہ کسواسطے کرون کہ تجہکو اور تیری قوم کو تو وہ لوگ
جو صبح اور شام کو میرے دربار اور مجلس مین حاضر رہتے ہین کفایت کرتے ہین اگر انکو پکارون تو ابہی تیری حقیقت معلوم ہو جاتی ہی سو اس ملعون کے تکبر کے
جواب مین حق تعالی نے ایک آیت دوسری نازل فرمائی کہ **فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ** پہر چاہیے کہ پکارے اپنی مجلس والونکو یعنے ان لوگونکو جو اسکی
مجلس مین صبح اور شام حاضر رہتے ہین اپنے موت کے دفع کرنے کے واسطے اور قابض الارواح کے مقابلے مین بلکہ تمام فوج اور سپاہ کو اپنی مدد کے واسطے بلاوے
ہم بہی اسکے مقابلے مین اپنی ادنی اور حقیر بندونکو بہیجینگے چنانچہ فرماتے ہین **سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ** قریب ہے کہ بلاتے ہین ہم زبانیہ کو اور زبانیہ اصل
عرب کی زبان مین بندیخانے کے پیادونکو کہتے ہین جو لوگون کی مشکین باندہکے قید خانے مین بند کرتے ہین اور یہان پر وہ فرشتے مراد ہین جو دوزخ پر
مقرر ہین اور لوگون کے ہاتہہ پاون باندہ کے دوزخ مین ڈالینگے سو اس ابوجہل مردود کا یہی حال ہوا یعنے بدر کے روز مارا گیا اور صحابہ نے موجب حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے اس ملعون کے کان مین سوراخ کرکے اسمین رسی ڈالکر مارے جانیکے مقام سے اسکی لاش کو ایک ناپاک کوئین تک گہسیٹتے لیگئے پہر اسکی چوٹی کے بالون
سے پکڑکر کوئین مین ڈالا اور اسکی روح کو بدن سے جدا ہوتے ہی دوزخ کے نگہبانون نے جہنم کے عذاب مین گرفتار کیا پہر اسکے رفیق اور اسکی مجلس کے بیٹہنے والے کوئی اس سخت مصیبت
مین کام نہ آئے اور زبانیہ کے عددون کا شمار جو قرآن مجید مین دوسری جگہہ پر بیان ہوا ہے وہ یہہ ہے کہ کافرون کے واسطے انیس فرشتے مقرر ہین جو انکو پکڑ کے دوزخ مین ڈالینگے اور
انیس کے مقرر ہونیکی وجہ سورہ مدثر کی تفسیر مین بیان کی گئی ہی اور بعضی روایتون مین آیا ہی کہ ان فرشتون کا قد اتنا لنبا اور چوڑا ہی کہ پیر انکے زمین مین اور سر آسمان
مین لگتا ہی اور انکے سردار کا نام مالک ہے اور اٹہارہ دوسرے اسکے تابع ہین آنکہین انکی بجلی کی طرح چمکتی ہین اور دانت انکے بارہ سنگہے کے سینگ کیطرح اینٹہے ہوے ہیں
اور بال انکے اتنے لنبے ہین کہ زمین پر گہسٹتے جاتے ہین اور آگ کے شعلے انکے منہون سے نکلتے ہین اور ایک کندہے سے انکے دوسرے کندہے تک ایک برس کی راہ ہی اور انکے
ہاتہہ کی ہتیلی ستر ستر ہزار آدمی کی گنجایش رکہتی ہی اور اس زبانیہ کی لفظ کی تحقیق مین اختلاف ہے بعضے کہتے ہین کہ یہہ ایسی جمع ہی جسکا مفرد نہین ہے اور بعضے کہتے ہین کہ اسکا
مفرد زبنیۃ عفریۃ کے وزن پر نکالا گیا ہی زبن کی لفظ سے جسکے معنے دفع کرنیکے ہین اور زبنیہ ہر متمرد شریر کو کہتے ہین جن سے ہو خواہ آدمیون سے اور جب اس مردود بدکار
اور پلید کے بیان سے فراغت پائی تو آنحضرت صلعم کو اسکی مخالفت پر دلیر کیا اور فرمایا **كَلَّا** یعنے مت ڈر اس سے اور اسکے ڈرانیکو کچہہ بہی ملحوظ مت رکہہ **لَا تُطِعْهُ** اسکے کہنے کو
مت مان **وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ** اور سجدہ کر اپنے پروردگار کا اور نزدیکی حاصل کر اس جناب کی سجدہ کی عبادت سے ہر چند کہ اس مردود نے نماز پڑہنے سے بالکل منع کیا تہا لیکن زیادہ غصہ اسکا
سجدہ کرنے پر تہا اسواسطے کہ نماز کے رکنون مین سجدہ کرنا تکبر اور غرور کے بہت منافی ہی اور اسکو تکبر اور غرور نے پہلے دبا رکہا تہا اسیواسطے یہہ فعل اسکو بہت برا معلوم ہوتا تہا اپنے سر کا جہکانا تو کیا ذکر ہی دوسرے کا سر جہکا ہوا
دیکہہ نہ سکتا تہا اسیواسطے اسکے مقابلے مین سجدہ کا حکم ہوا تاکہ زعم باطل اسکی ہو یعنے اسکی ناک بہی جاوے اور جو اسکی کشش تکبر کے بدلے مین جہنم مین پڑکے گہسٹنے سے خوف دلوایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اسکے مقابلے مین حکم ہوا کہ تم اپنی پیشانی کو عاجزی سے ہمارے واسطے زمین پر رکہو شکر مین اس بات کے کہ ہمنے تمہارے دشمن کی پیشانی کو خاک مین ملایا اور یہہ بہی ہے کہ جو سجدہ کرنا حق تعالے
کی نزدیکی کا سبب ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرنے کو فرمایا اور حکم ہوا کہ تو سجدہ مین مشغول ہو تاکہ تیرا قرب درگاہ الٰہی مین کمال کے مرتبے کو پہونچے اور بڑا مرتبہ اور بزرگی تجہکو
حاصل ہووے اور تیرا دشمن خود بخود ذلیل اور خراب ہو جاوے اسواسطے کہ جسقدر تیرے قرب کے درجے جناب الٰہی مین بڑہینگے اسیقدر تیرے دشمن کو دوری اور مہجوری اس درگاہ سے ہوگی
اور سجدہ کی حالتمین آدمی کو زیادہ تقرب جناب باری سے حاصل ہونیکی وجہ یہہ ہے کہ اسوقتمین آدمی اپنی اصل کیطرف کہ خاک ہے متوجہ ہوتا ہے۔ اور جسقدر اسکا توجہ اپنی اصل کیطرف زیادہ
ہوگا اسیقدر حق تعالے کا قرب اسکو زیادہ حاصل ہوگا اسواسطے کہ فیضان وجود کا اس جناب سے اسی راہ سے اسکو پہنچا ہے سو جب اُسنے اپنے تئین پہر اُسی دروازہ پر جہان سے آیا تہا پہونچایا
اور اسی دروازہ پر کہڑا ہوونگا تو رجوع الی اللہ ثابت ہوگیا اسیواسطے حدیث شریف مین آیا ہے کہ اقرب ما یکون العبد من ربه وهو ساجد فاکثروا فیه من الدعاء یعنے بندے کو
سجدہ کی حالتمین اپنے پروردگار سے بہت نزدیکی حاصل ہوتی ہے سو اس حالتمین اُسکو چاہیے کہ دعا بہت مانگے تاکہ جلد قبول ہووے اور یہ آیت تلاوت کے سجدہ کی آیتون سے ہے اس آیتکے پڑہنے سے پڑہنے
والے اور سننے والے پر سجدہ واجب ہوتا ہے اور حدیث صحیح مین مروی ہے کہ ابوجہل نے لوگون سے کہہ رکہا تہا کہ محمد صلعم جسوقت بیت اللہ شریف کے سامنے سجدہ کرتے ہون اُسوقت مجہے خبر دینا کہ
مین اُنکی گردن پر اپنا پیر رکہونگا اور گردن کو توڑ ڈالونگا چنانچہ ایکروز آنحضرت بیت اللہ کے سامنے کہڑے نماز پڑہتے تہے بعضے لوگون نے اس مردود کو خبر پہونچائی وہ اپنے
موافق اپنے وعدہ کے آیا اور آنحضرت صلعم کے نزدیک پہنچکر چاہا کہ بے ادبی کرے کہ خود بخود اپنے دونون ہاتہ سپر کیطرح مُنہہ کے سامنے کئے ہوئے پیچہے ہٹا جسطرح سے کسی چیز سے
کوئی ڈر کے اپنے تئین بچاتا ہے دو تین مرتبے اسیطرح قصد کیا اور اسیطرح پیچہے ہٹا لوگ جو یہہ تماشا دیکہنے کو جمع ہوئے تہے یہ بات دیکہکے حیران ہوئے اور اُس سے پوچہا کہ ماجرا کیا
تہا کہ تو اسطرح سے پہرا اُسنے کہا کہ میرے اور محمد صلعم کے درمیان ایک خندق آگ سے بہری ہوئی ظاہر ہوئی اور اُسکے کنارون پر فرشتون کے پر مجہے معلوم ہوئے اور ایک بڑا اژدہا
میری طرف لپکا اُسسے نہایت مجہکو دہشت معلوم ہوئی اور مین ہرگز وہان ٹہیر نسکا اگر ذرا بہی ٹہیرتا تو جل ہی جاتا اور اژدہا مجہکو نگل لیتا لوگون نے پوچہا کہ پہر یہہ کیا بات
ہے اُس کافر لعین نے کہا کہ یہہ شخص بڑا زبردست جادوگر ہے مین اس سے جیت نہین پاتا ہون اور یہہ بہی حدیث شریف مین آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہہ بات
سنکے فرمایا کہ اگر وہ مردود میرے نزدیک آتا تو فرشتے اُسکے ٹکڑے ٹکڑے کرکے لیجاتے اور ہرگز جیتا نہ پہرتا اب جو فائدے اور باریکیان کہ اس سورت سے تعلق رکہتے ہین کچہہ بیان ہوتے
ہین چنانچہ انمین سے ایک یہہ ہے کہ پانچ آیتین اس سورت کی قرآن کے نازل ہونیکی ابتدا مین نازل ہوئی تہین اور باقی ابوجہل کے حقمین بہت دنون کے بعد نازل ہوئی ہین لیکن بموجب حکم
پروردگار کے ان آیتون کو انکے ساتہ ملادیا اور مناسبت کی وجہ تفسیر مین پہلے بیان ہوچکی اور یہہ بہی ہے کہ اس سورتمین سبہی علمونکا ثابت کرنا منظور ہے کہ نقل کرنے اور لکہنے پر
موقوف ہین اور یہہ بہی ایک نکتہ عجیب اس سورتمین ہے کہ اول اس سورتکا علم کی فضیلت پر دلالت کرتا ہے اور باقی مال کی مذمت پر تو اس جگہہ سے بوجہہ لیا چاہیے کہ علم ایک چیز ہے
نہایت مرغوب اور پسندیدہ اور دنیا کا مال نفرت اور بیرغبتی کے سزاوار ہے اور یہہ بہی ہے کہ اس سورتمین علم اور خط کی تعلیم کی نعمت جو مذکور ہوئی تو حقتعالے نے اپنے تئین اکرم کی صفت
سے یاد فرمایا یعنے وربک الاکرم اور سورۂ انفطار مین اعتدال خلقت اور ظاہری اور باطنی اعضا کی برابری کی نعمت جو مذکور ہوئی ہے تو وہان اپنے تئین کریم کی صفت سے یاد فرمایا ہے
یعنے ما غرک بربک الکریم الذی خلقک فسوٰک فعدلک فی ای صورۃ ما شاء رکبک اور یہہ بات ظاہر ہے کہ اکرم بڑے کریم کو کہتے ہین اور کریم فقط کرم پر دلالت کرتا ہے تو
یہان سے معلوم ہوا کہ علم کی نعمت صحت اور حسن اور جمال کی نعمتون سے بڑہکے ہے اور یہہ بہی ہے کہ اس سورتمین ابوجہل کے حق مین جو اس امت کا فرعون تہا لیطغی کہ لام تاکید سے مؤکد ہے
اور اُسکا صیغہ بہی استمرار اور تجدد پر دلالت کرتا ہے اور حضرت موسی علیہ السلام کے فرعون کے حقمین باوجود اسکی بادشاہی اور حشمت اور تمرد کے طغی کے لفظ فرمایا ہے بغیر تاکید اور بے صیغہ استمرار کے تو
یہہ تغییر اسلوب کا اسبات کی طرف اشارہ ہے کہ فرعون باوجود اس قوت اور تمرد کے حضرت موسی علیہ السلام کو رنج نہین دیتا تہا اگر بات کہنے مین اور یہہ مردود باوجود کمزوری اور بے حکمی کے ہر بار آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے مارنیکا قصد کیا اور آپکی ہلاکی کے پیچہے پڑا تہا اور یہہ بہی ہے کہ فرعون نے بچپن مین حضرت موسی سے اچہے سلوک کئے تہے اور آخر کو بہی اُسکی زبان سے یہ کلمہ نکلا تہا
یعنے لا الٰہ الا الذی امنت به بنوا اسرائیل اور تہوڑا تکبر اسکا گہٹ گیا تہا بخلاف ابوجہل کے کہ آنحضرت کی جان مین بچپن کی عمر سے حسد رکہتا تہا اور آخر مین ایسا کلمہ کہکے مرا جس
سے تکبر پوچہا جاتا ہے یعنے لو غیر اکار قتلنی یعنے میرا رتبہ یہہ تہا کہ مدینے کے کسانون کے ہاتہ سے مارا جاؤن اور جسوقت حضرت عبد اللہ بن مسعود رضہ اُسکا سر کاٹنے کو اُسکے سینے پر چڑہے تو بطور
تکبر کے کہا کہ یا راعی الغنم لقد ارتقیت مرتقی صعباً یعنے اے بکریان چرانیوالے تو بڑے مقام پر بیٹہا تو اور یہہ کہا تہا کہ هل اعمد من رجل قتلتموه یعنے کیا ہے کوئی دنیا مین عمدہ اور بڑا مرتبے میں
اس شخص سے جسکو تمنے قتل کیا ہے پس ان وجہون سے سرکشی اور تکبر اس مردود کا فرعون کے تکبر اور غرور سے بہی بڑہ گیا تہا اسیواسطے اسکے حق مین لیطغی مین تاکید کی ارشاد ہوئین واللہ اعلم

ف سجدے کی حالتمین آدمی کو زیادہ قرب حضرت باری سے حاصل ہوتا ہے

ح

ح

ح

ح

ف اس سورت کی ابتدائی آیتین

ف نعمت علم کی

سُوْرَۃُ الْقَدْرِ

تمہید

مشہور تو یون ہے کہ یہہ سورت مکی ہی لیکن اسکے نازل ہونیکے سبب مین جو حالات بیان کیئے جاتی ہین اُنسے یون معلوم ہوتا ہے کہ مدنی ہوگی اس واسطے کہ قصے بنی اسرائیل کے مدینہ منورہ مین مذکور ہوتے تھے اور منبر بھی اُسی شہر مبارک مین بنایا گیا ہے اور اس سورت مین پانچ آیتین اور تیس کلمے اور ایکسو بارہ حرف ہین اور اُسکے نازل ہونیکے کئی سبب ہین اول یہہ ہے کہ ایکروز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنی اسرائیل کا احوال صحابہ کرام کے سامنے بیان فرماتے تھے اس عرصے مین احوال شمعون یا سمنون کا کہ ایک زاہد کا نام ہے جو بنی اسرائیل مین گذرا ہے اور کثرت عبادت مین ضرب المثل ہے بیان فرمانے لگے کہ اُسنے ہزار مہینے عبادت کی ہر روز روزہ رکہتا تہا اور کافرون کے ساتھ جہاد کرتا تہا اور رات بہر نماز پڑہتا تہا صحابہ کرام نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ہم کسطرح ایسے شخص کے ثواب کو پہونچ سکینگے کہ انتہا ہماری عمر کی ساٹھہ یا ستر برس ہین سو اسمین تہائی کی قدر تو سونے مین جاتی ہے اور کچھہ معاش کی تلاش مین اور دوسری حاجتون مین صرف ہوتی ہے اور کچھہ اسمین سے مرض اور سستی مین ضایع ہوتی ہے پہر عبادت کے واسطے کیا باقی رہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہی اسبات کو سنکر نہایت دلگیر اور غمگین ہوئے اللہ تعالے نے آپکے دفع ملال کے واسطے یہہ سورت نازل فرمائی کہ اگرچہ تمہاری امت کی عمرین کوتاہ ہین لیکن ہمنے تمکو ایک ایسی رات عنایت فرمائی ہے کہ اُس ایک رات کی عبادت ہزار مہینے کی عبادت سے بہتر ہے دوسرا یہہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک روز اگلی امت کی عمرین دکہائین تو اکثر دنیا مین ساٹھہ اور ستر برس کی تہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم غمگین ہوئے کہ اتنی چھوٹی عمر مین میری امت کیا کام کریگی اور اُنسے کیا ہو سکیگا ایسا نہو کہ قیامت کے روز اگلی امتون والے بڑی بڑی عمرونکا ثواب پاوین اور میری امت تہوڑی عبادت کے واسطے شرمندہ ہو حق تعالے نے آپکی خاطر مبارک کے تسلی کے واسطے یہہ سورت بہیجی تیسرا یہہ کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دکہایا گیا کہ بنی امیہ کے ظالم حضرت کے منبر پر ایک کے بعد دوسرا بندر کیطرح سے کود کود کر بیٹھتے ہین اور رعیت پر ظلم اور ستم کرتے ہین یہہ بات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر نہایت شاق گذری تو آپکی تشفی کے واسطے یہہ سورت نازل ہوئی اور مراد ہزار مہینے سے بنی امیہ کی سلطنت کی مدت ہے کہ اُنکی بادشاہت کا زمانہ اسیقدر تہا اور اس سورے کو سورہ قدر اسواسطے کہتے ہین کہ اسمین مذکور لیلۃ القدر کا ہے اور لیلۃ القدر کو جو لیلۃ القدر کہتے ہین اسکی دو وجہین اول تو یہ کہ قدر مقدار اور رتبے کو کہتے ہین اور اس رات مین مقدار اور رتبہ بنی آدم کے کہلتا اور عابدونکا ظاہر ہوتا ہے اور مراتب کو سو پہنچے کہ ماہی ہوجاتے انکے قرب اور منزلت مین عند اللہ ثابت ہو چکتے ہین گویا کہ تمام سال کی عبادت کا ثمرہ ظاہر ہوتا ہے اور فرشتے ارواح مین قدر اور منصب ہر ایک مطلع ہوجاتے ہین دوسرے یہ کہ قدر بزرگی کے معنو مین بہی آتا ہے چنانچہ کہتے ہین کہ فلانا نہایت عالیقدر یا ذو القدر ہے یعنی شرف اور بزرگی رکہتا ہی اور یہہ رات کئی طور سے دوسری راتون پر شرف اور مزیت رکہتی ہے اول یہہ کہ تجلی الہی شام سے صبح تک اس رات مین متوجہ بندون کے حال کیطرف ہوتی ہے اور انکو قرب معنوی حقتعالے کی جناب مین پیدا ہوتا ہے دوسرے یہہ کہ فرشتونکا عالم ارواح کا عالم ملائک اور صلحا اور عابدون کے آسمان سے زمین پر آتے ہین اور انکے نزدیک ہونے کے سبب سے عبادتونکی کیفیت اور طاعتونکی حلاوت دوسری راتونکی عبادت کی کیفیت اور حلاوت سے ہزارون درجے بڑہ جاتی ہے تیسرے یہ کہ قرآن مجید اسی راتکو نازل ہوا ہے یعنی لوح محفوظ سے دنیا کے آسمان پر اور یہہ ایسا شرف ہے کہ نہایت نہین رکہتا چوتھے یہہ کہ پیدائش فرشتون کی بہی اسی رات مین ہے پانچوین یہ کہ بہشتونکا آراستہ کرنا بہی اسی شب کو ہے چھٹے یہہ کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدایش کا مادہ بہی اسی شب کو جمع ہوا ہے اور صحیح روایت مین آیا ہے کہ عثمان بن ابی العاص کا ایک غلام تہا کہ سالہا سال جہازونکی ملاحی کیے تہا ایکروز اُنسے کہنے لگا کہ دریا کے عجائبات سے ایک چیز میرے تجربے مین ہے کہ میری عقل اُس سے حیران ہے وہ یہہ ہے کہ دریا شور کا پانی سال مین ایک رات میٹھا ہو جاتا ہے عثمان بن ابی العاص نے اُس سے کہا کہ جب وہ رات آوے تو مجہکو خبر کرنا دیکہون تو وہ کونسی رات ہے اور کیا بزرگی رکہتی ہے اُس غلام نے ستائیسوین کو رمضان المبارک کی اُنسے کہا کہ یہہ رات وہی ہے غرض کہ مضمون اس سورت سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ عبادتین اور طاعتین وقتونکی نیکوئی اور مکانونکی بزرگی اور اجتماع اور حضوری صالحون کے سبب سے ایجاب مین ثواب کے اور برکات اور انوار کے بڑا مرتبہ رکہتے ہین اور یہہ بہی معلوم ہوتا ہے کہ ہماری طاعتون اور عبادتون کی مشقت اور رنج کے موافق اُس وقت ثواب دیا جاتا ہے کہ بطور کا کوئی سبب درمیان [illegible] ہے کہ اجرک علی قدر نصبک یعنے ثواب تیرا تیری محنت کی قدر ہے لیکن جو ان زیادتیون سے تفاوت ہو تو نیک بہی ہے اور [illegible]

حاصل ہوتا ہے تو ثواب طاعتوں کا رنج اور مشقت کے اندازے پر نہوا اسواسطے کہ بہت ہوتا ہے کہ تھوڑی سی عبادت جمعیت خاطر سے متبرک وقت یا مکان میں بہت سی طاعت سے بہتر
اور مشہور ہو جاتی ہے اور یہہ بھی سمجھہ لیا چاہیے کہ لیلۃ القدر کو باوجود اس عظمت اور شرف کے لوگوں کی دریافت سے پوشیدہ رکھا ہے جیسے دعا قبول ہونیکی گھڑی کو جمعہ
کے دن میں اور صلوٰۃ وسطیٰ کو پانچوں نمازوں میں اور اسم اعظم کو اسماء الٰہی میں اور مقبول طاعت کو دوسری طاعتوں میں اور اولیاء اللہ کو دوسرے لوگوں میں تاکہ تمام
لوگ ہمیشہ ان چیزوں کی جستجو میں رہیں اور سب راتوں کی اور سب ساعتوں کی اور سب نمازوں کی اور سب اسماء الٰہی کی اور سب طاعتوں کی اور سب نیک لوگوں کی رعایت
کریں اور اس متبرک رات کے چھپانے میں بھی ایک حکمت ہے جیسے مرنیکے اور قیامت کے دن کے چھپانے میں حکمت ہے وہ یہہ ہے کہ مکلفین محنت اور کوشش میں قصور نکریں
اور تکیہ اور بہروسا ایک چیز معین پر نکرکے بیٹھیں اور غفلت اور سستی کو نہ اختیار کریں اور اس شب کے پوشیدہ رکھنے کے وجہوں میں یہہ بھی کہا ہے کہ اگر شب قدر عام لوگوں پر
ظاہر ہوتی تو بعضے لوگ اس رات میں عبادت کرکے ثواب ہزار مہینے کا کماتے اور بعضے لوگ شہوت اور ہوا اور ہوس کی گرفتاری کے سبب سے اس رات کو لغویات
اور معصیات میں گذارنے سے عذاب ہزار مہینے کا حاصل کرتے پس رحمت الٰہی نے اس بات کو چاہا کہ لوگ اس رات کو یقینی نجانیں کہ دیدہ و دانستہ اس رات میں گناہ
کریں اور عذاب عظیم میں گرفتار ہوں ہر چند کہ بعضوں کو اس رات میں عظیم ثواب حاصل ہوتا لیکن دفع ضرر کا بہتر ہے منفعت کے حاصل کرنے سے اور یہہ بھی سمجھہ لیا
چاہیے کہ بعضے مفسروں نے قدر کو تقدیر کے معنے میں لیا ہے اور کہا ہے کہ روزیاں اور موتیں اور دکھہ اور بیماریاں اور عمل اور سوا اسکے دوسرے حادثے
جو دنیا میں ہونیوالے ہیں اسی رات کو مقدر ہوتے ہیں اور فرشتوں کو فردیں اُن کاموں کی جو اُن سے متعلق ہیں لوح محفوظ سے نقل کرکے سپرد کردیتے ہیں
تاکہ مطابق اس نوشتے کے تمام سال عمل کریں لیکن صحیح یہہ بات ہے کہ یہہ تقدیر شعبان کی پندرہویں رات کو ہوتی ہے جسکو شب برات کہتے ہیں
اگرچہ تابعین میں سے بعضوں نے کہا ہے کہ نقل تو اسی رات کو ہوتی ہے اور مقصدیوں کے حوالے اس رات میں کرتے ہیں تو ابتدا تقدیر کی شب برات میں ہوئی اور انکی
انتہا اس رات میں لیکن تحقیق یہی بات ہے جو ذکر کی گئی اور شب قدر کی تعیین میں بہت اختلاف ہے جو کچھہ کہ قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے سو اسیقدر ہے کہ وہ مبارک
رات رمضان کے مہینے میں ہے اسواسطے کہ اس سورت میں قرآن کا نازل ہونا اسی رات میں فرمایا ہے اور اس رات میں عابدوں اور طاعتوں اور منصب اور مرتبے ہر مقرب
الی اللہ کا عالم ملائکہ اور عالم ارواح پر ظاہر ہوتے ہیں اسی سبب سے اس رات کو لیلۃ القدر کہتے ہیں اور سورۂ بقر میں دوسرے سیپارہ میں فرمایا ہے کہ نزول قرآن شریف کا
رمضان کے مہینے میں ہے پس جمع کرنے سے ان دونوں فرمودوں کے اسقدر ثابت ہوتا ہے کہ شب قدر رمضان کے مہینے میں ہے اور یہہ بھی ہو سکتا ہے کہ شب قدر تمام سال میں
دائر ہو اور جس سال میں قرآن نازل ہوا تہا اس سال میں رمضان کے مہینے میں واقع ہوئی ہو لیکن یہہ قول نہایت بعید ہے اور از روے حدیث صحیح مشہور کے ثابت ہوا ہے
کہ وہ رات رمضان کے مہینے کے آخر دہے کی طاق راتوں میں ہے پس تمام سال میں یہہ پانچ راتیں اس بات کا احتمال رکہتی ہیں کہ شب قدر ہوں اکیسوین
تیئیسوین اور ستائیسوین اور اصح یہہ بات ہے کہ ایک رات ان راتوں میں سے شب قدر ہوتی ہے بے تعیین کے کسی سال اکیسوین کسی سال تیئیسوین اور کسی میں
پچیسوین اور کبھی ستائیسوین اور کبھی انتیسوین اور یہہ بات جو مشہور ہے کہ ستائیسوین رات ہی ہے سو اس سبب سے ہے کہ وہ اکثر ستائیسوین شب کو
واقع ہوتی ہے اسیواسطے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ لیلۃ القدر نو حرف ہیں اور یہہ لفظ اس سورہ میں تین بار مذکور ہے اور جب تین کو نو میں ضرب دیں تو
ستائیس ہوتے ہیں اور بعضے علما نے کہا ہے کہ اس سورت میں تیس کلمے ہیں اور ستائیسواں انمیں سے ہی کا لفظ ہے کہ شب قدر کیطرف پہرتا ہے اور یہہ اشارہ ستائیس کی مدد کیطرف ہے واللہ اعلم بالصواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ہمنے نازل کیا قرآن کو لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر شب قدر میں یعنے وہ رات کہ اسمیں منصب اور مرتبے عبادت کرنیوالوں کا
ظاہر ہوتا ہے اور مرتبے نیکی ولایتوں کے عالم ملکوت اور عالم ارواح پر ظاہر ہوتے ہیں اور منصب قطبیت اور غوثیت اور ابدالیت اور امامت کے اُن مرتبوں کے مستحقوں
کے واسطے اس رات کو تعیین اور مقرر کرتے ہیں اور اس معاملے کو رات کے ساتھہ اسواسطے مخصوص کیا کہ دن ظہور کا وقت ہے تو مشابہ ہے عالم شہادت سے اور رات پردہ پوشی کا
وقت ہے پس عالم غیب سے کمال مشابہت رکہتی ہے اور یہہ بھید اس رات کا وہ جو بعضے عارفوں کو معلوم ہوا ہے وہ یہہ ہے کہ رات وصل کا وقت ہے اور مستوروں وصل کی

اس شب میں اس طور سے جلوہ فرماتی ہے کہ جمال الٰہی کی تجلی اپنے مشتاق بندوں کے حال کیطرف متوجہ ہوتی ہے اور مدارک اور قوتین بوجہ اُسکے اور ذہنوں میں اُنکے
ایک فراخی پیدا ہوتی ہے اور قوت خیالیہ قوت مدرکہ کی خدمت کرتی ہے اور وہ تجلی ایک عالم کو ملائکہ اور ارواح کے کہ عالم قدس کے رہنے والے ہیں اپنے ہمراہ لاتی ہے
اور ملاقات کرنا غیب کے عالم کا عالم ظاہر سے اور ملنا آسمان کے کمال والوں کا زمین کے کمال والوں سے اور در آنا انوار اور روشنیاں ایک کی دوسرے میں اور فائدہ
حاصل کرنا ایک عالم کا دوسرے عالم کے اشعہ اور لمعات سے یعنے کمالات کی روشنیوں سے اس رات کو بخوبی ہوتا ہے اور عالم روحانی میں ایک عجیب حالت پیدا ہوتی
ہے کہ اُسکی شرح بیان کرنا بہت مشکل ہے لیکن ایک ناقص مثال سے اسقدر سمجھنے کیواسطے بیان کیا جاتا ہے کہ موسم بہار کے اُنکے طور پر بوجہ لینا چاہیے کہ آسمان
سے پانی برسنے کے سبب سے اور آفتاب کی گرمی کی تیزی سے جو زمین کی اُبھارنیوالی قوت میں تاثیر کرتی ہے اور ہر بیج دانے اور گٹھلی میں جو جو شکل چھپی ہوئی پوشیدہ ہے
وہ سب طرح طرح کے گل بوٹے اور رنگ رنگ کے سبزے لہلہے ظاہر ہوتے ہیں اور بڑی رونق اور کمال زینت عالم میں حاصل ہوتی ہے باقی رہا یہاں پر ایک شبہ اور وہ
یہ ہے کہ نزول قرآن کا تیئیس برس تک ہے اور شروع اُسکے نزول کا ربیع الاول کے مہینے میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کے چالیسویں برس کا شروع تھا اور
قرآن مجید میں قرآن کے نازل ہونیکا اشارہ تین وقتوں کیطرف فرمایا ہے ایک تو رمضان شریف اور دوسرے شب قدر اور تیسرے شب مبارک کہ اکثر علما کے نزدیک
شب برات ہے یعنے پندرہویں رات شعبان کی پس مطابقت اور موافقت اس امر واقعی میں اور ان مخالف تعبیروں میں کیونکر درست آویگی سو اسکا جواب اگر تو تامل کریگے
بعد جو معلوم ہوا ہے سو یہ ہے کہ نزول قرآن کا لوح محفوظ سے بیت العزت میں کہ وہ ایک جائے ہے آسمان دنیا پر گھری ہوئی ہے ملائکہ ذی قدرت شب قدر میں ہے جو رمضان
کے مہینے میں واقع ہے اور اندازہ اُسکے نزول کا اور حکم فرمانا لوح محفوظ کے نگہبانوں کو کہ اسکا نسخہ نقل کرکے آسمان دنیا پر پہنچاویں اُسی سال کی شب برات میں تھا اب
اس صورت میں تینوں تعبیریں درست ہیں یعنے نزول حقیقی شب قدر کو رمضان کے مہینے میں واقع ہوا اور نزول تقدیری اُس سے پہلے شب برات میں اور نزول قرآن کا
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر سو ربیع الاول کے مہینے میں چالیسویں برس کے شروع میں ہے اور تمام ہونا اُسکے نزول کا آخر عمر میں پس رفع نزاع ہوا **وَمَآ
أَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ** اور کیا جانتا ہے تو کہ کیا بزرگی ہے شب قدر کی یعنے ہر چند کہ عارف وسیع المعرفت جلیل المرتبت ہو لیکن اس تجلی
الٰہی کی حقیقت کو کہ گوناگوں عالم ہمراہ رکھتی ہے اور رنگا رنگ تاثیریں ہر ایک کی استعداد کے موافق ظاہر کرتی ہے جیسا کہ چاہیے ویسا بیان نہیں کر سکتا اسواسطے
کہ شرط اسکے جاننے کی وقف ہونا اُن سب عالموں اور اُن سب استعدادوں سے ہے اور یہ بات تفصیل سے حاصل ہونا بشر کے مقدور سے باہر ہے پس جسقدر کہ ظاہر کرنا
اس شب کی عظمت کا ممکن ہے بیان کیا جاتا ہے کہ **لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ** شب قدر بہتر ہے ہزار مہینوں سے کہ اُنمیں شب قدر نہو اور
مدعا یہ ہے کہ ہر مہینہ شامل ہے دنوں کو اور راتوں کو اور ہر روز اور ہر شب موافق إِنَّ لِلّٰهِ فِي أَيَّامِ دَهْرِكُمْ نَفَحَاتٍ أَلَا فَتَعَرَّضُوا لَهَا شامل ہونیوالے تجلیات
غیبیہ اور شہودیہ کے ہوتے ہیں لیکن یہ تجلی کہ اس شب میں واقع ہوتی ہے اُن تجلیوں کے نسبت سے ایسی ہے جیسا کہ دریا کی نسبت قطرے کے ساتھ ہوتی ہے
عام ہونے اور شایع ہونے میں اور اسمار الٰہی کی بلندی کے سبب سے کہ مادہ اس تجلی کا ہیں اور ہزار کے عدد کی تخصیص اسواسطے ہے کہ عرب کی زبان میں عدد کا نام
یہیں تک ہے اور ہزار سے آگے اُنکی زبان میں نام نہیں ہے تو گویا کہ اشارہ فرمایا ہے عدد کی انتہا پر اور مہینوں کی تخصیص اسواسطے ہے کہ باوجودیکہ سال میں رات دن
زیادہ ہیں لیکن عرب کے سال کو قمر کے دور سے شمار کرتے ہیں فقط اسمیں مہینوں کی تکرار ہے اور شمسی سال ایک پوشیدہ چیز ہے اور مخصوص دنوں کے ساتھ ہے برخلاف چاند کے کہ
رات سے خصوصیت رکھتا ہے اور باوجود ان سب باتوں کے چاند کو زیادہ مناسبت اس مقام پر ثابت ہوتی ہے اسواسطے کہ چاند کا نکلنا پہلی شب سے چودھویں تک بلکہ
ابتدا سے انتہا تک رات ہی میں واقع ہوتا ہے تو گویا کہ نور کی تجلی کا ظہور ہے دنیا کے ظلمت کدے پر اور حقیقت کہ تجلی الٰہی سے رات کو اس عظمت اور بزرگی کے ساتھ واقع
ہوتی تو ثواب اس رات کی عبادت کا ہزار مہینے کی عبادت سے بہتر ہو گیا اب آگے بیان اسکی عظمت کا فرماتے ہیں کہ **تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوحُ
فِيهَا** اُترتے ہیں فرشتے آسمان سے اور روحیں علیین کے مقام سے اس رات میں ملنے کو اہل کمال سے اور بنی آدم کے اعمال کے انوار حاصل کرنیکو اور لذتیں اُٹھانیکو
کے سبب معلوم کرنے ان کیفیتوں کے جو زمین والوں کی ذات میں اپنے محبوب اور معبود کی نسبت سے حاصل ہوئی ہیں اور یہ نازل ہونا اُنکا زمین والوں کے
نور اور حضوری کے زیادہ ہونیکو بھی ہے اور اسواسطے بھی ہے کہ آسمانوں کو کیفیتیں زمینوں کی بطور انعکاس کے حاصل ہوں پس علوی کا کمالات اور عقلی

کمالات دونون گروہون مین تعاکس انوار کے طور پر جلوہ فرما وین اور ایک شکل دونو عون سے مرکب ہو کے کمال کی صورت پکڑے اور وہ جو ہر ہر فرد مین کمالات مندرج تھے سو اجتماع کرے اور حاصل ہوئے ہیأت وجدانی کے سبب سے کہ مشابہ مزاج مرکب کے ہے دوسرا رنگ کہا ہے جیسے مزاج معجون مرکب کا اجزائی مختلفۃ الکیفیات سے کہ ہر ہر فرد کی تاثیر سے علاوہ ایک دوسری تاثیر پیدا کرتی ہے اور یہ ایک طلسم ہے طلسمات الٰہی سے کہ ناقص کو اس طریقے سے کامل کے حساب مین داخل کر لیتے ہین اور اسی ہید کے سبب سے جماعت کی نماز کو تنہا نماز سے افضل ٹہرایا ہی اور جسقدر کہ جماعت کثیر ہوتی ہے اُسیقدر روشن ہوتے ہین لیکے اور مقبول ہوتے ہین عند اللہ کے تاثیر زیادہ کرتی ہے اور جو ملائکہ اور ارواح کا نازل ہونا کام ہو کئے جاری کرنیکے واسطے جو ملائکہ سے تعلق رکھتی ہین یا حاصل ہوتے کو اُس مناسبت سے جو بعضے اہل کمال کو ارواح علویہ کے ساتھ کبھی ملا لی جاتی ہے ہوتا ہے اسیواسطے ایک کلمہ دوسرا ارشاد فرمایا ہے کہ یہ نزول اس قسم سے نہین ہے بلکہ یہہ نزول **بِاِذْنِ رَبِّهِمْ** حکم سے اُنکے رب کے غرض یہہ ہے کہ تجلی واحد سب ملائکہ اور ارواح کو تابعداری مین لیکر واسطے ایک کام کے کہ وہ حاصل ہونا ہیأت وحدانیہ کمالات مختلفۃ المقدار کا ہے نیچے آئی ہے مین لیسے شبہ نازل ہونا ملائکہ اور ارواح کا سوا اسوقت کے اسطور پر ہے جیسے کوئی مقصد کے یا امیر بادشاہ کا کسیکے گہر اپنے شناسائی کے سبب سے یا کسی تقریب کے سبب آوین اور نازل ہونا ملائکہ اور ارواح کا اسوقت مین بلا شبہ اسطور پر ہے کہ حکم سے بادشاہ کے یا ہمراہ بادشاہ کے اس شخص کے گہر جمع ہون پس جو کچہہ کہ تفاوت ان دونون حالتون مین ہے ظاہر اور روشن ہے **مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ** بیان ملائکہ اور ارواح کا ہے یعنے ملائکہ ہر کام کے اور ارواح ہر کام کے کہ قرب اور کمال کے ساتھ متعلق ہے نزول فرماتے ہین ہرچند کہ سب لوگ منزل علیہم یعنے جن پر نازل ہوتے ہین استعداد اس قرب اور کمال کی نہین رکھتے ہین لیکن پیدا کرنا ہیأت وحدانیہ کا اور پورا کرنا قصور کچہ نقصان کا منظور ہے اور جب اس شب مبارک کی عظمت کے بیان سے فارغ ہوئے تو اب ایک خاصیت دوسری اُس شب کے خواصون مین سے بیان فرماتے ہین **سَلٰمٌ هِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ** سلامتی ہے وہ یعنی اُس رات کو نفس اور شیطان کے شر سے کہ اکثر بلحاظ اُنکے شرونکا طاعتون کے رد ہو جانیکا سبب پڑتا ہے سو اس رات کو نور تجلی کے ہجوم سے اور حاضر ہونے ملائکہ اور ارواح کے سبب سے نفسانی حادثون کی تاثیر اور شیطانی خطرات بالکلیہ دفع ہو جاتے ہین اور غروب آفتاب کے وقت سے صبح صادق کے نکلنے تک یکسان ان آفتون سے امن اور اطمینان ہوتا ہے بخلاف اور راتون کے کہ اول تہائی مین شیطانون کے پہیلنے کا وقت ہے اور اُنکے خطرے اور وسوسے عبادت اور بندگی کرنے والونکی خاطر کو پریشان کر دیتے ہین اسیواسطے اس ثلث مین فرض نماز مقرر فرمائی ہے اور دوسرے ثلث مین اکثر نیند غفلت کی اور بُرے بُرے خیال اور پریشان خوابین نفسانی خواہش اور طبیعت کی عادت سے ظاہر ہوتے ہین اور خراب کرتے ہین اور دعا سے اور حضوری کی لذت حاصل کرنے سے غافل کر دیتے ہین اور تیسرا حصہ یعنے پچہلے رات کہ ان دونون خرابیون سے بچی ہوئی ہے سو تہجد اور جناب الٰہی مین التجا اور زاری اور دعا کے واسطے مقرر ہوئی ہے اب اس جگہہ پر جاننا چاہیے کہ عالمونکا اختلاف ہے اس بات مین کہ ملائکہ اور ارواح سے سب ملائکہ اور ارواحین مراد ہین جیسا کہ قرآن کے ظاہر لفظ اسی پر دلالت کرتی ہے یا وہ ملائکہ اور ارواحین مراد ہین جو سدرۃ المنتہیٰ مین رہتی ہین جیسا کہ بعضے حدیثون مین مذکور ہے ہر طرح سے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے نازل ہونے مین سبکا اتفاق ہے اور انکا مقام سدرۃ المنتہیٰ کے بیچ مین ہے اور اُنکے ہمراہ سب ملائکہ اور ارواحین نازل ہوتی ہین اور ہر عبادت کرنیوالے سے حضرت جبرئیل علیہ السلام مصافحہ کرتے ہین اور اُنکے مصافحہ کرنیکا نشان یہہ ہے کہ عین عبادت کی مشغولی مین بال بدن پر کھڑے ہو جاتے ہین اور دل مین رقت پیدا ہوتی ہے اور آنکہہ سے آنسو نکل آتے ہین اور اس عبادت مین نہایت لذت حاصل ہوتی ہے اور اس رات کے خواص سے ایک یہہ ہے کہ اس رات کو دعا قبول ہوتی ہے تو سبکو لازم یہہ ہے کہ ایسی دعائین کو مانگین جو سب بہتر ہون کو دنیا اور آخرت کے شامل ہو اور حدیث صحیح مین آیا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر مین شب قدر کو پاؤن تو کیا دعا مانگون آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہہ دعا مانگو **اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ** یعنے یا اللہ تیرا نام عفو ہے اور بخشنے کو تو دوست رکہتا ہے سو بخشدے مجہکو اپنے کرم سے اور حدیث مین یہہ بہی آیا ہے کہ **مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ** یعنے جو شخص زندہ رکہے شب قدر کو نماز اور عبادت سے ایمان کے ساتہہ ثواب کی طلب کے واسطے تو اُسکے پچہلے گناہ سب بخش دیے جاتے ہین اور بعضے عالمون نے کہا ہے کہ **سَلٰمٌ هِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ** کے معنے یہ ہین کہ فرشتے اور روحین اس رات کو سب مسلمانون کو سلام کہتی ہین

ملہ یعنی اپس مین دو دوستون کا قبول کرنا ۱۲ ف ... رت کی زیادتی ... مین دل کے نور اور قبولیت کا سبب ... تی ہے

ملہ یعنے سب کی اور تنہا ... کی جائے مجمع ہوکے ... کی صورت پکڑنا ۱۲

اور صاحب کتابون سے مصافحہ کرتے ہین پس یہہ آیت ملاقات کی کیفیت کے بیان مین ہے نزول کے بیان کے بعد واللہ اعلم ۛ

سورۃ البینہ

تمہید

یہہ سورت مکی ہے اور اسمین آٹہہ آیتین اور چورانوے ۹۴ کلمے اور تین سو چہیانوے ۳۹۶ حرف ہین اور بینہ لغت مین ظاہر اور روشن چیز کو کہتے ہین کہ اُس چیز کے دیکہنے کے بعد حقیقت کام کی ظاہر ہو جاوے اور کچہہ شبہہ و شک اسمین باقی نرہے جیسے گواہ معتبر دعوے مین اور اس سورت کا نام بینہ اسواسطے رکہا ہی کہ یہہ سورت دلالت کرتی ہے اسبات پر کہ وجود پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا خود بخود اپنی نبوت پر ایک روشن نشانی ہے یہانتک کہ کچہہ احتیاج دوسری دلیل لانے کی نہین اور جو شخص وضعون اور احوالون اور افعالون اور اقوالون اور اخلاقون سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بخوبی واقف اور خبردار ہو تو یقیناً سمجہہ لے کہ اس قسم کی مقدس ذات بے شبہہ لیاقت پیغمبری کی رکہتی ہے اور جہوٹہہ اور بناوٹ کا یہان ہرگز دخل نہین ہے تفصیل اس اجمال کی یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجود یتیمی کے باپ اور دادا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بچگی کی حالت مین گذر گئے تہے اور بہائی بند اور قوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جہل مرکب مین گرفتار تہے شہری آداب اور نیک اور پسندیدہ وضعون سے بالکل واقف نہ تہی انکے درمیان مین آپکی ذات بابرکات کمال حسن اخلاق اور نہایت آداب کے رعایت کے ساتہہ ظاہر ہوئی اور باوجود اس بات کے کہ آپ امی محض تہے بلکہ مکتب مین بیٹہے بہی نتہے مشکل مشکل علمونکی باریکیان واضح بیان سے ارشاد فرماتے تہی اور الفاظونکو کہ گویا وہ بہی معجزے تہی کمال فصاحت سے ادا کرتے تہے اور کبہی کوئی بات خلاف عقل اور مروت کے آپسے ظہور مین نہین آئی اور ملکی تدبیرین اور جنگ و صلح کے مقدمے اور سوا انکے ہر کام آپکا حکمت کے قاعدے پر جاری تہا پہر باوجود نہونے تعلیم اور تعلم کے کمال کو اس مرتبے تک پہنچنا بغیر تائید غیبی اور بدون تعلیم الٰہی کے ممکن نہین ہے اور یہی معنے پیغمبری کے ہین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ع ثلث ارباع

س

لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنفَكِّينَ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ تہے وے لوگ جو کافر ہوئی ہین اہل کتاب اور مشرکین سے جدا ہونیوالی اپنی آئین اور وضع سے جبتک کہ نہ آوے انکے پاس کہلی نشانی حاصل اس آیت کا یہہ ہے کہ قبل مبعوث ہونے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی عرب کے ملک مین لوگ دو قسم کے تہے ایک قسم تو مشرک تہے کہ بعضے انمین سے مثل صابئین اور مجوس کے طرح طرح سے روحانیت کو ستارون اور آگ کے پوجتے تہی اور بعضے انمین سے صلحا اور بزرگون کے مورتونکو معبود ٹہیرا یا تہا اور انکو بہت مقرب درگاہ الٰہی کا سمجہکر وسیلہ دین اور دنیا کا سمجہتے تہی جیسے قریش اور دوسرے دیہات کے جاہل لوگ اور دوسری قسم اہل کتاب کے اپنی کو نبی کہتے آئے کا تابع جانتے تہے اور بعضے توریت اور زبور کو اپنا پیشوا قرار دیتی تہے اور بعضی انجیل کو بہی مانتی تہی اور یہہ سب فرقے قبیح بدعتون مین اور بری رسمون مین اور باطل اعتقادون مین ایسے جکڑے تہے اور مضبوط ہو گئی تہی کہ پند اور نصیحت اور وعظ اور ارشاد انکے دلون مین اثر نہین کرتا تہا اور قائم کرنے دلائل عقلی کے اور سمجہانے سے قرائن حکمیہ کے ہرگز صلاح پر نہین آتے تہے اور سب یہی کہتے تہے کہ ہم قدیم وضعون کو اور اپنی رسمون کو ہرگز چہوڑینگے جبتک کہ کوئی دلیل ظاہر اور کہلا معجزہ نہ دیکہہ لین اور پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم جنکی تعریف آسمانی کتابون مین جابجا دیکہی ہے اور اگلے نبیون سے سُنی ہے ظاہر ہوون اور ہمکو ہمارے کاموں پر آگاہی ہووے ہم اپنی وضع اور آئین ہرگز نہ چہوڑینگے اور حالت انکی بعینہ ایسی تہی جیسے اس امت کے بعضے گمراہ فرقون کی اس زمانے مین ہے کہ ایک گروہ اپنے کو صوفی ٹہیرا کر بدعتون مین پہنسے ہین اور ایک طائفہ ملحدونکا اور ایک عقیدہ انکا کہ آنکو تارک دنیا مقرر کیا ہی اور انسانیت کی حدسے باہر نکل گئے ہین اور ایک گروہ نے اپنا نام شیعہ اہل بیت رکہا ہے اور باطل عقیدون مین گرفتار ہین اور کتنون نے اپنے تئین علما کے زمرے مین قرار دیکر ٹہگی اور مکر شروع کیا ہی اور حیلے شرعی نکالکر ایک عالم کی راہ مارتے ہین اور دنیا دار اور غریب جنکی کہین اصل نہین ہے اور بالکل مخالف اصول کے ہین نئی بنائی رسم واسطے لوگونکو بتاتی ہین اور راہ حق سے پہیرتے ہین یہانتک سب طائفونکو اگر عقلی اور نقلی دلیلونسے سمجہایا جاوے کہ سید محمد راستی پر قائم ہو جاوا اور اپنی بدعتونکو چہوڑ دو تو ہرگز نہین سنتے ہین اور ان سب گمراہ فرقونکا جواب مقابلے مین وعظ اور نصیحت کے ایک ہے وہ یہہ ہے کہ ہم اس قدیم وضع اور آئین کو اپنے بغیر کوئی دلیل ظاہر کے اور بدون حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ظاہر ہونیکے اور انکی بیان شافی کے ہرگز نچہوڑینگے پس اسی حالت کیطرح یعنے جیسے اب ہے قبل ظاہر ہونے آنحضرت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے عالم مین تہے تو حکمت الٰہی نے چاہا کہ ایک پیغمبر آدمی کہ خود بہی ایک ظاہر حجت ہو اور اُسکا بیان شافی سبکو جہالت کے مرض سے نجات بخشے چنانچہ اسکا بیان فرماتے ہین رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ

يَتْلُوا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۙ فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ اور یہ ایک پیغمبر کہ پڑھے سورتیں پاک کہ انہیں لکھا ہے مضبوط اور تفصیل احکام کی یعنی یہہ
تین چیزیں ارشاد اور نصیحت میں نہایت مرتبہ عالی رکھتی ہیں پہلے یہہ کہ ایک شخص بھیجا ہوا خدا کا ہووے اور معجزے دکھلانے اور انسانی کمالوں کے جمع ہونے سے اسکی رسالت
خدا کی طرف سے ثابت ہو سو یہہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں کما حقہ ثابت تھی اسواسطے کہ رسالت کی شرطیں اور نبوت کے کمالات کی انتہا کو پہنچنا باوجود امی
ہونیکے انمیں ظاہر نظر آتی تھیں دوسرا کلام اترا ہوا غیب کا کہ معجزے کے نور اسمیں روشن ہوں اور برکتیں اور نور اسکی تلاوت میں نیک لوگوں کو نظر آویں اور کلام کے عیبوں سے
کہ ہزل اور کذب اور تناقض ہے پاک ہو اور یہہ بات قرآن مجید میں کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم باوجود امی ہونیکے اسکو تلاوت فرماتے تھے ظاہر اور روشن ہے
تیسرے یہہ بات کہ ایسی کتاب ہے کہ اسمیں اگلی کتابیں مندرج ہوں اور مضمون انکے اس کتاب کی مختصر عبارت میں لپٹے ہوں اور وہ معنے اور مضمون کہ علوم متعددہ
ہیں یعنے سہجے سہجے ہوئے ہیں اور واضح تقریریں ذہن نشین عبارتوں میں ادا کی گئی ہوں سو یہہ چیز بھی اس کلام مجید میں بھرپور موجود ہے بلکہ تمام علوم دین
اول سے آخر تک اسمیں صاف صاف یا اشارۃً مذکور ہیں اسیواسطے اس کلام شریف کے نازل ہونیکے وقت سے آج تک کہ بارہ سو برس سے زیادہ گذرے ہیں بڑے بڑے
علما طرح طرح کے علموں کے رو سے اسکی عبارتوں اور مضمونوں میں غور کرکے نکتے باریک باریک اپنی استعداد اور حوصلے کے موافق نکالتے ہیں ولنعم ما قیل وكل
العلم في القرآن لكن تقاصر عنه افهام الرجال یعنے سب علم موجود ہیں قرآن میں لیکن قاصر ہوئی ہیں اس سے سمجھیں آدمیوں کی اور جب یہہ تینوں چیزیں ایک
جا پر جمع ہوں تو ارشاد اور ہدایت میں اعلی مرتبہ حاصل ہوتا ہے آب سزاوار یہہ بات تھی کہ سب مخالف طائفے بعد مبعوث ہونے ایسے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اور نازل ہونے
ایسے کلام پاک کے اپنی وضع اور آئین کو چھوڑ کر ایک راہ اور ایک جہت ہو کر متابعت اس دین کی قبول کرتے اور کسیطرح کا اختلاف اور تفرقہ جائز نہ رکھتے لیکن نفس اور شیطان
کے بہلانے کے سبب سے پھر اسی اختلاف اور تفرقے کے مرض میں گرفتار ہوئے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِن
بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ اور متفرق نہیں ہوئے جن لوگوں کو ملی تھی کتاب یعنے یہود اور نصاری مگر بعد اس بات کے کہ آچکی انکو نشانی روشن یعنے حضرت
عیسی علیہ السلام کے وقت میں بھی یہودیوں نے بڑی بڑی بدعتیں اور خراب اعتقاد اور جھوٹی جھوٹی باتیں اور خبریں بے اصل بنا کر اور انکو حق تعالی کی طرف نسبت کرکے
اسطرح شیطان کے پھندے میں گرفتار تھے جناب باری نے انکی ہدایت کے واسطے کھلے کھلے معجزوں کے ساتھ جیسے مردوں کا جلانا اور مادرزاد اندھوں کا اچھا کرنا
اور کوڑھیوں کا تندرست کر دینا ہے حضرت عیسی علیہ السلام کو انکی طرف بھیجا اور ان لوگوں نے حضرت عیسی علیہ السلام کے آنیکے بعد ایک بڑا اختلاف ڈالدیا
یعنے ایک گروہ نے آپکو یا بعد حضرت موسی علیہ السلام کا ٹھیرا کر حضرت عیسی علیہ السلام سے مخالفت شروع کی اور انکے قتل اور ایذا کے درپے ہوئے اور ایک گروہ نے اپنا
لقب نصاری ٹھیرا کر اپنے زعم میں حضرت عیسی علیہ السلام کے دین کی مددگاری اختیار کی اور آپسمیں لڑائی اور لوٹ پاٹ اور لعن طعن ہونے لگا اور قرنوں اسیطرح
کی خرابی میں گذری اور مدعا اس آیت سے یہہ ہے کہ آنا پیغمبر کا اور نازل ہونا کتاب الہی کا بغیر حضرت حق کی توفیق کے اور ارادے کی ہدایت اور صلاح اور ارشاد کے واسطے کافی نہیں ہوتا
چاہیے تا کہ کسیکو مستقل سبب ایسا گمان نکرتے اور اسیواسطے محققوں نے کہا ہے کہ قرآن اور پیغمبر اچھی غذا کی مانند ہیں کہ تندرست بدن کو کمال قوت اور طبعی و حیوانی اور
نفسانی کاموں میں درستی پیدا کرتی ہے اور مریض کے واسطے وہی غذا امراض اور عارضوں کی زیادتی کا سبب ہو جاتی ہے پس اول روح کے مزاج کی درستی میں کوشش
کرنا چاہیے اور تعصب کی فاسد خلطوں سے اور جہالت کی رسومات اور خیالات کی قیدوں سے پاک صاف کرنا چاہیے بعد اسکے اس غذاے لطیف سے تقویت حاصل کرنے اور
یہہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس آیت میں بیان اس تفرقے اور اختلاف کا منظور ہو کہ بعد رسول ہونے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر ہوا اور وہ یہہ ہے کہ ایک طائفہ یہود اور نصاری کا
انکار پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور انکے تابعوں سے قتال اور جدال کے واسطے آمادہ کھڑا ہوا اور دوسرے گروہ نے متابعت اختیار کی اور آپ کے دین کی تائید
اور نصرت کے واسطے دل اور جان سے شریک ہوئے اور اس صورت میں اہل کتاب کے تفرقے کے ذکر پر اکتفا کرنا اور مشرکین کے تفرقے کا ذکر نکرنا
اسواسطے ہے کہ یہہ بات کتاب والوں سے جو اپنے کو عالم اور دانا کہتے تھے اور انبیاؤں کے چال ڈھال سے اور کتب الہی کی شان سے خوب واقف اور
آشنا تھے نہایت تعجب معلوم ہوئی بخلاف مشرکین کے کہ ان چیزوں سے آگاہ نہ تھے اگر اختلاف کریں تو کچھ دور نہیں اور جب یہہ ماجرا مفصل بیان
ہو چکا تو یہاں گمان ایک شبہے کا تھا اسکو بھی دفع فرمایا اور تقریر اس شبہے کی یہہ ہے کہ ہر چند کہ معجزے ظاہر اور علامتیں روشن حقیقت پر

ایک شخص کی گواہی ہین لیکن جو یہہ شخص برخلاف پہلی شریعتونکے کہ اجماع انبیا علیہم السلام کا اُنپر ہو چکا ہی امر و نہی کرے اور اُن شریعتون کو باطل کرے
تو اُسکی بات ماننی نچاہیئے اور اُن سب معجزون اور علامتون کو اقبال دنیوی پر یا اتفاق پر یا استدراج پر قیاس کرنا چاہیئے اور تقریر اس شبہہ کے دفع
کرنیکی اس آیت مین ہی وَمَآ اُمِرُوٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا
الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ اور حکم نہین ہوا انکو پیغمبر کی شریعت مین مگر یہی کہ عبادت کرین اللہ کی
خالص کرکے اُسکے واسطے دین کو پہر جو خصوصیت اور کیفیت کہ عبادتون مین یہہ پیغمبر بیان کرتا ہی گو کہ پہلی شریعتونمین وہ خصوصیت اور کیفیت نہو لیکن
یہہ سب توطیہ اور تمہید ہی اللہ تعالی کے قرب حاصل کرنے کے واسطے اور اخلاص کی تاکید اور حجاب دور ہونیکے واسطے اُس ذات پاک سے اور یہہ کہ
حنیف ہو جاوین اور حنیف عرب کی زبان مین اُسکو کہتے ہین کہ اللہ تعالی کے غیر کی طرف توجہ نکرے اور ہر کام مین اور ہر چیز مین اللہ تعالی کیطرف متوجہ
رہے اور یہہ کہ قایم کرین نماز کو اور دیوین زکوۃ کو اگرچہ کیفیت نماز کی اور زکوۃ کے ادا کرنیکی مختلف ہووے اور یہی ہی دین اور مذہب مضبوط کہ حضرت آدم علیہ السلام
کے وقت سے اب تک انبیا اور حکما اور علما نے اسکی شرح اور تفصیل مین اپنی عمر کو صرف کیا ہی اور اس شبہہ کے دفع کرنے کا حاصل یہہ ہے کہ مقصود اصل اس
شریعت کا اگلی شریعتون سے نہایت مطابق ہی اگرچہ خصوصیات اور کیفیات مین موافق وقت اور حال کے تفاوت ہوا ہو لیکن حقیقت مین مقصود کا
مطابق ہونا اصل کے ساتھہ کفایت کرتا ہی چنانچہ ہر فن اور ہر صنعت مین اسی قسم سے واقع ہی مثلاً یونانی طب بقراط اور جالینوس کے زمانے سے بوعلی بن سینا
اور محمد زکریا اور مسیحی کے زمانے تک ایک ہی طور پر رہی اس معنے کر کہ اصول جو مقصود یونانی طبیبونکے ہین ہر زمانے مین محفوظ ہین اُنمین تغیر اور تبدیل نہین ہوا چنانچہ
سب کہتے ہین کہ مسہل نضج کے بعد یعنے فاسد مادہ پک جانے کے بعد دینا چاہیئے اور بحران کے روز مریض کو چھیڑنا نچاہیئے اور مرض کو اُسکی ضد سے دفع کرنا چاہیئے
اور صحت کو اُسکی جنس سے محافظت اور نگاہ رکہنا چاہیئے اور علی ہذا القیاس اب جو شخص کہ متاخرین یعنے پچھلے طبیبون کی کتابونکو دیکہے اور انکے مقصد اور
کے اصول کو مطابق اصول مقاصد متقدمین کے پاوے تو یقینی اُنکی طبابت کو دریافت کریگا کہ خصوصیتین کیفیات زائدہ کی جو فی الجملہ اگلون کی طبابت سے تفاوت
رکہتی ہین اُنکی کتابونمین پائی جاتی ہین بلکہ اگر تامل اور غور کو قرار واقعی کام مین لاوے اور حکمت کی باریکیون کی رعایت کہ اِن خصوصیتون مین واقع ہوئی ہی
دیکہے تو ضرور متاخرین کی فضیلت کا قائل ہوگا موافق مضمون اس قول کے کہ الصناعات تتکامل بتلاحق الافکار یعنے صنعتین کامل ہوتی ہین ملنے سے
فکرونکے اور جب حال اہل کتاب کے مخالفونکا بیان کیا گیا تو اب تفصیل اِن دونون فرقونکی اُنکے درجونکے موافق جو عند اللہ اُنکے واسطے ثابت ہے ثواب یا عذاب سے بیان فرماتے
ہین اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مقرر جو لوگ کہ کافر ہوئے اہل کتاب سے اور مشرک آخرت کے حکم مین شریک ہین اور اہل کتاب
کی بزرگی اور عقلمندی یہان کچھہ کام نہین آتی اسواسطے کہ یہہ سب فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا دوزخ کی آگ مین ہونگے سدا رہینگے اُسی مین
اور اگر یہہ لوگ یہہ کہین کہ ہم انسانکے گروہ سے ہین اور انسان اشرف المخلوقات ہے اور کسی مخلوق کو سدا کا عذاب دنیا اور آخرت مین نہین ہے ہمکو کس واسطے
دایمی عذاب مین گرفتار کرنا چاہیئے اُنکے جواب مین ارشاد ہوتا ہی اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ یہہ لوگ یہی سب مخلوقات سے بدتر ہین اسواسطے
کہ جب حکم الہی کا انکار کیا اور اُسکے رسولون کے منکر ہوئے تو اپنے نفس کی خواہش اللہ کے حکمون پر غالب کردیا اور یہہ قباحت اور خرابی کسی مخلوقات مین نہین ہے
اسیواسطے سورۂ فرقان مین فرمایا ہی اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا یعنے نہین ہین یہہ کافر مگر جیسے چارپائے بلکہ اُن سے بھی بدتر اِنَّ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مقرر جو لوگ کہ ایمان لائے سب پیغمبرون پر اپنے وقت کے پیغمبر تک اور کام کیئے اچھے اُولٰٓئِكَ
هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ یہہ لوگ یہی سب مخلوقات سے بہتر ہین اسواسطے کہ فرشتون سے بھی بڑہ گئے ہین اور ہر زمانے مین اللہ تعالی کی حکمت کو پہچانے ہین اور باوجود
نفس کی خواہشونکی کشمکش کے جناب باری کے حکمونکو اُسپر غالب کیا ہی اور وہم کی مخالفت کو دور کرکے عقل کو اُسپر متعین کیا ہی کہ شک اور شبہہ درمیان نہ آ جاوین لیکن
یہہ بات فرشتون مین نہین ہے کیونکہ وہ جزئی احکامونکو جانتے ہین نہ وہم اور نفس نہین رکھتے ہین کہ علمونمین یا عقیدونمین اُنکے نقصان واقع ہو لیکن یہہ بات عام انسانکی نسبت ہے اور خاص
فرشتے ہین جیسے حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل علیہما السلام سو اُنکا مرتبہ نہایت بلند ہے اور انکو کمال صفات حکمت الہی کے اسرارون پر غیر متناہی علم حاصل ہی اور وجہ کامل کہی ہی

ہر چند کہ اُنمین نقص اور وہم کا ہونا ظاہر مین اُنکے ثوابون کے نقصان کا سبب معلوم ہوتا ہی لیکن جو بنی آدم کے عمل کرنیوالونکا ثواب ایک شاخ ہے اُن کے فیضون کی شاخون سے اسواسطے بیہہ زیادتی اُسکے برابر نہین ہو سکتی اور مولانا حافظ الدین نسفی کے عقیدے مین بیہہ عبارت واقع ہے وخواص بنی آدم وہم المرسلون افضل من جملۃ الملائکۃ وعوام بنی آدم وہم الاولیاء والزہاد افضل من عوام الملائکۃ وخواص الملائکۃ افضل من عوام بنی آدم اور خاص لوگ بنی آدم کے یعنے رسول اور انبیا افضل ہین خاص فرشتون سے اور عوام لوگ بنی آدم کے یعنے اولیاء اللہ اور زاہد لوگ افضل ہین عام فرشتون سے اور خاص فرشتے افضل ہین عام بنی آدم سے اور وہ جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ المؤمن اکرم علی اللہ من بعض الملائکۃ الذین عندہ یعنے بندہ مومن اللہ تعالیٰ کی نزدیک بزرگ ہے بعضے فرشتون سے جو اُسکی حضور مین ہین بیہہ محمول ہے خاص ملائکہ کے ماسوا **جَزَاؤُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ** بدلا اُنکا اُنکے رب کے پاس باغ ہین سدا رہنے کو اسواسطے کہ اُنہون نے بہی مختلف طورونمین اور متفاوت شریعتون مین حق تعالیٰ کے امر و نہی کا اور اُسکی حکمتونکا لحاظ کر کے سدا اُسپر قایم رہے تہی **تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ** بہتے ہین اُن باغون کے نیچے نہرین اسواسطے کہ اُنہون نے اپنی معرفتون اور عقایدون سے علمونکی نہرین اپنی جان اور جسم پر جاری کی تہین اور نور اُن علمون کے اُنکے خاندانی سلسلونمین اور اُنکی اولاد اور تابعونمین جاری رہا **خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا** ہمیشہ رہنے والے ہین اُن بہشتون مین ابدالاباد تک اس واسطے کہ اُنکے دلونمین بہی نیت حق پر قایم رہنے کی ابدالاباد تک بس گئی تہی گو کہ عمر تہوڑی ہی پائی تہی **رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ** اللہ راضی ہوا اُنسے اسواسطے کہ اُنہون نے کسی حکم کسی نبی کی شان مین انکار اسکا نکیا **وَرَضُوا عَنْهُ** اور وے بہی راضی ہوئے اُس سے اسواسطے کہ ایمان لانے سے شریعتون مختلفہ پر ثواب ایسا بے گمان پایا اور اُنکی طبیعت کا پیمانہ ایسا لبریز ہو گیا کہ گنجایش طلب کرنے کی نرہی **ذَٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ** بیہہ بیان واضح اُس شخص کے واسطے ہے کہ ڈرے اپنے پروردگار سے اور کسی طرح مین انکار اُسکی حکمت کا یا اُسکی شان کا نکرے اور اُس جناب پاک کے حکم کو اسکے خوف سے اپنی نفس کی خواہشون پر اور رسمون کی قیدون پر مقدم رکہے اور اس سورت مین کافرون کے حال کے بیانمین اُنکی جزا کو مقدم فرمایا بعد اُسکے ارشاد ہوا کہ اولئک ہم شر البریۃ اور یہان پر فقط مومنین کی جزا پر اکتفا کی اور کافرون کی جزا کا ذکر نہ فرمایا اسواسطے کہ عاقل کو شر البریہ کے لفظ سے انجام اُنکے حال کا واضح ہو جاتا ہے اور بیہہ بہی ہے کہ مومنین کے جزا کے بیان کرنے سے کافرونکی جزا کی تفصیل دریافت کر لینا چاہئے ضدیت کے حکم سے والعاقل تکفیہ الاشارۃ یعنے عاقل کو ایک اشارہ بس ہے بعد اُسکی فرمایا **أُولَٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ** اور مومنین کے حال کے بیانمین اول فرمایا **أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ** بعد اسکے جزا کو ذکر کیا اور نکتہ تغییر اس اسلوب کے بیہہ ہے کہ کافرون نے مدد جزا پانے کے بعد منصب شر البریہ کا حاصل کیا اور نہین تو دنیا مین اکثر مخلوقات سے اچہی طرح گذران کی ہے اور مسلمانون نے مغفرت الٰہی کے دروازے سے گہستے ہی اور نیک کامون سے اپنے نفس کو آراستہ کرنیکے سبب سے خیریت کا مرتبہ حاصل کیا ہے اور اُنکو جزائے خیر کا ملنا ایک شاخ ہے اُنکی خیریت کی شاخون سے اور یہان ایک اور شبہ بہی آتا ہے کہ اضافت اسم تفضیل کی چاہتی ہے کہ مضاف الیہ کو ایک حصہ اصل صفت سے ہو گو کہ تہوڑا سا ہو تو اسم تفضیل کا اسپر زاید ہوئے اور اس جانے پر کہ صالح مومنین کو بہتر سب مخلوقات سے کہا ہے تو چاہئے کہ سب مخلوق سے فی الجملہ کچہہ بہتری رکہتے ہون حالانکہ کافر اور شیطانون نے بہتری کی صورت بہی نہین دیکہی ہے جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ بیہہ تقاضا اُسوقت ہوتا ہے کہ اضافت اسم تفضیل کی مضاف الیہ پر زیادتی کے واسطے ہو اور اس جائے پر مراد مطلق زیادتی ہے اور اضافت فقط توضیح کے واسطے ہے جیسا کہ یوسف احسن اخوتہ مین مقرر کیا ہے اور اس صورت مین اصل صفت کا وجود مضاف الیہ مین درکار نہین ہے واللہ اعلم

سورۃ زلزلت

تمہید

بیہہ سورت مکی ہے اسمین آٹہہ آیتین اور ترپن کلمے اور ایک سو انچاس حرف ہین اور نزول اس سورت کا قیامت کے منکرون کے جواب مین ہے جو پوچہتے تہے کہ قیامت کب ہو گی اور تفسیر ومین مذکور ہے کہ بیہہ رات گئی تہی کہ بیہہ سورت نازل ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح ہونے کا بہی انتظار نکیا اُسیوقت مجلس سے باہر تشریف لائے اور لوگونکو بتکہا ئی اور اس سورے مین ایک آیت ہے کہ گویا خلاصہ ہے تمام قرآن کا اور جامع ہے شریعت کے سب احکامونکو اور وہ اس سورہ کے اخیر کی آیت ہے

ح

کو دلالت کرتی ہی ہر عمل کے جزا پر ہو خواہ نیک اور حدیث صحیح مین وارد ہے کہ یہہ سورہ چوتہائی قرآن کے برابر ہے اور اس سورتکا نام زلزلت اسواسطے رکہا ہے کہ دلالت کرتی ہے زلزلۂ عظیم کے واقع ہونے پر قیامت کے دن اور سبب اُس زلزلے کا تین چیزین ہین اوّل تو تجلی الٰہی کی نزدیکی کہ زمین پر واقع ہوگی اور اُس تجلی کے سبب اجزا زمین کے ٹوٹ پھوٹ کر بکہر جاوینگے جیسا کہ نمونہ اُسکا کوہ طور پر واقع ہوا تہا قال الله تعالیٰ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وایضاً قال الله تعالیٰ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا دوسرے غضب الٰہی کا جوش مین آنا گنہگارون پر اور انتقام کی شانکا ظاہر ہونا مروی کی اُٹہانیکی صورت پر اور یہہ بات بغیر زمین کے ہلانے اور جہڑ جہڑانیکے تاکہ ہر مردے کے اجزا جدا جدا معلوم ہوجاوین ممکن نہین تیسرے آواز تند دوسرے نفخے کا کہ ہوائے شدید کے جہونکو نکا سبب ہوگی اور اس ہوا کا داخل ہونا کمال شدت سے مسام اور مخرج مین زمین کے اور اُسکے سبب سے زلزلے کا پیدا ہونا اور زلزلہ یہہ زلزلہ ایک عظیم واقعہ ہے حشر کے روز کے واقعون سے اور مقدمہ ہے جزا کے کارخانے کا تو سورتکا نام بہی وہی مقرر کیا

س

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ع

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا جس وقت ہلائی جاوے زمین ایسا ہلانا کہ ممکن ہے اُسی زمین کو اور ہلائی مین کے کمال مبالغہ کیا جاویگا اسقدر کہ طاقت زمین کی تحمل اُسکا کر سکے ہلائی جاویگی اور روئے زمین پر کوئی عمارت اور کوئی پہاڑ یا جہاڑ باقی نرہیگا اور بلندیان اور پستیان سب برابر ہوجاوینگی اور زمین کی یہہ شکل بدل جاویگی اور یہہ معاملہ نفخ ثانی کے نزدیک ہوگا **وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا** اور نکال ڈالیگی زمین بہاری بوجہ اپنے یعنے اس سبب سے بہونچال کے سبب سے جو کچہہ کہ زمین کے پیٹ مین ہے جیسے مُردے اور خزانے اور دانے اور گٹہلیان باہر پہینک دیگی اور مُردون کے باہر نکلنے کے سبب سے علاقہ کہ ارواح کو زمین کے اندر سے تہا اسواسطے کہ اُن ارواحون کے جسمونکا ٹہکانا تہا ٹوٹ جائیگا **وَقَالَ الْاِنْسَانُ** اور کہیگا آدمی یعنے ارواحین آدمیونکی یا زندہ ہونیکے اور اس زلزلے کے آثار دیکہنے کے بعد کہیگا **مَا لَهَا** کیا ہوگیا ہے اس زمین کو **يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا** اس دن باوجود زلزلے کی شدت کے اور نہایت بیتابی اور بیقراری کے بولیگی زمین اپنے باتین یعنے بنی آدم کے کامونکو ظاہر کریگی اور کہیگی کہ فلانے شخص نے مجہپر نماز پڑہی تہی اور روزہ رکہا تہا اور نیک کام کئے تہے اور فلانے نے مجہپر ناحق خون کیا تہا اور زنا کیا تہا اور چوری کی تہی اور یہہ کہنا اس میں کا دو حکمتون کے واسطے ہے ایک تو یہہ کہ لوگون پر گواہ ہو کہ ان لوگونکو انکار کی جگہہ نرہے اسیواسطے آسمان اور دن اور رات اور ستارے اور ہاتہ پاؤن اپنے اُسروز سب گواہی دینگی اور اچہے بُرے کامونکو سکے ظاہر کرینگے دوسرے یہہ کہ بدکار لوگ زمین کے بیان کرنے سے رسوا ہونگے اور نیک لوگونکی تعریف اور اچہائی ثابت ہوگی اس جاپر بعضے لوگونکے دلمین شبہ گذرتا ہے کہ زمین تو ایک جماد اور بے عقل ہے کیسے گواہی دیگی اور باتین کریگی سو تحقیق اس شبہ کی یہہ ہے کہ مخلوقات مین سے ہر چیز ایک روح رکہتی ہے لیکن حیوانات کی روحین اپنے بدنکی تدبیر اور تصرف کا بہی علاقہ رکہتے ہین اور ہمیشہ تغذیہ اور تنمیہ یعنے کہانے اور بڑہنے مین اور جنبش اور حرکت مین مشغول ہین اور دوسرے مخلوقات کی ارواح تدبیر اور تصرف کا علاقہ نہین رکہتے ہین اور جنبش کرنا اور حرکت اپنے اختیار سے دائمی نہین ہے اس سبب سے انکی ارواح کا علاقہ عوام کی نظر سے پوشیدہ رہتا ہے اسیسے ہی خرق عادت کے طور پر یہہ باتین کبہی کبہی اُنسے ظہور کرتی ہین چنانچہ صحیح حدیث مین تواتر کے ساتہ یہہ بات ثابت ہی جیسے باتین کرنا پتہرونکا اور درختونکا اور پکار پکار کے رونا حنانا ستونکا اور پکارنا ایک پہاڑ کا دوسرے پہاڑ کو هَلْ مَرَّ بِكَ اَحَدٌ يَذْكُرُ الله یعنے کیا گذرا ہے تجہپر کوئی شخص کہ الله کا ذکر کرتا ہو یہہ سب اسی قسم سے ہین اور قرآن مجید مین سب مخلوقات کی ارواح کا ہونا سورۂ یٰس مین مذکور ہے فَسُبْحَانَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ ج ۲۳ ع ۵ اور سورۂ اسری مین بہی مذکور ہے وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ج ۱۵ ع ۱۵ اور زمین کا اور نماز کی جگہہ کا رونا مسلمان کے مرنے پر حدیث مین ثابت ہے اور گواہی دینا زمین کا اور پتہر اور درخت کا اذان دینے والون کے واسطے تاکہ اذان مین آواز کو بلند کرین یہہ بہی ثابت ہے چنانچہ مولانا روم قدس الله سرہ اپنے مثنوی مین فرماتے ہین **ابیات** ہستی کوہ ہست مخفی از خرد + ہستی بیچون خرد کی پے برد + باد را بےچشم گر بینش نداد + فرق چون میکرد اندر قوم عاد + آتش نمرود را گر چشم نیست + با خلیلش چون تجمّل کردنیست + گر نبودے نیل را آن نور دید + از چہ کافر را ز مومن می گزید + گر نبودے کوہ و سنگ با دیدار شد + پس چرا داؤد را او یار شد + این زمین را گر نبودی چشم جان + از چہ قارون را فرو خورد آنچنان

ف شبہ

ق شبہ کا جواب

گر نبودی چشم دل خانہ راہ چون شود ہمی تجراں فرزانہ را ‌‌ در قیامت این زمین نیکت بدہد گواہی ہا دہد ‌ اور جو بیان فرمایا کہ زمین آپنے لوگوں کے عملوں کو ظاہر کریگی اور نیک و بد کاموں پر گواہی دیگی تو اظہار اور گواہی میں احتمال جھوٹھ کا بھی ہوتا ہی سو دفع کرنیکو اس احتمال کے ایک عبارت دوسری بھی ارشاد ہوئی **بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا** یعنے یہہ بات کہنا ہوا ہے کہ تیرے پروردگار نے حکم کیا ہی اسکو یعنے یہہ اظہار کسی عداوت کے واسطے نہیں ہی کہ بنی آدم کو جھوٹی یا احتمال جھوٹھ کا اسمین گنجایش رکھے اسواسطے کہ بنی آدم سب اسکے بچے ہیں اور اپنے بچون سے عداوت ممکن نہیں ہی اور نفس کی خواہش سے ہی کیونکہ زمین نفس رکھتی ہی نہیں ہی پس معلوم ہوا کہ یہہ بات نہیں ہی مگر حکم سے اللہ تعالے کے اور جو چیز کہ مالک کے حکم سے ہوتی ہی اسمین جھوٹھ کا دخل نہیں ہوتا اور جب اس قسم ظاہر ہو چکا کہ قیامت کے دن بنی آدم کے اعمال جو ایک دوسرے سے چہپاتے ہیں زمین کے ظاہر کرنیسے سب پر ظاہر ہو جاینگے پہر نیکی کرنیوالے سرخ رو اور بدکار رسوا ہونگے تو آب بیان فرماتے ہین کہ اسیقدر پر اکتفا ہوگی بلکہ **يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا** اس روز نکلینگے لوگ اپنی قبرون سے حشر کے میدان بہانت بہانت کے ایک گروہ شرابیون کا ایک گروہ زانیون کا اور ایک گروہ ظالمون کا اور ایک گروہ چورون کا اور علی ہذا القیاس **لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ** کہ دکہائے جاوین انکے کام یعنے حشرگاہ مین ایک رسوائی بدکارون کو اور سرخ روئی نیکوکارونکو حاصل ہو اس طور پر کہ نامے انکے اعمالون کے کہولینگے اور میزان کہڑی کریگے اور ہر نیک و بد عمل انکا گواہون کے سامنے پڑہین گے اور تولینگے پس اسوقت کما حقہ ظہور حاصل ہوگا چنانچہ تفصیل اسکی ان دو آیتون مین ہے **فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ** پہر جو کوئی کریگا ذرہ کے برابر نیکی دیکھیگا اسکو یعنے صحیفہ اعمال میں اور میزان میں اور ذرہ دو معنون مین آتا ہی چھوٹی چیونٹی جو سرخ ہوتی ہی اور جو ریت مین چمکتا ہی **وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ** اور جو کوئی ذرے کے برابر بدی کریگا اسکو بھی دیکھیگا اور یہان ایک شبہ خیال مین گذرتا ہی کہ کافرون کی نیکی تو قابل جزا کے نہوگی پہر دیکھنا اسکا کیا فائدہ رکھتا ہی جواب اسکا یہہ ہے کہ کافر کی نیکی اگرچہ ہمیشہ کے عذاب سے بالکل رہائی کا سبب نہین ہوتی لیکن اسکی تاثیر سے عذاب کی تخفیف ہو جاویگی پس دیکھنا اسکا البتہ فائدہ رکھتا ہی اور اسیطرح سے بدی مومن کی اگرچہ معاف ہو گئی ہو پہر بہی تاثیر سے خالی نہین ہے اگرچہ درجے ہی مین نقصان ہو مگر وہ بدی کہ اس سے توبہ اور ندامت کی ہی سو وہ اعمال کے صحیفے سے نکل جاتی ہی اور کراما کاتبین کو اور گواہونکو بہی بہول جاتی ہی پس من یعمل کا لفظ اسکے سوا کے واسطے مخصوص ہوگا یا یون کہا جاوے کہ جب توبہ اور ندامت اس بدی پر واقع ہوئی اور توبہ اور ندامت ایک نیکی ہی عمدہ نیکیون سے پس دیکھنا اس بدی کا یا دیکھنا توبہ اور ندامت کا اس بدی کے نقصان کا سبب نہوگا اسیواسطے توبہ کرنیوالون کے حق مین فرمایا ہی **فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ** یعنے بدیون کو توبہ کرنیوالون کی انکے توبہ کے ضمن مین انکو دکہاویگا تو وہ بدیان نیکی کی صورت پکڑینگے واللہ اعلم اور حدیث شریف مین آیا ہی کہ ایک شخص نے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر عرض کی کہ یا رسول اللہ مجھکو قرآن سکہاؤ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر المومنین مرتضی علی کرم اللہ وجہہ کو فرمایا کہ اسکو قرآن سکہاؤ امیر المومنین نے اسکو سورۃ اذا زلزلت سکہائی جب اس آیت کو پہنچے تو وہ شخص بولا حسبی حسبی لا ابالی ان لا اسمع غیرہا یعنے یہی آیت مجھکو بس ہے پروا نہین رکھتا ہون کہ کچھ اور سیکہون یعنے اور سیکہنے کی اب کچھ حاجت نہین امیر المومنین نے اس قصے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دعہ فقد فقہ الرجل یعنے چہوڑدے اسکو کہ وہ مرد فقیہ ہوا ہی اور یہہ بہی حدیث شریف مین آیا ہی کہ اس آیت سے دو شخصون مدینے کے رہنے والون سے عبرت پکڑی تہی ایک ان مین سے وہ شخص تہا کہ تصدق دیتا تہا اور کہتا تہا کہ مین زیادہ مقدور نہین رکہتا ہون اور تہوڑی چیز اللہ کی راہ پر دینا مجھکو بے ادبی معلوم ہوتی ہی دوسرا شخص تہا چہوٹے چہوٹے گناہونکو خیال مین نلاتا تہا جیسے بیہودہ باتین اور بیجا نظر کرنا اور گمان کرتا تہا کہ ایسی ایسی باتونکی پکڑ نہوگی ان دونونکے گمان کے رد کیواسطے یہہ دونو آیتین کافی ہوگئین

سورۃ العادیت

یہ سورۃ مکی ہی اور اسمین گیارہ آیتیں اور چالیس کلمے اور ایکسو تریسٹہہ حرف ہین اور عادیات عرب کی لغت مین دوڑنے والے گہوڑونکو کہتے ہین مشتق ہی عدو سے جو دوڑنیکے معنون مین ہی اور اس سورۃ کا نام سورۃ عادیات اسواسطے کہا ہی کہ غازیون کے گہوڑے غضب الہی کی صورت ہین کافرونکی ناشکری پر اور اللہ تعالے کے انتقام کا ظہور نافرمان برداروں پر دوڑتے گہوڑون کی طرح سے دنیا مین ہوتا ہی پس گویا کہ نمونہ ہی حشر اور نشر کا اسیواسطے انمین سے مخالف کی فوج کے اور شکست ہونے سے اپنی موافق فوج کے جو کچھہ انقلاب ظہور

اور ملک میں واقع ہوتا ہی کہ عزت دار لوگ ذلیل ہو جاتے ہیں اور پردہ نشین بے پردہ اور مال و متاع اور نقد اور زیور اور کپڑا اور لتا کہ سالہا سال میں جمع کیا ہوتا ہی
ایک آن میں برباد ہو جاتا ہی یہہ بھی گویا قیامت کا نمونہ ظاہر ہو جاتا ہی تو جو یہہ حالت یاد دلانیوالی قیامت کی ہی تو اسکی قسم کہائی ہی اور اس سورت کا نام
بہی اسی سے ٹہیرا اور اس سورت کے نازل ہونیکا سبب مفسر لوگ یہہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منذر بن عمر انصاری کو ایک غول سواروں کا دیکر بنی ملکانہ
کے ایک قبیلے پر کہ اشد کافر تھے مقرر فرمایا اور ارشاد کیا کہ فلانے روز صبح کے وقت انپر جا پانا اور خوب قرار واقعی سزا پہنچانا اور فلانے روز یہاں پہنچنا
اتفاقاً راہ میں ایک ندی ملی وہ اس وجہ سے چڑہی تہی لشکر اترنے کا لاچار ہو کر مقام کر دیا جب دوسرے دن پانی کم ہو گیا تو لشکر اتر گیا اور حکم کے بموجب صبح
ہوتے ہوتے شب خون مارا اور قرار واقعی سزا دیکے لوٹ مار کے صحیح اور سالم پہر آئے لیکن وعدے پر پہنچنے میں مقام کرنے کے سبب سے ایک روز کی
تاخیر ہو گئی تو منافقوں نے یہہ افواہ اڑا دی کہ وہ لشکر سب تباہ ہو گیا اور ایک آدمی بہی انمین کا نہ بچا جو آکر خبر دیتا مسلمانونکو اس بات سے نہایت غم ہوا
تو اللہ تعالی نے یہہ سورت نازل کی اور ذکر انکے گہوڑوں کا اور انکے دشمنوں کی جماعت میں گہس جانے کا اس سورت میں مذکور فرمایا کہ مسلمانوں کو تسلی حاصل ہو
لیکن اس شان نزول میں ایک خدشہ ہی اسواسطے کہ یہہ سورت مکی ہی اور یہہ بہیجنا لشکر کا مدینے میں تہا بس یہہ واقعہ اسکا شان نزول نہیں ہو سکتا اور صحیح یہہ بات
ہی کہ جناب الہی نے جو چاہا کہ اس دین میں جہاد کی رسم مقرر فرما دے تو اس رسم کا اشارہ اس سورت میں منظور ہوا تا کہ خوشخبری ہووے مسلمانونکو اس بات کی کہ
طاقت جہاد کی اور گہوڑوں اور فوج اور لشکر کی عنایت ہوگی کہ پورا بدلا اللہ کے دشمنوں سے لیں اور انکی جمعیت کو بکہیر دیں اور مال اور ملک انکا اپنے تصرف میں لاویں

ع

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا قسم ہی دوڑتے گہوڑوں کی کہ دوڑنے کے وقت پیٹ میں سے آواز نکالتے ہیں اور جانوروں کا قاعدہ ہی کہ بہت دوڑنے کے وقت پیٹ میں سے انکے
آواز نکلتی ہی کہ ہندی لغت میں اسکو ہانپنا کہتے ہیں **فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا** پہر قسم ہی ان گہوڑوں کی کہ آگ جہاڑتے ہیں چقماق سے یعنے پہاڑوں میں اور پتہریلی زمین
میں انکے نعل جو پتہروں پر لگتے ہیں تو شعلے نکلتے ہیں جیسے چقمق جہاڑنے سے اور یہہ آگ کی رات کو زیادہ ہوتی ہی اور دنکو روشنی اسکی نظر نہیں آتی تو اس قسم میں
اشارہ ہوگا اس بات کیطرف کہ گہوڑے غازیوں کے راتوں کو دوڑینگے **فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا** پہر قسم ہی ان گہوڑوں کی کہ غارت کرتے ہیں صبح کے وقت یعنے راتوں رات
دوڑ کے صبح ہوتے کہ عین غفلت کا وقت ہی دشمن پر پہنچتے ہیں اور مال و اسباب انکا لوٹ لیتے ہیں **فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا** پہر اٹہائی صبح کے وقت ان گہوڑوں نے
گرد اور یہہ معطوف اس فعل پر ہی جو مغیرات سے پوچہا جاتا ہی یعنے اَغَرْنَ صُبْحًا اور وجہ عدول کی اسم سے فعل کیطرف یہہ ہی کہ اٹہنا غبار کا دشمن کے نزدیک پہونچنے کے
وقت ہمیشہ یکساعت رہا اور گذر گیا برخلاف دشمنوں کی لوٹ مار کے کہ یہہ ہمیشہ ہی اور قید غبار اٹہانے کی صبح کے وقت اسواسطے ہی کہ تاپ مارنے کی قوت
ان گہوڑوں کی خوب ظاہر ہو اسواسطے کہ صبح کے وقت پچہلی رات کی سردی سے اور شبنم کی رطوبت سے زمین دب جاتی ہی پہر اس وقت غبار کا اٹہانا بڑی
زور سے ہوتا ہی بخلاف آخر دن کے کہ آفتاب کی حرارت اور اسکی شعاع کی خشکی سے اجزا زمین کے ڈہیلے ہو جاتے ہیں اور تہوڑی ہی حرکت میں غبار
اٹہہ کر پہیل جاتا ہی اسیواسطے آندہیاں اکثر دن کو بہت آتی ہیں **فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا** پہر گہس گئے وہ گہوڑے اس وقت غول میں دشمنوں کے اور انبوہ کو انکے بکہیر دیا
اب یہاں پر سمجہہ لینا چاہیے کہ قہر الہی کی صورت مقابلے میں گہوڑوں کے کمال مشابہت رکہتی ہی ان گہوڑوں کی حرکت سے اسواسطے کہ شروع اسکا متوجہ ہونا غضب کا ہی
جسکا نمونہ یہاں پر گہوڑوں کا دوڑنا ہی ہانپتے ہوئے جیسے غصے کے وقت میں ہوتا ہی اور روشن کرنا آگ کا سموں سے نمونہ ہی دوزخ کے شعلے کا جو دوزخیوں کے
واسطے تیار کیا گیا ہی اور لوٹ مار نمونہ ہی دوزخ کے پیادوں کے مارنے کا اور سانپ اور بچہووں کے کاٹنے اور پوست اور بدن اور گوشت اور چربیوں کے جلنے کا
اور اٹہانا غبار کا نمونہ ہی ناشکروں کی آنکہوں پر پردہ ڈال دینے کا کہ رحمت الہی اس پردے کے سبب سے پوشیدہ ہو جاویگی اور گہس جانا دشمنوں کے غول
میں نمونہ ہی غضب کی آگ کے گہس جانے کا دل اور جگر میں اور خراب کر دینا درستی کو بدن کی سو اس قہر الہی کے نمونے کی قسم کہائی اسپر کہ
اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ تحقیق آدمی اپنے رب کا البتہ ناشکر ہی یعنے اسکی نعمتوں کا کفران کرتا ہی اور یہہ کفران نعمت کئی طرح سے

ہوتا ہی اول تو یہہ کہ نعمت کو نعمت دینے والے سے نہ سمجھے بلکہ اسکو دوسرے کیطرف نسبت کرے جیسکا اس زمانہ میں اکثر لوگ کہتے ہیں کہ ہمکو بیٹا پیر نے دیا یا ہمارا دکھ درد فلانے بزرگ
نے کہو دیا دوسرے یہہ کہ اس نعمت سے وہ فایدہ جسکے واسطے وہ نعمت دی گئی ہے نہ اٹہاوے بلکہ اسکی ضد یعنی برائی کماوے تیسرے یہہ کہ نعمت میں مشغول ہو جاوے اور منعم سے غافل
اور اسقدر محبت نعمت کی اسکے دل پر غالب ہو جاوے کہ اسمیں غرق ہو جاوے اور نعمت دینے والے کو بہولجاوے جیسے دنیادار لوگ کہ دنیا کی محبت ایسی غالب ہو جاتی ہے کہ دن
رات اسی میں پہنسے رہتے ہیں یہانتک کہ انکی محبت میں اللہ تعالیٰ کی حکمونکو بہول جاتے ہیں **وَاِنَّہٗ عَلٰی ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ** اور ہر آدمی اپنی ناشکری
پر آپ گواہ ہے یعنے خود اقرار کرتا ہے کہ میں آپ ناشکر ہوں اور یہہ اقرار حال میں اس صورت سے واقع ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کو کہتا ہے کہ فلانا شکر اس نعمت کا ادا
نہیں کرتا اور حال یہہ ہے کہ خود بہی شکر اس نعمت کا ادا نہیں کرتا پس طعن کرنا اسکا دوسرے پر یعنیہ اپنی جان پر ہے **وَاِنَّہٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ** اور
اور مقرر وہ محبت پر مال کے بہت سخت اور مضبوط ہے یعنی اسقدر دوستی مال کی اسکے دلمیں بہر گئی ہے کہ منعم کی دوستی کی اسکی دلمیں گنجایش نہیں رہی اور اگر کوئی کہے کہ میں
ناشکر نہیں ہوں اور مال کی محبت بہی میرے دلمیں نہیں ہے سو یہہ انکار اسکا اللہ تعالیٰ کے آگے پیش نہیں جاتا چنانچہ فرماتے ہیں **اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ**
مَا فِي الْقُبُوْرِ کیا یہہ نہیں جانتا ہے جسوقت اٹھائے جاوینگے جو قبروں میں ہیں یعنے مردے زندہ ہو جاوینگے اور جو کچھ کہ زمین میں ہے اسکی اوجہاڑ کیجاویگی
اور اسکا پوشیدہ چیزونکے ظاہر ہونے کی نمودار ہو جاویگی یہانتک کہ انتہا ظاہر ہونے پر اخلاق اور نیات اور جیسے جو عقیدوں کی پہنچیگی چنانچہ فرمایا ہے **وَحُصِّلَ**
مَا فِي الصُّدُوْرِ اور ظاہر ہو جاویگا جو سینوں میں ہے پہر اخلاق اور اعمالکو ظاہری صورت دیکر آگے لاوینگے کہ تمام خلق کو ایک دوسرے دیکہے دلوں کے چہپے ہوئے
بہید معلوم ہو جاوینگے اور اسوقت ہر شخص معلوم کریگا کہ **اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ** واسطے تحقیق پروردگار اسکا اسکے حال پر اس روز البتہ
خبردار ہے اور انکار اسکے حضور پیش نہیں جاتا اور ہر چند کہ اللہ تعالیٰ کا علم ہر وقت بندونکے ظاہر و باطن پر محیط ہے لیکن اس روز اسکا علم ہر شخص پر ظاہر ہو جاویگا اور انکار
کی جاگہہ نہ رہیگی اور انکار کی جاگہہ نہ رہیگی اور یہہ جملہ یعنے ان ربہم افلا یعلم کے مفعول کے محل میں واقع ہوا ہے لیکن بسبب اس لام کے جو خبر میں لائے ہیں لفظ
میں عمل نہ کیا اور نہیں تو ان کے ہمزہ کو فتح سے پڑہتے اور اسکو نحوی تعلیق بلام کہتے ہیں اور افعال قلوب کے خصایص سے ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ
لوگوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کنود کے معنے پوچہے فرمایا کہ جو شخص تنہا کہاوے اور غلام کو مارے اور اپنے عیال کو بہوکہا رکہے

سورۃ القارعۃ

تمہید

یہہ سورت مکی ہے اسمیں گیارہ آیتیں اور چہتیس کلمے اور ڈیڑہ سو حرف ہیں اور اسکا نام سورۃ قارعہ اسواسطے رکہا ہے کہ دلالت کرتی ہے ایک سخت حادثہ پر جو قیامت کے دن واقع ہوگا
اور دلونکو بہی کوفت پہنچاویگا اور اس حادثہ کی تاثیر سے بہاری جسم ہلکے پڑجاوینگے اور سخت جسم ریزہ ریزہ ہو جاوینگے اور ملاوٹ اور حادث انکے اجزا میں سے نکل جاویگی پس کسی چیز
میں جو جہاس چیز کے قایم رہنے کا اپنی جگہہ پر سبب واقع ہوا ہے باقی نہ رہیگا اور سختی کہ اسکے اجزا کی جمع ہونیکا باعث ہے پہر جب جہہ اوپر سبکی اور جمع ہونا اور بکہرنا کہ دنیا کے
قاعدے کے موافق تہا درہم برہم ہو گیا پس جہاں سبکی اور جمع ہونا اور بکہرنا اس عالم میں ایک اور ہی طرح سے ظہور کریگا پہر وجہہ بہشتی کی سبکی بلندی کا باعث ہو جاویگا اور سبکی دوزخ کی تہ
میں گرنیکا سبب بخلاف اسکے جو دنیا میں مقرر ہے کہ بوجہہ ہونیکا سبب ہوتا ہے اور سبکی بلندیکا سبب ہے اور اس قسم کے انقلاب عظیم سے ڈرانا بڑا مقصد ہے قرآن کے مقصدوں سے

س

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ع

اَلْقَارِعَةُ مَا الْقَارِعَةُ کہڑکہڑانی کیا ہے کہڑکہڑانی یعنے قیامت کہ دلونکو ایک صدمہ پہنچاویگی اور بلند کو پست اور پست کو بلند کردیگی در حقیقت اسکی کیسی اور انقلاب اسمیں
کس سبب سے ہوگا **وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ** اور کیا جانتا ہے تو کہ کیا حقیقت ہے اس کہڑکہڑانی حادثہ کی اور جو پہنچانا ہر چیز اسکے اسباب پہنچانے پر موقوف ہے اور اسباب قیامت کے
قایم ہونیکی کہ عداوت کا قہر الہی کی تجلی ہے تمام عالم پر کیا حقیقت کسی بشر کو معلوم نہیں ہے اسیواسطے اسکے بیان کے مقام پر اسکی بعضی تاثیروں پر اکتفا فرماکر ارشاد کرتے ہیں **يَوْمَ يَكُوْنُ**
النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ وہ حادثہ اس دن ہوگا جبکہ ہو جاوینگے لوگ جیسے پتنگی بکہرے ہوئے کہ ہر ایک بیقرار کو چلا جاتا ہے اور یہہ تشبیہ بیان

وجہون سے مرکب ہے اول ذلت دوسری حرکت کا ضعف تیسری حرکت کی بے انتظامی کہ کبھی تیز اور کبھی دھیمی ہوتی ہے چوتھی سمین نہونا حرکت کی طرف کا کبھی
آگے کبھی پیچھے کبھی داہنے کبھی بائین طرف ہوتی ہے اور یہان پر سمجھہ لینا چاہئے کہ ثقل جسم مین دو قسم کا ہوتا ہے اول قسم کہ اعلی اور اولی ہے سو وہ ثقل ہے جو وقار
اور تمکین اور مضبوطی کے سبب سے ہوتا ہے اور یہہ بات اُن جسمونکے ساتھہ خاص ہے کہ روح کامل کا تعلق اُنکے ساتھہ ہوا ہے اسیواسطے جن اور انس کا ثقلین نام
رکہا ہے اور جو حادثہ کہ روح مین تاثیر عظیم کرتا ہے اور اُسکو حیران کر دیتا ہے تو اس ثقل کو دور کر دیتا ہے اسیواسطے بڑے بڑے وقار اور تمکین والون سے
خوف اور اضطراب کے وقت بے اختیار مین حرکتین سُبک اور ہلکی ہونے لگتی ہین اسواسطے کہ اُنکی روح حادثے کی دہشت کے سبب سے جسم کی محافظت
سے عاجز ہو جاتی ہے اور رنگارنگ ارادے اور خواہشین اُسکی حرکتون کی بے انتظامی کا سبب ہو جاتی ہین اور اس آیت مین اسی ثقل کے انقلاب کا بیان ہے
اور دوسری قسم کو عوام الناس بہی جانتے ہین ثقل طبعی ہے کہ سخت جسمونمین انکے اجزا کی کثافت اور اجتماع کے سبب سے ہوتا ہے اور اس قسم کے ثقل مین
پہاڑ ضرب المثل ہین اور اس قسم کے انقلاب کو دوسری آیت مین بیان فرمایا ہے **وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنفُوشِ** اور ہوجاوین
گے پہاڑ جیسے رنگی اون دُہنکی ہوئی کئی رنگ کی کہ دہنیا اسکو اپنی دھنکی سے دہنک کر پہایا پہایا کرکے اوڑاوے حاصل کلام کا یہہ ہے کہ تاثیر اس
حادثہ کی بڑے بڑے سخت جسمونمین کہ پہاڑ ہین اس حد کو پہنچیگی کہ اجزا انکے سب علیحدہ علیحدہ ہوکے اور اپنے مکانون سے حرکت کرکے ہوا مین پراگندہ اور منتشر ہوجاوینگے
اور انکو رنگین اون اسواسطے بیان فرمایا ہے کہ رنگین اون بہت کم زور اور ہلکی ہوتی ہے اُس اون سے جو رنگی نہین گئی اور رنگون کا اختلاف اس واسطے تشبیہ
مین مذکور ہوا ہے کہ پہاڑون کے رنگ طرح طرح کے ہین بعضے سفید جیسے مرمر اور بعضے سرخ پہر انمین بہی درجے ہین جیسے سنگ سرخ اور سنگ باشی اور بعضے سیاہ
وہ بہی اسی طرح سے ہین جیسے سنگ موسی اور سنگ خارا اور بعضے سبزی کی طرف مائل ہین پہر جب یہہ سارے پتہر بکہر کے ہوا سے اڑ جاوینگے تو انکے
رنگون کے اختلاف کے سبب سے ایک چیز بوقلمون یعنے رنگ برنگ ہوا مین نظر آنے لگیگی اور جب اُس حادثے کی تاثیر اجمال کے طور پر بیان فرمائی تو اب
تفصیل اُس اجمال کی یہ ارشاد ہوتی ہے **فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ** پہر مقرر جو شخص کہ بہاری ہوئین تولین اسکی اور یہہ بوجہہ
وغیرہ ثقالت کے سبب سے ہے کہ اُن عملونمین چہپی ہوئی تہی اور دنیا مین ظاہر نہتہی سو اُس روز ظاہر ہوگی اور حقیقت اُس بوجہہ کی اُن اعمالون کی فوقیت ہے
اللہ تعالی کے نزدیک اور اسی ثقل کے سبب سے اعمالونکا محفوظ رہنا اور تہہرنا اعمال نامونمین بندیکے صورت پکڑتا ہے اور یہہ بہی ہے کہ ہر نیک عمل دنیا مین انسان
کے نفس پر شاق اور ثقیل ہوتا ہے اور بندہ تحمل اُسکے ثقل اور مشقت کا حکم الہی کے فرمان برداری کے واسطے کرتا ہے سو یہہ ثقل بہی اس روز ظاہر ہوجاویگا اور اسکے سبب سے
بندیکو ترقی حاصل ہوگی چنانچہ بیان فرمایا ہے **فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ** پس وہ بندہ من مانتے عیش مین ہوگا **وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ**
اور مقرر جو شخص کہ ہلکی ہوئین تولین اسکی اور یہہ ہلکی اس سبب سے ہے کہ وہ اعمال اللہ تعالی کے نزدیک کچہہ قدر نہین رکہتے تہے اور جو نفس کی خواہش کے موافق تہے تو نفس پر بہی شاق
اور گران ہوتے تہے پہر قیامت کے دن یہہ ہلکی پنا انکا سبب ہوگی کہ وہ اعمال محفوظ نرہینگے بلکہ برہم درہم اور ضائع ہو جاوینگے اور اس شخص کے واسطے ذلت اور چاہ ظلمات مین گرنے کا
سبب ہونگے چنانچہ بیان فرماتے ہین **فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ** پس ماں اسکے نیچے کا طبقہ دوزخ کا ہے اور ماں اسواسطے فرمایا کہ جیسے بے تکلفی اور طبعی کامونکی حاجت کے وقت
رجوع ماں کی طرف ہوتی ہے اور جو اس روز تکلف اور بناوٹ کہ دنیا مین بے ایمان لوگ کرتے تہے بالکل جاتا رہیگا تو بے اختیار اُس دوزخ کے طبقے کی طرف رجوع کرینگے گویا اسکی دلی
محبت اور خواہش اسکی طرف رکہتے تہے اور وہ طبقہ ماں کی طرح سے اپنی طرف انکو کہینچ لیگا اور چہاڑیگا **وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَهْ** اور کیا بوجہا تو کہ کیا ہے وہ اور یہہ
جو عذاب کا اس طبقے مین ہے کچہہ آدمی کی سمجہہ مین آ نہین سکتا اور ہاے ساکن کہ ماہیہ کے آخر مین ہے سو وقف کے واسطے ہے اور اُسکو عرب کی لغت مین سکتے کی ہا بولتے ہین والا اصل
کلمہ ماہی ہے بغیر ہے کے **نَارٌ حَامِيَةٌ** ایک آگ ہے نہایت گرم یعنے جس طبقے کا نام ہاویہ ہے اُسکی گرمی بیان مین سوا اس قدر کے ممکن نہین ہے کہ ایک آگ ہے نہایت گرم کہ مقابلے
مین جسکے دنیا کی آگونکو گرم کہنا نہ چاہئے اور دوسرے طبقے دوزخ کے اُسکے روبرو گرم کہنا نہ چاہئے اعاذنا اللہ منہا ومن سائر وجوہ الغضب پناہ دیوے ہمکو اللہ تعالی اس درجے اور سارے غضب کے درجون سے

تمہید

سورۃ التکاثر

یہہ سورت مکی ہے اسمین آٹہہ آیتین اور اٹھائیس ۲۸ کلمے ہین اور ایک سو بیس ۱۲۰ حرف ہین اور اس سورت کے

نازل ہونیکا سبب یہہ ہے کہ قریش مین دو گروہ تھے ایک بنو عبد مناف کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بہی انہین پیدا ہوئے تھے اور دوسرے بنو سہم کہ عاص بن وائل سہمی سرگروہ اس جماعت کا تہا ایک روز آپسمین بڑا فخر اور تیرا ایمان کرنے لگے اور ہر ایک کہنے لگا کہ از روے مال کے اور عمدہ کامون کے اور شادیون اور ضیافتون کے اور نام اور مرتبون کے ہم تم سے زیادہ ہین اور یہہ برائی بڑہتے بڑہتے اس بات کو پہنچی کہ آدمی کس کے زیادہ ہین جب بنو عبد مناف نے اپنے لوگون کو گنا تو بنو سہم زیادہ ہوئے تب بنو سہم نے کہا کہ ہمارے لوگ لڑائیون مین بہت مارے گئے ہین سو زندے اور مردے ملا کے شمار کرو جب اس طور سے گنا تو بنو سہم زیادہ ہوئے اور اس مقدمے مین مردون کی تحقیق کے واسطے قبرستان کو گئے اور قبرونکو شمار کیا اللہ تعالی نے انکی اس جہالت کے اور غفلت کلی کے بیان مین جو ان لوگون سے ضروری چیز مین واقع ہوئی تہی یہہ سورت نازل فرمائی اور اس سورت کا نام سورۂ تکاثر اس واسطے رکہا ہے کہ اس سورت مین تکاثر کی برائی مذکور ہے اور بیان اسکا یہہ ہے کہ تکاثر سے ایسا ڈرانا چاہئے جیسا کہ قیامت سے اس واسطے کہ تکاثر ایک بڑا حجاب ہے بندے کے اور اسکے مطلوب کے درمیان مین اور جو حجاب ہے اسکے پیچہے عذاب ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْہٰکُمُ التَّکَاثُرُ [illegible]

کی اور لوگ یاد کرنے کی اور خویش و اقربا کی زیادتی پانا ہے تاکہ اسکے سبب سے اسکا نام اور مرتبہ کا سلسلہ منقطع نہ ہو جاوے اور یہہ بات اسکو اللہ تعالی کی ذات سے اور اسکے اسمون اور صفتون اور فعلون کے تامل کرنے سے اور جو اسپر واجب ہے اللہ تعالی اور آدمیونکے اور اپنے نفس کے حقوق سے غافل کر دیتا ہے اور اس غفلت کے سبب سے معرفت کرنے سے ان نعمتونکی وسیلے اور [illegible] کے واسطے [illegible] آدمی کو آدمیت سے نکال دیتا ہے اور حیوانات کے مرتبے مین داخل کر دیتا ہے پہر یہہ غفلت اگر ارشاد سے کسی مرشد کے اور تنبیہ سے کسی بزرگ کی جلد دفع ہو گئی تو پہر آدمیت کی حد مین آگیا حق راہ چلنے کی استعداد پائی اور اگر اسی غفلت مین سدا رہا اور ہرگز نہ چونکا اور اسی حالت مین مر گیا تو بڑا ٹوٹا کمایا اور اسکی مثال ایسی ہوئی جیسے ایک شخص کو کچہہ پونجی دے کر بازار کو بہیجا کہ سوداگری کرے اور کچہہ نفع کماوے اور یہہ شخص بازار کو گیا اور خوب شراب پی اور بیہوش ہو گیا اور پونجی کہو بیٹہا یہان تک کہ شام کے وقت اسکو اٹہا کر اسکے گہر پہونچا دیا اب تو پونجی اسکے ہاتہہ مین ہے نہ نفع معاذ اللہ من ذلک اور اسی حالت کی طرف اشارہ ہے اس کلمے مین حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ یہان تک کہ جا دیکہین تمنے قبرین یعنے اسی شغل مین رہے اور ہرگز بیدار نہوئے جب تک کہ گورستان کو نپہنچے کَلَّا بات یون نہین ہے جیسے تمنے سمجہی ہے یعنے تمنے گمان کیا ہے کہ بعد موت کے اگر کمال ہے تو یہی ہے کہ بہت سی دولت اور کاربار اور بیٹے اور اقربا ان تمہارے بعد تمہارے نام کو قائم رکہین اور حال یہہ ہے کہ بعد موت کے ایک اور ہی چیز پیش آویگی کہ یہہ چیزین اسکے مقابلے مین بے حقیقت محض ہوجاوینگے سو حاصل دنیا کہین تا نبود چون گذر نماند ست تیز دو بجوی آور ہر عاقل کو ظاہر معلوم ہے کہ مال اور فرزند اور مرتبے اور قرابت سب فانی ہین اور جو چیز کہ فانی ہے قابل تحصیل کرنے کے نہین ہے سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ آخر جان لوگے یعنے بعد مرنے کے تمکو معلوم ہو جاویگا کہ وے سب چیزین جن مین تم نے اپنی عمر گذرانی تمہارے واسطے مضر اور مخل تہین اس واسطے وے سب نعمت ابدی کے فوت ہونیکا سبب اور قہر الہی کی طرف کہینچ لیجانے کا باعث ہوئین ثُمَّ کَلَّا پہر بہی ہم کہے دیتے ہین کہ بات یون نہین ہے جسطرح سے کہ تم اعتقاد رکہتے ہو سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ آخر سمجہو لوگے بعث اور حشر اور نشر کے اور دوزخ اور اسکے سختیونکے دیکہنے کے بعد کہ جو کچہہ تم نے کیا سب ضرر اور خلل پہنچانیوالا تہا سو اول جاننا برزخ مین ہے اور دوسرا قیامت کے دن کَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْیَقِیْنِ پہر کہتا ہون کہ بات یون نہین ہے اگر جانو تم جاننا جسمین کچہہ شک اور شبہہ نہو اور بعضے حجاب ظلمانی تم سے کہل جاوین تو البتہ جان لوگے کہ لَتَرَوُنَّ الْجَحِیْمَ البتہ دیکہو گے دوزخ کو بعد موت کے برزخ مین گرم ہوا اور آگ جلنے سے اور عذاب کی صورت دیکہنے سے اور مارنے سے آگے گرزونکو ثُمَّ لَتَرَوُنَّہَا عَیْنَ الْیَقِیْنِ پہر البتہ دیکہو گے تم اسکو دوزخ کو یقین کی آنکہہ سے دیکہنا کہ احتمال شبہہ کا اور غلطی خیال کا اور دریافت کی غلطی کا اسمین نہ ہوگا اور یہہ دیکہنا قیامت کے روز ہوگا کہ دوزخ کو اسکے کنارے پر کہڑا کر دینگے اور ڈر اور سختیان وہانکی آنکہون سے دکہا وینگے ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ پہر البتہ سوال کئے جاؤگے تم ان نعمتون سے جو دنیا مین تمکو دی گئی تہین اور ان سب نے نعمتونکی کمانے کے غفلت مین ڈالا اور سوال نعمتون سے تین طرح پر ہوگا اول یہہ کہ اس نعمت کو تمنے کس شغل کیا یا طلال سے پایا یا حرام سے دوسرا یہہ کہ ان نعمتونکو کہان صرف کیا

اللہ تعالیٰ کے رضامندی مین یا نارضامندی مین تیسرا یہہ کہ اس نعمت کے شکر کے بدلے مین تم نے کیا کیا اور اس جا پر سمجہا چاہئے کہ جو حق تعالیٰ نے بندے کو زیادہ قدر ضروری سے دیا ہے کہ معاش اور زندگی بندے کی اُسپر موقوف نہین ہے سب اسی قسم سے ہے کہ اُس سے سوال کیا جاویگا اور کوئی بندہ اُسسے خالی نہین لو کہ مفلس اور فقیر ہو اسیواسطے کہا ہے کہ ٹہنڈا پانی اور گرم روٹی اور ٹہنڈی چہانون اور نیند کی لذت اور تندرستی اور اسلام اور قرآن اور ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک اور تخفیف شریعت کی یے سب نعمتین ہین کہ ہر اہل اسلام غنی سے فقیر تک انمین شریک ہین اور قدر انکی نہین جانتے اور بعضون نے کہا ہے کہ مراد اُن نعمتون سے جو پوچہی جاوینگی تین چیزین ہین صحت اور جوانی اور امن اور کوئی شخص اپنی عمر مین ان تین چیزون سے خالی نہین رہتا ہے گو ہمیشہ اُنسے فائدہ مند نہو اور حدیث شریف مین آیا ہے کہ ایک فقیر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ کون سی نعمت مجہکو دنیا مین ملی ہے کہ اُسسے سوال کیا جاؤن گا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جوتیان اور ٹہنڈا پانی اور سایہ اور یہہ بہی حدیث مین آیا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور امیر المومنین ابوبکر صدیق اور امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب اور دوسرے یار رضی اللہ تعالیٰ عنہم ابو الہیثم کے گہر مہمان گئے تہے گرم روٹیان کہجورون کے ساتہہ کہائین اور ٹہنڈا پانی پیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہہ وہ نعمت ہے کہ جس سے سوال کیے جاؤگے واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

سورۃ العصر

تمہید

یہہ سورت مکی ہے اور اسمین تین آیتین اور چودہ کلمے ہین اور اٹہتر حرف ہین اور اس سورت کے نازل ہونے کا سبب یہہ ہے کہ کلدہ بن اسید کہ اسکو ابو الاسدین بہی کہتے تہے وہ ایک کافر تہا کہ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضہ سے ایام جاہلیت مین ہم صحبت تہا سو آپ کے اسلام لانے کے بعد ایک روز اُنسے ملا اور بولا کہ اے ابوبکر ہمیشہ عقلمندی اور ہوشیاری سے تجارتون اور سوداگریون مین نفع اٹہاتے تہے اب تمکو کیا ہو گیا کہ ایک بارگی ایسے ٹوٹے مین پڑ گئے کہ باپ دادیکے دین کو چہوڑ دیا اور لات اور عزیٰ کی عبادت سے محروم رہے اور اونکی شفاعت سے ناامید ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُس نادان کے جواب مین فرمایا کہ جو شخص حق کو قبول کرتا ہے اور نیک کام اختیار کرتا ہے وہ ٹوٹے مین نہین پڑتا حق تعالیٰ نے اس گفتگو کے بیان مین اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات کی خوبی مین یہہ سورت نازل فرمائی اور اس سورہ کا نام سورۂ عصر اسواسطے رکہا ہے کہ اسکے شروع مین عصر کی قسم کہائی ہے اور عصر کے دو معنے ہین ایک تو زمانہ کہ انسان کی عمر بہی اُسمین سے ہے اور عمر انسان کی ایک چیز ہے نہایت نفیس اور ایک پونجی ہے بہت عزیز کہ دینی اور دنیوی کمالات اسکے سبب سے حاصل ہوتے ہین اور اسکے راس المال اور پونجی کی مانند ہے لیکن اسمین عیب ہے تو اتنا ہے کہ خود بخود کم ہوتی چلی جاتی ہے سو اگر اعتقادات حقہ اور اعمال صالحہ اور احوال نیک کے حاصل کرنے مین صرف ہوئے تو ایک عمر ابدی اور لذت سرمدی حاصل کی اور اگر اُسکے عکس مین گنوائی تو ظاہر بات ہے کہ نقصان اور خسارت اور ذلت اُسکے آگے رکہی ہے پس انسانکو کہ اس عالم مین بہیجا ہے اور پونجی اور راس المال کی جگہ اسکو عمر دی ہے سو وہ برف بیچنے والے کی مانند ہے کہ اُسکی تجارت کی پونجی خود بخود گہلتی چلی جاتی ہے اگر اُسکے بدلے کوئی عزیز چیز حاصل کر لی تو بہتر ہوا نہین تو خسارہ سر دست موجود ہے اور جو اس تجارت اور سوداگری مین ایک عجیب اور غریب بات ہے تو اُسکی قسم کہائی ہے دوسرے پچہلا دن کہ نماز عصر کا وقت ہے اور وہی نفع اور نقصان کے ظاہر ہونے کا وقت ہے اسواسطے کہ ہر شخص روزی کی فکر مین صبح سے اپنے دہندے مین مشغول ہوتا ہے اور سیکڑون حیلے اور ہزارون مکر اور فریب روزی کے پیدا کرنے کے واسطے کرتا ہے پہر جب دن آخر ہوا تو وہ سب تدبیرین اور حیلے تمام ہوئے اور انتہا کو پہنچے پہر اُس وقت ہر شخص اپنے کام سے فراغت کرتا ہے اور ہر سوداگر اپنی دکان اٹہا کر گہر جانے کا ارادہ کرتا ہے سو اس عرصے مین اگر کچہ کما لیا تو واہ واہ نہین تو نقصان اور کہلنے مین پڑا اور جو یہہ وقت نتیجے ظاہر ہونے کا تہا تو اسوقت کی قسم یاد فرمائی بلکہ اگر آدمی فکر کرے تو دینی اور دنیوی سود اور زیان کے ظاہر ہونے کا وقت بہی یہی ہے سو اسلئے کہ اعمال عمر کے تمام ہو چلے اور جو چیز کمائی کی بہتر کما چلے اب روز نامچہ کے دیکہنے کا وقت ہے کہ کیا کیا اور کیا پایا سو وقت بزرگی رکہتا ہے دنیا کے طالبون کے نزدیک بہی اور آخرت کے طالبون کے نزدیک بہی ہر لائق ہے سبب ہے کہ اسکی قسم کہائی اور حدیث مین آیا ہے کہ جسکے عصر کی نماز قضا ہو گئی تو ایسا ہوا کہ گویا اُسکا گہر بار برباد ہو گیا اور بعضون نے کہا ہے کہ مراد عصر سے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا عصر ہے کہ اُنکے پیغمبر ہونیکی مثال ایسی ہے جیسے بازار سودا اور زیاں کا ختم ہو گیا ہو جیسے کہ اتفاق عبادت اور تابعداری اُنکی کی تو سود حاصل کیا کہ ابد الاباد تک باقی رہے اور جسنے کہ نافرمانی انکی کی تو ایسے ٹوٹے مین پڑا کہ اسکی حد اور نہایت نہین

ع

ع

ع

وہ وقت انوار الٰہی کی کثرت سے اور علوم نامتناہی کے فیضان سے اور نزدیک ہونے زمانے کے آخر جس زمانے میں گنہگاروں کے لیئے ظلمت اور بزرگی رکھتا ہے کہ آدمی کی پیدایش کے وقت سے آج تک کسی زمانے میں عشر عشیر اسکا ظاہر نہین ہوا اور نہوگا اور کیا خوب کہا ہے کسی شاعر نے ۵ خوشا وقتی کہ مردم آدم بے سایہ را دیدہ بجا غریبست این زبان گرسایہ آدم شود پیدا یعنے کیا اچھا زمانہ تہا کہ لوگون نے آدمی بے سایہ کو دیکہا اور مراد آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہی نادر ہے یہہ زمانہ جو سایہ آدمی کا ظاہر ہو

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْعَصْرِ قسم ہے زمانے کی کہ انسان کی عمر بہی اُسی مین داخل ہے جو اُسکی پونجی کی مانند ہے عتقادات حقہ اور اعمال صالحہ اور نیک حالات کے حاصل کرنے مین یا قسم ہے نماز عصر کے وقت کی کہ سود اور زیان کے ظہور کا وقت ہے رات دن کے عملون مین یا قسم ہے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی عصر کی کہ زمانہ نور نبوت کے ظہور کا اور وقت ولایتون کی شاخین پہونچنے کا ہے اور اسوقت مین جو کوئی اس نور سے منور ہوا تو ہمیشہ کا نفع اور فائدہ حاصل کیا اور جو کوئی اس نور سے محروم رہا تو بالکل نقصان اور فساد کا ٹوٹا اسکو نصیب ہوا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ہر آدمی ایک طرح کے ٹوٹے مین ہے اسواسطے کہ راس المال اُسکا کہ عمر ہے دم بدم کم ہوتی جاتی ہے اور سبب قرب الٰہی کی تحصیل کا اور رضامندی اور ثواب اُسکا ہاتہ سے ظاہر ہوتا ہے اور اگر وہی عمر گناہون کے اور شہوتون فانی کے شغل مین گذاری جو حق تعالی کی درگاہ سے دور کرنے والی ہین اور اسکے غضب اور عذاب کو اپنی طرف کہینچنے والی ہین ٹوٹے پر ٹوٹا کمایا اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مگر جو لوگ کہ ایمان لائے یعنے اپنی عمر سے فائدہ کمایا اسواسطے کہ ایمان بہی ایکطرح کی معرفت ہے اور وہ سعادت ابدی کا فائدہ دینے والا اور قرب الٰہی اور ملائکہ سے ملنے کا سبب ہے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور کام کیئے اچہے اسواسطے کہ نیک اعمال کے سبب سے اخلاق پسندیدہ اُنکو حاصل ہوئے اور احوال سینہ اور مقامات عالیہ دنیا مین اور درجہ بلند آخرت مین انکو نصیب ہوئے اس فائدے پر فائدہ اُنکو حاصل ہوا اور یہہ سب مرتبے کمال کے ہین اور اگر ان سب باتون کے ساتھ تکمیل اور ارشاد اور تعلیم کا بہی مرتبہ حاصل کیا تو دونا سود کمایا چنانچہ اس آیت مین تکمیل کے مرتبے کی طرف اشارت فرماتے ہین وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ اور وصیت کرتے ہین آپس مین ایک دوسرے کو درست اعتقادون کی اور بہلے کامون کی اور نیک خلقون کی وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ اور وصیت کرتے ہین آپس مین ایک دوسرے کو سہارنے کی یعنے نفس کو روکنے کی خواہشون سے اور گہیر رکہنا طاعتون کی مشقتون پر اور رد کرنا قضا اور تسلیم پر سختی اور تکلیف کے غلبے کے وقت مین اور یہہ تینون قسمین صبر کی تمام طاعتون کو لپیٹ ہوئے ہین اور سب گناہون اور شہوتون سے روکنے والی ہین اور ان دونون لفظون کے لانے مین یعنے حق اور صبر کے اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ مرتبہ ارشاد اور تکمیل کا روحانی طبابت کے مانند ہے اور طبابت مین دو چیزین ضرور ہین اول دوا کی تجویز دوسرے پرہیز کرانا پس تواصوا بالحق دوا کی طرف اشارہ ہے اور تواصوا بالصبر پرہیز کی طرف اشارہ ہے کہ سو بغیر ان دونون امر عظیم کے صحت روحانی کا حاصل ہونا محال ہے اور جب یہہ دونون باتین سرانجام کو پہنچین تو طبابت روحانی کا کام درست ہوگیا اور ارشاد اور تکمیل کا کارخانہ جم گیا اور جو فائدہ اور نفعت کہ اس کارخانے میں حاصل ہوتا ہے اندازہ سے حساب کے اور احاطے سے قیاس کے باہر ہے اسواسطے کہ جو شخص صاحب ارشاد یعنے مرشد کی وصیت کے موافق عمل کرتا ہے تو ثواب اُسکے عمل کا اس بتانے والے کے نامۂ اعمال مین بہی لکہا جاتا ہے اور یہہ سلسلہ قیامت کے دن تک تمام نہوگا اسیواسطے صحابۂ کرام کا ثواب کہ آنکی ارشاد اور تکمیل کے سبب سے تمام امت صلاحیت کی راہ چلے ہین اور اسی طرح بڑے مجتہد کہ اُنکے مذہبون پر لوگ قیامت کے دن تک چلے جاوینگے اور اسیطرح طریقت کے خانوادے والے کہ انکی وصیتون سے طالب اور مرید دنیا کی زندگی میں تکمیل کیئے جاتے ہین اور قریب کمرتبون کو پہنچے ہین کوئی ثواب اُسکے برابر نہین ہوسکتا اور یہہ مرتبہ کمال منفعت کا ہے کہ تہوڑی سی عمر مین ثواب قرنون در قرنون کا حاصل ہوا بر خلیکہ وصیت کا لفظ عرف مین خاص اس چیز کے واسطے ہے کہ مرنے کے بعد اسکے واسطے فرماتے ہین لیکن قرآن کے عرف مین تاکیدی امر کو جا بجا وصیت فرمایا ہے قال اللہ تعالی وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسَانًا اور وصیت کی ہم نے آدمی کو اپنے ماباپ سے نیکی کرنے کی اور اس لفظ کے لانے مین اسمقام پر ایک نکتہ ہے نہایت باریک اور وہ یہہ ہے کہ ارشاد اور تکمیل کے مرتبے کا حاصل ہونا بعد فنا ہونے نفس کے اور دوسرے لطیفون کے ہے اور فانی میت کا حکم رکہتا ہے تو جو کچہہ وہ فرماوے گویا کہ وصیت ہے کہ بعد مرنے کے فرماتا ہے

سورۃ الھمزۃ

تمہید

یہہ سورت مکی ہے اور اسمین نو آیتین اور تینتیس ۳۳ کلمے اور ایک سو تیس حرف ہین اور اُسکے نازل ہونے کا سبب یہ ہے کہ تین شخص کافرون مین سے ایک تو اخنس بن شریق دوسرا امیہ بن خلف تیسرا ولید بن مغیرہ مخزومی اور

تیسرا اخنس بن شریق ثقفی ہر مجلس میں بدگوئی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اور مسلمانوں کی کرتے تھے اور اُن پر طعن اور تشنیع کرتے تھے اور بعضا مَین
سی جیسے اخنس بن شریق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو بہی تکرار اور بحث بیفایدہ کیا کرتا تہا سو اُنکے حق میں یہہ سورت نازل ہوئی اور اس سورت
کا نام سورۂ ہمزہ اس واسطے رکہا ہی کہ دلالت کرتی ہی اس بات پر کہ جو کوئی کسی کی آبرو لیتا ہی اور لوگوں کا عیب ڈہونڈہتا ہے تو وہ شخص خرابی اور
عذاب کے سزاوار ہوتا ہی پہر جو شخص کہ خدا تعالی کی ہتک حرمت کرے اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور قرآن مجید کی تکذیب اور ہنسی کرنے کا سو عناد کر تو اسکا کیا حال ہوگا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ خرابی ہی ہر طعنہ دینے والے عیب چننے والے کے آن دونوں لفظوں کو کئی وجہ سے تفسیر کی ہی اول تو یہہ کہ ان دونوں لفظوں کے
ایک معنی ہیں پس تکرار فقط تاکید کے واسطے ہی اور اس بات کی طرف اشارہ ہی کہ وہ شخص اُس برے فعل کا معتاد ہے اور بار بار اُسسے واقع ہوتا ہے چنانچہ
صیغہ فعلہ کا اسی بات پر دلالت کرتا ہی دوسرے یہہ کہ ہمزہ اس شخص کو کہتے ہیں کہ روبرو برا کہے اور لمزہ اُسکو کہتے ہیں کہ پیٹہہ پیچہے برا کہے تیسرا یہہ کہ
ہمزہ وہ ہی کہ ہاتہہ اور سر اور آنکہہ اور بہون سے اشارہ لوگوں کی حقارت کا کرے اور لمزہ وہ شخص ہے کہ زبان سے ان باتوں کو کہے غرض ہر طور
سے یہے دونوں لفظ معنوں میں ایک دوسرے کے قریب ہیں اور مدعا تکرار سے تاکید ہی کہ لوگوں کی ذلت اور بے آبروئی کرے اور اس کام سے بچے اور اکثر یہہ
عمل بد طعن کے طور پر نسب میں یا شکل میں یا افعال میں ظہور کرتا ہی پہر جو اس قسم کے لوگ خلق اللہ کے عیب بیان کرتے ہیں سب کے سامنے اور انکی ایذا دہی میں مبالغہ
کرتے ہیں تو حق تعالے نے بہی عذاب دائمی کے طور پر انکی واسطے وعدہ فرمایا ہی جیسا کہ لفظ ویل کا اُسکی خبر دیتا ہے اس واسطے کہ زبان عرب میں ویل عبارت ہے
بلا و رنج سے جو دائمی ہو اور سمجہہ لیا چاہئے کہ اصل اس خلق بد کی طلب کرنا فخر کا ہے لوگوں پر اور منشاء اسکا اکثر اوقات میں مال کی کثرت ہی اس واسطے کہ
بہت سے لوگوں کو مال بغیر لیاقت کے ہاتہہ آجاتا ہی تو چاہتے ہیں کہ اس مال کی سبب سے اوروں سے اونچے اور بڑے بن کے بیٹہیں اور وجہ بڑائی اور بزرگی کی کچہہ مال
ہی پر منحصر نہیں ہے بلکہ عمدہ نسب اور خوبصورتی اور عمل نیک اور اخلاق پسندیدہ بہی اسی قسم میں سے ہیں تو اس واسطے دنیا دار لوگ اپنا فخر اور بڑائی ثابت کرنے کو انہیں چیزوں
پر طعن شروع کرتے ہیں تاکہ اپنی بڑائی اور بزرگی ثابت کریں اسیواسطے ہمزہ اور لمزہ کو اس صفت کے ساتہہ موصوف فرمایا ہے الَّذِىْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ
جسنے جمع کیا ہی بہت سا مال اور گن گن کے رکہا ہی اسکو اور گن گن رکہنے کے بیان میں اشارہ ہی اس بات کیطرف کہ جمع کرنا مال کا خرچ کرنے اور بخشش کرنیکے واسطے
نہیں ہے بلکہ بخل کرتا ہی اور بار بار اُسکو گنتا ہی کہ کچہہ اُسمیں سے کم نہو جاوے تو حرص اور بخل کی صفتیں دونوں اُسمیں جمع ہوئی ہیں اور اس قسم کے لوگوں سے اکثر بخل
کی وجہ پوچہی جاتی ہو تو کہتے ہیں کہ ہم مال کو زمانے کے نشیب و فراز کیواسطے رکہا ہی اسیواسطے انکے حق میں یہہ عبارت ارشاد فرمائی يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ
کیا گمان کرتا ہی کہ مال اسکا ہمیشہ رکہیگا اسکو دنیا میں یعنے موت کے اسباب کو بہی دور کریگا کَلَّا کوئی نہیں ہی جیسا وہ سمجہتا ہے اسواسطے کہ عالم کی پیدایش
کی ابتدا سے مالدار ہوتے آئے ہیں لیکن موت کا اسباب کوئی اپنے اوپر سے دفع نہیں کر سکا بلکہ مال کی کثرت ہونا بخل کے ساتہہ قیامت کے دن عذاب کی شدت
کا سبب ہے چنانچہ فرمایا ہے لَيُنْۢبَذَنَّ البتہ پہینکا جاویگا یہہ شخص کہ بدخلقی اور شوخ زبانی اور حرص اور بخل کو اپنے میں جمع کر رکہا ہی فِى الْحُطَمَةِ
توڑنے والی آگ میں کہ عادت اسکی روندنا اور توڑنا ہی اور یہہ آگ توڑنے والی جزا کے موافق ہی یعنی اس شخص کی پوری سزا ہی اسواسطے پہلی تسلط اور غلبہ آگ کا صورت پر کہ جلنی
کے بعد نہایت خراب ہوجاتی ہے بعد اسکے نوبت گوشت اور پوست کو پہنچتی ہے بعد اسکے ہڈیاں ٹوٹتی ہیں تو نہ ذات اسکی قایم رہیگی اور نہ حسن اور جمال اور جو مال کہ نتیجہ
اسکا یہہ ہو اسکا سد راہ ہے کا اسباب سمجہا کمال ذاتی ہی اور جو اس قدر تاثیر آگ کی حطمہ کے لفظ میں مذکور ہوئی شاید کہ آتش کو کیسی اور آتش عنصری کیطرح فقط اوپر ہی
کے ترہتی ہو کے اندر ہوتی ہی ہو تاثیر میں عمدہ دیئے گئی آگ کی ان سب سے زیادہ اور شدید ہے تو اس آگ کا احوال ظاہر ہوتا ہے اور تہوڑا سا اسکی معنے کے بیان کرنے کو سوال و جواب کیطور پر ایک
عبارت فرمائی ہے وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ اور تو کیا جانتا ہی باوجود اس کے کہ علم کے انتہا کو پہنچ چکا ہی کہ کیا ہی وہ توڑنے والی یعنی وہ آگ کا تعلق کیا ہی جسم کی بوجہ سے
بہت دور ہی اسیواسطے کہ انکی تردد کی حرارت میں جسم کی زیادہ نہیں ہوتی ایکطرح عنصری جلسے آگ کی گرمی یا کرنیں جیسے آفتاب کی گرمی باہر آتی ہی جیسے تپ کی یا حرکت کی گرمی اندر سے

ہے بات کہ الفیل سی بہت ہی کہ کیتی ہے قیاس مین آجاتا ہے نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ یہہ خدا کی آگ ہے یعنی اسکے غضب اور قہر کی ہی کہ سلگائی گئی ہے بندون کے گناہ اور بے ادبیون سے الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ وہ آگ ہے کہ جہانک لیتی ہے دلون کو اور حقیقت اس کلام کی یہہ ہے کہ جو آگ عالم میں ہی اول اسکی تاثیر بدن پر ہوتی ہی بعد اسکی ان چیزون کو جو بدن کے اندر ہین درجہ بدرجہ جلاتی ہی یہان تک کہ اخلاط اور ارواح اور اعضاء اصلیہ تک پہنچتی ہی اور یہہ آگ قہر الٰہی کی آگ ہی کہ اول نفس ناطقہ کو صدمہ پہنچاتی ہی اور وہان سی دل کو کہ دردمندی میں سب اعضا سے نازک ہے اور تھوڑے درد میں پریشان ہوجاتا ہی دکھہ دیتی ہی پھر جو غلبہ اس آگ کا پہلے دل پر ہوگا تو رنج اور دکھہ دیتی ہیں یہ درجی کو ہوگی اور اس عالم میں جو آگ کہ اس آگ سے مشابہ ہے سو وہ تپ کی آگ ہی ہر چند کہ گرمی اسکی یعنی تپ کے پہلے خلطون کو اور روحان کو اور اصلی اعضا کو پہنچتی ہی لیکن دکھہ جو پہلے پہنچاتا ہی سو دل ہی کو پہنچاتا ہی اور دل سے تمام اعضا کو اسیواسطے حدیث شریف میں آیا ہی کہ اَلْحُمّٰى مِنْ فَیْحِ جَهَنَّمَ یعنے تپ دوزخ کی بھاپ ہی اور یہہ بھی وارد ہوا ہے کہ اَلْحُمّٰى حَظُّ الْمُؤْمِنِ مِنَ النَّارِ یعنی تپ حصہ ہی مسلمان کا دوزخ کی آگ سے لیکن ہان ہی کی آگ اس موعود آگ سے دو راہ سی کم ہی اول تو یہہ کہ نفس ناطقہ میں کہ مجردات میں سے ہی چندان اثر نہین کرتی دوسرے یہہ کہ بخارات اس تپ کی آگ کے اور جوش اس گرمی کا بدن کی مسامون کی راہ سی راہ سی نکل جاتا ہی اور سینہ تک آ کر سو وہ تخفیف کا سبب پڑتا ہی بخلاف آتش موعود کے کہ حال اسکا یہہ ہے اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ مقرر یہہ آگ اُنپر بند کی گئی ہی یعنی اُنکے اعضاؤن کی اندر بند کی گئی ہی کہ گرم سانس اندر سی باہر آوے اور باہر کی ٹھنڈی سانس اندر جاوے اس لیے کہ اسمین بہی البتہ تھوڑی تسکین ہوتی ہی اور جو بعضے وقت ہاتہہ پاؤن مارنے سے اور بدن کو ملنے میں دیوار اور زمین سے کچھ مسام کھلتے ہین اور ایک گونہ تخفیف ہوتی ہے سو اسکو بہی اُنسے سلب کر لیا ہی اور فرمایا ہی کہ فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ یعنی یہہ سب لوگ لمبے لمبے ستونون میں رسیون سے باندھہ کر جکڑ دئے جاوینگے تاکہ ہاتہہ پاؤن نہ ہلا دین اور گرمی انکے اندر کی کسی طور سی کم نہو اور بعضے تفسیر والون نے یون نقل کیا ہی کہ دوزخ کی آگ کو سرپوش کرکے اوپر سے ان سرپوشون کے آگ کے ستون لمبے لمبے ڈال دینگے کہ کسی طور سی ہوا کا جانا اسکی اندر ممکن نہو واللہ اعلم

تمہید

سورۃ الفیل

یہہ سورت مکی ہی اسمین پانچ آیتین اور تیئیس کلمے اور چھیانوے حرف ہین اور اس سورے کا نام سورۂ فیل اسواسطے رکھا ہی کہ اسمین اصحاب فیل کا قصہ مذکور ہے اور یہہ قصہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی علامتون سی ایک علامت ہی کہ دلالت کرتا ہی اسبات پر کہ چھوٹے سی چھوٹے قہر الٰہی کی اسباب کو بڑی سی بڑا جانور ہاتھی بہی تحمل نکرسکا تو اسکے قہر کی بڑی بڑی بلاؤن کو کون تحمل کرسکیگا اور اسبات پر بہی دلالت کرتا ہی کہ اسکی گھر کی بیحرمتی کرنا اس درجے کو قہر کا سبب ہوا تو اسکے دین اور اسکے پیغمبر کی ہتک حرمت کیا کچھہ کرےگی اور یہہ قصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارک کے قریب ہوا تہا پس گویا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی ارہاص یعنے علامات سی اس نعمت کو اس صورت مین یاد دلایا ہی تاکہ اس سے عبرت پکڑین اور ہتک حرمت مین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جنکی برکت سی عالم غیب سے تائید الٰہی کی مدد کے واسطے پہنچی پیش قدمی نکرین اور اس قصے کی واقع ہونی کا سبب یہہ تہا کہ ابرہہ نام ایک حبشی نجاشی کی طرف سے جو تمام حبشے کے ملک کا بادشاہ تہا یمن کا صوبہ ہو کر آیا اور یمن کے لوگون کو دیکہا کہ حج کے موسم میں ہر اطراف اور جوانب سے نذر اور نیازین لیکر مکہ معظمہ کو جاتے ہین پوچہا کہ یہہ لوگ کیا ارادہ رکہتے ہین اور کہان کو جاتے ہین لوگون نے سارا احوال بیان کیا تو نخوت اور سرکشی نے کفر کی اس مردود کے دل مین جوش مارا اور حکم کیا کہ اس گہر کے مقابل مین اس شہر مین بہی ایک گہر تیار کرو پہر صنعا مین کہ یمن کے ملک کا پایۂ تخت ہی اچھی خوشرنگ پتھرون کا ایک کلیسا بنایا اور اسکا قلیس نام رکہا اور اسکے در و دیوار کو زر اور جواہر مرصع اور مزین کیا اور بتون کو اچھے اچھے لباس پہنا کر خوب زر و زیور سے آراستہ کرکے اس گہر مین پہلایا اور عطر اور گلاب اسکے در و دیوار پر چہڑکایا اور انگیٹھیان عود اور عنبر کی روشن کروائین اور گرد اگرد اسکے مکانات بہت عمدہ مسافرون کے واسطے تیار کئے اور اپنے تمام ملکون مین حکم کر دیا کہ سب لوگ اس گہر کے طواف کے واسطے حاضر ہوا کرین یہہ بات قریشون پر اور سب مکے معظمہ کے رہنے والون پر شاق گذری اسی عرصے مین ایک بنی کنانہ کی قوم کا یمن مین جا کر بادشاہ سے ملکر اس گہر کی فراشی اور جاروب کشی کی تہا [illegible] جب [illegible] تو بے تکلف [illegible] لگا

نجاست اس گھر مین جابجا پایخانہ پہر کر بہاگ گیا صبح کو جو لوگ اس پاک گھر کے طواف کے واسطے آئے اور یہہ معاملہ دیکہا تو آنکی پہرے اور یہہ خبر بادشاہ کو پہنچائی اوسنے حکم کیا کہ اسکو تحقیق کرو کہ یہہ کام کسنے کیا ہی آخر ثابت ہوا کہ یہہ کام اس مکے کے رہنے والے نے کیا ہی اسبات سے وہ مردود نہایت غصے ہوا اور جانا کہ اسکی عوض مین مکہ معظمہ کی ہتک حرمت کرے وہ اسی خیال مین تہا کہ ایک اور نیا شگوفہ کہلا کہ ایک قافلہ حرم کے رہنے والون کا اُس گہر کے متصل شب باش ہوا صبح کو چلنے کی وقت آگ جلائی تہی کہ کوئی چیز گری پڑی ہو تو نظر آجاوے اتفاقاً اس وقت ہوا تیز چلنی شروع ہوئی اور آگ اڑکر اُس گہر کے اسباب اور سامان مین جا لگی اور تمام فرش فروش اور زیور اور جواہر اس گہر کا سب جل گیا اور در و دیوار اور نقش و نگار دہوین سے سب خاک سیاہ ہو گئی قافلے والون نے جو یہہ معاملہ دیکہا ڈر کر بہاگے بادشاہ نے یہہ حکم کیا کہ اسبات کو تحقیق کرو کہ یہہ حرکت کس سے ہوئی ہی جب اس بات کی خوب چہان بین ہوئی تو آخر کو معلوم ہوا کہ یہہ حرکت بہی مکے والون سے ہوئی ہی یہہ بات سنکر بادشاہ بکمال غصے مین آیا اور بہت سی فوج اور بارہ ہاتہی کہ انہین ایک کا نام محمود تہا نہایت قد و قامت مین بڑا اور قوی تہا اور سب ہاتہیون سے آگے آگے چلا کرتا تہا ساتہہ لے کر خانہ کعبے کے توڑنے کو چلا پہر راہ مین جو شہر اور جو قوم کہ ملتی تہی تو اُس شہر اور قوم کے لوگ عاجزی اور زاری کرتے تہی کہ اس گہر کو نہ چہیڑ اور جو تجہکو چاہیے بدلے مین اسکے ہم سے لے اس مردود نے ہرگز قبول نکیا یہان تک کہ مکہ معظمہ کے متصل پہنچا اور مکے والے یہہ خبر سنکر اپنے بال اسباب لیکے پہاڑون پر چلے گئی مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دادا عبد المطلب نہ کہ مکہ معظمہ مین رہ گئی تہے جب یہہ حال دیکہا تو وہ بہی حیران اور پریشان ہو کر بددعا کے منتظر تہی کہ یکایک سبز چڑیان جدہ کی طرف سے کہ دریائے شور کا بندر ہی اور مکہ معظمہ سے مغرب کی جانب کو واقع ہی غول کے غول جمع ہو کر اس لشکر کی طرف متوجہ ہوئین اور ہر ہر چڑیا کی پاس اُن چڑیون میں سے تین تین کنکریان تہین مسور سے بڑی اور چنے سے چہوٹی ایک تو چونچ مین اور دو دو پنجون مین پہر جب اس لشکر کے پہنچین تو اُن کنکریون کو ڈالنا شروع کیا اور خاصیت اُن کنکریون کی یہہ تہی کہ جسکے سر پر لگتی تہی تو اسکے پایخانے کی راہ سے نکل جاتی تہی اور اندر کا سب جلا دیتی تہی اور یہہ حادثہ وادی محسر مین ہوا تہا جو مکہ معظمہ سے چہہ کوس پر عرفات کے راستے مین ہے اور اس حالت مین وہ لشکر اسی جنگل مین تہا اور بڑا ہاتہی اسکا جسکا نام محمود تہا اس جنگل مین گہٹنے ٹیک دیتی تہی اور ٹہٹہک رہا تہا اور ہرگز قدم آگے نرکہتا تہا اور دوسرے ہاتہی بہی ٹہٹہک رہے تہے اور جب ہاتہیون کو یمن کیطرف لیے چلتے تہی تو جلد جلد چلتے تہی اور جب کعبہ شریف کی طرف کو ہانکتے تہے تو گہٹنے ٹیک کر بیٹہہ جاتے تہے اور قدم آگے نہ رکہتے تہے بادشاہ نے فیلبانون کو دہمکی دی اور غصہ کیا کہ یہہ سب تمہاری شرارت ہی تم چاہتے ہو کہ یہہ اس گہر کا معتقد ہو جاوے سو مین ایسی باتون پر اعتقاد نہین کہتا یہہ تو اسی گفتگو مین تہا کہ چڑیون کے غول آن پہنچے اور تمام لشکر کو ہاتہیون سمیت غضب الہی کا پایمال کر ڈالا اور مال اور متاع کہ انکی پاس تہا سب اُسی جنگل مین پڑا رہ گیا مکے کے لوگون نے جو پہاڑون پر بہاگ گئی تہے تباہی اور خرابی انکی دیکہی تو ایکبارگی اُتر کر لوٹنا شروع کر دیا اور خوب لوٹ لیا اور اسباب جمع کر لیا اور قریشیون مین جو دولت تہی تو وہی دولت تہی اور وہ کنکریان نبوت کے وقت تک بلکہ بعد اسکے بہی لوگون کے گہرون مین تہین عبرت کے واسطے لوگون نے رکہہ چہوڑی تہین اور صحابہ مین بہت لوگون نے وہ کنکریان دیکہین تہین اور ولادت باسعادت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اس قصے کے پچپن روز کے بعد ہوئی سو اس سورت مین اُس قصے کا بیان کرتے ہین قریشیون کو نصیحت دینے کو

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلَمۡ تَرَ کَیۡفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصۡحٰبِ الۡفِیۡلِ کیا نہین دیکہا تونے کیسا کیا تیرے رب نے ہاتہی والون سے یعنے اس لشکر سے جو کعبے کے ڈہانے کو آگے آگے ہاتہی لایا تہا اور دیکہنے کی لفظ مین اسبات کیطرف اشارہ ہی کہ جو بات تواتر سے ثابت ہوتی ہی تو وہ دیکہنے کا حکم رکہتی ہی اسواسطے کہ اُسمین ہرگز شک نہین ہوتی اور ربک کی لفظ مین اشارہ ہی کہ یہہ واقعہ عظیمہ تیری نبوت کا پایہ ہوا اور اس کرشمے کے ظاہر کرنے سے تیری پیغمبری کا اثبات منظور ہی گویا کہ ربوبیت الہی جو تیری طرف مصروف ہی اس نے غیبی سامان اسی بہی سبب سے کہ جب تو شکم مادر مین تہا اور تیرے شہر کی فتح کا ارادہ کیا تو کوئی کام اونکا انجام کو نہ پہنچا **اَلَمۡ یَجۡعَلۡ کَیۡدَہُمۡ فِیۡ تَضۡلِیۡلٍ** کیا نہین کردیا انکا داؤ غلط اور بیکار یعنے اللہ تعالی نے جو دوسرا گہر بنایا تہا اور عیسائیون کو حکم کیا تہا کہ سب اُس گہر کا طواف کیا کرین یہہ ایک بڑی تدبیر تہی سبب اسکے حرمت کہونے کی سو وہ بیکار ہو گئی بلکہ ذلت پر ذلت ہو چلی گئی اور چند کہ عقلون کو سست اور ضائع ہو نہیت عبرت و نصیحت حاصل ہی کئی بہی کسی ایسے گروہ کی کہ جو اس بے شعور کیطرف لائے عذاب الہی کا سامان ہوا اور انکو نصیب ہوا چنانچہ فرماتا ہی **وَّ اَرۡسَلَ عَلَیۡہِمۡ طَیۡرًا اَبَابِیۡلَ** اور بہیجے اُنپر اڑتے جانور غول کے غول ابابیل کا لفظ

جوق جوق کے معنوں میں ہی اور اسکا واحد مستعمل نہیں ہی لیکن قیاس سے معلوم ہوتا ہی کہ اُسکا واحد ابیل یا ابول یا ابالہ ہی اور عرف میں ابابیل ان جانوروں مشہور کو کہتے ہیں اور غیبی جانور جو منکر ہیے لیکر آئی تہی اسی صورت کے تہی اور جو اصحاب فیل بڑے بڑے جانوروں کو کہ ہاتہی ہی خانہ کعبہ کے گرانے کو لائے تہے تو اُنکے مقابلہ میں ایک ادنی ضعیف جانور کو چہوٹے سے چہوٹا اسباب کہ کنکریاں ہیں دیکر انپر بہیجا تاکہ لوگ معلوم کرلیں کہ تائید الٰہی کے سبب ضعیف مخلوق بڑی قوی مخلوق کو زیر کرتی ہی اور بغیر اُسکی مدد کے بڑی زبردست مخلوق سے کچہہ نہیں ہو سکتا **تَرْمِيهِم بِحِجَارَةٍ مِّن سِجِّيلٍ** مارتے تہے وہ جانور اُن لشکر والوں کو پتہر جو کہنگر کی قسم کے تہے اور سجیل معرب ہے سنگ گل یعنے وہ مٹی کہ پک کر پتہر کی طرح ہو جاوی جسکو ہندی زبان میں کہنگر کہتے ہیں اور غول کے غول لانے میں ان چڑیوں کے ایک حکمت تہی یعنی جب پتہر مارنا شروع ہوگا تو لوگ ہر طرف کو بہاگینگے تو جانور بہی غول کے غول چاہئیے کہ ہر طرف کو بہاگنے والوں کا کام تمام کریں اور تاثیر ان کنکریوں کی جو کچہہ کہ اُنکے بدنوں میں ظاہر ہوتی تہی بیان اُسکا اس آیت میں ہے کہ **فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ** پہر کر ڈالا اُن لشکر والوں کو جیسے گہاس کہائی ہوئی یعنی گہاس جو جانور کہاکے آخر چہوڑ دیتے ہیں اور یہہ ہمارہ ہی اعضا اُنکے ٹوٹ پہوٹ جاتیکی طرف یعنی شکل اور صورت اور بدن سب بگڑ گیا اور یہہ تاثیر بہی خوارق عادات سے ہی گویا کہ ان پتہروں میں کچہہ ایسا زہر تہا کہ بدن گلنے ہی لگا بدن چکنا چور ہو جاتا تہا اور پہوٹ اور خشکی سرایت کر جاتی تہی اور جوڑ بند سارا اکہڑ کہڑ جاتے تہے اور یہہ قصہ عذاب الٰہی کا ایک نمونہ تہا اور کئی خرق عادات کو شامل تہا اول تو ایک پتہر کا تہیوں کا کہ ہتہیہ جاتی تہی ایک قدم آگے نہ رکہہ سکتے تہے دوسرا چڑیوں کا آنا اس کثرت اور ہجوم کے ساتہہ دریائے شور کی طرف سے کہ ظاہر میں پرندوں کی بود و باش کی جا نہیں ہے اور بعد اسکے قصہ کبہی ایسی چڑیوں کو کسی نے نہیں دیکہا تیسرا یہہ کہ ان کنکریوں کا لانا کہ کہیں اُنکا ٹہکانا معلوم نہیں ہے چوتہا یہہ کہ کیا کچہہ تاثیر قوی اُن کنکریوں میں رکہی تہی واللہ علم

سورة القریش

یہہ سورت مکے ہی اسمین چار آیتیں اور سترہ کلمے اور تہتر حرف ہیں اور قریش نام ہے ایک قبیلہ کا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد سے کہ ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم اور اکثر اصحاب کبار بہی اسی قبیلہ سے تہے اور یہہ قبیلہ رہنے والا مکہ معظمہ کا ہے اور بیت اللہ کی اور چاہ زمزم کی خدمت ہمیشہ سے اُنہی کو سپرد ہی اسیواسطے رہنے والے اور رئیس یمن اور شام کی اور دوسرے عرب کے شہروں کے بیت اللہ کی حرمت کے سبب اس قبیلے کو معظم اور مکرم جانتے تہے اور جہاں سے جاتے تہے نذر اور نیازا اور مہمانیاں اور قربانیاں انکو ملتی تہیں اور تجارت کا مال کہ اُنکے ساتہہ ہوتا کوئی اُسکا محصول نہ لیتا تہا اور چور اور قطاع الطریق بہی خانہ کعبہ کے ادب سے اُنسے تعرض کرتے تہے اور ہمیشہ اس قبیلے کی عادت تہی کہ سردی کے دنوں میں یمن کی طرف کہ گرم ملک ہے جاتے تہے اور طرح طرح کے فائدے تجارت کے اُٹہاتے تہے بلکہ نذریں اور نیازیں بہی لاتے تہے اور گرمی کے موسم میں اسی طرح شام کو جاتے تہے اور ہمیشہ اسیطرح سے سفر کیا کرتے تہے اور دولت دنیا بہت سی کماتے تہے اور اسی وسیلے سے مکہ معظمہ میں بخوبی تمام گذران کرتے تہے اور باوجود اسبات کے کہ مکہ معظمہ کا شہر کوہستان اور ریگستان میں واقع ہی اور زمین وہانکی کمال خشک ہے کہ زراعت اور درخت اسمین سرسبز نہیں ہوتا حق تعالےٰ اس سورت میں ان نعمتوں کو قریشیوں کو یاد دلاتا ہی اور فرماتا ہی کہ اگر کوتہ نظری کرو اور باری تعالیٰ کی ذات پاک کی عمدہ کمالاتوں کو اور اسکی بے انتہا نعمتوں کو کہ عرش سے فرش تک لبالب ہیں نہ جانو تو اس بڑی نعمت کو جو خانہ کعبہ کی برکت سے تمہارے حق میں امداد فرمائی ہی خود بخود سمجہہ لو اور ادا کرنے میں اُسکے شکر کے بموجب عبادت کی قیام کرو اور اسی واسطے اس سورت کا نام سورہ قریش رکہا ہی کہ اس سورت میں خاص قریشیوں کے احسان کا ذکر ہی اور حقیقت میں قریشیوں پر احسان کرنا تمام عالم پر احسان ہی اور اُنسے عبادت کی طلب کرنا گویا تمام بنی آدم سے عبادت کی طلب ہے اور مرتبہ انکا متبوعیت میں مانند قرآن مجید کے ہے بہ نسبت دوسری کتابوں کے تفصیل اس اجمال کی یہہ ہی کہ جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ عالم کی اصلاح اور شرک اور کفر کے دفع کرنے کے واسطے متعلق ہوا اور ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کام کیواسطے اختیار فرمایا سو پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک پر ارادہ اور لوازمات اس کام کی اور علم اور معرفت جو اس امر عظیم سے تعلق رکہتی ہیں القا ہوئیں پس لازم ہوا کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم جاری کرنے میں اس امر کے استعانت اپنے قبیلے کی طرف کریں اسواسطے کہ قبیلہ آدمی کا اخلاق اور عادات کے پہچاننے میں دوسروں کی بہ نسبت بیشتر تقدم رکہتا ہی اور جو اطلاع کہ اس شخص کے احوال پر اُنکو ہوتی ہے دوسروں کو نہیں ہوتی ہے اور

یہہ بہی ہی کہ فکر کی قوت اور ذہن کی صفائی اور استعداد کی نزدیکی اور حمیت داعیہ کی قرابت والونمین زیادہ ہوتی ہی غیرون کی نسبت سے پس گویا کہ قبیلہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بعد مشرف ہونیکے شرف اسلام سے ساری اُمت کے بہ نسبت حکم پیغمبر کا رکہتے ہین اور اُمتون کی نسبت سے اسیواسطے حدیث
شریف مین آتا ہی کہ **تعلموا من قریش ولا تعلموها** یعنے سیکہو قریش سے اور نہ سکہاؤ انکو اور یہہ بہی فرمایا ہی کہ **الناس تبع فی هذا الشان لقریش**
یعنے سب آدمی اسباتمین تابع ہین قریش کے اسیواسطے قرآن مجید انہین کی زبانمین نازل ہوا تاکہ وہ موافق اپنے پیدایشی سلیقے کے اسکی باریکیونکو سمجہین اور دوسرے
لوگونکو بتادین پس معنے نبوت کے سب قریشونمین پراگندہ اور منتشر ہین اور ازل الآزال مین مقدر تہا کہ ریاست دین کی اور سلطنت اسلام کی ابتدائے
ہجرت سے چہہ سو چہپن سال کے آخر تک قریشمین رہیگی بعد اسکے چنگیزی ترکون کے ہاتہہ سے خراب ہوگی اور ترک مسلط ہونگے چنانچہ خون کا لفظ اسبات پر
دلالت کرتا ہی یعنے اس لفظ سے تاریخ پوچہی جاتی ہی یہہ بات بنی آدم مین پیدایشی ہی کہ دین اور مذہب مین اکثر تابع رئیس کے ہوتے ہین پس مقتضا حکمت کا یہی تہا کہ اول انکی
اصلاح کیواسطے کوشش کیجاوے تاکہ اور لوگ چاروناچار انکی دوستی سے درست ہوجاوینگے اور سبب اس سورۃ کے نازل ہونیکا اسی تقریر سے واضح ہوتا ہے ۞

ح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

س ع

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ یہان پر لام قسم کا ہے جیسے لله لا یوخر الاجل مین الله کی قسم ہی کہ وقت نہ ٹلیگا یعنے قسم ہی قریش کے الفت دینے کی اور قریش
نضر بن کنانہ کی اولاد کو کہتے ہین کہ تیرہوین دادا ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ہین اسواسطے کہ آنحضرت محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن
قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ کے ہین اور جو شخص کہ نضر بن کنانہ کی اولاد مین سے ہے وہ قریش مین
داخل ہی اور اسکو قریشی کہتے ہین اور قریش لغت مین نام ہی ایک جانور کا دریائی جانورونمین سے کہ سب جانورونکو پکڑ کے کہا جاتا ہی اور سب پر غالب ہے اور اولاد نضر بن کنانہ
کی گردش زمانے کے سبب سے کے شہر سے متفرق ہوکر تمام ملکونمین بکہر گئے تہے قصی کہ پانچوین دادا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہین اُن سبکو ادہر اُدہر سے بلاکر پہر مکہ
معظمہ مین بسایا اسیواسطے قصی کو مجمع کہتے ہین اور اس قبیلے کو کہ اور قبیلون سے زبانکی فصاحت مین اور شجاعت اور سخاوت اور ہمت کی بلندی مین اور نسب کی صحت مین بڑا تہا اسی
جانبکے نام پر نام کہا **اِیْلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ** خوگر ہونا انکا سفر مین جاڑے کے اور گرمی کے کہ یمن اور شام کیطرف انکو اتفاق
پڑتا تہا اور اس قسم کے کہانے مین اسبات کیطرف اشارہ ہی کہ اس ضمن مین حق تعالی کی تدبیر عجیب انکی معاش کی فراخی کیواسطے جلوہ گر ہوئی ہی اور اس مسبب الاسباب کی کمال
حکمت پر دلالت کرتی ہی اسواسطے کہ جس شہر کے رہنے والے گرد نواح سے اس شہر کی اپنی معاش پیدا نکر سکین زمین کی قحط ناکی اور کوہستان کی سنگلاخی اور ریگ کی خشکی کے
سبب سے تو کچہہ عجب نہین کہ وہ شہر ویران ہوجاوے اور لوگ وہان کے تلاش معاش کے واسطے ملک بملک جا رہین پہر آبادی اس شہر کی ایک عجائب تدبیر کے ساتہہ محفوظ رکہی کہ وہان ایک
گہر اپنے نام کا تعمیر فرمایا اور لوگونکے دلونمین اُس شہر کی عظمت ڈالدی اور اُس گہر کے مجاورون کو جاڑے کے اور گرمی کے سفر کیواسطے مائل کیا کہ ہر ملک اور ضلع
سے مناسب موسم کے مال و اسباب کماکر اس شہر مین لادین اور اُنکے رہنے کا سبب اس بقعۃ الخیر سے منقطع نہو جاوے اور یہہ بات بہی ہی کہ ہمیشہ سفر مین رہنا
ملال خاطر کا سبب ہے خصوصًا عین سردی و شدت گرمی مین لیکن اس قبیلے کو مطلق اس تکلیف کا رنج نہوتا تہا کیونکہ گویا خرق عادت ہوگیا اور اسبات کے لائق ہوا کہ
اسکی قسم کہائی جاوے اور یہہ بہی ہی کہ خوگر ہونا انکا سردی اور گرمی کے سفر مین بعد نبی ہونے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ترقی دین کا سبب ہوا کہ چہوڑنا وطن کا
ہجرت مین اُنپر شاق نہوا بعد اُسکے جہاد کے واسطے دور دور کے ملکون پر جانا اُنکو آسان معلوم ہوتا تہا اسیواسطے مدینہ منورہ سے کابل تک اور
قسطنطنیہ اور اندلس تک متفرق ہوکر دین حق کو پہیلایا اور یہہ بہی ہی کہ اس ہمیشہ کے سفرونمین لوگون کی خصلتون اور عادتون کا تجربہ بہی کماحقہ ہوگیا
تہا پہر حقیقت کہ دینی اور دنیوی ریاست انکے ہاتہہ مین آئی تو یہہ بات خوب بنیدہ پڑی اسیواسطے تہوڑے سے عرصے مین رواج دنیا دین و ایمان کا
اور شہرون اور ملکون کا فتح کرنا اُنکے ہاتہہ سے بہت آسانی سے سرانجام پایا تو یہہ عادت سفر کی اُنکے حق مین ایک عجیب نعمت اور ایک فیض عظیم و دولت تہی کہ دونون
جہانکی سعادت اور دین و دنیا کی ریاست اسکے سبب سے حاصل کی ہر چند کہ سرگردانی اور صحرا نوردی کی صورت پیدا ہوا اور جب اس نعمت کا وجود اس کثرت سے

پہر چاہیئے کہ عبادت کریں قریش **فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ** فرماتے ہین طلب عبادت مین بیچ اسکے شکر انعام کے کہ کہتی ہتی انکو یاد دلایا تو اسکے شکرانے مین عبادت طلب فرماتے ہین اس گھر کے صاحب کی اسواسطے کہ عظمت اور بزرگی انکی لوگون کے دلونمین اور انکی معاش کی فراخی اور انکا بیغم ہونا دشمنون سے یہہ سب اسی گھر کی مجاوری اور آستانے کی دربانی کی برکت سے ہی پہر جب دوسرے لوگ اس مکان سعادت نشان کے خادمون سے اس طور کی تعظیم اور تکریم سے پیش آوین تو ان مجاورونکو لازم ہے کہ اس گہر کے صاحب کی کمال درجے کو تعظیم اور تکریم کرین اسواسطے رب هذا البيت کا لفظ اس مقام پر لائے ہین گویا اشارہ کرتے ہین کہ اگر ازراہ کوتہ نظری کے ربوبیت حق تعالی کی تمہاری نظرون سے محجوب ہے لیکن عظمت اور بزرگی تو اس گہر کی ظاہر اور کہلی ہی اور اگر حجاب آنکہو ہی تو اس گہر کا صاحب سمجہکر عبادت کرو تو بہی سزاوار ہے **الَّذِي أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوعٍ** جسنے کہانا دیا ہی انکو بہوک سے یعنے رہنے کی جاگہہ انکی زمین بے کہیتی کے اور جنگل بغیر گہاس کا ہی سو تو قابل سبات کے تہا کہ رہنے والے وہان کے بہوکہے مر جاوین اگر تدبیر الہی آباد کرنیکو بیت اللہ کے جلوہ گر نہوتی تو لوگون کو وہان کی روٹی کا ٹکڑا ملنا مشکل پڑتا **وَآمَنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ** اور امن دیا انکو ڈر سے باوجود اسبات کے کہ عرب کے قبیلون مین قتل اور لوٹ اور بندی اس قدر مروج ہتی جسکی حد و نہایت نہتی لیکن بیت اللہ کے گرداگرد حرم شریف کی حد تک بعضی طرف بیس کوس ہے اور بعضی طرف چہہ کوس اور کسی طرف سے تین کوس ہی ہرگز تعرض اور مزاحمت نکرتے تہے بلکہ اگر کوئی کسیکے باپ بیٹے کو مار کر حرم مین جا بیٹہتا تہا تو اسکا پیچہا نکرتے تہے اور معصوم نے کہا ہی کہ ان سب امنون کے سوا ایک امن اور ہی کہ حرم کے رہنے والے کو جذام کا مرض ہرگز نہین ہوتا چنانچہ یہہ بات مدت دراز سے تجربہ مین آتی ہی واللہ اعلم

تمہید

سورۃ الماعون

یہہ سورت مکی ہی اسمین چہہ آیتین اور پچیس ۲۵ کلمے اور سوا سو ۱۲۵ حرف ہین اور اس سورت کو سورۃ الماعون کہتے ہین اسواسطے کہ منع کرنا ماعون کا جو جہان کی ادنی مرتبہ ہی سبب ہے حجاب کا اور باعث ہے عقاب کا پہر جو حق کہ اپنے اوپر واجب ہین خواہ حق اللہ ہون خواہ حق العباد انکے ادا نکرنے سے ڈرانا ہے اور ڈرانا ان کاموں سے ہی مین مقصود ہی قرآن کا اور نصف اس سورت کا کافرون کے حق مین ہی اور نصف منافقون کے حق مین اور اسکے نازل ہونیکا سبب یہہ ہی کہ ابو جہل مردود کی یہہ عادت ہتی کہ جب کوئی مالدار بیمار ہوتا تہا تو اسکے پاس جا بیٹہتا اور کہتا کہ اپنے یتیمونکو مجہکو سپرد کر اور انکا حصہ میرے پاس امانت رکہہ مین خبرگیری اور خدمتگزاری انکی بخوبی ادا کرونگا اور دوسرے وارث اسپر زیادتی نکر سکینگے پہر جب انکا مال اپنے قبضے مین کر لیتا تو یتیمونکو اپنے دروازے سے ہانک دیتا پہر وے بیچارے ننگے بہوکے دربدر گلی کوچون مین روتے ہوئے مارے مارے پہرتے اسیطرح سے ایک یتیم ننگے سر ذلت کا مارا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اس ملعون کی فریاد کرنے لگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس یتیم کی رعایت کے واسطے اس ملعون کے پاس تشریف لے گئے اور اسکو نصیحت کی قیامت کے دن کی ڈرایا اس ملعون نے مقابلے مین اس وعظ اور نصیحت کے جزا کے روز کا جہٹلانا اور انکار کرنا شروع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رنجیدہ ہوکر دولتخانے کو تشریف لائے پہر یہہ سورت نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

س ع

أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ کیا دیکہا تو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کو جو جہٹلاتا ہی اور جہوٹہہ سمجہتا ہی دین کو یعنے ملت کو یا جزا کو اور دین ان دونو معنون میں آیا ہی اور یہان دونون معنے ہو سکتے ہین اسواسطے کہ ظلم کرنا یتیمون اور بیکسون پہ اور رحم نکرنا فقیرون اور محتاجون پر ملت کے جہٹلانے کی علامت ہے اور جابجا دین مین تاکید اسی بات کی ہے اور جزا کے باور نکرنے کی بہی علامت ہے اسواسطے کہ جو شخص جزا کا معتقد ہی اور اسکو سچ جانتا ہی وہ خدا سے ڈرتا ہی اور جو خدا سے ڈرتا ہی وہ یہہ کام نہین کرتا اس قسم سے خطاب کرنے مین اشارہ ہی اسبات کی طرف کہ اگر کوئی چاہے کہ دین کی تکذیب کرنیوالونکو علامت سے دریافت کرے تو چاہیئے کہ ان علامتونکو خیال کرے **فَذٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ** پہر وہ جہٹلانیوالا دین کا وہ شخص ہے کہ زور سے دہکیلتا ہی یتیم کو یعنے سینہ زوری سے یتیم کا حق کہاتا ہی اور یتیم سب ضعیفون سے ضعیف ہے اور جو شخص کہ معتقد جزا کا ہی سوا اپنے خاص مال سے لوگونکے ساتہہ احسان کرتا ہی خصوصاً ضعیفونپر علی الخصوص یتیمونپر کہ اسبات ضعف کا انمین کامل حصہ موجود ہوتا ہی اسواسطے کہ خردسال بہی ہوتے ہین اور قوت کسب کی اور معاش کی تلاش کی نہین رکہتے اور حیلہ اور تدبیر نہین جانتے اور کوئی وارث اور والی بہی نہین رکہتے کہ انکا حال

پیچھے ادر کام سنوارے سوا گر احسان نکرے اور کچھ سلوک نہو سکے پھر حق تلفی سے تو البتہ باز رہے اور بالفرض اگر حق تلفی بھی کرے تو ایسے کی کرے کہ قوت مقابلے کی رکھتا ہو نہ ضعیف کی خصوصاً بیکس یتیم کی کہ جناب الٰہی کے سوا کوئی فریاد کا پہنچنے والا نہیں رکھتا پس جو شخص کہ اس قسم کے مسکین و ضعیف پر بیدھڑک ظلم کرتا ہے تو یقین ہے کہ خدا سے نہیں ڈرتا اور اعتقاد عملوں کی جزا کا نہیں رکھتا پھر بعد اس علامت کے ارشاد فرمایا کہ یتیم کے ہانک دینے کی علت اُس ملعون کو کمال بخل اور محبت مال کی ہے یہانتک کے **وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ** ٥ اور تاکید نہیں کرتا کسیکو کھانا کھلانے پر فقیر کے یہہ اشارہ ہے بات کیطرف کہ اپنے مال سے فقیر و نکو دینا تو کیا ممکن ہے دوسرون سے بھی کھانا کھلانا فقیرو نکو روا نہیں رکھتا پس بخل اس شخص کا نہایت کو پہنچا ہے اور معلوم ہوا کہ ہانکنا یتیم کا بخل اور مال کے محبت کے سبب سے ہے نہ اس یتیم کی مصلحت اور اُسکے مال کی کفایت کے واسطے اور جب معلوم ہوا کہ ہانکنا یتیم کا اور کھانا نہ دینا فقیرو نکو باوجودیکہ یہہ دونوں عمل دین کے بڑے مرتبے کے نہیں ہیں تو بھی دین کی تکذیب کی علامت ہوئے پھر جو لوگ کہ بڑے کام مومنین دین کے جیسے نماز اور زکوٰۃ ہے بخل کرتے ہیں اور خلل ڈالتے ہیں انکا حال تو اور بھی خراب اور انکا جھٹلانا دین کو زیادہ تر ظاہر ہوگا اسیواسطے فرمایا ہے **فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ** پھر خرابی ہے اُن نمازیون کی یعنے جو لوگ کہ مکلف نماز کے ہیں اور نماز ایک عمل ہے فرق کرنیوالا اسلام اور کفر مین **الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ** وہ نمازی کہ جو اپنی نماز کی حقیقت سے غافل ہیں یہہ نہیں جانتے کہ نماز کسکی مناجات ہے اور مقصود نماز سے کیا ہے واٰلا روبرو لوگون کے نماز پڑھنا اور پیٹھ پیچھے لوگون کے نہ پڑھنا اور اسیطرح فراغت کے وقت نماز کو یاد رکھنا اور کچھہ دنیا کے کام مین لگے تو بھلا دینا اور بعضے ارکانو نکو حضوری سے ادا کرنا اور بعضے ارکانو نمین سے بیدل اور خیالات مین چلے جانا یہہ سب بے او بیان اُنسے ظاہر ہوتی ہین اسواسطے کہ حقیقت نماز کی مراقبہ حق کا ہے دل سے تعظیم کے طور پر اور کام مین کہنا حواس قوی و جوارح اور اعضا کا یعنے اللہ تعالےٰ کیطرف دل و جان اور سب بدن کو عاجزی سے متوجہ کر دینا اور یہہ بات ان تفرقون کی گنجایش نہین رکھتی یعنے دل کو ماسوا اللہ کیطرف لگانے سے اطرح کی جمعیت حاصل نہین ہوتی **الَّذِيْنَ هُمْ يُرَاۤءُوْنَ** وے لوگ وہ ہین کہ سب عبادتون و طاعتون مین اپنی نمود کرتے ہین یعنے فقط اپنی نماز ہیکو برباد نہین کیا بلکہ تمام اعمالو نکو اپنے بسبب ریا اور نمود کے حبط کر ڈالتے ہین یعنے کیا انکیا برابر ہو جاتا ہے اور ریا ایک شاخ ہے شرک کی چھپی ہوئی بلکہ شرک سے بھی قوی ہے دو وجہ سے اول تو یہہ کہ ریا والا لوگونکو خدا سے زیادہ عزیز رکھتا ہے دوسری یہہ کہ شرک بغرض طاعت مین کرتا ہے کہ مقام توحید اور خلاص کا ہے نہ استعانت اور استمداد مین کہ دنیا کے کامون سے متعلق ہین پس یہ حقیقت کفر کی سخت قسم ہے **اعاذنا الله منه وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ** اور منع کرتے ہین برتنے کی چیزون سے اور تفسیر مین بعضے علما سے اکثر صحابیون اور تابعین سے روایت ہے کہ ماعون زکوٰۃ ہے اور ریا والا زکوٰۃ نہین دیتا اسواسطے کہ واجب نفقے جیسے جورو بچے اور اقربا اور مہمان و فقیرونکے جو وہ ادا کرتا ہے تو فضیحتی کے خوف سے کہ اگر ادا نکریگا تو حاکم سے اُنکے زبردستی لینگے اسواسطے کہ یہہ حق بندون کے ہین اور وے لوگ نکے سامنے محلے مین طلب کر سکتے ہین اور زکوٰۃ تو فقط خدا ہیکا حق ہے پھر جو خدا سے نہین ڈرتا ہے تو اسکو کا ہیکو ادا کریگا اور بعضون نے کہا ہے کہ ماعون ہے مانگے دینا گھر کا اسباب جیسا دہی جسکا دینا پڑوسیون اور محتاجون کو مروج ہے جیسے ہانڈی دیگچہ پیالہ کٹورا سوئی دیا گہ ڈول کلہاڑی پھاوڑا اور اسی قسم کی اور چیزین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ماعون کیا چیز ہے فرمایا کہ آگ اور پانی اور نمک اور یہہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی کسی کو آگ دیتا ہے پھر جو کچھ اُس سے پکتا ہے گویا کہ یہہ سب اُسنے دیا اور نمک بھی اسیطرح سے ہے اور جو کوئی کسیکو پانی دیتا ہے ایسی جاپر کہ وہان پانی کا قحط ہو تو ایسا ہے کہ جیسے بردہ آزاد کیا اور اگر ایسی جا پر دے کہ وہان پانی نایاب ہے تو گویا مردے کو زندہ کیا

سورۃ الکوثر

یہہ سورت مکی ہے اور اسمین تین آیتین اور دس کلمے اور بیالیس حرف ہین اور اس سورت کے نازل ہونیکا سبب یہہ تھا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے دو صاحبزادے تھے قاسم اور عبداللہ کہ ملقب تھے طیب و طاہر کے ساتھ اور یہہ دونو صاحبزادے بچپن ہی مین پے در پے گذر گئے تو کافر بطور طعن کے کہنے لگے کہ یہہ پیغمبر ابتر ہے یعنے نسل اسکی منقطع ہو گئی بعد اسکے کوئی نہین ہے کہ دین کو اُسکے برپا اور قایم رکھے گا قریب ہے کہ اسکا دین جاتا رہیگا اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر مبارک کی تسلی اور تشفی کے واسطے یہہ سورت نازل فرمائی اور اس سورت کا نام سورہ کوثر اسواسطے رکھا ہے کہ اسمین ذکر کوثر کا ہے اور وہ ذکر دلالت کرتا ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال بزرگی اور مرتبے کی بلندی پر قیامت کے دن کہ سب اگلے اور پچھلے انبیا اور رسول اُسدن پیاس کی حالتمین اس حوض کے پانی کے محتاج ہونگے اور کوثر لغت مین بہت چیز کو کہتے ہین مشتق ہے یعنے

تمہید

[illegible]

اونٹ ... بکری سے تشبیہ دیتے تھے بکری کہ حقیقت مین نفع لینا آدمی کا انہی چار قسم سے ہے جیسے کہ دودہ دہی سوار ہونا بوجہ لادنا اہنی کی نسل کو پالنا بخلاف دوسرے جنگلی جانوروں اور درندون کے کہ یہ بات انہین نہین پائی جاتی اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ بیشک دشمن تیرا وہی ہے بیجا کٹا اور لفظ ابتر کا عرب کی اصطلاح اور محاورہ مین اس شخص کے حق مین بولتے ہین کہ نسل اسکی باقی نرہے اور ذکر خیر اسکا جاری نہو اور اس آیت مین اشارہ ہے اس بات کی طرف ہے کہ نسل ظاہری اور باطنی تمہاری قیامت تک باقی رہیگی اور تمہاری امت منبرون اور مناروں پر چڑہکے تمہارا نام اللہ تعالی کے نام کے ساتھ پکارا کرینگے اور پانچون وقت نماز مین اور سوائے اسکے تمپر درود بھیجا کرینگے اور تمہاری محبت مین جان بازیان کرینگے اور ہزاروں عاشق تمہارے نام کو اپنا طریقہ کرکے ہرسال تمہاری قبر کی زیارت کو دوڑینگے پس ذکر خیر تمہارا اس قدر جاری رہے گا اور دشمن تمہارا ایسا گمنام ہوگا کہ کوئی نام بہی سکا نہ لیگا مگر لعنت اور پہٹکار کے ساتھہ تو حقیقت مین ابتر اور بیجا کٹا دشمن ہی تمہارا ہے

سورۃ الکافرون

یہہ سورت مکی ہے اسمین چھہ آیتین اور چھبیس کلمے اور ننانوے حرف ہین اور اسکے نازل ہونیکا سبب یہہ ہے کہ قریش کے کافرون مین سے ایک جماعت نے جیسے ابوجہل و عاص بن وائل اور ولید بن مغیرہ اور اسود بن عبدالمطلب اور اسود بن عبد یغوث نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زبانی پیغام بہیجا کہ تم ہمارے معبودونکی تابعداری کرو اور برا نہ کہو اور اللہ تعالی کی درگاہ مین انکی شفاعت کا اقرار کرو تو ہم بہی تمہارے معبود کی بزرگی کے قائل ہون اور اسکی عبادت کرین حقتعالی نے انکے اس بات کے جواب مین یہہ سورت بہیجی اور اس سورت کو سورۃ کافرون اسواسطے کہتے ہین کہ اس سورت کے مضمون مین کمال جدائی ہے مسلمانون اور کافرون مین عبادت کے مقدمہ مین جسکے واسطے سب پیدا کیے گئے ہین ؛ ؛

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ کہہ تو اے محمد اے کافرو اور مراد کافرون سے وہی لوگ ہین کہ جو کفر ہیکی حالت مین مرگئے اسواسطے کہ جو شخص آخر کو ایمان لایا عند اللہ کافر نہین ہے گو کہ ظاہر مین لوگون کی نظر مین کافر معلوم ہوتا ہے لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ نہین پوجتا ہون مین اس چیز کو جسکو تم پوجتے ہو اسواسطے کہ معبود تمہارا پتھر یا درخت یا پانی یا آگ یا ستارہ یا شیطان یا فرشتہ یا روح کسی بزرگ کی ہے اور ان سب چیزون کو مین لائق عبادت کے نہین جانتا ہون اور اگر تم انکو معبود نہین سمجہتے ہو اس اعتقاد سے کہ وہی چیزین معبود حقیقی کے مشابہ ہین یا معبود حقیقی انمین سما گیا ہے یا ایک ہوگیا ہے تو حقیقت مین عبادت تمہاری نہین ہوئی مگر اس چیز کی طرف جو وجود نہین ہے وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ اور نہ تم پوجتے ہو اس چیز کو جسکو مین پوجتا ہون یعنے ہرچند کہ تم اپنے معبودونکو صفات الٰہی کا مظہر جانکر پرستش کرتے ہو لیکن صفات الٰہی کا ظہور مخلوقات مین موافق انکے معتقد کے اور واجبی کے ہے اور کوئی مخلوق اس بات کی لیاقت نہین رکہتی ہے کہ صفات الٰہی کما حقہ اسمین ظہور فرماوین مگر ہان وہ مخلوق مخلوق نہوگی اور اگر تم ان مظاہر کا کمال ظہور کا اعتقاد رکہتے ہو تو حقیقت مین اس اعتقاد سے صفات الٰہی مین نقصان لازم آتا ہے تو کسی طور سے ذات الٰہی معبود تمہاری نہین ہے وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ اور نہ مین پوجنے والا ہون اس چیز کو جسکو تمنے پوجا ہے یعنے اگر مین عبادت کرتا ہون اسمائے الٰہیہ کو اور تم عبادت کرتے ہو صورتون کو اسمون کی اور اعلی کی عبادت کرنے سے ادنی کی عبادت لازم نہین ہوجاتی وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ اور نہ تم پوجنے والے ہو اس چیز کو جسکو مین پوجتا ہون اسواسطے کہ عبادت تمہاری فقط صورتون کو ہے اسمون کی اور میری عبادت ان اسمون کی حقیقت کیطرف رجوع ہونیوالی ہے لَكُمْ دِيْنُكُمْ تمکو تمہارا دین جسمین مظہر مشتبہ ہوگیا ہے ظاہر سے اور صورت مشتبہ ہوگئی ہے حقیقت سے وَلِيَ دِيْنِ اور میرے واسطے میرا دین جسمین کسیطرحکا التباس اور اشتباہ نہین ہے پس یہہ دو دین نہ اصول مین شراکت رکہتے ہین نہ فروع مین اور نہ تماثل کی صورت مین اور اس مضمون کو دو جاے مکرر لانا محض اسواسطے ہے کہ مشرکین دو قسم ہین ایک قسم تو وہ ہین کہ اپنے معبودون کو صفات الٰہی کے کمال کا مظہر اعتقاد کرتے ہین اور انکی عبادت کو خدا کی عبادت جانتے ہین اور دوسری قسم وہ لوگ ہین کہ غرض انکی یہی ہے کہ انکو ہی کی عبادت ہے لیکن جو صورتین کہ پرستش مین اور اہل حق کے نزدیک ہین دونون مردود ہین سوان دونون فرقون کی نفی کیواسطے اس عبارت کو مکرر لائے ہین اور بعضے حضرات الوہیت کی صفت پر جو لَآ اَعْبُدُ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ سے کہ لفظ سے مفہوم ہوتا ہے حمل کیا ہے اور ایک طایفے نے حال و ماضی کی نفی پر کافرون کی طرف سے اشتقین کے ساتھہ مثل

ح

عبد تم کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے عمل کیا ہو والکل محتمل یعنے ان سب معنون کا احتمال ہو سکتا ہے اور حدیث شریف مین آیا ہے کہ جو کوئی اس سورے کو پڑہے گویا چوتھائی قرآن پڑہا اور تفسیر کوشی مین لایا ہے کہ اس سورت کو اور سورۂ اخلاص کو مقشقشتین کہتے ہین اور جو کوئی کہ اس سورت کو اور سورۂ اخلاص کو پڑہے گا تو کفر نفاق سے پاک ہوگا اور مسنون ہے کہ فجر کی سنت کی اول رکعت مین اس سورت کو پڑہے اور دوسری مین قل ہو اللہ احد کو اور مشہور یہہ بات ہے کہ یہہ سورہ منسوخ ہے قتال کی آیت سے لیکن تحقیق یہہ ہے کہ منسوخ نہین ہے اس واسطے کہ اس سورت کا مضمون مسلمانون اور کافرون کے دین کی کمال جدائی اور فرق کے بیان مین ہے نہ یہہ کہ کافرون سے بالکل تعرض نکرنا بلکہ مسلمانون کے دین مین جہاد اور قتال ہی داخل ہے پس منسوخ ہونا اسکا قتال کی آیت سے کسی وجہ سے ثابت نہین ہوتا

سورۃ النصر

تمہید

یہہ سورت مدنی ہے اور اس سورت کو سورۂ فتح بہی کہتے ہین [illegible] اور اس سورت کو سورۂ تودیع بہی کہتے ہین اس واسطے کہ اس سورت کا مضمون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے نزدیک ہونے سے خبر دیتا ہے اور امت کے رخصت کرنے کا حکم ہے اور اس سورت کا مضمون یہہ ہے کہ جب انبیاؤن سے وہ کام جو دنیا مین اُنکے ہونے پر موقوف تہا سرانجام پا چکا تو چار ناچار انکو رجوع الی اللہ اور داخل ہونا عالم ارواح مین ضرور ہوا اس واسطے کہ یہہ عالم فانی بہرا ہوا دکہہ دردون کا اور نقصانون کا ہے رہنے کی جا ئے اس قسم کے ارواح مقدسہ کی نہین ہے فقط ضروری کامون کی تدبیر کے واسطے انکو اس ناقص گہر مین نازل کرتے ہین اور ضرورت کے قدر انکو یہان رکہتے ہین اب معلوم کیا چاہیے کہ وجود ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا اس دنیا مین کون کون سے ضروری کامون کے واسطے تہا اور وہ ضروری کام کب سرانجام کو پہنچے تفصیل اس اجمال کی یہہ ہے کہ سچے دین مین خلل ڈالنے والی اور سیدہی راہ سے بہکانیوالی چار چیزین ہین اول نفس دوسرے شیطان تیسرے کفار جو کہ سلطنت اور حکومت رکہتے ہون چوتہے منافق بد باطن کہ چہپے چہپے لوگون کے دلوں مین شبہے ڈالتے ہین اور اگلے انبیا نفس اور شیطان کے شر اور وسوسے کو دفع کرنیکے واسطے مبعوث ہوتے تہے اس واسطے کہ شران دونونکا سب شرون کی جڑ ہے اور کفار اور منافق بہی تابعدار ان دونون کے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث کرنے مین ان چارون چیزونکا دفع کرنا علیحدہ علیحدہ منظور ہوا اسیواسطے فوج کشی اور جہاد اور ملک گیری اور مفسدون اور باغیون اور جارون کی تنبیہ کا طریقہ اور حدون اور تعزیرون کا جاری کرنا بدکارون پر انکے دین کی اصل مین داخل ہوا ہے اور اس شریعت کی صورت بادشاہت کی صورت پر ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدا ئے بعثت سے درجہ بدرجہ نبوت کو ترقی دیکر خلافت کبریٰ کی انتہا کو پہنچایا اور جب اس کام سے فارغ ہوئے تو انکو اپنے حضور مین بلا یا اور تیئس برس تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کا زمانہ تہا چاہا یہانتک کہ اس امت کے افضل ستہے قاعدے خلافت کے جاری کرکے ایک ستون اصل پہلون کے واسطے چہوڑ گئے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

س

ع

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ جب آئی مدد اللہ کی یعنے کافرون پر شمشیر اور سنان کے استعمال سے یعنے جہاد کے حکم سے اور منافقون اور بدعتیون پر حجت اور دلیل قائم کرنیسے اور نفس پر ذکر کے غلبہ اور اسکی کثرت سے اور شیطان پر پرہیزگاری کے لازم پکڑنے سے **وَالْفَتْحُ** اور آئی فتح مکے کی اور دوسرے شہر کفر کے مکانون کی اور ٹوٹنا بتخانون کا اور کہلنا علوم کے مشکلات کا اور باطنی احوال کا اور فتح کا ذکر کرنا نصر کے بعد اشارہ ہے اس بات کی طرف ہے کہ فتح ہر قسم مین فرع اور تابع نصر کے ہے پس فتح شہرون کی اور بتخانون کی کفار پر نصرت پانیکے تابع ہے اور فتح علوم کی دفع ہونے شبہون سے منافقون اور بدمذہبون پر نصرت پانیکے تابع ہے اور فتح احوال سنیہ کی اور مقامات علیہ کی تابع ہے نصرت پانیسے نفس اور شیطان پر پس نصرت اشارہ ہے اوائل اور بیچ کے مرتبے کیطرف اور فتح اشارہ ہے انتہا اور کمال کے مرتبے کیطرف گویا وہ حرکت کہ نقصان سے کمال کیطرف شروع ہوئی تہی اپنی انتہا کو پہنچی اور ساکن ہو گئی فرمایا ہے **وَرَاَيْتَ النَّاسَ** اور دیکہیگا تو لوگون کو یعنے عرب کو اسواسطے کہ اول نبی ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا انہی کیطرف تہا اور جنکے اس دین مین داخل ہونیکے بعد دوسرے گروہ [illegible] کی قوت سے اور نفس شیطان کے فریب کے دفع کرنیسے اس دین مین داخل کرینگے نہ یہہ کہ تنہا داخل ہونا انکا مقصود ہے **يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ** داخل ہوتے ہوئے بیچ دین اللہ کے [illegible] اور بدعت اور نفاق اور فجور کا دخل نہین ہے بلکہ حق سے باطل کیطرف میلان ہی مطلق نہوگا **اَفْوَاجًا** گروہ کے گروہ اور قبیلے کے قبیلے ہر چند کہ شروع میں بہت لوگ اس دین مین [illegible]

[illegible] پہلی بہوری جھال کی جو خوب بٹی ہوئی ہو اور خاص اس رسی کی یہہ ہے کہ جب پسینے سے بہیگتی ہے تو اینٹھتی ہے اور گلا گہونٹ ڈالتی
[illegible] شان میں [illegible] سی طور سے [illegible] علم اور اس سورۃ میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ مال کا کمانا مردوں کا
[illegible] اور انکی [illegible] پر ہے اور گہر کی خدمت یہانتک کہ جمع کرنا کہانے پکانے کا سب اسباب جیسے ایندہن وغیرہ عورتوں کا کام ہے اور انکا ذمہ ہے ۞ ۞

سورۃ الاخلاص

تمہید

[illegible] اور پندرہ کلمے اور سینتالیس حرف ہیں اور اس سورت کے نازل ہونیکا سبب یہہ تہا کہ کافروں کے سرداروں کے ایک گروہ نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ و سلم کے حضور میں آکر سوال کیا کہ تم ہمارے خداؤں کو تو برا کہتے ہو اور انکی عاجزی اور ناتوانی بیان کرتے ہو اور طرح طرح کے عیب انمیں بتاتے
[illegible] ہو تو تمہارا خدا کیا صفت رکہتا ہے اور کس چیز سے پیدا ہوا ہے اور اس سے کچہ پیدا ہوتی ہے اصل اور فرع اسکی کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
سکوت کیا پہر جبرئیل علیہ السلام یہہ سورت لائے اور بعضی روایتوں میں یوں ہی آیا ہے کہ کافروں کے سوال میں یہہ بہی تہا کہ کیا چیز ہے اور کیا کہاتا ہے اور کیا پیتا ہے
اور اسکو خدائی کس سے میراث ملی ہے اور اسکی میراث کون لیگا اور مشیر اور مددگار اسکی خدائی کے کارخانے میں کون ہے اور اس سورت کو سورۃ اخلاص کہتے ہیں
اسواسطے کہ یہہ سورت مسلمانوں کے دلوں کو حق کی معرفت کیواسطے خالص کرتی ہے اسکی ذات اور صفات کی دریافت کے واسطے اور اس جگہہ پر جاننا چاہیے
کہ آدمی کی معرفت کی انتہا حق تعالی کی حقیقت اور کنہ کے دریافت میں یہہ ہے کہ اسکی ذات پاک کے خاصوں کو جو اس ذات کو لازم ہیں دریافت کرے
اور سب [illegible] اللہ تعالے کی ذات مقدس بسیط ہے یعنے جز اور ٹکڑے اسمیں پائے نہیں جاتے اور کسی علت کی معلول بہی نہیں ہے یعنے اسکے وجود کا کوئی سبب
نہیں ہے اور ہر چیز کے دریافت کرنیکا طریقہ عالم میں چار طور پر منحصر ہے یعنے چار علتیں اسکے واسطے ضرور ہیں پہلے اس چیز کے مادہ کا دریافت کرنا یعنی اصل اسکی کیا ہے دوسرے
اسکی صورت کا دریافت کرنا کہ کس طرح کی ہے تیسرے اسکی علت کا دریافت کرنا چوتہے اسکی غرض کا معلوم کرنا کہ یہہ چیز کس کام کی ہے سو پہلے تینوں طریقے یہاں پر نہیں
ہو سکتے اسکا بیان یہہ ہے کہ جیسے کسی شخص نے تخت کی حقیقت سے سوال کیا سو اسکا جواب چار طور سے ہو سکتا ہے یعنے اسکے جواب میں چار چیزیں بیان کی
جاوینگی اول اسکے مادہ کو بیان کرینگے کہ لکڑی کے تختوں اور لوہے کی میخوں سے بنا ہے اور اسکو علت مادی کہتے ہیں دوسرے صورت اسکی بیان کرینگے کہ چوکہنٹا
ہے یا لنبی ہے اور اسکو علت صوری کہتے ہیں تیسرے اسکے بنانیوالے کو بیان کرینگے کہ نجار نے بنایا ہے اور اسکو علت فاعلی کہتے ہیں چوتہے اسکی غرض
کو بیان کرینگے کہ یہہ چیز بیٹہنے کیواسطے بنی ہے اور اسکو علت غائی کہتے ہیں سو حق تعالی کی جناب میں پہلے تینوں طریقے ممکن نہیں ہیں تو ضرور ہوا کہ چوتہے
[illegible] آپکی [illegible] پاک [illegible] انکا بیان کرنا ضرور ہوا کہ پوری تمیز اور جدائی حاصل ہووے پس اللہ کا لفظ تمام خوبیوں کو شامل ہے جو عالم کی نسبت سے اسکی ذات پاک
سے خیال کیجاتی ہیں جیسے خالقیت اور رازقیت اور داد و دہش اور معبود ہونا اور سوائے اسکے اسواسطے اللہ کے لفظ کو مبتدا اس کلام کا کیا گویا یہہ بات فرمائی کہ صفت اسکی یہہ ہے کہ معبود
اور پیدا کرنیوالا اور بنانیوالا اور رزق دینے والا اور زندہ کرنیوالا اور مارنیوالا ہے اور سب عالم کے ضروریات اسی سے پائے گئے ہیں اور آخر تک اسی سے تعلق رکہینگے اور جو یہہ
[illegible] عوام کے خیال میں علیحدہ علیحدہ مشترک تہی تو سلبیہ صفتوں کا ملانا اسکے ساتہہ ضرور ہوا تاکہ وہ اشتراک بہی دور ہو جاوے اور توحید خالص حاصل ہووے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قل کہدے محمد صلی اللہ علیہ وسلم **ھو اللہ** وہ جسکو تم پوچہتے ہو اللہ کی ذات ہے جو سب کمال کی صفتوں کو جامع ہے اور جو کچہ عالم میں دیکہا یا سنا جاتا ہے سب اسی کی حیات
اور علم اور ارادہ اور قدرت اور کلام اور سمع اور بصر سے ہے اور سوائے اسکے جو جواہر اور عرض پائے جاتے ہیں اسکے وجود میں **احد** یگانہ ہے جو نہ شریک رکہتا ہے نہ جز یعنی نہ عقلی نہ
خارجی بالفعل نہ تحلیلی [illegible] بسیط ہونیکی طرف اشارہ ہے جو احد کا لفظ لائے ہیں اسواسطے کہ واحد کا لفظ شریک کی نفی میں اکثر بولا جاتا ہے نہ اجزا کی نفی میں جیسا کہتے ہیں
زید انسان واحد ہے اگرچہ ہاتہہ پیر آنکہہ ناک کان اور سوائے اسکے بہت اجزا رکہتا ہے اسی سبب سے اسکو احد نہیں کہتے ہیں پس احد وہ ہے کہ کسی طرح سے قسمت اور بانٹ اسمیں [illegible]
اور یہہ بات خاص اسی [illegible] پائی جاتی ہے اور کسی میں نہیں پائی جاتی **اللہ الصمد** اسکی لفظ کو پہر مکرر لائے تاکہ اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ

[illegible] کی جناب مین التجا کیجائے دوسری صورت ممکن نہین ہے اسواسطے کہ جو دشمن سامنے ہوکے
مقابلہ کرتا ہو [illegible] دفع کرنا آسان ہے برخلاف اس دشمن کے جو سامنے نہو اور ہمیشہ چھپی دشمنی مین لگا ہو سو ایسے دشمن سے بچنا [illegible] اور ہر آن بچنا لازم ہوا اور یہہ بات بہت
مشکل [illegible] اور شاہون اور حاکمون پر انکا دفع کرنا جو سامنے ہوکر صف جنگ لڑتے ہین بہت آسان ہے سپاہیون اور چوکیون سے دفع کر دیتے ہین اسواسطے کہ دیکے
[illegible] کرتے ہین او پامال جاتے ہین اسی سبب سے انکا تدارک اور انتظام مشکل پڑجاتا ہے مگر اس کیلئے اور چھپے جاننے والے پر یہہ سب آسان ہے

الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ

یہہ دوسری صفت ہے وسواس کی یعنے وہ فاسد خیال ڈالنے والا جو ہے [illegible] دلمین ڈالتا ہے
آدمیون کے سینون مین سینے کی تخصیص کی وجہ یہہ ہے کہ اس جگہہ نفس ناطقہ کے آثار حیوانیہ سے مخلوط ہو کر فساد کا طور جلد قبول کر لیتے
ہین [illegible] سمجھنا کے اسواسطے کہ جگر مین برے خطرون کی جگہہ نہین ہے نفس ناطقہ نفس نباتی سے اپنا کام لیتا ہے اور دماغ مین اگرچہ فساد ہو سکتا ہے
[illegible] قوت کو تشویش مین ڈالتی ہے لیکن اکثر اسکا فساد نفس حیوانیہ کے آثار بلند ہونے سے ہوتا ہے چنانچہ اس حکمت کے جاننے والون

مِنَ الْجِنَّةِ

[illegible] یہہ وسواس کا بیان ہے یعنے فاسد خیال دلمین ڈالنے والا خواہ جن کی قسم سے ہو جیسے شیطان کہ جنات کے غلبے کے سبب سے
[illegible] اور فاسد شوے اور الہام کے بگاڑنیوالی تدبیرین انکی طبیعت کو لازم ہین اور آتشی مزاج ہونے اور انکی لطافت کے سبب سے گھس جانا
[illegible] انسان کی حیوانی روحون مین بہت جلد اور سہل ہوتا ہے اور وجود جسم کہ ان فاسد تدبیرون اور باطل رایون کے اٹھانیوالے ہین اور انسانی روحون سے
مخلوط ہوتے ہین اور انکا اثر روحون کو پہنچتا ہے اور وے روحین ان تدبیرون اور رایون کو اٹھانیوالی ہوتی ہین اور اسکے سبب سے بدنمین حرکت اور سکون [illegible]
کرتے ہین اور گناہ اُنسے ظاہر ہوتے ہین اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ
یعنے تحقیق شیطان خون کی طرح آدمی کے رگ اور پوست مین دوڑتا ہے اعاذنا اللہ منہ اور شیطان کے وسوسون کی حد اور نہایت نہین ہے اکثر شیطان
بدی اور فسق اور فجور کی طرف بلاتا ہے اور اگر کبھی بہولے سے طاعت اور نیکی کیطرف رغبت دلاتا ہے تو اسکا نیکی کیطرف بلانا دو حال سے خالی نہین ہے یا تو
بڑی طاعت سے جسکا ثواب بہت ہے پہیر کے چھوٹی طاعت کیطرف جسکا ثواب بہت تھوڑا ہے رغبت دلاتا ہے جیسے عیادت کی یعنے بیمار دیکھنے کی رغبت دلاکر نماز کو
چھوڑا دیتا ہے یا تھوڑی سی نیکی کو بڑی بدی کا سبب کر دیتا ہے جیسے ایک ٹکڑا روٹی کا فقیر کو دینا اور اسپر احسان کہنا اور اُس سے ہنسی اور مسخری کرنا اپنا ہر [illegible] شیطانی
وسوسے جو آدمیکے دلونکو اکثر خراب کرتے ہین بیان کئے جاتے ہین چنانچہ انہی شیطانی وسوسون سے ایک یہہ بات ہے کہ عوام لوگونکے دلونمین وے باتین جو انکی بوجھ اور فہم سے باہر
ہین ڈالتا ہے جیسے ذات اور صفات الہی کی تحقیق کا اور نبوت کے بہیدون کا اور آخرت کے کامونکا خطرہ اور جبر و اختیار کے مسئلے کی تحقیق اور قضا اور قدر کے بہید اور صحابہ کے
آپسکی لڑائی جھگڑے مین جو باتین ہوئین انکی تفتیش کرنا یعنے حق کسکی طرف ہے یہہ سب شیطانی وسوسے ہین تاکہ رفتہ رفتہ مین تحقیق مین اُن حقیقتونکا انکار کربیٹہین اسواسطے کہ ان باتونکی
حقیقت کو لوگ بوجہہ نہین سکتے اور بعضون کے دلونمین ایسی شبہے ڈالتا ہے جیسے بزرگون سے شفاعت کی امید رکھنا اور تھوڑی سی طاعت پر بڑے ثواب کی
امید رکھنا اور اللہ تعالی کی بخشش عام پر غرہ کرنا اور اُسکے عذاب سے نڈر ہونا اور بعضون کے دلونمین اسکا عکس ڈالتا ہے یعنے اللہ تعالی کے کرم اور بخشش اور ثواب سے بالکل
نا امید ہونا اور بت پرستونکو اللہ تعالی کی نزدیکی سے فریب دیتا ہے کہ اسمین اللہ تعالی کی نزدیکی ہے اور دیو اور پری اور جنات کی عبادت چہوڑنے مین دنیا کے نقصان سے خوف
دلاتا ہے اور دلمین ڈالتا ہے کہ اگر انکی طرف نہ جھکوگے اور انسے التجا نکروگے تو تمہاری اولاد مر جائیگی یا مال مین نقصان ہو جائیگا اور نماز پڑہنے والونکو پہلے ریا اور دکھلا
انکی نیت مین ملاتا ہے پھر [illegible] اور کتنون کے نماز کو بہلاتا ہے اور بعضون کو نیت کے اچھا جاننے مین اور قرات کو راگ سے پڑہنے مین اور حرفونکو
مخرج سے نکالنے مین [illegible] کرتا ہے [illegible] ہوجانے سے ڈراتا ہے اور کبھی زکوۃ دی ہی تو ریا اور سمعہ اور تکبر سے اور فقیر پر احسان
[illegible] سے اُسکے ثواب کو باطل کر دیتا ہے اور حرام [illegible] مین مال خرچ کرنے کو نیک اور اچھا دکھاتا ہے اور ایسا خیال مین ڈالتا ہے کہ شہرت اور جاہ
[illegible] ہو وہ کسی [illegible] کے وقت ایسا دلمین ڈالتا ہے کہ اگر تو غصہ نکریگا تو تو عاجز اور ذلیل ہو جائیگا اور اللہ تعالی کی عبادت مین اگر
کسی طرح کی [illegible] ہوتی تو اسکو دو ناگنا کرکے دکھاتا ہے اور بتون کی عبادت کرنے مین بڑی بڑی مشقتین کا [illegible] کو